الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

شَرح

نُوْرُ الْاِیْضَاح

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... مصنف کا تعارف

☆... شارح کا تعارف

☆... بنیادی باتیں

☆... صاحبِ نور الایضاح کے غیر مفتی بہ اقوال

☆... عبارت مع اعراب

☆... سلیس اردو ترجمہ

☆... سوالاً جواباً عبارت کی شرح

☆... رنگ برنگے نکات

مصنف

شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی الحنفی (سالِ وفات ۱۰۶۹ھ) (علیہ رحمۃ اللہ القوی)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

ناشر: مکتبہ دار السنہ

کتاب	:	نور الایضاح
مصنف	:	شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی مصری حنفی (علیہ الرحمۃ)
شرح	:	شارق الفلاح اردو شرح
شارح	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
عربی عبارت کی کمپوزنگ	:	مولانا محمد شاداب خان عطاری مدنی
صفحات	:	717
تعداد	:	1100
ناشر	:	مکتبہ دار السنہ

ملنے کے پتے

(3)۔۔۔مکتبہ دار السنہ، فیضانِ مدینہ، نگلہ میواتی، تاج نگری ۲، تاج گنج، آگرہ، 282001

مصنف کا رابطہ نمبر

Contact No: +918808693818

فہرست

کلماتِ مسرت

الحمد للہ عزوجل مجھے یہ کلمات لکھتے ہوئے بیحد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میرے مشفق و معاون الحاج **محمد رحمت نواز انصاری نقشبندی** حیدرآبادی حال مقیم شکاگو امریکہ اور ان کی نیک سیرت زوجہ **"اسماء نکہت قادریہ"** نے میری اس تصنیف کو پسند فرمایا اور عوامِ ملّتِ اسلامیہ کے سامنے منظرِ عام پر لانے کے لئے مجھے ابھارا اور بھرپور کوشش فرمائی، سگِ عطار (یعنی شارح) ان دونوں کا بیحد شکر گزار اور احسان مند ہے اور رہے گا ان شاء اللہ الکریم کہ میری ہر تصنیف میں ابتدائی مراحل سے لے کر اختتامی مراحل تک ان کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔

اللہ الکریم کی بارگاہِ عظیم میں دعا گو ہوں کہ موصوف و موصوفہ کی تمام تر کوششوں کو قبول فرما کر بہترین جزا عطا فرمائے اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، زمینی و آسمانی بلاؤں سے ان کی حفاظت فرمائے، درازئ عمر بالخیر عطا فرمائے اور ان کی بے حساب مغفرت فرمائے۔**آمین بجاہ النبی الامین** ﷺ

شرفِ انتساب

سگِ عطار نے اپنی اس کتاب کا نام عزیزم نگرانِ جامعات المدینہ الہند حضرت مولانا شارق مدنی زید مجدہ وشرفہ وعلمہ وعملہ کے نام پر "شارق الفلاح شرح نور الایضاح" رکھا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور طالبانِ علمِ دین کو اس سے مستفیض فرمائے نیز میرے اور میرے والدین و اساتذہ و مرشدِ کریم کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔**آمین بجاہ النبی الامین** ﷺ

نوٹ: میں اپنے جملہ قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظرِ غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہٰذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس میل ایڈی پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

دعائے خیر کا طالب: **ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

مصنف کا تعارف

ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی شر نبلالی مصری ایک حنفی فقیہ ہیں، ان کی فقہ میں کئی تصانیف ہیں۔ آپ اپنے عصر کے بڑے فقہا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور فقہ میں عقل اور اس کے نصوص و قواعد کی معرفت کے باعث متاخرین میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۹۹۴ھ میں ہوئی، بہت کتابیں تصنیف کیں جن میں سے شرح منظومہ ابن وہبان اور درر وغرر کے حواشی اور نور الایضاح فقہ میں اور اس کی شرح امداد الفتاح اور اس کا مختصر مراقی الفلاح وغیرہ رسائل ساٹھ سے زیادہ ہیں۔ وفات آپ کی ماہِ رمضان ۱۰۶۹ھ میں ہوئی، "مجموعۂ رشادت" تاریخ وفات ہے، شر نبلانی بضم شین مع رامہملہ وسکون نون وضم باء موحدہ خلاف قیاس شر ابلولہ کی طرف منسوب ہے جو مصر کے نواح میں تاجروں کے ایک شہر کا نام ہے۔ اعیان فقہا اور اعلم فضلاء میں سے مشہور زمانہ اور معتبر فی الفتاویٰ تھے، علم عبد اللہ نحریری اور محمد محبی اور علی بن غانم مقدسی سے حاصل کیا اور آپ سے ایک جماعت مثل سید احمد حموی اور احمد عجمی اور اسمٰعیل نابلسی وغیرہم نے استفادہ کیا۔

نور الایضاح حسن بن عمار الشر نبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ کی تصنیف ہے۔ اس کا مکمل نام "نور الایضاح ونجاۃ الارواح" ہے یہ عبادات پر مشتمل فقہ حنفی کی ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے اس کتاب میں لازمی و ضروری مسائل کا اجمالی ذکر ہے اس کی بہت سی شرح لکھی جاچکی ہے۔

لفظ "فقہ" شرعی اصطلاح میں

فقہ کا لغوی معنی ہے: "کسی شے کا جاننا اور اُس کی معرفت و فہم حاصل کرنا۔"

امام ابو حنیفہ فقہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الفقه : معرفة النفس، مَالَهَا وماعليها۔

فقہ نفس کے حقوق اور فرائض وواجبات جاننے کا نام ہے۔ بالعموم فقہا کرام فقہ کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

العلم بالأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية.

احکام فرعیہ شرعیہ عملیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننے کا نام فقہ ہے۔

علم فقہ کا موضوع

کلّف آدمی کا فعل ہے جس کے احکام سے اس علم میں بحث ہوتی ہے، مثلاً انسان کے کسی فعل کا صحیح، فاسد، فرض وواجب، سنت ومستحب، یا حلال وحرام ہونا وغیرہ۔

فقہ کی غرض وغایت

سعادت دارین کی کامیابی اور علم فقہ کے ذریعہ شرعی احکام کے مطابق عمل کرنے کی قدرت۔

شارح کا تعارف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیْ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

موصوف نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئ چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری دامت برکاتہم العالیہ سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی دامت برکاتہم العالیہ سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریا کوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

شارح کی اصلاحی کتب

1☆...ما فعل اللہ بک (حصہ اول)۔2☆...ما فعل اللہ بک (حصہ دوم)۔3☆...ما فعل اللہ بک (حصہ سوم)۔4☆...میری سنت میری امت۔5☆...کیا حال ہے ؟۔6☆... عقائد کی حکمتیں۔7☆... پانچ نمازوں کی حکمتیں۔8☆... قرآنی سورتوں کے مضامین۔9☆...سب سے پہلے سب سے آخر۔ 10☆...موت کے وقت۔11☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات۔12☆... تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے۔13☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی حصہ اوّل۔دوم۔سوم۔14☆... قصور کس کا؟۔15☆...نصاب مسائلِ نماز۔16☆...فیضانِ شریعت کورس۔17☆...فیضانِ قرآن کورس۔18 ☆...کامیابی کے دس اصول۔19☆... تنظیمی نصاب اور بیانات۔20☆...فیضانِ محرم۔21☆... تدریس کے ۲۶ طریقے۔22 ☆...رفیق التدریس۔23☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح۔24☆... شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ۔ 25☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)۔26☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)۔27☆...اَلشَّفِیۡق شرح تیسیر مصطلح الحدیث۔28☆...شارق الفلاح شرح نور الایضاح۔29☆...القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر۔30☆...عرفان الاثار شرح معانی الاثار۔31☆... صرف کے دلچسپ سوالات۔32☆... آسان فرض علوم۔

بنیادی باتیں

سوال: فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: لغت میں فقہ کے معنی ہیں "کسی شے کا جاننا"، پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہو گیا۔ علمائے اُصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے "جس میں احکامِ شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے"۔ اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "علم فقہ نام ہے احکامِ شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کر کے ان کو حفظ کر لینا"۔ اور اہل حقیقت و معرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے "علم احکام شریعت کو عمل میں لانا"۔ بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، ج۱، ص۱۰۰، ۹۷)

سوال: مسلمان کو فقہ کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟

جواب: فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ فقہ کا مطلب احکام و مسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔

سوال: علمِ فقہ حاصل کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل (رات کی عبادت) سے بہتر ہے۔

("الدر المختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۰۱)

حضرت امام غزالی رحمة الله تعالى عليه "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ "حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّين) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔" ("احیاء علوم الدین"، کتاب العلم، الباب الأول في فضل العلم... إلخ، ج۱، ص۲۰)

اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْأُمَرَاءُ ("الدر المختار"، المقدمۃ، ج۱، ص۱۰۶) اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللہ و رسول

عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر وضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علمائے حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

سوال: علمائے محققین نے فقہ اور فقیہ کی کیامثال بیان کی ہے؟

جواب: علمائے محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہورہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط ،زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نوسو۹۹۹ ننانوے ہے۔

(بہارِ شریعت جلد ۳ ص۱۰۳۹)

صاحب نور الایضاح کی 28 غیر مفتیٰ بہ اقوال

فَصْلٌ فِی اَحْکَامِ الْآبَارِ وَتَطْهِیْرِهَا

(1)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر کوئیں میں مرنے والے جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اگر وہ جانور پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن رات پہلے سے اس کوئیں کی ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول پھٹ گیا ہو تو تین دن رات سے اس کوئیں کی ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا۔ اور یہ امام اعظم کا قول ہے۔ جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی بہ قول: اور اب مفتی بہ قول صاحبین کا ہے جس کو صاحبِ بہار شریعت نے بیان کیا "کوئیں سے مرا ہوا جانور نکلا تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہے تو اسی وقت سے پانی نجس ہے اس کے بعد اگر کسی نے اس سے وُضو یا غُسل کیا تو نہ وُضو ہوا نہ غُسل، اس وُضو اور غُسل سے جتنی نمازیں پڑھیں سب کو پھیرے کہ وہ نمازیں نہیں ہوئیں، یوہیں اس پانی سے کپڑے دھوئے یا کسی اور طریق سے اس کے بدن یا کپڑے میں لگا تو کپڑے اور بدن کا پاک کرنا ضروری ہے اور ان سے جو نمازیں پڑھیں ان کا پھیرنا فرض ہے اور اگر وقت معلوم نہیں تو جس وقت دیکھا گیا اس وقت سے نجس قرار پائے گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو اس سے قبل پانی نجس نہیں اور پہلے جو وُضو یا غُسل کیا یا کپڑے دھوئے کچھ حَرَج نہیں تیسیراً اسی پر عمل ہے۔" (بہار شریعت جلد۔۱۔ حصہ ۲ ص ۳۳۹۔۳۴۰)(فتاوی ہندیہ۔ جلد۔۱ص۔۲۰)

بَابُ التَّیَمُّم

(2)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر وضو میں مشغول ہو گا تو کسی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو اس خوف کی وجہ سے بھی تیمم جائز نہیں ہے بلکہ وضو کر کے قضاء پڑھے کہ قضاء وقتیہ کا خلیفہ موجود ہے۔

مفتی بہ قول: مگر مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت میں مذکور ہے کہ "وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وُضو یا غُسل کریگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وُضو یا غُسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے"۔

(بہار شریعت جلد۔۱۔ حصہ ۲ ص ۳۵۲)

وُضو کر کے عیدین کی نماز پڑھ رہا تھا اثنائے نماز میں بے وُضو ہو گیا اور وُضو کریگا تو وقت جاتا رہے گا یا جماعت ہو چکے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ حصہ ۲ ص ۳۵۰)

وُضو میں مشغول ہو گا تو ظہر یا مغرب یا عشاء یا جمعہ کی پچھلی سُنّتوں کا یا نماز چاشت (۱) کا وقت جاتا رہے گا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۲ ص ۳۵۱)

(3) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے تیمم کی چھٹی شرط بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "چھٹی شرط۔ دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے دو ضربوں کے ساتھ ہونا اگرچہ ایک ہی جگہ میں ہوں"۔ یعنی ہتھیلیوں کے باطن سے مسح کرنے کو شرط قرار دیا ہے جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی بہ قول: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں فتاوی شامی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ دونوں ضرب دونوں ہتھیلیوں کے باطن یعنی اندر کے حصے سے ہونا سنت ہے اور ایسے ہی ظاہری حصے سے بھی پس اگر کسی نے ظاہر کف سے ضرب لگائی تو بھی کافی ہے۔

کتاب الصلوۃ

(4) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے عشا اور وتر کا وقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "عشاء اور وتر کا وقت: شفقِ احمر کے غروب سے صبح صادق تک ہے" جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی بہ قول: شفق کی تعیین میں علما کا اختلاف ہے صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد شفق احمر ہے اور امام اعظم کے نزدیک شفق ابیض ہے، مصنف نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ کہا ہے لیکن بحر الرائق میں امام اعظم کے قول کو راجح کہا ہے اور اب امام اعظم کے قول پر ہی فتوی ہے یعنی مغرب کا وقت شفق ابیض کے غروب ہوتے ہی ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے"۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۲ ص ۴۵۱)

(5) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** جن شہروں میں عشا کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار و لندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے) تو وہاں والوں پر عشا و وتر واجب ہو گی یا نہیں اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض کا قول ہے کہ ان پر یہ نماز فرض نہیں کیونکہ وقت ہی نہیں آیا جو کہ نماز کے فرض ہونے کا

سبب ہے اور صاحبِ نور الایضاح نے اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ "جو شخص ان کا وقت نہ پائے اس پر یہ دونوں واجب نہیں ہے"۔ جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ان پر دونوں نماز فرض ہیں اور ان کو چاہیے کہ "ان دونوں کی قضا پڑھیں۔ اور اب اسی قول پر فتویٰ ہے۔" (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۲ ص ۴۵۱)

فصل فی الأوقات المکروہة

(6) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے اوقاتِ مکروہہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اور صحیح ہے اس نماز کا ادا کرنا جو واجب ہوئی ہو ان وقتوں میں کراہت کے ساتھ جیسے جنازہ جو حاضر ہوا"۔ پس انہوں نے کراہت کے ساتھ نمازِ جنازہ کو جائز قرار دیا، جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہارِ شریعت میں اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جو کہ مفتی بہ قول ہے: جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقتِ کراہت آگیا۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۲ ص ۴۵۴)

فصل فی متعلقات الشروط وفروعها

(7) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر کسی شخص کے پاس ناپاک کپڑے کے علاوہ دوسرا کپڑا نہ ہو، اور ایسی چیز بھی موجود نہیں جس سے نجاست کو زائل کر سکے تو اسی ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ کے تعلق سے صاحبِ نور الایضاح فرماتے ہیں کہ "اور ایسی چیز کا نہ پانے والا جس سے ناپاکی کو زائل کر سکے تو اس ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور اس پر (نماز کو) لوٹانا واجب نہیں ہے"۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہار شریعت جلد ا۔ حصہ ۳ ص ۴۸۵ میں ہے: اگر اس کے پاس کپڑا ایسا ہے کہ پورا نجس ہے، تو نماز میں اسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے، برہنہ جائز نہیں، یہ سب اس وقت ہے کہ ایسی چیز نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدر مانع سے کم کر سکے، ورنہ واجب ہو گا کہ پاک کرے یا تقلیل نجاست کرے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۰۷) اور اب یہی مفتی بہ قول ہے۔

(8)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر کسی کا کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صاحبِ نور الایضاح فرماتے ہیں کہ "اور اختیار دیا گیا ہے اگر پاک ہو چوتھائی سے کم "۔یعنی پہننے یا نہ پہننے کا اختیار دیا ہے۔مزید آگے ارشاد فرمایا"اور اس کا پورے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا پسندیدہ ہے ننگے نماز پڑھنے سے "۔یعنی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا برہنہ ہو کر پڑھنے سے اچھا ہے،جو کہ اب مفتی بہ قول نہیں ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہار شریعت میں مفتی بہ قول یہ ہے جو جلد ا۔حصہ ۳ ص۴۸۵ میں بحوالہ الدر المختار ہے:"اگر اس کے پاس کپڑا ایسا ہے کہ پورا نجس ہے،تو نماز میں اسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے،تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے،برہنہ جائز نہیں،یہ سب اس وقت ہے کہ ایسی چیز نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدر مانع سے کم کر سکے،ورنہ واجب ہو گا کہ پاک کرے یا تقلیل نجاست کرے"۔("الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب شروط الصلاۃ،ج۲،ص۱۰۷.)

فصل في سننها

(9)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نماز کی سنتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا سنت ہے"۔پس قومہ کو سنت قرار دیا۔

مفتی بہ قول: حالانکہ مفتی بہ قول کے مطابق قومہ واجباتِ نماز میں سے ہے۔(بہار شریعت جلد۔ا۔حصہ ۳ص۵۱۸)

(10)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نماز کی سنتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اور دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں سنت ہے"۔پس جلسہ کو سنت قرار دیا۔

مفتی بہ قول: حالانکہ مفتی بہ قول کے مطابق جلسہ واجباتِ نماز میں سے ہے۔(بہار شریعت جلد۔ا۔حصہ ۳ص۵۱۸)

فصل في التراويح حكمها

(11)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اگر قوم ختمِ قرآن سے اکتائے تو اسی قدر قرآن پڑھا جائے جو ان کو اکتاہٹ کی حد تک نہ لے جائے"۔جس کو ہمارے یہاں سورۃ تراویح کہتے ہیں یعنی قرآن کی آخری دس سورتوں کے ذریعے تراویح ادا کرنا۔جو کہ اب غیر مفتی بہ قول ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ "تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہ کرے"۔

(بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۶۸۹)("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۶۰۱. و"الفتاوی الرضویۃ"، ج ۷، ص ۴۵۸.)

باب ادراک الفریضۃ

(12) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر جمعہ کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھ رہا تھا اور خطیب نکل آیا یعنی خطبہ شروع ہو گیا یا ظہر سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہو گئی تو مصنف کے نزدیک زیادہ اصح یہ ہے کہ دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور بعد میں سنتوں کی قضا کرے۔

مفتی بہ قول: جبکہ فتوی اس قول پر ہے جو بہار شریعت میں ہے: "جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چار پوری کرلے"۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۶۹۶)("تنویر الأبصار" و"الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، ج ۲، ص ۶۱۱.)

(13) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** اگر ظہر سے پہلے کی سنت فوت ہو گئی تو ان کی قضا ظہر کے فرض کے بعد دو سنت سے پہلے کرے، یہ امام محمد کا قول ہے اور مصنف نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کے فرض کے بعد دو سنت پڑھے پھر ظہر کی چار رکعت سنت قبلیہ کی قضا کرے اور اب امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہے۔ جیسے کہ بہار شریعت جلد ا۔ حصہ ۴ ص ۶۶۴ پر مذکور ہے "ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہو گئی اور فرض پڑھ لیے تو اگر وقت باقی ہے بعد فرض کے پڑھے اور افضل یہ ہے کہ پچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے"۔

باب سجود السھو

(14) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور امام جمعہ و عیدین میں سجدۂ سہو کو ادا نہیں کرے گا"۔

مفتی بہ قول: متن میں مذکور حکم اس دور کا ہے جب مائک وغیرہ نہ تھے اور آخری صف تک آواز پہنچانے کے لئے مکبر بنائے جاتے تھے جس کی وجہ سے شبہہ ہوتا تھا اور ہمارے اس دور میں جبکہ مائک کا اچھا انتظام ہوتا ہے لہذا سجدۂ سہو کرے گا اگرچہ مجمع کثیر ہو۔

باب سجود التلاوۃ

(15)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور فارسی میں سننے سے واجب ہو جاتا ہے اگر اس کو سمجھ لے معتمد مذہب پر"۔ صاحبین کے نزدیک سننے والے پر سجدہ اس وقت واجب ہو گا جبکہ وہ سمجھتا ہو یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی تو وہ معذور ہے۔ مصنف نے متن میں صاحبین کے قول کو معتمد قرار دیا ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ امام اعظم کے نزدیک سننے والے پر واجب ہو جائے گا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے۔ البتہ اگر اس کو معلوم نہ ہو تو بتا دیا جائے۔ اور اب امام اعظم کے قول پر عمل ہے۔ اور یہ حکم دیگر زبانوں کے ترجمہ کا بھی ہے۔ جیسے کہ بہار شریعت جلد ۱ حصہ ۴ ص ۷۳۰ میں مذکور ہے "فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نامعلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو"۔ (بہار شریعت جلد ۱ حصہ ۴ ص ۷۳۰)

(16)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور کمرہ اور مسجد کے گوشوں سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ مسجد بڑی ہو"۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہار شریعت جلد ۱ حصہ ۴ ص 736 میں یہ عبارت موجود ہے کہ "اگر مکان بڑا ہے جیسے شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے میں جانے سے مجلس بدل جائے گی"۔ (بہار شریعت جلد ۱ حصہ ۴ ص 736)

باب صلاۃ الجمعۃ حکمھا

(17)**صاحبِ نور الایضاح کا قول**: صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ ”جمعہ کی نماز فرض عین ہے ہر اس شخص پر جس میں سات شرطیں جمع ہوں، اور انہی شرطوں میں سے چھٹی شرط دونوں آنکھوں کا سالم ہونا ہے“۔ لہٰذا ایک آنکھ کا کانا اور نابینا پر جمعہ فرض نہیں اگرچہ اس کو لے جانے والا کوئی موجود ہو، یہ مسئلہ عند الامام الاعظم ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ صاحبین کے نزدیک ان پر فرض ہے، اور اب فتوی صاحبین کے قول پر ہے جیسے کہ بہار شریعت جلد ا حصہ ۴ ص 771 میں مذکور ہے: ”صحیح قول یہ ہے کہ یک چشم اور جس کی نگاہ کمزور ہو اس پر جمعہ فرض ہے“۔ یوں ہی جو اندھا مسجد میں اذان کے وقت باوضو ہو اس پر جمعہ فرض ہے اور وہ نابینا جو خود مسجد جمعہ تک بلا تکلّف نہ جا سکتا ہو اگرچہ مسجد تک کوئی لے جانے والا ہو، اُجرتِ مثل پر لے جائے یا بلا اُجرت اس پر جمعہ فرض نہیں۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲.)

بعض نابینا بلا تکلّف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں، راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بلا پُوچھے جا سکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲.)

(18)**صاحبِ نور الایضاح کا قول**: صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ ”اور مصر وہ جگہ ہے جس کے لئے کوئی مفتی امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو اور شہر کی عمارتیں منی کی عمارتوں کی مقدار کو پہنچ گئی ہوں ظاہر روایت کے مطابق“۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہار شریعت میں یوں مذکور ہے اور اسی پر اب فتوی ہے: مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کُوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا حصہ۔) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سَطوَت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے مصر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔ لہٰذا جمعہ شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۷۶۲)

یہ شرائط امامِ اعظم کے نزدیک تھیں لیکن اب فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے جو کہ یہ ہے: "آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل و بالغ کہ جن پر جمعہ ہو سکے، آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں، تو وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہے کیونکہ ایسی جگہ امام ابو یوسف سے مروی ایک روایت کے مطابق جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شہر سمجھی جاتی ہے، اگرچہ یہ اصل مذہب کے خلاف ہے، مگر فی زمانہ تعامل اور دفعِ حرج کی بناء پر علماء کی اکثریت اس روایت پر عمل کرنے میں حرج نہیں جانتی، بلا کراہت ایسی جگہوں میں بسنے والوں کے جمعہ و عیدین کو درست قرار دیتی ہے، لہٰذا اس تعریف پر پورے اترنے والے قصبات میں قائم ہونے والی نمازِ جمعہ و عیدین درست ہے۔

اور جو آبادیاں اس تعریف پر بھی پوری نہیں اترتیں وہاں جمعہ و عیدین مذہبِ حنفی میں ضرور ناجائز و گناہ ہے۔

باب صلاة العيدين حكمها وشروطها

(19)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور عرفہ منانا کوئی چیز نہیں ہے"۔ یعنی اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو لوگوں کا کسی جگہ جمع ہو کر حاجیوں کی طرح وقوف کرنا اور ذکر و دُعا میں مشغول رہنا کوئی چیز نہیں یعنی یہ نہ کیا جائے۔

مفتی بہ قول: حالانکہ صحیح وہ ہے جو بہار شریعت جلد۔۱۔ حصہ ۴ ص ۷۸۴ میں مذکور ہے کہ "عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو لوگوں کا کسی جگہ جمع ہو کر حاجیوں کی طرح وقوف کرنا اور ذکر و دُعا میں مشغول رہنا صحیح یہ ہے کہ کچھ مضایقہ نہیں جبکہ لازم و واجب نہ جانے اور اگر کسی دوسری غرض سے جمع ہوئے، مثلاً نماز استسقا پڑھنی ہے، جب تو بلا اختلاف جائز ہے اصلاً حرج نہیں۔"۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۷۰)

باب الاستسقاء

(20)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور استسقا میں چادر کا پلٹنا نہیں ہے"۔ یعنی اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صاحبین کے نزدیک نمازِ استسقا کے بعد امام خطبہ دے گا، پھر امامِ محمد کے نزدیک امام دو خطبے دے گا اور دونوں کے درمیان مثلِ جمعہ جلسہ بھی کرے گا۔ اور امامِ ابو یوسف کے نزدیک امام صرف ایک خطبہ

دے گا، اور خطبے کے دوران امام اپنی چادر کو نہیں پلٹے گا کہ یہ عمل مسنون نہیں، یہ مسئلہ امامِ اعظم کے نزدیک ہے اور مصنف نے امامِ اعظم کے قول کو بیان کیا کہ چادر پلٹنا نہیں ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ امام جب کچھ خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے اور یہ چادر کا پلٹنا تفاؤلاً (اچھی فال لینا) ہے کہ جس حالت پر آئے تھے اس حالت پر واپس نہیں جائیں گے۔ اور اب فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔ جیسے کہ بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۷۹۴ میں مذکور ہے "اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دُعا و تسبیح و استغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال ہو، خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو مونھ کر کے دُعا کرے۔ بہتر وہ دُعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں اور دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشتِ دست جانب آسمان رکھے۔" (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۷۹۴)

باب أحکام الجنائز مایصنع مع المحتضر

(21) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور اس کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ اس کو غسل دیا جائے"۔ پس مصنف نے میت کو غسل دینے کے وقت تک اس کے پاس تلاوت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص ۸۰۹ پر مذکور ہے کہ: میّت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في القراءۃ عند المیت، ج۳، ص۹۸۔۱۰۰،)

فصل بین بیان احق الناس بالصلاۃ علیہ

(22) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "اور جو شخص حاضر ہوا (نمازِ جنازہ میں) چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے تو اس سے نماز فوت ہوگئی صحیح قول کے مطابق"۔

مفتی بہ قول: جبکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۴ ص۸۳۹ پر مذکور ہے کہ "چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہہ لے"۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۳۶۔)

فصل في صفة الصوم وتقسيمه

(23) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ "رہا فرض تو وہ رمضان کے ادا اور قضا روزے ہیں، اور کفاروں کے روزے اور منت مانے ہوئے روزے ظاہر روایت میں"۔ پس مصنف نے منت کے روزوں کو بھی فرض میں بیان کیا ہے، جو کہ اب غیرِ مفتی بہ قول ہے۔

مفتی بہ قول: جبکہ منت کے روزوں کے متعلق مفتی بہ قول اس کے واجب ہونے کا ہے جیسے کہ بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۵ ص۹۶۶ میں منت کے روزوں کو واجب روزوں میں بیان کیا گیا ہے۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ حصہ ۵ ص۹۶۶)

صاحبِ بہار شریعت لکھتے ہیں "فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن و غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔"

فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة مستقطاتها

(24) **صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ: "دو رمضانوں میں دو روزے توڑے اور بیچ میں کفارہ ادا نہیں کیا تو دونوں کی جانب سے ایک ہی کفارہ کافی ہے"۔

مفتی بہ قول: جبکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد ا۔ حصہ ۵ ص۹۹۵ مسئلہ ۲۶ پر مذکور ہے "اگر دو رمضانوں میں دو روزے توڑے تو دو کفارے دے اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب في الكفارة، ج۳، ص۴۴۹.)

باب الاعتکاف تعریفه

(25)**صاحبِ نور الایضاح کا قول**: صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ جس میں اس وقت پانچ نمازیں قائم کی جاتی ہوں اسی مسجد میں اعتکاف کرے، لہذا ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے جس میں نماز کے لئے جماعت قائم نہ کی جاتی ہو مختار قول پر۔ مگر اب اس قول پر عمل نہیں ہے۔

مفتی بہ قول: بلکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد۔ ا۔ حصہ ۵ ص ۱۰۲۰ میں مذکور ہے کہ: "مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن"۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۳.)

(26)**صاحبِ نور الایضاح کا قول**: صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ اگر کسی نے چند ایام کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو دنوں کے ساتھ راتیں بھی داخل ہوں گی اور پے درپے کرنا لازم ہو گا اگرچہ پے درپے کی شرط نہ لگائی ہو، اسی طرح اگر کسی نے چند راتوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو راتوں کے ساتھ دن بھی شامل ہوں گے اور پے درپے کرنا بھی لازم ہو گا اگرچہ پے درپے کی شرط نہ لگائی ہو۔ لیکن یہ قول اب مفتی بہ نہیں ہے۔

مفتی بہ قول: بلکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد۔ ا۔ حصہ ۵ ص ۱۰۲۷ میں مذکور ہے کہ: "ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیّت صحیح ہے، لہذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیّت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے، تفریق نہیں کر سکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو، لہٰذا غروب آفتاب سے پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروبِ آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مرادلی، تو یہ نیّت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص۱۹۰.)

باب الجنایات

(27)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ: اگر محرم نے اپنی مونچھ کتر یا مونڈلی تو ایک عادل آدمی جو فیصلہ کرے گا اسی کے مطابق اس پر جزا واجب ہو گی، مثلاً جتنی مونچھ مونڈی گئی ہے اس کو دیکھیں گے کہ وہ چوتھائی داڑھی میں سے کتنی ہے اسی کو معیار بنا کر صدقہ واجب ہو گا۔ اور اب یہ قول غیر مفتی بہ ہے

مفتی بہ قول: جبکہ مفتی بہ قول بہار شریعت میں یہ مذکور ہے: "مونچھ اگرچہ پوری مونڈائے یا کتروائے صدقہ ہے"۔ پس اس قول کے مطابق اب عادل آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔ (بہار شریعت ج ۱۔حصہ ۶ص۱۱۷۱)

(28)**صاحبِ نور الایضاح کا قول:** صاحبِ نور الایضاح نے فرمایا کہ: اگر کسی نے سولہ ناخن متفرق طور پر کاٹے مثلاً اپنے داہنے ہاتھ کے چار، بائیں ہاتھ کے چار، داہنے پاؤں کے چار، بائیں پاؤں کے چار، ان کا مجموعہ سولہ ناخن ہوئے، اب متفرق طور پر کاٹنے کی وجہ سے اس پر سولہ صدقہ واجب ہوئے، اور ان سولہ صدقوں کی قیمت مثلاً ۲۰۰۰ روپۓ بنتے ہیں اور ایک دم (بکرے کی قیمت) بھی ۲۰۰۰ روپۓ ہوتے ہیں، یوں تمام صدقوں کا مجموعہ ایک دم کو پہنچ رہا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ "۲۰۰۰ سے کچھ کم صدقہ کرے تاکہ ایک دم دینا لازم نہ آئے"۔

مفتی بہ قول: جبکہ بہار شریعت جلد۔۱۔ حصہ ۶ ص ۱۱۷۲ میں یوں عبارت موجود ہے "اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے یا دَم دے"۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔حصہ ۶ص ۱۱۷۲)

خُطْبَۃُ الْکِتَاب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَعَلىٰ آلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَصَحَابَتِهِ أَجْمَعِيْنَ. قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ إِلىٰ مَوْلَاهُ الْغَنِيِّ، أَبُو الإِخْلَاصِ حَسَنُ الْوَفَائِي الشَّرَنْبُلَالِيُّ الْحَنَفِيُّ. إِنَّهُ اِلْتَمَسَ مِنِّي بَعْضُ الْأَخِلَّاءِ (عَامَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاهُمْ بِلُطْفِهِ الْخَفِيِّ) أَنْ أَعْمَلَ مُقَدِّمَةً فِي الْعِبَادَاتِ، تُقَرِّبُ عَلىَ الْمُبْتَدِى مَا تَشَتَّتَ مِنَ الْمَسَائِلِ فِي الْمُطَوَّلَاتِ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہاں والوں کا پالنے والا ہے، اور درود و سلام ہو ہمارے سردار محمد ﷺ پر، جو نبیوں کے آخری ہیں۔ اور آپ ﷺ کی پاک آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ پر، وہ بندہ جو اپنے مولیٰ بے نیاز کا محتاج ہے (جس کا نام ابو الاخلاص حسن وفائی شرنبلالی حنفی ہے)۔ عرض کرتا ہے کہ مجھ سے کچھ دوستوں نے فرمائش کی (اللہ ان کے اور ہمارے ساتھ اپنی پوشیدہ مہربانیوں کا معاملہ فرمائے) کہ میں عبادات میں ایک چھوٹا رسالہ لکھوں جو مبتدی کو ان مسائل سے قریب کرے جو مسائل بڑی بڑی کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

فَاسْتَعَنْتُ بِاللهِ تَعَالىٰ وَأَجَبْتُهُ طَالِباً لِلثَّوَابِ، وَلَا أَذْكُرُ إِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِهِ أَهْلُ التَّرْجِيْحِ مِنْ غَيْرِ إِطْنَابٍ، وَسَمَّيْتُهُ: نُوْرُ الْإِيْضَاحِ وَنَجَاةُ الْأَرْوَاحِ، وَاللهَ أَسْأَلُ أَنْ يَنْفَعَ بِهِ عِبَادَهُ، وَيُدِيْمَ بِهِ الْإِفَادَةَ

ترجمہ: پس میں نے اللہ سے مدد طلب کی اور ثواب کو طلب کرتے ہوے میں نے دوستوں کی فرمائش کو قبول کیا اور میں ذکر نہیں کروں گا، مگر بلا طوالت انہیں اقوال کو جن کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق و جزم کیا ہے اور میں نے اس کتاب کا نام نورالایضاح و نجاۃ الارواح رکھا اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے بندوں کو اس سے نفع عطا فرمائے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کو دوام بخشے۔ امین

سوال: مصنفین اپنی کتاب کو بسم اللہ اور حمد سے کیوں شروع کرتے ہیں؟

جواب: مصنفین اپنی کتابوں کو بسم اللہ اور حمد سے چار وجوہات کی بنا پر شروع کرتے ہیں :(ا) کلام اللہ کی اقتدا کرتے ہوئے۔(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے۔ (کل امر ذی بال لم یبد منہ بحمد اللہ فهو اقطع۔) (3) اکابرین وصلحاء کی اقتدا کرتے ہوئے۔ (4) دونوں سے برکت حاصل کرنے کے لئے۔

سوال :لفظ صلاۃ کتنے طریقوں سے استعمال ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

جواب: لفظ صلاۃ چار طریقوں سے استعمال ہوتا ہے ۔(1) اگر لفظ صلاۃ کی اضافت اللہ تعالی کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کاملہ ہو گی۔(۲) اگر ملائکہ کی طرف ہو تو استغفار مراد ہو گا۔(3) اور اگر مومنین کی طرف ہو تو دعا مراد ہو گی۔(4) اور اگر غیر ذوی العقول کی طرف ہو تو تسبیح مراد ہو گی۔

سوال: خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

جواب: خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی نیا نبی نہ ہو پس ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد اب تک کوئی نیا نبی نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ آپ پر نبوت ختم ہو گئی ہاں! حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت تشریف لائیں گے مگر وہ نئے نہیں۔ لہذا جو کوئی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کے وجود کو مانے وہ کافر ہے، کہ اس نے نص قطعی مجمع علیہ کا انکار کیا، ایسے ہی اگر کوئی اس معاملے میں شک کرے تب بھی یہی حکم ہے۔

سوال: آل کا لفظ کن لوگوں پر بولا جاتا ہے اور یہاں آل سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: آل لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ،لفظ آل کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے:

(1) لشکر اور اتباع کے معنی میں جیسے آلِ فرعون۔(2) نفس کے معنی میں جیسے آلِ موسی اور آلِ ہارون۔(3) اہل بیت پر خاص کر جیسے آلِ محمد، اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ آلِ محمد سے مراد وہ اشخاص ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور امام اعظم کے نزدیک صرف بنو ہاشم ہیں۔

اور یہاں پر آل سے مراد تمام مسلمان ہیں کیونکہ یہ مقامِ دعا ہے، اور مقامِ دعا میں آل سے مراد جملہ مؤمنین ہوتے ہیں۔ (شفیق نعمانی شرح ملا جامی۔ صفحہ ۲/۳)

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس مسلمان نے ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا، اس بزرگ ہستی کو صحابی کہتے ہیں۔ (حوالہ فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۳)

سوال: اصحاب ترجیح سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اصحاب ترجیح سے مراد وہ حضرات ہیں جو منقول دو روایتوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتے ہیں جیسے صاحب قدوری ابو الحسن، صاحبِ فتح القدیر، صاحب ہدایہ وغیرہ۔

سوال: مفتی کسے کہتے ہیں

جواب: مفتی سے مراد وہ حضرات ہیں جو قوی وضعیف راجح اور مرجوح کے درمیان فرق کرنے کی قدرت رکھتے ہیں جیسے صاحب کنز اور نور الایضاح وغیرہ۔

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ و علی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

تاریخِ آغاز: 15 رمضان، 1441 ہجری بمطابق 29، اپریل 2020ء۔ شب بِدھ رات، 12:41 AM

مصنف

شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی الحنفی (سالِ وفات ۱۰۶۹ھ (**علیہ رحمۃ اللہ القوی**)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

کِتَابُ الطَّھَارَۃِ

پاکی کا بیان

اَلْمِیَاہُ الَّتِیْ یَجُوْزُ التَّطْھِیْرُ بِھَا سَبْعَۃُ مِیَاہٍ، مَاءُ السَّمَاءِ وَمَاءُ الْبَحْرِ وَمَاءُ النَّھْرِ وَمَاءُ الْبِئْرِ وَمَاءٌ ذَابَ مِنَ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَمَاءُ الْعَیْنِ۔

ترجمہ: وہ پانی جس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہوتا ہے وہ سات قسم کے پانی ہیں۔(۱) آسمان کا پانی۔(۲) سمندر کا پانی۔(۳) نہر کا پانی۔(۴) کوئیں کا پانی۔(۵) اور وہ پانی جو برف (٦) اور اولے سے پگھلا ہو۔(۷) چشمے کا پانی۔

سوال: کتاب کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: کتاب کا لغوی معنیٰ ہے جمع کرنا ہے جیسے کَتَبْتُ الشَّیْءَ اَیْ جَمَعْتُہُ، اور اصطلاح میں مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جن کو مستقل مان لیا گیا ہو خواں وہ مختلف الانواع کو شامل ہوں جیسے کتاب الطہارۃ، کہ اس میں طہارتِ وضو و غسل اور طہارت بالماء وبالتراب جیسے مختلف انواع داخل ہیں، یا مختلف الانواع کو شامل نہ ہو جیسے کتاب الآباق، کتاب اللقطہ وغیرہ کہ نہ ان کے تحت کوئی باب ہے نہ کوئی فصل۔

سوال: طہارت کیا ہے اور اس پر مختلف اعراب آنے سے معنے میں کیا فرق پڑتا ھے؟

جواب: طہارت طاء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے بمعنیٰ پاک ہونا، اور اگر طاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں آلۂ طہارت مراد ہو گا جس سے طہارت حاصل کی جائے، اور اگر طاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ماءِ فضلہ ہے یعنی جو پانی طہارت حاصل کرنے کے بعد بچ جائے۔ اور اصطلاح شرع میں حَدَث یا خُبُث کے جاتے رہنے کو طہارت کہتے ہیں۔

سوال: مصنف نے اپنی کتاب کو کتاب الطہارت سے شروع کیوں کیا؟ حالانکہ یہ رسالہ عبادات کے بیان میں تھا۔ جیسا کہ مقدمہ میں فرمایا "أَنْ أَعْمَلَ مُقَدِّمَۃً فِی الْعِبَادَاتِ"۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نماز عبادت ہے اور اس کے لئے طہارت ضروری ہے کہ بے طہارت نماز منعقد ہی نہیں ہوتی، طہات نماز کی شرط جو ٹھہری۔ اور شرط شیئ مشروط پر مقدم ہوتی ہے لہذا مصنف نے بھی طہارت کو عبادات خصوصاً صلوۃ پر مقدم فرمایا۔

سوال: طہارت نماز کے لئے کیوں ضروری ہے؟

جواب: نماز کے لئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت۔ ("المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، الحديث:١٤٦٦٨، ج٥، ص١٠٣.) اس نماز کی کنجی جوام العبادات ہے۔

"ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورۂ رُوم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا، بعدِ نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انھیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہہ پڑتا ہے"۔ ("سنن النسائي"، كتاب الافتتاح، باب القراءة في الصبح بالروم، الحديث:٩٤٤، ص١٦٥.)

جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی نحوست کا کیا پوچھنا۔ ایک حدیث میں فرمایا: "طہارت نصف ایمان ہے"۔ ("جامع الترمذي"، كتاب الدعوات، ٨٥۔ باب، الحديث:٣٥٢٨، ج٥، ص٣٠٧.)

سوال: میاہ کیا ہے؟ اور اس کا کیا معنی ہے؟

جواب: المیاہ ماء کی جمع کثرت ہے جبکہ جمع قلت امواہ آتی ہے۔ جس کا معنی پانی ہے اور پانی ایک لطیف اور بہنے والا جسم ہے۔ جس سے ہر چیز کی زندگی ہے۔

سوال: کتنے قسموں کے پانی سے طہارت جائز و صحیح ہوتی ہے؟

جواب: سات قسم کے پانیوں سے پاکی حاصل کرنا جائز اور درست ہے: (١) آسمان کا پانی، جس کو بارش کہتے ہیں۔ (٢) سمندر کا پانی، خواہ میٹھا ہو یا کھارا۔ (٣) نہر کا پانی، دریا کی شاخ یا بڑی نالی جو آب پاشی کے لئے کھودی جائے اسے نہر کہتے

ہیں۔(۴) کنواں کا پانی، جو زمین کھود کر نکالا جاتا ہے۔(۵) برف کا پگھلا ہوا پانی۔(6) اولے کا پگھلا ہوا پانی۔ (7)زمین یا پتھر سے جاری چشمے کا پانی۔

تنبیہ: جس پانی سے وُضو جائز ہے اس سے غُسل بھی جائز اور جس سے وُضو ناجائز غُسل بھی ناجائز۔

(بہار شریعت جلد۔ا۔ص۳۲۹)

سوال: پگھلنے کی قید ثلج وبرد میں کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ جو پانی نمک سے پگھل کر نکلا ہو اس سے وضو جائز نہیں۔

نوٹ: جن پانیوں سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں اس کی ۱۶۰ قسمیں بیان کی ہیں۔

اَقْسَامُ الْمِیَاہِ

ثُمَّ الْمِیَاہُ عَلٰی خَمْسَةِ أَقْسَامٍ (۱)طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَهُوَ الْمَاءُ الْمُطْلَقُ وَ(۲) طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ مَكْرُوْهٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الْهِرَّةُ وَنَحْوُهَا وَكَانَ قَلِيْلاً وَ(۳) طَاهِرٌ غَيْرُ مُطَهِّرٍ وَهُوَ مَا اُسْتُعْمِلَ لِرَفْعِ حَدَثٍ أَوْ لِقُرْبَةٍ كَالْوُضُوْءِ عَلَى الْوُضُوْءِ بِنِيَّتِهٖ وَيَصِيْرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلاً بِمُجَرَّدِ انْفِصَالِهٖ عَنِ الْجَسَدِ۔

ترجمہ: پھر پانی پانچ قسموں پر ہے۔(۱) پاک ہو، پاک کرنے والا ہو، مکروہ نہ ہو، وہ مطلق پانی ہے۔(۲) پاک ہو، پاک کرنے والا ہو، مگر مکروہ ہو۔ اور وہ ایسا پانی ہے جس سے بلّی یا اس جیسے جانور نے پی لیا ہو اور وہ پانی تھوڑا ہو۔(۳) پاک ہو، پاک کرنے والا نہ ہو، اور وہ ایسا پانی ہے جس کو حدث دور کرنے کے لئے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ جیسے وضو کی نیت سے وضو پر وضو کرنا۔ اور محض بدن سے جدا ہوتے ہی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

سوال: پانی کے اوصاف یعنی طہارت، نجاست اور کراہت کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: پانی کے اوصاف یعنی طہارت، نجاست اور کراہت کے اعتبار سے پانی کی پانچ قسمیں ہیں:(۱)مائے مطلق۔(۲)مائے مکروہ۔(۳)مائے مستعمل۔(۴)مائے نجس۔(۵)مائے مشکوک۔

سوال: مائے مطلق سے کون سا پانی مراد ہے؟

جواب: مائے مطلق سے وہ پانی مراد ہے جو اپنی اصلی خلقت پر ہو کہ جب محض پانی بولا جائے تو فوراً ذہن اس کی طرف منتقل ہو جیسے بارش، چشموں، دریاؤں اور کنویں وغیرہ کا پانی۔ یہ پانی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہے اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نجاست حقیقی اور حکمی دونوں کو دور کر سکتا ہے یعنی اس سے وضو اور غسل و بدن اور کپڑے وغیرہ کو نجاست سے پاک کرنا درست ہے اور اس کا استعمال مکروہ بھی نہیں ہے۔

سوال: مائے مکروہ سے کون سا پانی مراد ہے؟

جواب: مائے مکروہ سے وہ پانی مراد ہے جس میں سے بلی یا اس جیسے دیگر جانور جیسے مرغی چوہا یا شکاری پرندے، باز، شاہین، سانپ وغیرہ نے پی لیا ہو یہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے لیکن اس سے طہارت حاصل کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ مائے مطلق موجود ہو، اور اگر مائے مطلق موجود نہ ہو تو پھر کراہت نہیں۔ یہ حکم گھریلو بلی کا ہے اور اگر جنگلی بلی ہو تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے یعنی اس کے پینے سے چوتھی قسم کا پانی ہو جائے گا، جس کا بیان آرہا ہے۔

سوال: ''وَكَانَ قَلِيْلاً'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''وَ كَانَ قَلِيْلاً'' سے مراد یہ ہے کہ بلی اور بلی کے جیسے دیگر جانور کے پانی میں منہ ڈال دینے سے وضو و غسل کرنا اس وقت مکروہ تنزیہی ہے جبکہ وہ پانی تھوڑا ہو لہذا اگر وہ پانی کثیر یعنی دہ در دہ ہو تو اب کراہت باقی نہیں رہے گی۔

سوال: مائے مستعمل سے کون سا پانی مراد ہے؟

جواب: اوصاف کے اعتبار سے پانی کی تیسری قسم مائے مستعمل ہے، اور یہ ایسا پانی ہے جس سے محدث نے وضو کیا ہو، اگرچہ اس نے وضو کی نیت نہ کی ہو، اسی طرح وہ پانی جس سے غیر محدث یعنی باوضو شخص نے ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کیا ہو۔

پس مائے مستعمل پاک ہے، مگر اس کے اندر دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ یعنی اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کپڑے یا بدن پر نجاستِ حقیقی لگی ہو تو اس سے پاک کرنا جائز ہے۔ یہاں پر ''لقربۃ'' کی قید لگائی ہے، لہذا اگر کسی نے وضو پر وضو کیا اور قربت (ثواب) کی نیت نہ کی، تو اب یہ پانی مطہر رہے گا، لیکن اس کو

اسراف کہا جائے گا، یہاں پر ایک قید اور ہونی چاہئے اور وہ (باختلاف المجلس) کی ہے یعنی وضو پر وضو کیا ہو قربت کی نیت سے دوسری مجلس میں تو مستعمل ہو گا، اور اگر قربت کی نیت سے وضو پر وضو ایک ہی مجلس میں کیا تو وہ پانی مستعمل نہیں ہو گا بلکہ مطہر ہی رہے گا، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اور قربت میں کھانے کے لئے ہاتھ دھونا بھی شامل ہے کہ حدیث میں ہے (الوضو قبل الطعام برکۃ و بعدہ ینفی اللمم ای الجنون)۔

نوٹ: مزید اس مسئلہ کی تحقیق فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: پانی کس وقت مستعمل ہو گا؟

جواب: صحیح قول (جو متن میں مذکور ہے) کے مطابق پانی جیسے ہی بدن سے جدا ہو گا وہ مستعمل ہو جائے گا اگرچہ کسی جگہ قرار نہ پکڑے۔ جبکہ امام طحاوی اور دوسرے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ پانی اس وقت مستعمل ہو گا جب کہ بدن سے جدا ہو کر دوسری جگہ قرار پا جائے اور حرکت بند ہو جائے، پس اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہو گا جبکہ ایک شخص ایک عضو دھو رہا تھا اور اس عضو سے پانی بہہ کر دوسرے عضو پر گر گیا۔ جس سے وہ عضو بھی دھل گیا پس پہلے قول کے مطابق دوسرے عضو کو دوبارہ دھونا فرض ہے کہ پانی مستعمل تھا اور دوسرے قول کے مطابق دوسرے عضو کو دھونا فرض نہیں کہ پانی مستعمل نہ تھا۔

حُكْمُ الْمَاءِ الْمُقَيَّدِ

وَلَا يَجُوْزُ بِمَاءِ شَجَرٍ وَثَمَرٍ وَلَوْ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ عَصْرٍ فِي الْأَظْهَرِ وَلَا بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهٗ بِالطَّبْخِ أَوْ بِغَلَبَةِ غَيْرِهٖ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور درخت اور پھل کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اگرچہ خود ہی بغیر نچوڑے نکلا ہو تب بھی جائز نہیں، اور نہ ایسے پانی سے جس کی طبیعت اصلیہ پکانے سے زائل ہو گئی ہو، یا اس پر کسی دوسری چیز کے غالب آجانے کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔

بِمَ تَكُوْنُ الْغَلَبَةُ

وَالْغَلَبَةُ فِي مُخَالَطَةِ الْجَامِدَاتِ بِإِخْرَاجِ الْمَاءِ عَنْ رِقَّتِهٖ وَسَيَلَانِهٖ وَلَا يَضُرُّ تَغَيُّرُ أَوْصَافِهٖ كُلِّهَا بِجَامِدٍ كَزَعْفَرَانٍ وَفَاكِهَةٍ وَوَرَقِ شَجَرٍ ، وَالْغَلَبَةُ فِي الْمَائِعَاتِ بِظُهُوْرِ وَصْفٍ وَاحِدٍ مِنْ مَائِعٍ لَهٗ وَصْفَانِ فَقَطْ كَاللَّبَنِ لَهُ اللَّوْنُ وَالطَّعْمُ وَلَا رَائِحَةَ لَهٗ ، وَبِظُهُوْرِ وَصْفَيْنِ مِنْ مَائِعٍ لَهٗ ثَلَاثَةٌ كَالْخَلِّ ـ

ترجمہ: اور منجمد چیزوں کے ملنے میں غلبہ پانی کا اپنے پتلے پن اور بہنے سے نکل جانے سے ہو گا، اور جامد چیز کے سبب سے پانی کے تمام اوصاف کا بدل جانا نقصان نہیں دیتا ہے جیسے زعفران اور پھل اور درخت کا پتہ اور بہنے والی چیزوں میں غلبہ ایک وصف کے ظاہر ہونے سے ہو گا اس بہنے والی چیز میں جس کے صرف دو وصف ہوں جیسے دودھ کہ اس کا ایک وصف اس کا رنگ اور دوسرا وصف اس کا مزہ ہے اور اس کی بو نہیں ہے اور وہ بہنے والی چیز جس کے تین وصف ہوں تو دو وصف کے ظاہر ہونے سے غلبہ ہو گا جیسے سرکہ۔

وَالْغَلَبَةُ فِي الْمَائِعِ الَّذِي لَا وَصْفَ لَهٗ كَالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ وَمَاءِ الْوَرْدِ الْمُنْقَطِعِ الرَّائِحَةِ تَكُوْنُ بِالْوَزْنِ، فَإِنِ اخْتَلَطَ رَطْلَانِ مِنَ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرَطْلٍ مِنَ الْمُطْلَقِ لَا يَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ وَبِعَكْسِهٖ جَازَ ـ

ترجمہ: اور غلبہ کا اعتبار اس بہنے والی چیز میں جس کا کوئی وصف نہ ہو جیسے استعمال کیا ہوا پانی اور گلاب کا پانی جس کی خوشبو ختم ہو گئی ہو وزن سے ہو گا پس اگر مائے مستعمل کے دو رطل مائے مطلق کے ایک رطل میں مل گئے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے برعکس کی صورت میں جائز ہے۔

سوال: مائے مقید کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ پانی جو اپنی اصلی طبیعت پر نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسی چیز مل چکی ہو کہ وہ پانی اسی کے ساتھ موسوم ہو، اسے مائے مقید کہتے ہیں۔

سوال: کیا درخت اور پھل کے اس پانی سے جو خود بخود بغیر نچوڑے نکلا ہو وضو کرنا جائز ہے؟

جواب: درخت سے نکلے ہوئے پانی کو پانی نہیں کہتے بلکہ عرق یا رس کہتے ہیں، اور اسی طرح پھل سے نکلے ہوئے پانی کو پانی نہیں کہتے بلکہ تربوز کا پانی، انگور کا پانی وغیرہ کہتے ہیں۔ پس ایسے پانی سے ظاہر الروایت کے مطابق وضو جائز نہیں، اگرچہ وہ خود بخود بغیر نچوڑے نکلا ہو۔

سوال: متن میں فی الاظہر کی قید کیوں لگائی گئی ہے ؟

جواب: متن میں فی الاظہر کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کے خلاف بھی ایک قول ہے جو قابلِ عمل نہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر درخت سے خود ہی بغیر نچوڑے قطرہ قطرہ پانی نکلے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

سوال: ایسا پانی جس کی طبیعت اصلیہ پکانے سے یا دوسری چیز کے غالب آنے سے زائل ہو گئی ہو تو اس سے وضو کرنا کیسا ہے ؟

جواب: جس پانی کی طبیعت اصلیہ پکانے سے زائل ہو گئی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر پانی میں کوئی ایسی پاک چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود نہیں جیسے چنے اور مسور کو پانی میں ڈال کر پکایا گیا تو اب اس سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں، خواہ اس پانی میں رقت وسیلان باقی رہے یا نہ رہے کیونکہ اس طرح اس کے مل جانے سے اس پر سے پانی کا نام جاتا رہتا ہے اور وہ مقید ہو جاتا ہے یعنی اس کا نام دال پڑھ جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی ایسی پاک چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود ہو جیسے بیری کے پتے تو اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس پانی میں رقت وسیلان باقی نہ رہے تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں، اسی طرح جب پانی میں کوئی دوسری چیز ڈالی گئی اور اس چیز کے پانی پر غالب آجانے کی وجہ سے پانی کی طبیعت اصلیہ زائل ہو گئی تو اس سے بھی وضو و غسل جائز نہیں ہے۔ اس کی مثال آگے آرہی ہے۔

سوال: مصنف نے غلبہ کی کتنی صورتیں ذکر کی ہیں؟

جواب: مصنف نے "والغلبۃ" سے غلبہ کی چار صورتیں بیان کی ہیں۔

سوال: پانی میں جمی ہوئی چیزوں کے ملنے سے غلبہ کب مانا جائے گا؟

جواب: غلبہ کی پہلی صورت جمی ہوئی چیزوں کے ملنے سے ہے، پس اگر پانی میں جمی ہوئی چیز مل گئی جیسے زعفران یا پھل یا درخت کے پتے تو اب دیکھا جائے گا کہ ان چیزوں کے ملنے سے پانی کی جو طبیعت ہے یعنی رقیق (پتلا) ہونا کہ اگر کپڑے میں ڈال کر چھانا جائے تو اس میں سے نکلے اور سیلان یعنی بہنا یہ ہے کہ اگر اس کو کسی عضو پر ڈالا جائے تو بہہ سکے، پس اگر یہ رقت وسیلان ختم ہو جائے تو پانی میں دوسری شیئ کا غلبہ مانا جائے گا اور اس سے وضو غسل کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر پانی میں جمی ہوئی چیز کے ملنے سے پانی کی طبیعت (رقت وسیلان) علی حالہ باقی ہے مگر اس کے اوصاف (رنگ، بو، مزا) بدل گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پانی میں جمی ہوئی چیز کے ملنے سے پانی کی طبیعت (رقت وسیلان) علی حالہ باقی ہے اوراس میں کوئی فرق نہیں آیا تو اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے، اگرچہ اس کی وجہ سے پانی کے اوصاف رنگ، بو، مزا بدل گئے ہوں جیسے کہ ایک لیٹر پانی میں دو گرام زعفران ملادیا جائے تو اس سے پانی کی رقت وسیلان تو باقی رہتی ہے مگر پانی کا رنگ بو اور مزا بدل جاتا ہے لہذا ایسی صورت میں پانی کے اوصاف کا متغیر ہونا ضرر ونقصان نہیں دے گا۔

سوال: بہنے والی وہ چیزیں جن کے دو وصف ہوتے ہیں پانی میں مل جائیں تو غلبہ کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: غلبہ کی دوسری صورت ان بہنے والی چیزوں میں جن کے دو وصف ہوتے ہیں، اگر پانی میں ملنے والی چیز بہنے والی ہے جس کے دو وصف ہوں جیسے دودھ کہ اس میں پہلا وصف رنگ یعنی سفید ہونا اور دوسرا وصف مزا یعنی بمائل مٹھاس ہونا ہے اور اس میں تیسرا وصف بو نہیں پایا جاتا، پس اگر ان دو وصف میں سے کوئی ایک وصف پانی کے اندر سرایت کر جائے تو اس کو اصلی پانی پر دوسری چیز کا غالب آنا کہیں گے اور اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہوگا۔

سوال: بہنے والی وہ چیزیں جن کے تین وصف ہوتے ہیں اگر پانی میں مل جائیں تو غلبہ کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: یہ غلبہ کی تیسری صورت ہے پس اگر وہ بہنے والی چیز جو پانی میں ملی ہے اس کے تین وصف ہوں مثلاً سرکہ کہ اس میں تین وصف ہیں (۱) رنگ (۲) بو (۳) مزا لہذا اگر ان تین وصفوں میں سے دو وصف پانی میں سرایت کر جائیں تو اس کو اصلی پانی پر دوسری چیز کا غالب آنا کہیں گے، اور اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر تین میں سے صرف ایک وصف بدلا تو وضو و غسل جائز ہوگا۔

سوال: بہنے والی ایسی چیز جس میں کوئی وصف نہ ہو، اگر پانی میں مل جائے تو اس میں غلبہ کی شناخت کیسے ہوگی؟

جواب: یہ غلبہ کی چوتھی صورت ہے، اگر پانی میں کوئی ایسی بہنے والی چیز مل گئی جس کے اندر کوئی وصف نہیں ہے جیسے مائے مستعمل اور عرقِ گلاب، جس کی خوشبو ختم ہوگئی ہو (اس میں بھی اب کوئی وصف باقی نہ رہا) تو غلبہ کی شناخت وزن سے کیا جائے گا مثلاً ایک رطل مائے مطلق میں دو رطل مائے مستعمل یا عرقِ گلاب مل جائے تو مائے مستعمل یا عرق گلاب کا

غلبہ مطلق پانی پر ہو گیا لہذا اس سے وضوو غسل جائز نہیں ہو گا، اور اگر دو رطل مائے مطلق میں ایک رطل مائے مستعمل یا عرقِ گلاب مل جائے تو مائے مطلق کا غلبہ مانا جائے گا، اور اس صورت میں وضوو غسل کرنا جائز ہو گا، اور مصنف نے اسی صورت کو بعکسہ جاز سے بیان کیا ہے۔

سوال: رطل کیا ہے؟ اور ایک صاع کتنے رطل کا ہوتا ہے؟

جواب: رطل ایک وزن کا پیمانہ ہے، ایک صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں اور ایک صاع تقریباً چار کلو سو گرام کا ہوتا ہے۔

سوال: اگر مائے مطلق اور مائے مستعمل یا عرقِ گلاب کی مقدار برابر ہو تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اس صورت کو مصنف نے بیان نہیں کیا ہے، لیکن صاحبِ مراقی الفلاح نے اس کو ذکر فرمایا ہے کہ اگر دونوں کی مقدار برابر ہوں تو علماء نے اِحتیاطاً غلبہ کا حکم دیا ہے۔ یعنی اس سے وضوو غسل کرنا جائز نہیں ہو گا۔

وَالرَّابِعُ مَاءٌ نَجِسٌ وَهُوَ الَّذِي حَلَّتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ وَكَانَ رَاكِداً قَلِيْلاً . وَالْقَلِيْلُ مَا دُوْنَ عَشْرٍ فِي عَشْرٍ فَيَنْجَسُ وَ إِنْ لَمْ يَظْهَرْ أَثَرُهَا فِيْهِ أَوْ جَارِياً وَظَهَرَ فِيْهِ أَثَرُهَا . وَالْأَثَرُ طَعْمٌ أَوْ لَوْنٌ أَوْ رِيْحٌ . وَالْخَامِسُ مَاءٌ مَشْكُوْكٌ فِي طَهُوْرِيَّتِهِ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ حِمَارٌ أَوْ بَغْلٌ .

ترجمہ: (۴) اور چوتھا ناپاک پانی ہے، اور یہ وہ پانی ہے جس میں نجاست گر گئی ہو، اور وہ پانی ٹھہرا ہوا تھوڑا ہو، اور تھوڑا وہ پانی ہے جو دہ در دہ سے کم ہو، پس وہ ناپاک ہو جائے گا اگرچہ پانی میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوا ہو، یا وہ پانی جاری ہو اور اس پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہو گیا ہو، اور اثر، مزہ یا رنگ یا بو ہے۔ (۵) اور پانچواں وہ پانی ہے جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک کیا گیا ہو، اور یہ وہ پانی ہے جس سے گدھے یا خچر نے پی لیا ہو۔

سوال: مائے نجس سے کون سا پانی مراد ہے؟ نیز قلیل و کثیر ہونے کی صورت میں کیا حکم ہو گا؟

جواب: اوصاف کے اعتبار سے پانی کی چوتھی قسم مائے نجس ہے، اور یہ ایسا پانی ہے جس میں کوئی ناپاک چیز گر جائے مثلاً پیشاب، پاخانہ، شراب وغیرہ اور وہ پانی بہنے والا نہ ہو بلکہ ٹھہرا ہوا ہو، اور کثیر نہ ہو بلکہ قلیل ہو تو وہ ناپاک ہو

جائے گا اگرچہ پانی کے اندر اس کے اثرات (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی ایک ظاہر نہ ہو، اور اگر پانی کثیر ہو یا بہنے والا ہو۔ اور اس میں نجاست گر جائے اور ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہو، تو اس صورت میں پانی پاک رہے گا ناپاک نہیں ہو گا۔

سوال: مائے قلیل اور مائے کثیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: مائے قلیل اور مائے کثیر کی مقدار میں امام اعظم کا اصل مذہب یہ ہے کہ خود اس کی رائے اور اندازہ معتبر ہو گا، اگر اس کا غالب گمان کثیر کا ہے تو کثیر، ورنہ قلیل ہو گا۔ لیکن علمائے متاخرین نے عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے مائے کثیر کی ایک مقدار مقرر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر پانی دہ در دہ سے کم ہو تو وہ قلیل ہے، اور جو پانی دہ در دہ ہو یا اس سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہے۔ اور دہ در دہ وہ ہے جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو یعنی ۲۲۵ مربع فٹ۔

سوال: مائے مشکوک سے کون سا پانی مراد ہے؟

جواب: اوصاف کے اعتبار سے پانی کی پانچویں قسم مائے مشکوک ہے اور مائے مشکوک وہ گدھے یا خچر (جو گدھی اور گھوڑے کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو) کا بچا ہوا پانی ہے، یہ پانی طاہر ہے لیکن اس کا مطہر ہونا مشکوک ہے اور مائے مشکوک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں بلکہ ان کے جھوٹے کو مشکوک کہنے سے مراد توقف ہے یعنی نہ اس کے مطہر ہونے کا حکم یقین کے ساتھ لگایا ہے اور نہ اس کے مطہر ہونے کی نفی کی گئی ہے اور توقف بھی ایک حکم ہے اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے اور توقف کا حکم اس وقت ہوتا ہے جبکہ دلائل میں تعارض ہو جائے، اس لئے فقہاء مائے مشکوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مائے مطلق کے نہ ہونے کے وقت مائے مشکوک کے استعمال کے بعد تیمم بھی احتیاطاً کر لے تاکہ یقین کے ساتھ اس کو پاک کہا جا سکے۔

فَصْلٌ فِي بَيَانِ اَحْكَامِ السُّؤْرِ

یہ فصل جھوٹے کے احکام کے بیان میں ہے

وَالْمَاءُ الْقَلِيْلُ إِذَا شَرِبَ مِنْهُ حَيَوَانٌ يَكُوْنُ عَلىٰ أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ وَيُسَمَّى سُؤْراً. اَلْأَوَّلُ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ آدَمِيٌّ أَوْ فَرَسٌ أَوْ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَالثَّانِي نَجِسٌ لَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهُ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوِ الْخِنْزِيْرُ أَوْ شَيْءٌ مِنْ سِبَاعِ الْبَهَائِمِ كَالْفَهْدِ وَالذِّئْبِ۔

ترجمہ: اور تھوڑا پانی جب کہ اس میں سے کسی جاندار نے پی لیا ہو تو وہ چار قسموں پر ہو جائے گا اور اس کا جھوٹا نام رکھا جاتا ہے پہلی قسم پاک ہو اور پاک کرنے والا ہو اور یہ وہ پانی ہے جس میں سے آدمی یا گھوڑے یا اس جانور نے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے نے پی لیا ہو اور دوسری قسم ناپاک ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور یہ وہ پانی ہے جس میں سے کتے یا خنزیر نے یا درندوں میں سے کسی نے پی لیا ہو جیسے چیتا اور بھیڑیا۔

وَالثَّالِثُ مَكْرُوْهٌ اِسْتِعْمَالُهُ مَعَ وُجُوْدِ غَيْرِهٖ وَهُوَ سُؤْرُ الْهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ وَسِبَاعِ الطَّيْرِ كَالصَّقْرِ وَالشَّاهِيْنِ وَالْحِدَأَةِ وَ سَوَاكِنِ الْبُيُوْتِ كَالْفَأْرَةِ لَا الْعَقْرَبِ وَالرَّابِعُ مَشْكُوْكٌ فِي طَهُوْرِيَّتِهٖ وَهُوَ سُؤْرُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهٗ تَوَضَّأَ بِهٖ وَتَيَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰى۔

ترجمہ: اور تیسری قسم (وہ پانی ہے) جس کا استعمال اس کے علاوہ کے پائے جانے کے وقت مکروہ ہے اور وہ بلی اور کھلی پھرنے والی مرغی اور شکاری پرندیں جیسے باز، شاہین، چیل اور گھروں میں رہنے والے جانور جیسے چوہے کا جھوٹا ہے نہ کہ مچھر کا جھوٹا اور چوتھی قسم وہ پانی ہے جس کے مطہر ہونے میں شک کیا گیا ہو اور وہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے، پس اگر (محدث) اس کے علاوہ اور پانی کو نہ پائے تو اس سے وضو کرے اور تیمم کرے پھر نماز پڑھے۔

سوال: فصل کسے کہتے ہیں؟

جواب: فصل کا لغوی معنی دو چیزوں کے درمیان فاصلہ، دو چیزوں کے درمیان میں آڑ ہے، جبکہ اصطلاح میں مسائل کا وہ ٹکڑا ہے جس کے احکام ماقبل کی جانب نسبت کرتے ہوئے متغیر ہوں۔

سوال: مائے قلیل میں سے جب کوئی حیوان پی لے تو اس کو کس نام سے موسوم کرتے ہیں نیز اس کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: جب مائے قلیل میں سے کوئی جاندار پی لے تو اسے جھوٹے کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور اس کی احناف کے نزدیک چار قسمیں بنتی ہیں: (۱) طاہر مطہر۔ (۲) نجس۔ (۳) مکروہ۔ (۴) مشکوک۔

سوال: الماء کے ساتھ القلیل کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: یہاں پر الماء کے ساتھ القلیل کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر پانی کثیر ہو اور اس میں سے کوئی جاندار پی لے تو اس کو جھوٹا پانی نہیں کہیں گے جیسے کہ کوئی جاندار نہر میں منہ ڈال دے۔ اور مائے قلیل کی تعریف اوپر گزری کہ جو دہ در دہ نہ ہو جیسے پانی سے بھری ہوئی بالٹی اور مٹکے وغیرہ۔

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا طاہر و مطہّر ہوتا ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی پہلی قسم طاہر و مطہّر (خود پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھے) ہے یہ وہ پانی ہے جس سے کسی آدمی نے پیا ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، بڑا ہو یا چھوٹا، حائضہ ہو یا جنبی سب کا جھوٹا پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے جب کہ ان کا منہ پاک ہو، پس اگر ان کا منہ ناپاک ہو تو ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا جیسے شرابی کا منہ، اور اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا اور ان جانوروں کا جھوٹا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے بکری، گائے، بیل بھینس، اونٹ اور بھیڑ وغیرہ کا جھوٹا پاک طاہر و مطہر ہے، لیکن اس حکم سے وہ اونٹ، بکری، بھیڑ، گائے، جو نجاست کھاتے ہیں مستثنیٰ ہیں، کہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔ (مراقی الفلاح)

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا نجس ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی دوسری قسم ناپاک ہے کہ نہ اس سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں، نہ اس کو پی سکتے ہیں، اور وہ کتا، خنزیر اور چوپائے درندوں کا جھوٹا ہے، چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنے نوک دار دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیتا اور بھیڑیا۔ اور نجس سے مراد نجاستِ غلیظہ ہے اس لئے کہ لعاب گوشت سے بنتا ہے اور ان کا گوشت نجس ہوتا ہے۔

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا مکروہ ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی تیسری قسم مکروہ ہے یعنی مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال طہارت میں اور پکانے میں اور پینے میں مکروہِ تنزیہی ہے، لہٰذا اگر مطلق غیر مکروہ پانی نہ ہو تو اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے بلکہ اس سے وضو و غسل کرے تیمم جائز نہیں ہو گا اور یہ بلی کا جھوٹا پانی ہے اور یہاں بلی سے مراد گھریلو بلی ہے، اس لئے کہ جنگلی بلی کا جھوٹا نجس ہے، اسی طرح کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا مکروہ ہے اور مخلاۃ سے مراد وہ مرغی ہے جو گندگیوں میں چلتی پھرتی ہے جس کی وجہ سے اس کی چونچ کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے اور وہ مرغی جس کو دربے (مرغی کا گھر) میں بند رکھا جاتا ہو اور وہیں اس کو خوراک دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں، اسی طرح شکاری پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جیسے باز ،شاھین (سفید رنگ کا شکاری پرندہ)، اور چیل، کوّا اور گدھ وغیرہ، چونکہ یہ اکثر مردار کھاتے ہیں اس لئے ان کا حکم کھلی پھرنے والی مرغی کے مانند ہو گیا، اسی طرح گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ تنزیہی ہے مثلاً چوہا، چھپکلی وغیرہ، کہ ان میں بہنے والا خون ہوتا ہے، اور بچھو کا جھوٹا مکروہ نہیں، کہ اس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ہے۔

سوال: کون سے جاندار کا جھوٹا مشکوک ہوتا ہے؟ مع حکم بیان کریں۔

جواب: جھوٹے پانی کی چوتھی قسم مشکوک ہے یعنی جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک ہے، اور شک سے مراد یہ نہیں کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اس کا حکم معلوم ہے اور وہ توقف ہے، اور توقف بھی ایک حکم ہے یعنی نہ اس کو یقین کے ساتھ مطہر کہا ہے اور نہ اس کے مطہّر ہونے کی نفی کی ہے، کیونکہ کچھ اس قسم کے دلائل موجود ہیں کہ کسی ایک جانب قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور وہ مائے مشکوک خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے اس لئے کہ فقہاء مائے مشکوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر مشکوک پانی کے سوا پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرنے کے بعد تیمم بھی کر لے، پس وضو اور تیمم کو جمع کرنا واجب ہے، ہاں اس کو اس بات میں اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے لیکن امام زفر کے قول کے مطابق افضل وضو کو مقدم کرنا ہے پھر نماز پڑھے۔

سوال: اگر ان چاروں قسم کے جانداروں کے منہ میں نجاست کا لگا ہوا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو تو پھر کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر یقین کے ساتھ منہ میں نجاست کا لگا ہوا ہونا معلوم ہو تو پھر ان کا جھوٹا نجس ہو گا کہ اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔

فَصْلٌ فِي التَّحَرِّي فِي الْأَوَانِي وَالثِّيَاب

یہ فصل کپڑوں اور برتنوں میں غور وفکر کرنے کے بیان میں ہے

لَوْ اِخْتَلَطَ أَوَانٍ أَكْثَرُهَا طَاهِرٌ تَحَرَّي لِلْتَوَضُّؤِ وَالشُّرْبِ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُهَا نَجِساً لَا يَتَحَرَّى إِلَّا لِلشُّرْبِ وَفِي الثِّيَابِ الْمُخْتَلِطَةِ يَتَحَرَّى سَوَاءٌ كَانَ أَكْثَرُهَا طَاهِراً أَوْ نَجِساً۔

ترجمہ: اگر چند ایسے برتن مل جائیں کہ ان میں اکثر پاک ہوں تو وضو اور پینے کے لئے تحری کرے گا اور اگر ان برتنوں میں زیادہ ناپاک ہوں تو تحری نہیں کرے گا مگر پینے کے لئے اور ملے ہوئے کپڑوں میں تحری کرے گا خواہ ان کپڑوں میں زیادہ پاک ہوں یا ناپاک۔

سوال: تحری کی تعریف بیان کریں۔

جواب: تحری کا معنی پاک شے کو ناپاک شے سے الگ کرنے کے لئے اپنی غور وفکر کی پوری کوشش صرف کر دینا ہے۔

سوال: ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ ملنا کتنے طریقے کا ہوتا ہے؟

جواب: ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ ملنا دو طریقے کا ہوتا ہے:

(۱) ایک شے کے اجزاء دوسری شے کے اجزاء میں پوری طرح مل جائیں جیسے چینی پانی میں، مائے مطلق مائے مستعمل میں، اور اس کا بیان مصنف نے ماقبل میں "الغلبۃ فی مخالۃ الجامدات" سے کیا ہے۔

(۲) ایک شے دوسری شے کے ساتھ باعتبار مجاورت کے مل جائے جیسے نجس پانی کا برتن، پاک پانی کے برتن کے ساتھ مل جائے، اور اس کا بیان مصنف نے اس فصل میں کیا ہے، اور دونوں کو الگ الگ بیان کرنے کی وجہ ان کے احکام کا الگ الگ ہونا ہے۔

سوال: اگر چند ایسے برتن آپس میں مل جائیں جن میں اکثر پاک ہوں تو وضو اور پینے کے استعمال میں لانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی جگہ چند برتن پانی بھر کر رکھے تھے ان میں سے کچھ برتن میں کتا منہ ڈال گیا اور بعد میں یہ خیال نہ رہا کہ کن برتنوں میں منہ ڈالا تھا، گویا پاک وناپاک برتن مل گئے تو اگر ناپاک برتن کم ہوں اور پاک برتن زیادہ ہوں اور مل جانے کی وجہ سے پتا نہیں چلتا کہ کون پاک ہے اور کون ناپاک ہے، تو اب وضو و غسل اور پینے کے لئے تحری یعنی سوچ بچار کرے گا جن برتنوں کے متعلق پاک ہونے کا گمان غالب ہو ان سے وضو و غسل اور پینے کے لئے استعمال کرے گا۔

سوال: اور اگر ناپاک برتن زیادہ ہوں تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر ناپاک برتن زیادہ ہوں اور پاک برتن کم ہوں تو اب صرف پینے کے لئے تحری کریں گے وضو و غسل کے لئے تحری نہیں کریں گے بلکہ ان کے لئے تیمم کریں گے، وضو و شرب میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وضو اور غسل کا نائب تیمم موجود ہے لیکن پیاس کا نائب موجود نہیں ہے کہ بغیر پانی پیئے پیاس نہیں بجھ سکتی، اس لئے اس میں تحری کریں گے۔

سوال: اگر پاک وناپاک کپڑے ایک دوسرے میں مل جائیں تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر پاک وناپاک کپڑے ایک دوسرے میں مل جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون سے کپڑے پاک تھے اور کون سے ناپاک تھے، تو اب تحری کریں گے چاہے ان کپڑوں میں زیادہ پاک ہوں یا ناپاک ہوں، اس لئے کہ کپڑے کا کوئی بدل نہیں ہے کہ جس سے ستر چھپایا جا سکے۔

فَصْلٌ فِی اَحْکَامِ الْآبَار

یہ فصل کوئیں کے احکام کے بیان میں ہے

اَلْبِئْرُ الصَّغِیْرَۃُ

تُنْزَحُ الْبِئْرُ الصَّغِیْرَۃُ بِوُقُوْعِ نَجَاسَۃٍ وَاِنْ قَلَّتْ مِنْ غَیْرِ الْأَرْوَاثِ کَقَطْرَۃِ دَمٍ أَوْ خَمْرٍ وَبِوُقُوْعِ خِنْزِیْرٍ وَلَوْ خَرَجَ حَیّاً وَلَمْ یُصِبْ فَمُہُ الْمَاءَ وَبِمَوْتِ کَلْبٍ أَوْ شَاۃٍ أَوْ آدَمِیٍّ فِیْھَا وَبِانْتِفَاخِ حَیَوَانٍ وَلَوْ صَغِیْراً۔

ترجمہ: کسی ناپاکی کے گرنے سے چھوٹے کوئیں کا پورا پانی نکالا جائے گا اگرچہ وہ ناپاکی تھوڑی ہو مینگنیوں کے علاوہ جیسے خون یا شراب کا قطرہ اور خنزیر کے گر جانے سے اگرچہ وہ زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی میں نہ پہنچا ہو اور کوئیں میں کتے یا بکری یا آدمی کے مر جانے سے اور جاندار کے پھول جانے سے اگرچہ وہ چھوٹا ہو۔

اَلْبِئْرُ الْکَثِیْرَۃُ المیاہ

وَمِائَتَا دَلْوٍ لَوْ لَمْ یُمْکِنْ نَزْحُھَا. وَاِنْ مَاتَتْ فِیْھَا دَجَاجَۃٌ أَوْ ھِرَّۃٌ أَوْ نَحْوُھُمَا لَزِمَ نَزْحُ أَرْبَعِیْنَ دَلْواً وَاِنْ مَاتَتْ فِیْھَا فَأْرَۃٌ أَوْ نَحْوُھَا لَزِمَ نَزْحُ عِشْرِیْنَ دَلْواً وَکَانَ ذٰلِکَ طَھَارَۃً لِلْبِئْرِ وَالدَّلْوِ وَالرِّشَاءِ وَیَدِ الْمُسْتَقِیْ۔

ترجمہ: اور اگر کوئیں کا پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو دو سو ڈول پانی نکالیں گے اور اگر کوئیں میں مرغی یا بلی یا ان دونوں کے جیسے دیگر جانور مر جائیں تو چالیس ڈول کا نکالنا لازم ہو گا، اور اگر کوئیں میں چوہا یا اس کے جیسے دیگر جانور مر جائیں تو بیس ڈول کا نکالنا لازم ہو گا اور یہ پانی نکالنے سے کوئیں، ڈول اور رسی اور نکالنے والے کے ہاتھ کے لئے پاکی ہو جائے گی۔

سوال: اگر کسی کوئیں میں کوئی نجاست گر جائے تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر کنواں چھوٹا ہو یعنی دہ در دہ سے کم ہو (اور عموماً کنواں دہ در دہ سے کم ہی ہوتا ہے) اور اس میں مینگنیوں کے علاوہ تھوڑی سی بھی ناپاک چیز گر جائے جیسے خون یا شراب کا ایک قطرہ تو پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اب اس کو پاک کرنے کے لئے کوئیں کا پورا پانی نکالا جائے گا، یہاں پر مینگنیوں کو اس لئے مستثنیٰ کر دیا کہ اس سے بچنا عموماً ممکن نہیں، ہاں اگر مینگنیوں کی مقدار کثیر ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

سوال: اگر کوئیں میں خنزیر گر گیا اور زندہ نکل آیا اور اس کا منہ بھی پانی سے نہ لگا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر کے کوئیں میں گرنے جانے سے پورا پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے خواہ اس کا منہ پانی سے لگا ہو یا نہ لگا ہو، اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے یعنی اس کا پورا بدن اور بدن کا ہر ایک جز، پیشاب و پاخانہ کی طرح ناپاک ہے، لہذا اس کے گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالا جائے گا۔

سوال: اگر کوئیں میں کتا، بکری یا آدمی گر کر مر جائے تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر کتا کوئیں میں گر کر مر جائے تو اس کا پورا پانی نکالا جائے گا یہاں پر کوئیں میں کتے کے مرنے کی قید لگائی گئی ہے، اس لئے کہ اگر کتا کوئیں سے زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو تو وہ پانی ناپاک نہیں ہو گا کیوں کہ صحیح قول کے مطابق کتا نجس العین نہیں ہے بخلاف خنزیر کے کہ وہ نجس العین ہے، اسی طرح کوئیں میں بکری یا آدمی گر کر مر جائیں تو کوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

سوال: کوئیں میں جانور کے گر کر پھولنے اور پھٹنے کی صورت میں کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر کوئی جاندار کوئیں میں گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے تو اس کوئیں کا سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالا جائے گا خواں وہ جانور چھوٹا ہو جیسے چوہا وغیرہ یا بڑا ہو جیسے آدمی، ہاتھی وغیرہ۔

سوال: سارا پانی نکالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: کوئیں کا سارا پانی نکالنے سے یہ مراد ہے کہ کوئیں کا اتنا پانی نکال دیا جائے کہ اگر اب ڈول ڈالیں تو آدھا بھی نہ بھر سکے۔

سوال: اگر کوئیں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: اگر کنواں ایسا ہو کہ اس کا پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو، اس طور پر کہ کنواں چشمہ دار ہو تو اس میں سے دو سو ڈول نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا، اور دو سو ڈول واجب ہے جبکہ تین سو ڈول نکالنا مستحب ہے اور یہ امام محمد کا قول

ہے جبکہ امام اعظم کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ: دو متقی دیندار مسلمان جن کو پانی کی مقدار پہچاننے میں مہارت ہو ،اندازہ لگائیں کہ کوئیں میں کتنا پانی ہے پس جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے نکال دئے جائیں، کنواں پاک ہو جائے گا۔

سوال: اگر کوئیں میں مرغی، بلی یا ان جیسے دیگر جانور گر کر مر جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئیں میں مرغی، بلی یا ان جیسے دیگر جانور گر کر مر جائیں اور وہ پھولے پھٹے نہ ہوں تو اس کوئیں سے چالیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اور پچاس یا ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے۔

سوال: اگر کوئیں میں چوہا یا اس کے جیسے دیگر جانور گر کر مر جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئیں میں چوہا یا اس کے مثل کوئی جانور جیسے چڑیا وغیرہ گر کر مر جائے اور پھولنے پھٹنے سے پہلے باہر نکال دیا جائے تو بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔

سوال: رسی، ڈول، کنواں اور نکالنے والے کا ہاتھ کیسے پاک ہو گا؟

جواب: جس کوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے نکال لیا گیا تو اب وہ رسی جس سے پانی نکالا گیا، کنواں، ڈول اور نکالنے والے کا ہاتھ سب پاک ہو گیا دھونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئیں کی دیوار دھونے کی حاجت ہے کہ وہ سب پاک ہو گئے۔

سوال: کوئیں سے کل پانی نکالنے کا حکم کب ہوتا ہے؟

جواب: درج ذیل صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱)۔۔۔ نجاست گر جائے اگرچہ قلیل مقدار میں ہو جیسے کہ شراب یا پیشاب یا خون کا قطرہ۔

(۲)۔۔۔ خنزیر گر جائے اگرچہ زندہ نکل آئے اگرچہ اس کا منہ پانی میں نہ پڑا ہو۔

(۳)۔۔۔ آدمی بکری یا کتا یا کوئی بھی ان کے برابر یا ان سے بڑا جانور کوئیں میں گر کر مر جائے یا مر کر کوئیں میں گر جائے۔

(۴)۔۔۔ دموی (خون والا) جانور اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مرغی، بلی وغیرہ گر کر مرنے کے بعد پھول پھٹ جائے۔

سوال: بیس سے تیس ڈول کب نکالے جائیں گے؟

جواب: چوہا، چھچھوندر، چڑیا، چھپکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی دموی جانور کوئیں میں گر کر مر گیا تو ۲۰ سے ۳۰ ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔

سوال: ۴۰ سے ۶۰ ڈول کب نکالے جائیں گے؟

جواب: کبوتر، مرغی، بلی یا اس جتنا کوئی بھی جانور گر کر مرے تو ۴۰ سے ۶۰ ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔

سوال: ڈول سے کتنا بڑا ڈول مراد ہے؟

جواب: جس کوئیں کا ڈول معین ہو تو اسی کا اعتبار ہے اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا کچھ لحاظ نہیں، اور اگر اس کا کوئی خاص ڈول نہ ہو تو ایسا ہو کہ ایک صاع پانی اس میں آجائے اور ایک صاع ۴ کلو ۱۰۰ گرام کا ہوتا ہے۔

ما لا ینجس البئر

وَلَا تَنْجُسُ الْبِئْرُ بِالْبَعْرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِثْيِ إِلَّا اَنْ يَّسْتَكْثِرَهُ النَّاظِرُ أَوْ أَنْ لَا يَخْلُوَ دَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ۔

ترجمہ: اور کنواں مینگنی، لید اور گوبر کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ دیکھنے والا اسے زیادہ سمجھے، یا کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ ہو۔

ما لا یفسد الماء

وَلَا يَفْسُدُ الْمَاءُ بِخَرْءِ حَمَامٍ وَعُصْفُوْرٍ وَلَا بِمَوْتِ مَالَا دَمَ لَهٗ فِيْهِ كَسَمَكٍ وَضِفْدِعٍ وَحَيَوَانِ الْمَاءِ وَبَقٍّ وَذُبَابٍ وَزَنْبُوْرٍ وَعَقْرَبٍ وَلَا بِوُقُوْعِ آدَمِيٍّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ إِذَا خَرَجَ حَيّاً وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى بَدَنِهٖ نَجَاسَةٌ وَلَا بِوُقُوْعِ بَغْلٍ وَحِمَارٍ وَسِبَاعِ طَيْرٍ وَوَحْشٍ فِي الصَّحِيْحِ . وَإِنْ وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ إِلَى الْمَاءِ أُخِذَ حُكْمُهٗ۔

ترجمہ: اور پانی کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے ناپاک نہیں ہوتا ہے، اور نہ ایسے جاندار کے پانی میں مرنے سے جس میں بہنے والا خون نہ ہو جیسے مچھلی مینڈک اور پانی کے جانور اور پسو اور مکھی، بھڑ اور بچھو، اور نہ آدمی اور اس جانور کے گرنے سے جس کا

گوشت کھایا جاتا ہو جبکہ وہ زندہ نکل آئے اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو، اور نہ خچر، گدھے، شکاری پرندے اور وحشی جانور کے گر جانے سے صحیح قول کے مطابق، اور اگر پانی تک گرنے والے جانور کا لعاب پہنچ جائے تو لعاب کا حکم لیا جائے گا۔

وَ وُجُوْدُ حَيَوَانٍ فِي الْبِئْرِ

وَوُجُوْدُ حَيَوَانٍ مَيِّتٍ فِيْهَا يُنَجِّسُهَا مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمُنْتَفِخٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَ لَيَالِيْهَا إِنْ لَمْ يُعْلَمْ وَقْتُ وُقُوْعِهٖ۔

ترجمہ: اور کوئیں میں مرے ہوئے جانور کا پایا جانا کوئیں کو ایک دن اور ایک رات سے ناپاک کر دیتا ہے، اور پھولے ہوئے جانور کا پایا جانا (کوئیں کو) تین دن اور تین رات سے (ناپاک کر دیتا ہے) اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو۔

سوال: مینگنی، لید اور گوبر کتنی مقدار میں کوئیں کے اندر گر جائے تو کنواں پاک یا ناپاک ہو گا؟

جواب: بعر اونٹ، بھیڑ، بکری اور روث گھوڑا، گدھے، خچر اور خثی گائے بیل کے پاخانے کو کہتے ہیں۔ اگر کوئیں میں میگنیاں، لید یا گوبر گر جائے تو جب تک وہ کثیر مقدار میں نہ ہوں اس وقت تک کنواں ناپاک نہیں ہوتا، خواہ مینگنیاں سالم ہوں یا ٹوٹی ہوئی اور لید یا گوبر تر ہو یا خشک ہو اور جنگل کا کنواں ہو یا شہر کا سب کے لئے یکساں حکم ہے، اور کثیر کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں ان میں سے دو قول جن کی تصحیح کی گئی ہے مصنف نے بیان فرمائے ہیں (۱) پہلا قول یہ ہے کہ کثیر وہ ہے جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہے جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے اور یہ امام اعظم کا قول ہے (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ آتا ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔

سوال: کیا کبوتر اور چڑیا کی بیٹ کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

جواب: اگر کوئیں میں کبوتر اور چڑیا کی بیٹ گر جائے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور کوئیں کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک ان کی بیٹ نجس نہیں ہے۔

سوال: ایسے جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ان کے گرنے سے کوئیں کا کیا حکم ہو گا؟

جواب: ایسا جانور جن میں بہنے والا خون نہ ہو (خواہ وہ خشکی کا ہو یا پانی کا) پانی یا کس اور مائع (مثلاً) سرکہ دودھ وغیرہ میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے تو وہ پانی یا مائع ناپاک نہیں ہوتا جیسے مچھلی اور مینڈک، اور مینڈک سے مراد دریائی

مینڈک ہے کیونکہ اگر خشکی کے مینڈک میں بہنے والا خون ہو تو اس کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا اور پانی کے جانور جیسے کچھوا، کیکڑا، دریائی سانپ وغیرہ کے گر کر مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا اور اسی طرح پسو، مکھی، بھڑ اور بچھو کے پانی میں گر کر مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں بہنے والا خون نہیں ہوتا۔

سوال: خشکی اور دریائی مینڈک میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: خشکی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی نہیں ہوتی اور دریائی مینڈک کے انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے جو تیرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

سوال: آدمی یا ماکول اللحم جانور کوئیں میں گر گیا مگر زندہ نکل آیا تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر کوئی آدمی یا ماکول اللحم جانور کوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین نہ ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

سوال: خچر، گدھا، شکاری پرندے اور وحشی جانور کے گرنے سے کوئیں کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر خچر، گدھا یا کوئی شکاری پرندہ جیسے شاہین، چیل وغیرہ یا جنگلی جانور جیسے بندر وغیرہ کوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا کیوں کہ ان کے بدن پاک ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو اور اگر ان کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

سوال: اگر کوئی جاندار کوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا مگر اس کا منہ پانی سے مس ہو گیا تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: جاندار کوئیں میں گر کر زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اس کے لعاب کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی کے مطابق پانی نکالنے یا نہ نکالنے کا حکم لگایا جائے گا، لہذا اگر اس کا لعاب پاک ہو جیسے آدمی اور ماکول اللحم جانور تو پانی پاک رہے گا، اور اگر لعاب ناپاک ہو تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر لعاب مکروہ ہو جیسے شکاری پرندے تو پانی بھی مکروہ ہوگا اور اگر لعاب مشکوک ہو جیسے خچر اور گدھا تو پانی بھی مشکوک ہوگا۔

سوال: کن جانوروں کا لعاب پاک ہے اور کن کا ناپاک ہے؟

جواب: جن کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب بھی ناپاک ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ اور لعاب بھی مکروہ ہے اور جھوٹے کا بیان ما قبل میں گزر چکا ہے لہذا وہیں سے ان باتوں کی تفصیل دیکھ لیں۔

سوال: اگر کوئیں میں مرا ہوا جانور نکلا مگر اس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں تو کنواں کب سے ناپاک مانا جائے گا ؟

جواب: اگر کوئیں میں مرنے والے جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اگر وہ جانور پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن رات پہلے سے اس کوئیں کی ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول پھٹ گیا ہو تو تین دن رات سے اس کوئیں کی ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا۔ اور یہ امام اعظم کا قول ہے جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

اور اب مفتی بہ قول صاحبین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وقت معلوم نہیں تو جس وقت دیکھا گیا اس وقت سے نجس قرار پائے گا اگرچہ پھولا پھٹا ہو اس سے پہلے نجس نہیں اور پہلے جو وضو و غسل کیا یا کپڑے دھوئے پاک ہوں گے کچھ حرج نہیں، تیسیراً اب اسی قول پر عمل ہے۔ (فتاوی ہندیہ-جلد-ا ص-۲۰)

فَصْلٌ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

یہ فصل استنجاء کے بیان میں ہے

يَلْزَمُ الرَّجُلَ الْاِسْتِبْرَاءُ حَتّٰى يَزُوْلَ أَثَرُ الْبَوْلِ وَيَطْمَئِنَّ قَلْبُهٗ عَلَى حَسَبِ عَادَتِهٖ إِمَّا بِالْمَشْيِ أَوِ التَّنَحْنُحِ أَوِ الْاِضْطِجَاعِ أَوْ غَيْرِهٖ وَلَا يَجُوْزُ لَهُ الشُّرُوْعُ فِي الْوُضُوْءِ حَتّٰى يَطْمَئِنَّ بِزَوَالِ رَشْحِ الْبَوْلِ۔

ترجمہ: مرد کو استبراء کرنا لازم ہے یہاں تک کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور عادت کے مطابق اس کا دل مطمئن ہو جائے یا چلنے سے یا کھنکھارنے سے یا کروٹ پر لیٹنے سے یا اس کے علاوہ سے اور مرد کے لئے وضو شروع کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ پیشاب کے ٹپکنے کے ختم ہو جانے سے مطمئن ہو جائے۔

سوال: استنجاء اور استبراء کسے کہتے ہیں؟

جواب: استنجاء نجو سے ماخوذ ہے اور نجو اس گندگی کو کہتے ہیں جو انسان کے پیٹ سے نکلتی ہے اور موضع نجو یعنی ناپاکی کے نکلنے کی جگہ کے پاک کرنے کو استنجاء کہتے ہیں۔

اور استبراء پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا کہ اگر قطرہ رکا ہو تو گر جائے اور اس سے براءت حاصل ہو جائے۔

سوال: استبراء کا حکم کس کے لئے ہے اور استبراء کیسے کیا جائے گا اور کب تک کیا جائے گا؟

جواب: استبراء کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں بلکہ عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے طہارت حاصل کرے۔ استبراء پیشاب کرنے کے بعد چند قدم چلنا یا کھنکھارنا یا کروٹ پر لیٹ جانا یا اس کے علاوہ جیسے زمین پر پاؤں مارنا ذکر کو نرمی سے دبانا، اوپر سے نیچے کی طرف چلنا وغیرہ کے ذریعے کیا جاتا ہے اور اس کا ترک کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ واجب ہے نیز استبراء اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ اس کے دل میں اطمینان نہ ہو جائے کہ جو نجاست سوراخ میں تھی وہ سب نکل گئی۔

سوال: مرد کو پیشاب کرنے کے بعد کب تک وضو کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: جب تک پیشاب کے قطروں کے بالکل ختم ہو جانے کا یقین نہ ہو تب تک وضو کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ محض تری کے ظاہر ہونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

حُكْمُ الْاِسْتِنْجَاءِ

وَالْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ مِنْ نَجَسٍ يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ مَا لَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَخْرَجَ وَإِنْ تَجَاوَزَ وَكَانَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ وَجَبَ إِزَالَتُهُ بِالْمَاءِ وَإِنْ زَادَ عَلَى الدِّرْهَمِ اِفْتَرَضَ غَسْلُهُ ـ وَيَفْتَرِضُ غَسْلُ مَا فِي الْمَخْرَجِ عِنْدَ الْاِغْتِسَالِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَإِنْ كَانَ مَا فِي الْمَخْرَجِ قَلِيْلاً ـ

ترجمہ: اور استنجاء سنت ہے اس ناپاکی سے جو دونوں راستوں سے نکلے جب تک نکلنے کی جگہ سے آگے نہ بڑھے، اور اگر آگے بڑھ جائے اور وہ ایک درہم کی مقدار ہو تو اس کو پانی سے دور کرنا واجب ہو گا، اور اگر ایک درہم سے زائد ہو جائے تو اس کا دھونا فرض ہو گا، اور فرض ہے اس ناپاکی کو دھونا جو مخرج میں جنابت اور حیض و نفاس سے غسل کرنے کے وقت ہو، اگرچہ وہ ناپاکی جو مخرج میں ہے تھوڑی ہو۔

سوال: استنجاء کرنا کب سنت ہے؟

جواب: پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد اگر نجاست صرف اپنے مخرج پر ہی لگی ہو، مخرج سے پھیلی نہ ہو تو اس وقت پانی یا پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے۔

سوال: استنجاء کرنا کب واجب ہے؟

جواب: اگر نجاست اپنے مخرج سے ایک درہم کے بقدر بڑھے تو اس کو پانی سے دھونا واجب ہے، ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا۔

سوال: استنجاء کرنا کب فرض ہے؟

جواب: اگر نجاست اپنے مخرج سے درہم کی مقدار سے زیادہ پھیلی ہو تو اس کا پانی سے دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا۔

سوال: جو نجاست جنابت وغیرہ سے غسل کرنے کے وقت مخرج میں ہو تو کیا اس کا بھی دھونا فرض ہے؟

جواب: جو نجاست جنابت یا حیض و نفاس کا غسل کرنے کے وقت مخرج کے اندر ہو اس کو بھی پانی سے دھونا فرض ہے چاہے وہ نجاست قلیل ہو یا کثیر ہو۔

سوال: درہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر نجاست گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ تو درہم سے مراد اس کا وزن ہے اور درہم کا وزن شریعت میں اس جگہ ساڑھے چار ماشے ہے۔

(۲) اور اگر نجاست پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب وغیرہ تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے اور شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی ہے یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی نہ رک سکے اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے اتنا بڑا درہم سمجھا جائے۔ (فتاوی ہندیہ-ج ۱-ص-۴۵)

وَأَنْ يَّسْتَنْجِيَ بِحَجَرٍ مُنَقٍّ وَنَحْوِهٖ وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ اَحَبُّ وَالْأَفْضَلُ اَلْجَمْعُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْحَجَرِ فَيَمْسَحُ ثُمَّ يَغْسِلُ وَيَجُوْزُ أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى الْمَاءِ أَوِ الْحَجَرِ وَالسُّنَّةُ إِنْقَاءُ الْمَحَلِّ وَالْعَدَدُ فِي الْأَحْجَارِ مَنْدُوْبٌ لَا سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فَيَسْتَنْجِيْ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ نَدْباً إِنْ حَصَلَ التَّنْظِيْفُ بِمَا دُوْنَهَا ۔

ترجمہ: اور (سنت ہے) استنجاء کرنا ایسے پتھر سے جو صاف کر دینے والا ہو اور اس جیسے (دیگر چیز) سے، اور پانی سے دھونا مستحب ہے اور پانی اور پتھر کو جمع کرنا افضل ہے پس (پہلے پتھر سے) پوچھ لے اور پھر (پانی سے) دھوئے اور جائز ہے صرف پانی پر اکتفا کرنا یا صرف پتھر پر، اور سنت جگہ کا صاف کرنا ہے، اور پتھروں میں تعداد مستحب ہے نہ کہ سنت مؤکدہ، پس استنجاء تین پتھروں سے کرے استحباباً اگرچہ صفائی تین سے کم میں حاصل ہو جائے۔

سوال: کیا پتھر سے بھی استنجاء کر سکتے ہیں؟

جواب: ہاں ایسے پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے جو نجاست کو صاف کر دے اور ایسے پتھر سے نہ کرے جو کھردرا ہو یا چکنا ہو اس لئے کہ مقصود صفائی ہے جبکہ ان سے صفائی حاصل نہیں ہوتی، اور جو چیزیں پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہوں جیسے پھٹا ہوا بے قیمت کپڑا، چمڑا وغیرہ تو ان سے بھی استنجاء کرنا مسنون ہے جبکہ ناپاکی مخرج سے آگے نہ بڑھی ہو۔

نیز اگر ناپاکی مخرج سے آگے نہ بڑھی ہو تو پتھر سے صاف کرنے کے بجائے پانی سے دھونا مستحب ہے، اور پانی اور پتھر دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے اور دونوں کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر کو استعمال کرے پھر پانی سے دھولے

،اور صرف پانی یا صرف پتھر کا استعمال کرنا بھی صحیح ہے اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی کیونکہ سنت تو صرف محلّ نجاست کو صاف کرنا ہے۔

سوال: کیا پتھر سے استنجاء کرنے میں کوئی تعداد معین سنت ہے؟

جواب: پتھر سے استنجاء کرنے میں کوئی تعداد سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے، سنت تو صرف محل نجاست کو صاف کرنا ہے، کہ اگر ایک پتھر سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو گئی اور اگر تین پتھروں سے صفائی نہ ہوئی تو سنت ادا نہ ہوئی البتہ تین سے کم میں صفائی ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کر لینا مستحب ہے۔

كَيْفِيَّةُ الْاِسْتِنْجَاءِ

وَكَيْفِيَّةُ الْاِسْتِنْجَاءِ أَنْ يَّمْسَحَ بِالْحَجَرِ الْأَوَّلِ مِنْ جِهَةِ الْمُقَدَّمِ إِلىٰ خَلْفٍ وَبِالثَّانِي مِنْ خَلْفٍ اِلىٰ قُدَّامٍ وَبِالثَّالِثِ مِنْ قُدَّامٍ اِلىٰ خَلْفٍ إِذَا كَانَتِ الْخُصْيَةُ مُدَلَّاةً وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ مُدَلَّاةٍ يَبْتَدِئُ مِنْ خَلْفٍ اِلىٰ قُدَّامٍ، وَالْمَرْأَةُ تَبْتَدِئُ مِنْ قُدَّامٍ اِلىٰ خَلْفٍ خَشْيَةَ تَلْوِيْثِ فَرْجِهَا۔

ترجمہ: اور استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر سے آگے سے پیچھے کی طرف پونچھے اور دوسرے سے پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرے سے آگے سے پیچھے کی طرف جبکہ خصیۂ ڈھیلے ہوں اور اگر ڈھیلے نہ ہوں تو شروع کرے پیچھے سے آگے کی طرف، اور عورت شروع کرے گی آگے سے پیچھے کی طرف اپنی شرم گاہ کی آلودگی کے خوف سے۔

ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَهٗ أَوَّلاً بِالْمَاءِ ثُمَّ يَدْلُكُ الْمَحَلَّ بِالْمَاءِ بِبَاطِنِ إِصْبَعٍ أَوْ إِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ إِنِ احْتَاجَ وَيُصَعِّدُ الرَّجُلُ إِصْبَعَهُ الْوُسْطىٰ عَلىٰ غَيْرِهَا فِي اِبْتِدَاءِ الْاِسْتِنْجَاءِ ثُمَّ يُصَعِّدُ بِنْصِرَهٗ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلىٰ إِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ۔

ترجمہ: پھر پہلے اپنے ہاتھ کو پانی سے دھوئے پھر جگہ کو پانی کے ساتھ ایک انگلی یا دو انگلیوں یا تین انگلیوں کے باطن سے ملے اگر تین انگلیوں کی ضرورت ہو، اور مرد اپنی بیچ کی انگلی کو اس کے علاوہ پر استنجاء کے شروع میں اوپر کر لے، پھر اوپر کر لے اپنی بنصر (وسطی اور چھنگلی کے بیچ والی) کو، اور ایک انگلی پر اکتفا نہ کرے۔

سوال: پتھر سے استنجاء کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: دبر میں استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین پتھر لیں اور پہلے پتھر سے آگے کی طرف سے پونچھتا ہوا پیچھے کی طرف لے جائے اور پھر دوسرے پتھر کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور تیسرے پتھر کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے۔ اور یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے کیونکہ اس موسم میں عموماً خصیہ لٹکا ہوا ہوتا ہے، لیکن جاڑوں کے موسم میں پہلے پتھر کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے پھر تیسرے کو آگے لائے۔ اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے گی جو مرد گرمیوں میں کرتا ہے یعنی پہلا پتھر آگے سے پیچھے پھر پیچھے سے آگے پھر آگے سے پیچھے اور یہ طریقہ اس لئے ہے کہ عورت کی شرم گاہ نجاست سے آلودہ نہ ہو۔

سوال: پتھر لینے کے بعد پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ بیان کر دیں؟

جواب: پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھوں لے، متن میں ید کے لفظ ہیں جبکہ اکثر علمائے احناف نے یدیہ کا لفظ کا استعمال کیا ہے، پھر مقام نجاست کو ملے اور اس ملنے میں ابتداء ہی سے زیادہ انگلیوں کو استعمال نہ کرے بلکہ ابتداء میں ایک دو انگلیاں استعمال کرے اور انگلی سے ملنے کے ساتھ لگاتار پانی کا استعمال کرے اور اگر دو انگلی سے ضرورت پوری نہ ہو تو تیسری انگلی کو استعمال کرے اور تین سے زیادہ استعمال نہ کرے۔

استنجے کے شروع میں بیچ کی انگلی کو اور انگلیوں سے اونچا کرے اور اس سے مقام نجاست کو دھوئے پھر چھنگلی کے پاس والی انگلی اٹھائے اور اس سے اس مقام کو دھوئے اور صرف ایک انگلی سے استنجاء نہ کرے کہ اس سے مرض پیدا ہوتا ہے۔

وَالْمَرْأَةُ تُصَعِّدُ بِنْصِرِهَا وَأَوْسَطَ أَصَابِعِهَا مَعاً اِبْتِدَاءً خَشْيَةَ حُصُوْلِ اللَّذَّةِ وَيُبَالِغُ فِي التَّنْظِيْفِ حَتّٰى يَقْطَعَ الرَّائِحَةَ الْكَرِيْهَةَ وَفِي إِرْخَاءِ الْمَقْعَدَةِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَائِماً فَإِذَا فَرَغَ غَسَلَ يَدَهٗ ثَانِياً وَنَشَّفَ مَقْعَدَتَهٗ قَبْلَ الْقِيَامِ إِنْ كَانَ صَائِماً۔

ترجمہ: اور عورت اوپر کرلے اپنی بنصر اور بیچ کی انگلی کو ساتھ ساتھ شروع ہی میں لذت کے حاصل ہونے کے خوف سے، اور صفائی میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ بدبو ختم ہو جائے اور مقعد کے ڈھیلا کرنے میں (مبالغہ کرے)، اگر وہ روزہ دار نہ ہو، پس جب فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھ کو دوسری بار دھولے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو پونچھ لے اگر وہ روزہ دار ہو۔

سوال: عورت پانی سے دھونے میں کیا انداز اپنائے؟

جواب: عورت شروع سے ہی حصولِ لذت کے خطرے سے بچنے کے لئے بنصر اور وسطی سے ایک ساتھ استنجاء کرے۔

سوال: صفائی میں مبالغہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ نیز صائم وغیر صائم کو مبالغہ کرنے میں کیا حکم ہے؟

جواب: صفائی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دھونے میں خوب زیادتی کرے یہاں تک کہ بدبو محل اور اس کی انگلیوں سے دور ہو جائے، اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ بدبو دور ہو گئی ہے؟ تو اس کے لئے پاکی کا یقین یا غلبۂ ظن ہو جانا کافی ہے اس لئے کہ دھونے میں کوئی خاص عدد مقرر نہیں ہے، اور اگر وسوسے والا شخص ہے تو اپنے لئے تین یا سات بار دھونے کی مقدار کو مقرر کر لے۔

اور استنجاء کرنے والا اگر روزہ دار نہ ہو تو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا کر کے بیٹھے اور اگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے کہ کہیں پانی مقعد کے اندر جذب نہ ہو جائے اور روزہ فاسد ہو جائے۔

سوال: استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرے؟

جواب: جس طرح پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے تھے اسی طرح پانی سے استنجاء کرنے کے بعد بھی پانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھو لے اور استنجاء کے بعد اپنے مقعد کو کپڑے سے پونچھ لے اور کپڑا نہ ہو تو اپنے بائیں ہاتھ سے ایک یا دو مرتبہ پونچھ لے جبکہ وہ روزہ دار ہو، تا کہ پانی مقعد کے اندر نہ جائے۔

فَصْلٌ فِيمَا يَجُوْزُ بِهِ الْاِسْتِنْجَاءُ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے استنجاء کرنا جائز ہے

لَا يَجُوْزُ كَشْفُ الْعَوْرَةِ لِلْاِسْتِنْجَاءِ وَإِنْ تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا وَزَادَ الْمُتَجَاوِزُ عَلىٰ قَدْرِ الدِّرْهَمِ لَا تَصِحُّ مَعَهُ الصَّلَاةُ إِذَا وَجَدَ مَا يُزِيْلُهُ وَيَحْتَالُ لِإِزَالَتِهِ مِنْ غَيْرِ كَشْفِ الْعَوْرَةِ عِنْدَ مَنْ يَّرَاهُ ۔

ترجمہ: استنجاء کے لئے (لوگوں کے سامنے) ستر کا کھولنا جائز نہیں ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر گئی ہو اور تجاوز کرنے والی نجاست درہم کی مقدار پر زیادہ ہو تو اس نجاست کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہو گی جبکہ وہ ایسی چیز کو پائے جو اس کو زائل کر سکے اور ستر کھولے بغیر اس کے زائل کرنے کی تدبیر کرے ایسے شخص کے پاس جو اس کو دیکھ رہا ہے۔

مَا يُكْرَهُ بِهِ الْاِسْتِنْجَاءُ

وَيُكْرَهُ الْاِسْتِنْجَاءُ بِعَظْمٍ وَطَعَامٍ لِآدَمِيٍّ أَوْ بَهِيْمَةٍ وَآجُرٍ وَخَزَفٍ وَفَحْمٍ وَزُجَاجٍ وَجَصٍّ وَشَيْءٍ مُحْتَرَمٍ كَخِرْقَةِ دِيْبَاجٍ وَقُطْنٍ وَبِالْيَدِ الْيُمْنىٰ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ ۔

ترجمہ: اور استنجاء کرنا مکروہ ہے ہڈی سے اور ایسے کھانے سے جو آدمی یا چوپائے کے لئے ہو، اور پکی اینٹ سے اور کنکری سے اور کوئلے سے اور کانچ سے اور چونے سے اور قیمتی چیز سے جیسے ریشم کا ٹکڑا، اور روئی اور داہنے ہاتھ سے مگر عذر کی وجہ سے۔

سوال: کیا لوگوں کے سامنے ستر کھول کر استنجاء کر سکتے ہیں؟

جواب: استنجاء کرنے کے لئے ایسی جگہ تلاش کی جائے جہاں پردے کا پورا اہتمام ہو اگر ایسی جگہ نہ مل سکے تو استنجاء کے لئے ستر کا کھولنا جائز نہ ہو گا کہ لوگوں کے سامنے ستر کا کھولنا حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق ہے پس اگر نجاست مخرج سے تجاوز نہ کی ہو تو کپڑوں کے اندر ہی پتھر وغیرہ سے استنجاء کر لے۔

سوال: اگر نجاست مخرج سے تجاوز کر گئی ہو تو کیا انداز اپنائے؟

جواب: اگر نجاست مخرج سے آگے بڑھ جائے اور یہ بڑھنے والی نجاست درہم کی مقدار سے زائد ہو تو پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے بغیر استنجاء کے دو صورتوں میں نماز صحیح ہو گی:

(۱)۔۔۔ ایک یہ کہ پانی یا مائع میں سے کوئی چیز اس کے پاس موجود ہو جس سے متجاوز نجاست کو دور کرسکے، لہٰذا اگر پانی وغیرہ موجود نہ تو بغیر استنجاء کے نماز درست ہو جائے گی۔

(۲)۔۔۔ دوسری یہ کہ اس کو دیکھنے والے کے سامنے بغیر ستر کھولے استنجاء کرنا ممکن ہو اگر ستر کو کھولے بغیر استنجاء کرنا ممکن نہ ہو تو طہارت کے چھوڑنے میں معذور سمجھا جائے گا کہ دوسرے کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔

سوال: کن چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے:

ہڈی سے استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے، اور انسان اور چوپائے کی خوراک سے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی توہین ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کرنا ہے، اور پکی اینٹ اور کنکری سے، اس لئے کہ اس سے پوری صفائی نہیں ہو گی اور ہاتھ بھی ملوث ہو گا، اور کوئلے سے کہ بجائے صفائی کے محل ملوث ہو گا، اور کانچ اور چونے سے کہ محل کو نقصان دیتی ہیں، اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو جیسے ریشمی کپڑے سوتی کپڑے روئی وغیرہ سے کہ یہ مال کو بلاوجہ ضائع کرنا ہے، اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، ہاں! اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجاء نہیں کرسکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

آدَابُ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

وَيَدْخُلُ الْخَلَاءَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرىٰ وَيَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَبْلَ دُخُوْلِهِ وَيَجْلِسُ مُعْتَمِداً عَلىٰ يَسَارِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا لِضَرُوْرَةٍ وَيُكْرَهُ تَحْرِيْماً اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَاِسْتِدْبَارُهَا وَلَوْ فِي الْبُنْيَانِ وَاِسْتِقْبَالُ عَيْنِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَمَهَبِّ الرِّيْحِ۔

ترجمہ: اور اپنے بائیں پیر سے بیت الخلا میں داخل ہو، اور داخل ہونے سے پہلے اللہ پاک کی مردود شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے بائیں پیر پر سہارا دے کر بیٹھے، اور بات نہ کرے مگر ضرورت کی وجہ سے، اور مکروہ تحریمی ہے قبلہ کی طرف منہ کرنا، اور اس کی طرف پیٹھ کرنا اگرچہ عمارت میں ہو، اور سورج اور چاند کے عین کی طرف منہ کرنا، اور ہوا کے چلنے کی سمت رخ کرنا۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يَّبُوْلَ أَوْ يَتَغَوَّطَ فِي الْمَاءِ وَالظِّلِّ وَالْجُحْرِ وَالطَّرِيْقِ وَتَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ وَالْبَوْلُ قَائِماً إِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ بِرِجْلِهِ الْيُمْنىٰ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذىٰ وَعَافَانِي۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے پیشاب اور پاخانہ کرنا پانی میں، اور سایہ میں اور بل میں اور راستے میں، اور پھل دار درخت کے نیچے، اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مگر عذر سے، اور اپنے داہنے پاؤں سے بیت الخلاء سے نکلے پھر کہے تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لئے جس نے مجھ سے گندگی کو دور کر دیا اور مجھ کو عافیت دی۔

سوال: الخلاء کا معنی کیا ہے؟ نیز بیت الخلاء کے آداب کیا ہیں؟

جواب: الخلاء، خالی مکان کو کہتے ہیں جہاں تنہائی ہو چونکہ پاخانے میں کوئی نہیں ہوتا اس لئے اس کو بیت الخلاء کہتے ہیں۔ بیت الخلاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے بائیں پیر کو داخل کیا جائے اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے، بسم اللہ اللھم انی اعوذبك من الخبث والخبائث۔ اس دعا میں شیطان سے پناہ مانگی گئی ہے کہ بیت الخلاء شیطان کے حاضر ہونے کی جگہ ہے تاکہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، اور اگر میدان وغیرہ میں قضائے حاجت کا ارادہ ہو تو ستر کھولنے سے پہلے پڑھ لے، بیٹھنے کے بعد بائیں پاؤں پر زور دے کر جھکا رہے کہ اس میں فراغت میں آسانی ہوتی ہے اور کشادہ ہو کر بیٹھے اور بات چیت نہ کرے ہاں کوئی ضرورت ہو مثلاً، اندھے کو کوئیں میں گرتے ہوئے دیکھا تو کلام کر سکتا ہے۔

سوال: قضائے حاجت کے وقت قبلہ، سورج و چاند اور ہوا کے رخ کی طرف منہ کرنا کیسا؟

جواب: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ جنگل میں ہو یا عمارت میں دونوں کا یہی حکم ہے، اور ایسی جگہ استنجاء کرنا کہ سورج یا چاند اس کے سامنے ہو مکروہ ہے، اور ایسی جگہ جو بند ہو اور سورج یا چاند کا استقبال ہو رہا ہو لیکن وہ نظر نہ آتے ہوں تو مکروہ نہیں، لیکن ان دونوں کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے، اور ہوا کی طرف رخ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں ناپاکی اس کی طرف لوٹے گی اور اس کو ناپاک کر دے گی۔

سوال: کس کس جگہ پیشاب اور پاخانہ کرنا مکروہ ہے؟

جواب: پانی میں پیشاب و پاخانہ کرنا مکروہ ہے، اور اس میں تفصیل ہے کہ ٹھہرے ہوئے قلیل پانی میں حرام ہے، اور ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں مکروہ تحریمی ہے اور جاری پانی میں مکروہ تنزیہی ہے، اور وہ سایہ جس میں لوگ آرام کرنے

کے لئے بیٹھتے ہوں، اور سوراخ میں خواہ وہ زمین میں ہو یا دیوار میں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی موذی جانور ہو جو نقصان کا باعث بنے، اور راستے میں اور پھل دار درخت کے نیچے کہ پھل گرے گا تو خراب ہو گا اور مال ضائع ہو گا نیز پھل لینے والوں کو اذیت ہو گی، اور بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض نے تحریمی کہا ہے لیکن اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

سوال: بیت الخلاء سے نکلتے ہوئے کون سا پاؤں پہلے نکالے اور کون سی دعا پڑھے؟

جواب: بیت الخلاء سے باہر آتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِي**"۔

فَصْلٌ فِي اَحْكَامِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کے احکام کے بارے میں ہے

فَرَائِضُهٗ

أَرْكَانُ الْوُضُوْءِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ فَرَائِضُهٗ الْأَوَّلُ غَسْلُ الْوَجْهِ وَحَدُّهٗ طُوْلًا مِنْ مَبْدَأِ سَطْحِ الْجَبْهَةِ إِلىٰ أَسْفَلِ الذَّقَنِ وَحَدُّهٗ عَرْضًا مَا بَيْنَ شَحْمَتَيِ الْأُذُنَيْنِ وَالثَّانِيْ غَسْلُ يَدَيْهِ مَعَ مِرْفَقَيْهِ وَالثَّالِثُ غَسْلُ رِجْلَيْهِ مَعَ كَعْبَيْهِ وَالرَّابِعُ مَسْحُ رُبُعِ رَأْسِهٖ۔

ترجمہ: وضو کے ارکان چار ہیں اور وہی اس کے فرائض ہیں، پہلا: چہرے کا دھونا اور چہرے کی حد لمبائی کے لحاظ سے پیشانی کی سطح کے شروع ہونے کی جگہ سے تھوڑی کے نیچے تک، اور اس کی حد چوڑائی کے لحاظ سے وہ تمام حصہ ہے جو دونوں کانوں کی لو کے درمیان ہے، اور دوسرا: اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں کہنیوں سمیت دھونا ہے، اور تیسرا: اپنے دونوں پاؤں کو اپنے دونوں ٹخنوں سمیت دھونا ہے، اور چوتھا: اپنے چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے۔

سوال: وضو کے احکام کو غسل کے احکام پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں:

(۱)۔۔۔ پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے وضو کو بیان فرمایا اور پھر غسل کو چنانچہ فرمایا، فاغسلوا وجوھکم، اور اس کے بعد وان کنتم جنباً فاطھروا، فرمایا۔

(۲)۔۔۔ اور دوسری وجہ یہ کہ وضو کا محل غسل کے محل کا جز ہے اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے وضو کو غسل پر مقدم کیا گیا۔

(۳)۔۔۔ اور تیسری وجہ یہ کہ وضو کی ضرورت غسل کے بہ نسبت زیادہ پیش آتی ہے۔

سوال: وضو کی لغوی تحقیق بیان کریں اور اصطلاحی معنی بھی۔

جواب: وضو بضم الواو باب کرم یکرم سے مصدر ہے پاکیزہ اور خوبصورت ہونے کے معنی میں ، اور اصطلاح میں اعضائے ثلاثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا نام وضو ہے ، اور وضو واو کے فتحہ کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جو وضو کے لئے مہیا کیا گیا ہو۔

سوال: ارکان اور فرائض کی تحقیق بیان کریں۔

جواب: ارکان رکن کی جمع ہے اس کے لغوی معنی جانبِ قوی کے ہیں اور اصطلاح میں وہ اجزاء جن سے ماہیت یعنی حقیقت مرکب ہوتی ہے جیسے اعضائے ثلاثہ کے دھونے اور سر کا مسح کرنے سے وضو کی حقیقت ترتیب دی گئی ہے اس لئے یہ اس کے ارکان ہوئے اور یہی ارکان وضو کے فرائض ہیں ۔

فرائض فرض کی جمع ہے اور اس کی دو قسمیں میں ہے: (۱) قطعی ۔ (۲) ظنی ۔

(۱)۔۔۔ فرض قطعی وہ ہے جو ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو ، جیسے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث متواترہ (جو تاویل کا احتمال نہ رکھتی ہوں) اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور چھوڑنے والا سزا کا مستحق ، جبکہ انکار کرنے والا کافر ہے۔

(۲)۔۔۔ فرضِ ظنی وہ ہے جو ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو ، جیسے وہ آیات اور احادیث جن میں تاویل کی گئی ہو ، اس کا حکم بھی فرضِ قطعی جیسا ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں ہو گا اور اس کو فرض عملی بھی کہتے ہیں۔

پھر فرض کی دو اور قسمیں ہیں ، (۱) فرض عین ۔ (۲) فرض کفایہ۔

(۱)۔۔۔ فرض عین: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہو جیسے وضو ، غسل اور نماز۔

(۲)۔۔۔ فرض کفایہ: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری تو ہو لیکن اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور اگر سب نے ترک کر دیا تو سب گناہ گار ہوں گے جیسے نماز جنازہ۔

سوال: وضو کے کتنے اور کون کون سے فرض ہیں ؟

جواب: وضو کے چار فرض ہیں: (۱) پہلا فرض پورے چہرے کا ایک بار دھونا ہے۔ اور چہرے کی حد یہ ہے کہ لمبائی میں ابتدائے پیشانی (جہاں سے عادۃً بال اگتے ہیں وہاں) سے تھوڑی کے نیچے تک ، اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے

دوسرے کان کی لو تک۔(۲) اور دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔(۳) اور تیسرا فرض چوتھائی سر کا مسح کرنا۔(۴) اور چوتھا فرض دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے۔

سوال: غَسل کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی تعریف بیان کریں۔

جواب: غسل غین کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے جس کا معنی دھونا ہے اور غین کے ضمہ کے ساتھ اسم ہے اور غین کے کسرہ کے ساتھ اس چیز کا نام ہے جس سے دھویا جائے جیسے صابون وغیرہ۔ اور اصطلاح میں غَسل کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے، بھیگ جانے یا تیل کی طرح چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو غَسل یعنی دھونا نہیں کہیں گے اور نہ اس طرح وضو ادا ہوگا اور نہ غسل۔ اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

سوال: مسح کی لغوی اور شرعی تحقیق بیان کر دیں۔

جواب: مسح کے لغوی معنی کسی چیز پر ہاتھ کا پھیرنا ہے، اور شرع میں عضو پر تری کا پہنچانا ہے اگرچہ کسی عضو کے دھونے کے بعد ہو، ہاں کسی عضو پر مسح کے بعد نہ ہو اور نہ ہی کسی عضو سے تری حاصل کر کے ہو ورنہ مسح نہ ہوگا۔

سَبَبُ الْوُضُوْءِ وَحُكْمُهٗ

وَسَبَبُهٗ اِسْتِبَاحَةُ مَا لَا يَحِلُّ إِلَّا بِهٖ وَهُوَ حُكْمُهُ الدُّنْيَوِيُّ وَحُكْمُهُ الْأُخْرَوِيُّ الثَّوَابُ فِي الْآخِرَةِ ۔

ترجمہ: اور وضو کا سبب ان چیزوں کی اباحت کو طلب کرنا ہے جو حلال نہیں ہوتی مگر اسی (وضو) سے اور یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور وضو کا اخروی حکم آخرت میں ثواب ہے۔

سوال: وضو کے واجب ہونے کا سبب کیا ہے؟ نیز وضو کا دنیوی واخروی حکم بھی بتائیں۔

جواب: وضو واجب ہونے کا سبب اس فعل کے کرنے کا ارادہ ہے جو وضو کے بغیر حلال نہیں ہوتا خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز، یا فرض نہ جیسے قرآن کا چھونا، پس وضو سے ان چیزوں کا مباح وحلال ہو جانا وضو کا دنیوی حکم ہے کہ جس نے وضو کیا اس کے لئے دنیا میں ان چیزوں کو کرنا حلال ہو گیا اور آخرت میں اس وضو کے بدلے ثواب کا ملنا وضو کا اخروی حکم ہے۔

شُرُوْطُ وُجُوْبِ الْوُضُوْءِ

وَشَرْطُ وُجُوْبِهٖ الْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْاِسْلَامُ وَقُدْرَةٌ عَلٰى اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِيْ وَوُجُوْدُ الْحَدَثِ وَعَدَمُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَضِيْقُ الْوَقْتِ ۔

ترجمہ: اور وضو کے واجب ہونے کی شرط: عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، اور اتنے پانی کے استعمال پر قادر ہونا جو کافی ہو، اور حدث کا پایا جانا، اور حیض ونفاس کا نہ ہونا، اور نماز کے وقت کا تنگ ہونا۔

سوال: وضو کے واجب ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: انسان پر وضو کے واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وضو واجب نہیں ہو گا۔

(۱) عاقل ہونا پس پاگل پر وضو واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں۔ (۲) بالغ ہونا پس نابالغ پر نماز واجب نہیں تو وضو بھی واجب نہیں۔ (۳) مسلمان ہونا پس کافر پر وضو واجب نہیں کہ اعمال کے صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ (۴) پاک پانی کی اتنی مقدار کے استعمال کرنے پر قادر ہو جس سے تمام اعضاء کو ایک ایک بار دھو سکے، ہاں اگر اتنے پانی پر قادر تو ہے مگر استعمال کرنے پر قادر نہیں جیسے کہ بیمار، تو وضو واجب نہیں۔ (۵) حدث کا پایا جانا یعنی حدث اصلی (بے وضو ہونا) پس باوضو پر واجب نہیں۔ (۶) حیض کا نہ ہونا۔ (۷) نفاس کا نہ ہونا، پس اگر عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو تو اس پر وضو واجب نہیں کہ اس پر نماز واجب نہیں۔ (۸) وقت کا تنگ ہونا یعنی وضو نماز کے وقت داخل ہوتے ہی واجب نہیں ہوتا بلکہ جب وقت تنگ ہو جائے یعنی نماز کا آخری وقت آجائے تو اس پر اب وضو کرنا واجب ہو گا کہ جلدی سے وضو کر کے نماز ادا کرلے اور اگر ابھی وقت میں وسعت ہے تو اس پر ابھی وضو واجب نہیں۔

شُرُوْطُ صِحَّةِ الْوُضُوْءِ

وَشَرْطُ صِحَّتِهٖ ثَلَاثَةٌ عُمُوْمُ الْبَشَرَةِ بِالْمَاءِ الطَّهُوْرِ وَانْقِطَاعُ مَا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَحَدَثٍ وَزَوَالُ مَا يَمْنَعُ وُصُوْلَ الْمَاءِ اِلَى الْجَسَدِ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ ۔

ترجمہ: اور وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں تین ہیں: کھال کے اوپر کے حصے پر پاک پانی کو عام کر دینا (پہنچا دینا) اور اس چیز کا ختم ہو جانا جو وضو کے منافی ہے، یعنی حیض و نفاس اور حدث اور اس چیز کا نہ ہونا جو جسم تک پانی کو پہنچنے کو روکتا ہے جیسے موم اور چربی۔

سوال: وضو کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: وضو کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں، کہ جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو وضو کے صحیح ہونے کا حکم لگائیں گے۔(۱) جن اعضاء کا وضو میں دھونا فرض ہے ان پر پوری طرح پاک پانی کا پہنچانا، پس اگر ایک سوئی کے نوک کے برابر یا ایک بال کے برابر بھی جگہ سوکھی رہ گئی تو وضو صحیح نہیں ہو گا۔(۲) جس وقت وضو کرے اس وقت حیض یا نفاس یا حدث نہ ہو جیسے پیشاب کے قطرات جاری نہ ہوں کیونکہ ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، پس جب تک یہ چیزیں بند نہ ہوں اس کا وضو صحیح نہیں ہو گا۔(۳) جن اعضاء کا وضو میں دھونا فرض ہے ان میں سے کسی پر ایسی کوئی چیز نہ لگی ہو جس کی وجہ سے پانی چمڑی تک نہ پہنچے پس اگر وضو کرنے والے نے اپنے پاؤں کی پھٹن میں موم بھر رکھا تھا تو جب تک موم کو زائل نہیں کرے گا اس کا وضو صحیح نہیں ہو گا، اس لئے کہ موم میں ایسی چیز ہے جو جسم تک پانی کے پہنچنے کے لئے مانع ہے، یوں ہی چربی بھی لگی ہوئی نہ ہو کہ اس سے ٹکرا کر پانی اوپر سے بہہ جاتا ہے اور جلد تک نہیں پہنچ پاتا۔

فَصۡلٌ فِيۡ تَمَامِ اَحۡكَامِ الۡوُضُوۡءِ

یہ فصل وضو کے مکمل احکام کے بیان میں ہے

یَجِبُ غَسۡلُ ظَاهِرِ اللِّحۡيَةِ الۡكَثَّةِ فِيۡ أَصَحِّ مَا يُفۡتٰى بِهٖ وَيَجِبُ إِيۡصَالُ الۡمَاءِ اِلٰى بَشَرَةِ اللِّحۡيَةِ الۡخَفِيۡفَةِ وَلَا يَجِبُ إِيۡصَالُ الۡمَاءِ اِلٰى الۡمُسۡتَرۡسَلِ مِنَ الشَّعۡرِ عَنۡ دَائِرَةِ الوَجۡهِ وَلَا اِلٰى مَا انۡكَتَمَ مِنَ الشَّفَتَيۡنِ عِنۡدَ الۡاِنۡضِمَامِ وَلَوۡ انضَمَّتِ الأَصَابِعُ أَوۡ طَالَ الظُّفُرُ فَغَطّٰى الأُنۡمُلَةَ أَوۡ كَانَ فِيۡهِ مَا يَمۡنَعُ المَاءَ كَعَجِيۡنٍ وَجَبَ غَسۡلُ مَا تَحۡتَهٗ۔

ترجمہ: گھنی داڑھی کے ظاہر کا دھونا صحیح تر مذھب میں جس پر فتوی دیا گیا ہے واجب ہے، اور ہلکی داڑھی کی جلد تک پانی کا پہنچانا واجب ہے، اور ان بالوں تک جو چہرے کے دائرے سے لٹکے ہوئے ہوں پانی کا پہنچانا واجب نہیں ہے، اور نہ اس حصے تک جو دونوں ہونٹوں کے ملنے کے وقت چھپ جاتا ہے، اور اگر انگلیاں ملی ہوں یا ناخون لمبا ہو جائے کہ پوروں کو ڈھانپ لے یا ناخن کے اندر ایسی چیز ہو جو پانی کو روک دے جیسے آٹا تو اس حصہ کا دھونا جو اس کے نیچے ہے واجب ہو گا۔

وَلَا يَمۡنَعُ الدَّرَنُ وَخُرۡءُ الۡبَرَاغِيۡثِ وَنَحۡوُهَا وَيَجِبُ تَحۡرِيۡكُ الۡخَاتِمِ الضَّيِّقِ وَلَوۡ ضَرَّهٗ غَسۡلُ شُقُوۡقِ رِجۡلَيۡهِ جَازَ إِمۡرَارُ الۡمَاءِ عَلَى الدَّوَاءِ الَّذِيۡ وَضَعَهٗ فِيۡهَا وَلَا يُعَادُ الۡمَسۡحُ وَلَا الۡغَسۡلُ عَلٰى مَوۡضِعِ الشَّعۡرِ بَعۡدَ حَلۡقِهٖ وَلَا الۡغَسۡلُ بِقَصِّ ظُفُرِهٖ وَشَارِبِهٖ

ترجمہ: اور میل اور مچھروں کی بیٹ اور ان کی مثل (پانی کو) نہیں روکتا، اور تنگ انگوٹھی کو حرکت دینا واجب ہے، اور اگر وضو کرنے والے کو اپنے دونوں پیروں کی پھٹنوں کا دھونا نقصان دے تو اس دوا پر جس کو وہ پھٹنوں میں رکھا ہے (اس پر) پانی کا گزارنا جائز ہے، اور بالوں کو مونڈنے کے بعد بالوں کی جگہ پر نہ مسح کا اعادہ کیا جائے گا اور نہ دھونے کا اور نہ اپنے ناخن اور مونچھ کے کاٹنے سے دھونے کا اعادہ کیا جائے گا۔

سوال: گھنی اور ہلکی داڑھی کے دھونے کا کیا حکم ہے؟ نیز "فی اٴصح مایفتی بہ" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: کہ داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے کے نیچے ہوں ان کا دھونا ضروری نہیں، اور اگر کچھ حصے میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔("الفتاوی الرضویة"، ج۱، ص۲۱۴)

''**فی أصح مایفتی به**'' سے مراد وہ قول ہے جس پر فتویٰ دیا گیا ہے اور مصنف نے ''**فی أصح مایفتی به**'' سے اشارہ کیا ہے کہ اور بھی اقوال ہیں مگر وہ اقوال مفتٰی بہ نہیں ہیں جیسے (۱) گھنی داڑھی کے تہائی حصے کو دھونا فرض ہے۔ (۲) چوتھائی داڑھی کا دھونا فرض ہے۔ (۳) صرف مسح کافی ہے وغیرہ۔

سوال: عام حالت میں ہونٹ بند کرتے وقت جو حصہ چھپ جاتا ہے کیا اس کو دھونا فرض ہے؟

جواب: لَبوں کا وہ حصہ جو عادۃً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا دھونا فرض ہے تو اگر کوئی خوب زور سے لب بند کرلے کہ اس میں کا کچھ حصہ چُھپ گیا کہ اس پر پانی نہ پہنچا، نہ کُلّی کی کہ دُھل جاتا تو وُضو نہ ہوا، ہاں وہ حصہ جو عادۃً منہ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا اس کا دھونا فرض نہیں۔("الفتاوی الرضویة"، ج۱، ص۲۱۴)

سوال: ملی ہوئی انگلیاں، بڑے ناخن جو پوروں کو ڈھانپ لیں اور آٹا وغیرہ کا لگ جانا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر انگلیاں کسی وجہ سے اس طرح مل گئی ہوں کہ بغیر ان کو الگ کئے پانی خود سے ان کے درمیان نہ پہنچتا ہو تو ان کے درمیان پانی کا پہنچانا فرض ہے، اور اگر پیدائشی ملی ہوئی ہوں تو فرض نہیں اسی طرح اگر ناخن اتنے بڑے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو ان کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے اور اسی طرح اگر ناخن کے اندر گندھا ہوا آٹا بھرا ہوا ہو تو اس آٹے کو دور کرکے پانی پہنچانا واجب ہے کہ آٹا جسم تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہے۔

سوال: کیا میل اور مچھروں کی بیٹ وغیرہ کا بھی چھڑانا فرض ہے؟

جواب: جلد تک پانی کے پہنچنے کے لئے میل اور مچھر اور اس کے مثل جیسے پسو، مکھی کی بیٹ مانع نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی کے ناخن میں میل جما ہوا ہو یا وضو کے اعضاء میں سے کسی عضو پر مچھر، مکھی وغیرہ کی بیٹ لگی ہو تو ان کو دور کرکے پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

سوال: تنگ انگوٹھی کے نیچے پانی بہانے کا کیا حکم ہے ؟

جواب: اگر کسی کے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہو اور وہ ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو وضو کرتے وقت اس کو حرکت دینا فرض ہے تاکہ پانی اس کے نیچے کی جگہ تک پہنچ جائے اور اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو حرکت دینا ضروری نہیں ہے۔

سوال: پاؤں کے پھٹن میں دوا لگی ہو تو کیا حکم ہے ؟

جواب: اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور اس میں دوا بھر دی ہو اور اس دوا کے نیچے پھٹن میں پانی پہنچانا نقصان کرتا ہے تو اوپر سے پانی بہا دینے سے اس کا وضو ہو جائے گا اور اگر پانی بہانا بھی نقصان کرتا ہو تو مسح کافی ہے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو اس جگہ کو چھوڑ دے اور اگر کوئی نقصان نہ ہو تو پانی بہانا فرض ہے۔

سوال: وضو کے بعد سر منڈوایا یا ناخن کٹوایا یا مونچھے کٹوائیں تو کیا پھر سے جلد کا دھونا اور مسح کرنا فرض ہے ؟

جواب: اگر کسی نے وضو کرتے وقت سر کا مسح کیا پھر وضو کے بعد سر منڈوایا یا جنابت سے غسل کرنے کے بعد منڈوایا تو پھر سے مسح کرنا یا دھونا لازم نہ ہو گا، اسی طرح وضو کرنے کے بعد ناخن تراشے یا مونچھیں کتروائیں تو دوبارہ ناخن کے نیچے کے حصے کا دھونا اور مونچھ کی جلد کا دھونا لازم نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِيْ سُنَنِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کی سنتوں کے بیان میں ہے

يَسُنُّ فِيْ الْوُضُوْءِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا :(۱) غَسْلُ الْيَدَيْنِ اِلَى الرُّسْغَيْنِ (۲)وَالتَّسْمِيَةُ اِبْتِدَاءً (۳) وَالسِّوَاكُ فِيْ اِبْتِدَائِهٖ وَلَوْ بِالْإِصْبَعِ عِنْدَ فَقْدِهٖ (۴) وَالْمَضْمَضَةُ ثَلَاثًا وَلَوْ بِغُرْفَةٍ (۵) وَالْاِسْتِنْشَاقُ بِثَلَاثِ غُرُفَاتٍ (۶) وَالْمُبَالَغَةُ فِيْ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ لِغَيْرِ الصَّائِمِ (۷) وَتَخْلِيْلُ اللِّحْيَةِ الْكَثَّةِ بِكَفِّ مَاءٍ مِنْ أَسْفَلِهَا (۸) وَتَخْلِيْلُ الْأَصَابِعِ۔

ترجمہ: اٹھارہ چیزیں وضو میں سنت ہیں، گٹوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا اور شروع میں بسم اللہ پڑھنا، اور وضو کے شروع میں مسواک کرنا، اگرچہ انگلی سے ہو مسواک کے نہ ہونے کے وقت، اور تین مرتبہ کلی کرنا اگرچہ ایک چلو سے ہو، اور تین چلو سے ناک میں پانی ڈالنا، اور غیر روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، اور گھنی داڑھی کا خلال کرنا ایک چلو پانی سے داڑھی کے نیچے کی جانب سے، اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

(۹) وَتَثْلِيْثُ الْغَسْلِ (۱۰) وَاِسْتِيْعَابُ الرَّأْسِ بِالْمَسْحِ مَرَّةً (۱۱) وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ وَلَوْ بِمَاءِ الرَّأْسِ (۱۲) وَالدَّلْكُ (۱۳) وَالْوِلَاءُ (۱۴) وَالنِّيَّةُ (۱۵) وَالتَّرْتِيْبُ كَمَا نَصَّ اللهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ (۱۶) وَالْبِدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ (۱۷) وَرُؤُوْسِ الأَصَابِعِ (۱۸) وَمُقَدَّمِ الرَّأْسِ (۱۹) وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ لَا الْحُلْقُوْمِ وَقِيْلَ إِنَّ الْأَرْبَعَةَ الْأَخِيْرَةَ مُسْتَحَبَّةٌ ۔

ترجمہ: اور دھونے کو تین بار کرنا، اور ایک مرتبہ مسح سے سر کو گھیرنا اور دونوں کانوں کا مسح کرنا اگرچہ سر کے پانی سے ہو، اور اعضاء کو ملنا اور پے در پے کرنا، اور نیت کرنا، اور ترتیب قائم رکھنا جیسے اللہ پاک نے اپنی کتاب میں تصریح فرمائی ہے، اور داہنی طرف سے شروع کرنا اور انگلیوں کے سِروں سے شروع کرنا، اور سر کے اگلے حصے سے شروع کرنا، اور گردن کا مسح کرنا نہ کہ گلے کا اور کہا گیا ہے کہ آخری چار (چیزیں) مستحب ہے۔

سوال: سنت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: سنت کے لغوی معنی طریقہ اور عادت کے ہیں اور اصطلاح میں دین اسلام کے اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب کئے بغیر عمل کیا ہو۔

سوال: سنت کی اقسام اور ان کی تعریف بیان فرمائیں۔

جواب: سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنتِ مؤکدہ۔ (۲) سنتِ غیر مؤکدہ۔

(۱)۔۔۔ سنتِ مؤکدہ: وہ سنت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے لئے کبھی ترک بھی فرمایا ہو، یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب جیسے، اذان، اقامت، جماعت،

(۲)۔۔۔ سنتِ غیر مؤکدہ: وہ سنت ہے جو نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے، عام ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجبِ عتاب نہیں۔

سوال: وضو کی کتنی اور کون کون سی سنتیں ہیں؟ نیز ان کی تشریح بھی فرمائیں۔

جواب: مصنف نے وضو کی اٹھارہ سنتیں بتلائی ہیں یہ عدد حصر کے لئے نہیں ہے۔

(۱) گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا: گٹا، کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں وضو کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا سنت ہے خواہ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کر رہا ہو یا سویا ہی نہ ہو، لیکن سو کر اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کے دھونے کی حدیث میں تاکید آئی ہے۔

(۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، اور سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں: بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہیں اور وضو کے شروع میں پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتداء میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے پڑھ لی تو سنت ادا نہ ہو گی بخلاف کھانے کے کہ وہاں درمیان میں پڑھنے سے سنت ادا ہو جائے گی، اور یہ اس لئے ہے کہ وضو پورا ایک فعل ہے جبکہ کھانا پورا ایک فعل نہیں بلکہ اس کا ہر

ہر لقمہ ایک نیا فعل ہے کہ کھانا کہیں سے بھی روک سکتا ہے چاہے ایک لقمے پر یا دو لقمے پر، جبکہ وضو تام اسی وقت ہو گا جب سارے افعال پورے کر لئے گئے ہوں۔

(۳) شروع میں مسواک کرنا: مسواک کلی کرنے کے وقت کی جائے، علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی یا دین کی، شوافع نماز کی سنت قرار دیتے ہیں جبکہ احناف دین کی سنت قرار دیتے ہیں پس عند الاحناف تلاوتِ قرآن کے وقت، قراءت حدیث کے وقت، نیک مجلس میں جانے کے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت، سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے، اور مسواک کڑوے درخت کی ہو کہ اس سے بلغم اچھی طرح کٹ جاتا ہے، اور سینہ خوب صاف ہو جاتا ہے، اور افضل ہے کہ پیلو کے درخت کی ہو، اور ہر درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا درست ہے، انار اور بانس کی لکڑی سے نہ کرے کہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور مسواک کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہو کہ اس سے زیادہ لمبی مسواک پر شیطان سواری کرتا ہے، اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہو، مسواک کی عدم موجودگی میں انگلی کو دانتوں میں پھیرے۔

(۴) تین بار کلی کرنا: مضمضہ مصدر ہے جس کے لغوی معنی حرکت دینا ہے، اور اصطلاح میں پانی کا پورے منہ کو گھیر لینا ہے یعنی کلی کرنا ہے یہ سنت مؤکدہ ہے، اور کلی اس طرح کرے کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑھ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے، اکثر لوگ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی کہتے ہیں اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہ پہنچے، یوں کلی کی سنت ادا نہ ہو گی اور تین دفعہ کلی کرنا اور ہر بار نیا پانی لینا مسنون ہے پس اگر ایک بار چلو میں پانی لیکر اس میں سے تین دفعہ منہ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کر لے تو اس سے کلی کرنے کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہو گی۔

(۵) تین چلو سے ناک میں پانی ڈالنا: استنشاق بہ نشق سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی سونگھنے کے ہیں، اور اصطلاح میں ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا یہ بھی سنت مؤکدہ ہے، ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرط نہیں اور اشتنشاق کی سنت تب ادا ہو گی جب تین چلو سے ناک میں پانی ڈالے پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو استنشاق کی سنت ادا نہ ہو گی۔

(٦) غیر صائم کے لئے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا: کلی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غرغرہ کرے یعنی پانی کو حلق میں لے جاکر پھرائے، اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (بانسہ) تک پانی چڑھائے، یہ بھی سنت ہے مگر روزہ دار کے لئے یہ سنت نہیں، کہ اس طرح کرنے سے روزہ فاسد ہونے کا احتمال ہے۔

(٧) داڑھی کا خلال کرنا: داڑھی میں خلال کرنے کا وقت تین بار چہرہ دھونے کے بعد ہے، اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں چلو میں پانی لے کر تھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کی ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی طرف ہو، پھر داڑھی کے بالوں میں انگلیوں کو داخل کرکے اوپر کی طرف لائے۔

(٨) انگلیوں کا خلال کرنا: دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے، ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے، اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی دائیں پاؤں کی چھنگلی میں داخل کرکے اوپر کی طرف کھینچے اور یوں ہی یکِ بعد دیگر کرتا ہوا انگوٹھے پر ختم کردے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک کرلے۔

(٩) دھونے کو تین بار کرنا: وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان اعضاء کو تین تین بار دھونا سنت ہے، ایک بار پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو مرتبہ اور دھونا صحیح مذہب کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے، اور یہاں پر دھونے میں تین بار کی قید لگائی گئی ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک مسح میں تکرار سنت نہیں ہے۔

(١٠) ایک بار مسح سے سارے سر کو گھیرنا: ایک بار پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے، اور اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سِرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سِرے سے ملاکر پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا واپس لائے اور کلمے کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصے کا مسح کرے اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے بیرونی سطح کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔

(۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا اگرچہ سر کے پانی سے ہو: کانوں کے مسح کا طریقہ سر کے مسح میں بیان ہو چکا ہے، ہاں کان کے مسح کے لئے الگ سے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سر کے مسح کے بعد جو تری ہے اسی سے مسح کر لینے سے سنت ادا ہو جائے گی، البتہ پہلی تری کے باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لینا اچھا ہے۔

(۱۲) اعضائے وضو کو دھوتے وقت ملنا: اعضائے وضو کو دھوتے وقت ملنا سنت ہے تاکہ پانی کا گزر ہر ہر حصے تک ہو جائے، خصوصاً سردی میں کہ اعضاء خشک ہوتے ہیں جس سے پانی ڈالنے کے بعد سوکھا رہ جاتا ہے۔

(۱۳) پے در پے کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھونا شروع کر دینا، ہاں اگر ہوا تیز چل رہی ہو یا گرمی زیادہ ہو کہ پانی عضو پر ڈالتے ہی سوکھ جاتا ہے تو اس کو ولاء ترک کرنے والا نہیں کہیں گے۔

(۱۴) نیت کرنا: نیت کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہے جبکہ اصطلاح میں کسی کام کے کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرنے کو کہتے ہیں اور نیت اس طرح کرے کہ میں حکم الٰہی بجالانے اور پاکی حاصل کرنے کے لئے وضو کر رہا ہوں، اور نیت کا محل دل ہے لہٰذا دل سے نیت کرے مگر دل میں نیت ہوتے ہوئے زبان سے بھی کہہ لینا افضل ہے۔

نیت کا بیان آخر میں آیا حالانکہ نیت شروع میں ہوتی ہے، اور وضو کی ابتداء نیت، بسم اللہ اور ہاتھ دھونے میں سے ہر ایک سے کرنا سنت ہے، اور یہ تینوں ایک ساتھ ابتداء میں ادا ہو سکتے ہیں وہ یوں کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ زبان سے پڑھی جاتی ہے اور دھونا ہاتھوں سے تعلق رکھتا ہے پس یہ تینوں بیک وقت ادا ہو سکتے ہیں۔

(۱۵) ترتیب قائم رکھنا: ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جس کا ذکر پہلے کیا اس کو پہلے ادا کرنا جیسے "فاغسلوا وجوھکم وایدیکم وامسحوا برؤوسکم وارجولکم" پس پہلے چہرہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(۱۶) داہنی طرف سے شروع کرنا: وضو کے اعضاء جو دو دو ہیں اور وہ دھوئے جاتے ہیں جیسے ہاتھ اور پاؤں تو ان میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا سنت ہے، اور جو اعضاء دو دو ہوں مگر دھوئے نہ جاتے ہو جیسے کان، تو ان دونوں کا ایک ساتھ مسح کرنا سنت ہے، اور جو ایک عضو ہو جیسے چہرہ تو اس میں پورا چہرہ دھوئے۔

(۱۷) انگلیوں کے سرے سے شروع کرنا: یعنی پوروں سے شروع کرے۔

(۱۸) سر کے اگلے حصے سے شروع کرنا: جہاں سے عادۃً بال اگتے ہیں وہاں سے سر کے مسح کرنے کو شروع کرنا۔

(۱۹) گردن کا مسح کرنا: دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا سنت ہے، گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔

سوال: آخر کے چار کون کون سے مستحب ہیں؟

جواب: آخر کے چار سے مراد (۱) داہنی طرف سے شروع کرنا، (۲) انگلیوں کے سرے سے شروع کرنا (۳) سر کے اگلے حصے سے شروع کرنا (۴) گردن کا مسح کرنا ہے۔

سوال: مستحب کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستحب وہ فعل ہے جو نظر شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

فَصْلٌ مِنْ آدَابِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کے آداب کے بیان میں ہے

مِنْ آدَابِ الْوُضُوْءِ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئًا اَلْجُلُوْسُ فِيْ مَكَانٍ مُرْتَفَعٍ وَاستِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَعَدَمُ الْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهٖ وَعَدَمُ التَّكَلُّمِ بِكَلَامِ النَّاسِ وَالْجَمْعُ بَيْنَ نِيَّةِ الْقَلْبِ وَفِعْلِ اللِّسَانِ وَالدُّعَاءُ بِالْمَأْثُوْرِ وَالتَّسْمِيَةُ عِنْدَ كُلِّ عُضْوٍ وَإِدْخَالُ خِنْصَرِهٖ فِيْ صِمَاخِ أُذُنَيْهِ وَتَحْرِيْكُ خَاتَمِهِ الْوَاسِعِ۔

ترجمہ: چودہ چیزیں وضو کے آداب میں سے ہیں، اونچی جگہ میں بیٹھنا، قبلہ رو ہونا، اور اپنے علاوہ کسی سے مدد نہ لینا، اور لوگوں کے کلام سے (مشابہ) بات نہ کرنا، اور دل کے ارادے اور زبان کے فعل کے درمیان جمع کرنا، اور منقول دعاؤں کا پڑھنا، اور ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا، اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں میں اپنی چھنگلی کو داخل کرنا، اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

وَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ بِالْيَدِ الْيُمْنٰى وَالْاِمْتِخَاطُ بِالْيُسْرٰى وَالتَّوَضُّؤُ قَبْلَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ لِغَيْرِ الْمَعْذُوْرِ وَالْإِتْيَانُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَهٗ وَأَنْ يَشْرَبَ مِنْ فَضْلِ الْوُضُوْءِ قَائِمًا وَأَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

ترجمہ: اور دائیں ہاتھ سے کلی کرنا، اور ناک میں پانی چڑھانا، اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا، اور معذور کے علاوہ شخص کو وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضو کرنا، اور شہادتین کو وضو کے بعد پڑھنا، اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا، اور یہ دعا پڑھنا، اے اللہ بنادے مجھ کو ان لوگوں میں سے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور بنادے تو مجھ کو پاک وصاف رہنے والوں میں سے۔

سوال: آداب کسے کہتے ہیں؟

جواب: آداب ادب کی جمع ہے اور اس کے چند معنی بیان ہوئے ہیں: (۱) شے کو اس کی جگہ پر رکھنا (۲) اچھی عادت (۳) پرہیز گاری (۴) اور شرح ہدایہ میں ہے کہ ادب وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیا ہو مگر اس پر ہمیشگی نہ فرمائی ہو، اور اس سے مراد مستحبات ہیں جس کی تعریف ما قبل میں گزر چکی ہے۔

سوال: وضو کے آداب کتنے ہیں؟

جواب: مصنف نے یہاں پر وضو کے چودہ آداب بیان فرمائے ہیں جبکہ شیخ طریقت امیر اہلسنت نے اپنی تصنیف نماز کے احکام میں ۲۹ آداب بطور مستحبات بیان فرمائے ہیں۔

سوال: وضو کے آداب بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: وضو کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اونچی جگہ بیٹھنا: اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا تاکہ مستعمل پانی کے چھینٹے کپڑوں پر نہ لگے۔

(۲) قبلہ رو ہونا: وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔

(۳) کسی سے مدد نہ لینا: وضو خود کرنا کسی دوسرے کی مدد نہ لینا۔ مدد لینے کی دو صورتیں ہیں (۱) خود کچھ نہ کرے بلکہ دوسرا شخص اس کے اعضاء کو دھوئے یہ ادب کے خلاف ہے۔ (۲) خادم پانی ڈالتا جائے اور خود دھوتا جائے، اس میں مضائقہ نہیں ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر دوسرے سے مدد لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

(۴) لوگوں کا سا کلام نہ کرنا: وضو کے دوران بلا ضرورت ایسی باتیں نہ کرے جو لوگوں سے کیا کرتے ہیں یعنی (دنیوی باتیں) ہاں اگر کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس وقت نہ کہنے میں وہ ضرورت فوت ہو جائے گی تو ایسی حالت میں کر لے کہ یہ ترک ادب نہیں، اور وضو کے دوران سلام کرنا یا دوسرے کے سلام کا جواب دینا ہر گز خلاف ادب نہیں بلکہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اگر نہ دے گا تو گناہ گار ہو گا، یوں ہی سلام کرنا سنت ہے اور سلام وجوابِ سلام دنیوی گفتگو نہیں بلکہ دینی گفتگو ہے۔

(۵) دل کی نیت اور زبان کے فعل کو جمع کرنا: یعنی وضو کی نیت میں دل اور زبان دونوں کو شریک کرے اس طرح کہ دل میں نیت ہوتے ہوئے زبان سے بھی دہرا لے۔

(۶) دعائے ماثورہ پڑھنا: یعنی ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت منقول دعائیں پڑھنا اور منقول دعاؤں سے مراد وہ دعائیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہیں، دعاؤں کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۷) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا: ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے کے وقت پہلے بسم اللہ پڑھے اور اس کے بعد دعا پڑھے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۸) کانوں کے سوراخ میں چھنگلی کو داخل کرنا: یعنی کانوں کے مسح کے وقت مسح میں مبالغہ کے لئے کانوں کے سوراخ میں چھگلیاں ڈال کر اس کو حرکت دینا۔

(۹) کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا: تاکہ اس کے نیچے کی کھال پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے، یہاں پر واسع کی قید لگائی، پس اگر انگوٹھی تنگ ہو جس سے کھال تک پانی نہ پہنچے تو حرکت دینا فرض ہے۔

(۱۰) داہنے ہاتھ سے کلی وناک میں پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا: شرف کی بنیاد پر داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا اور حقارت وگندگی کی وجہ سے بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ناک صاف کرنا چاہئے۔

(۱۱) غیر معذور کا وقت سے پہلے وضو کرنا: نماز کا وقت آنے سے پہلے وضو کرلے جبکہ وہ معذور نہ ہو، اور اگر معذور ہو تو وقت کے داخل ہونے کے بعد وضو کرے کہ معذور کا وضو وقت کے ختم ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے اور امام زفر کے نزدیک وقت کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک خروج وقت اور دخولِ وقت دونوں سے ٹوٹ جاتا ہے پس یہ دونوں قول غیر مفتی بہ ہیں۔

(۱۲) وضو کے بعد شہادتین کا پڑھنا: وضو کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ'' پڑھنا اور اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے کہ حدیث میں ہے "کہ جس نے اچھی طرح سے وضو کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں جس سے چاہے اندر داخل ہو۔ (صحیح مسلم جلد-۱-صفحہ ۱۲۲)

اور دوسری حدیث پاک میں ہے "جو وضو کے بعد ایک مرتبہ سورۃ القدر پڑھے تو وہ صدیقین میں سے ہے اور جو دو مرتبہ پڑھے تو وہ شہداء میں شمار کیا جائے گا اور جو تین بار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ میدان محشر میں اسے اپنے انبیاء کے ساتھ رکھے گا۔ (کنز العمال جلد-۹- صفحہ ۱۳۲)

اور جو وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر سورۃ القدر پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ اس کی نظر کبھی کمزور نہ ہو گی۔ (مسائل القرآن صفحہ ۲۹۱)

(نماز کے احکام صفحہ ۱۳ تا ۱۴)

(۱۳) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا: وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پینا یہ بھی ادب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زم زم کھڑے ہو کر پیا ہے، پس ان کے علاوہ دیگر پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱۴) وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین: وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا وضو کے آداب میں سے ہے۔

سوال: توابین اور متطھرین کا معنی بیان کر دیں۔

جواب: توابین: یعنی ہر گناہ سے رجوع کرنے والا، اور بعض فرماتے ہیں کہ توبین وہ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو توبہ کی طرف جلدی کرتے ہیں اور تواب اللہ کی صفت بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرما کر اس کی طرف انعام کے ساتھ رجوع فرماتا ہے۔

متطھرین: اس کا معنی پاک ہو جانے والا ہے، کہ اے اللہ مجھے بے حیائی کی باتوں اور کاموں سے پاک ہو جانے والوں میں کر دے۔

سوال: ہر عضو کو دھوتے وقت کون سی منقول دعائیں پڑھنا مستحب ہے؟

جواب: ہر عضو کو دھوتے وقت مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنا مستحب ہے:

کُلّی کے وقت: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت: اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ۔

منہ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ۔

دایاں ہاتھ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْراً۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

سر کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلاَّ ظِلَّ عَرْشِکَ۔

کانوں کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِینَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔

گردن کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔

وُضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

فَصْلٌ فِيْ مَكْرُوْهَاتِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کے مکروہات کے بیان میں ہے

وَيُكْرَهُ لِلْمُتَوَضِّئِ سِتَّةُ أَشْيَاءَ اَلْإِسْرَافُ فِيْ الْمَاءِ وَالتَّقْتِيْرُ فِيْهِ وَ ضَرْبُ الْوَجْهِ بِهٖ وَالتَّكَلُّمُ بِكَلَامِ النَّاسِ وَالْاِسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهٖ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَتَثْلِيْثُ الْمَسْحِ بِمَاءٍ جَدِيْدٍ ۔

ترجمہ: وضو کرنے والے کے لئے کچھ چیزیں مکروہ ہیں: پانی میں اسراف اور پانی میں کمی کرنا، اور پانی کو چہرے پر مارنا، اور لوگوں کے کلام کی طرح بات کرنا، اور بغیر عذر کے اپنے علاوہ سے مدد چاہنا، اور نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

سوال: مکروہ کی تعریف واقسام اور ان کی تعریف بیان کریں۔

جواب: مکروہ باب سمع سے ہے جس کا معنی ناپسند کرنا ہے اصطلاح شرع میں اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں: (۱) مکروہ تحریمی (۲) مکروہ تنزیہی۔

(۱)۔۔۔ مکروہ تحریمی: یہ واجب کا مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گناہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

(۲)۔۔۔ مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے، یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

سوال: وضو کے مکروہات کتنے اور کون کون سے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: مصنف نے وضو کے مکروہات میں صرف چھ چیزیں شمار کرائی ہیں تاکہ مبتدی کے لئے آسانی ہو پس یہ چھ کا عدد حصر کے لئے نہیں ہے، اور امیر اہلسنت نے نماز کے احکام کے اندر وضو کے ۱۵ مکروہات شمار کروائے ہیں۔

(۱) پانی میں اسراف: حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے، اور عدد مسنون یعنی تین بار سے زیادہ دھونا بھی اسراف ہے اگرچہ نہر پر وضو کرتا ہو، یا اپنے مملوک پانی سے وضو کرتا ہو، اور اگر پانی وقف کا ہو جیسے مسجد و مدرسوں کا پانی، تو ان میں اسراف حرام ہے۔ اور اگر شک کی بنیاد پر تین بار سے زیادہ دھویا تو کراہت نہیں۔

(۲)پانی میں کمی کرنا: عدد مسنون سے کم پانی استعمال کرنا کہ سنت ادا نہ ہو تقتیر ہے جیسے اعضائے وضو کو مثل مسح کے دھوئے۔

(۳)چہرے پر پانی کو مارنا: چلو میں پانی لے کر زور سے چہرے پر مارنا مکروہ ہے، لہذا پیشانی کے اوپر سے پانی کو آہستہ سے ڈالے اور پھر ہاتھ سے ملے-

(۴)دنیوی گفتگو کرنا: یعنی لوگوں سے دنیوی بات میں مشغول ہونا کیونکہ اس سے وہ دعاؤں اور اذکار پڑھنے سے محروم رہے گا-اور عارفین فرماتے ہیں کہ اگر وضو میں دنیا سے کٹ کر حضور قلبی حاصل ہوتی تو نماز میں بھی حاصل ہو گی ورنہ تو نہیں۔

(۵)بغیر عذر کے کسی سے مدد لینا: وضو خود کرنا کسی دوسرے کی مدد نہ لینا۔ مدد لینے کی دو صورتیں ہیں (۱)خود کچھ نہ کرے بلکہ دوسرا شخص اس کے اعضاء کو دھوئے یہ ادب کے خلاف ہے۔(۲) خادم پانی ڈالتا جائے اور خود دھوتا جائے، اس میں مضائقہ نہیں ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر دوسرے سے مدد لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

(٦)نئے پانی سے تین بار مسح کرنا: احناف کے نزدیک نئے پانی سے ایک بار مسح کرنا سنت ہے اور تین بار کرنا خلافِ سنت ہے۔

فَصْلٌ فِيْ اَوْصَافِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کے اوصاف کے بیان میں ہے

اَلْوُضُوْءُ عَلىٰ ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ اَلْأَوَّلُ فَرْضٌ عَلىَ الْمُحْدِثِ لِلصَّلَاةِ وَلَوْ كَانَتْ نَفْلًا وَلِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ وَلِمَسِّ الْقُرْآنِ وَلَوْ آيَةً وَالثَّانِيْ وَاجِبٌ لِلطَّوَافِ بِالْكَعْبَةِ وَالثَّالِثُ مَنْدُوْبٌ لِلنَّوْمِ عَلىٰ طَهَارَةٍ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْهُ وَلِلْمُدَاوَمَةِ عَلَيْهِ وَلِلْوُضُوْءِ عَلىٰ الْوُضُوْءِ وَبَعْدَ غِيْبَةٍ وَكَذِبٍ وَنَمِيْمَةٍ وَكُلِّ خَطِيْئَةٍ وَإِنْشَادِ شِعْرٍ وَقَهْقَهَةٍ خَارِجَ الصَّلَاةِ۔

ترجمہ: وضو تین قسم پر ہے: پہلی قسم فرض ہے اس شخص پر جو بے وضو ہو، نماز کے لئے اگرچہ وہ نماز نفل ہی ہو اور نماز جنازہ کے لئے اور سجدۂ تلاوت کے لئے اور قرآن کو چھونے کے لئے اگرچہ ایک ہی آیت ہو، دوسری قسم واجب ہے کعبہ کا طواف کرنے کے لئے، اور تیسری قسم مستحب ہے پاکی کی حالت پر سونے کے لئے، اور جب نیند سے جاگے، اور وضو پر ہمیشگی کرنے کے لئے، اور وضو پر وضو کے لئے، اور غیبت کرنے کے بعد، اور جھوٹ بولنے کے بعد، اور چغلی کرنے کے بعد، اور ہر گناہ کرنے کے بعد، اور (برا) شعر پڑھنے کے بعد، اور نماز کے باہر کھکھلا کر ہنسنے کے بعد۔

وَغُسْلِ مَيِّتٍ وَحَمْلِهِ وَلِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ وَقَبْلَ غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَلِلْجُنُبِ عِنْدَ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَوَطْءٍ وَلِغَضَبٍ وَقُرْآنٍ وحَدِيْثٍ وَرِوَايَتِهِ وَدِرَاسَةِ عِلْمٍ وَأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَخُطْبَةٍ وَزِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُقُوْفٍ بِعَرَفَةَ وَلِلسَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَكْلِ لَحْمِ جَزُوْرٍ وَلِلْخُرُوْجِ مِنْ خِلَافِ الْعُلَمَاءِ كَمَا إِذَا مَسَّ اِمْرَأَةً۔

ترجمہ: اور میت کو غسل دینے کے بعد، اور جنازہ اٹھانے کے بعد، اور ہر نماز کے وقت کے لئے، اور جنابت کے غسل سے پہلے، اور جنبی کے لئے کھانے پینے سونے اور وطی کرنے کے وقت، اور غصہ کے وقت، اور (بغیر چھوئے) قرآن و حدیث پڑھنے کے لئے، اور حدیث کی روایت کرنے کے لئے، اور کسی علم شرعی کے پڑھنے کے لئے، اور اذان واقامت کہنے کے لئے، خطبہ دینے کے لئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے روضۂ اطہر) کی زیارت کے لئے، اور وقوف عرفہ کے لئے، اور

صفاو مروا کے درمیان سعی کے لئے، اور اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، اور علماء کے اختلاف سے نکلنے کے لئے جیسے کہ جب کسی عورت کو چھولے۔

سوال: وضو کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: وضو کی مصنف نے تین قسمیں بیان کی ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب۔ لیکن یہ عدد حصر کے لئے نہیں ہے کیونکہ وضو کی قسمیں اس کے علاوہ بھی ہوتی ہیں مثلاً مکروہ اور حرام وغیرہ۔

سوال: کن کن کاموں کے لئے وضو کرنا فرض ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل امور کے لئے وضو کرنا فرض ہے:

(۱) اس شخص پر جو بے وضو ہو، نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے چاہے وہ نماز فرض، واجب ہو یا سنت و نفل، ہر قسم کی نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو۔

(۲) نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے کہ یہ نماز کے مشابہ ہے۔

(۳) اور سجدے کی آیت پڑھنے یا سننے کے بعد جو سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے اس کے لئے بھی وضو کرنا فرض ہے کہ یہ نماز کے مشابہ ہے۔

(۴) قرآن مجید کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے، قرآن مجید کی موضع آیت اور صفحات کے کنارے کی خالی جگہ دونوں کو چھونے کا حکم یکساں ہے کہ بے وضو شخص کو چھونا جائز نہیں ہے اور کسی بھی زبان کے ترجمہ کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح دیوار یا پردے یا کاغذ پر لکھی ہوئی آیت کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے کہ بے وضو چھونا حرام ہے۔

سوال: کن چیزوں کے لئے وضو کرنا واجب ہے؟

جواب: صرف خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے وضو کرنا واجب ہے، اگر بے وضو طواف کرے گا تو واجب کا ترک ہوگا، اور اس کی تفصیل ان شاءاللہ عزوجل کتاب الحج میں آئے گی۔

سوال: کن کن امور کے لئے وضو کرنا مستحب ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل امور کے لئے وضو کرنا مستحب ہے:

(۱) سونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اور یہ مستحب اس وقت ادا ہو گا جبکہ نیند آنے تک وضو قائم رہے پس اگر کوئی شخص وضو کر کے لیٹا پھر نیند آنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس کے بعد سو گیا تو اس کا مستحب ادا نہ ہو گا۔

(۲) سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا یہ بھی مستحب ہے۔

(۳) وضو پر ہمیشگی یعنی جب وضو ٹوٹ جائے اس وقت پھر وضو کرے تا کہ ہر وقت باوضو رہے۔

(۴) وضو پر وضو کرنا اور یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ مجلس تبدیل ہو جائے یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادتِ مقصودہ ادا کی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے، اور اگر ایسا نہ ہو اور نہ ہی مجلس تبدیل ہوئی تو وضو کرنا اسراف ہے۔

(۵) غیبت کی تعریف: اپنے بھائی کا اس کے پیٹھ پیچھے ایسے انداز میں ذکر کرنا جس کو وہ نہ پسند کرتا ہو اگر اس کو پتا چلے تو تکلیف ہو۔

(۶) جھوٹ کی تعریف: کسی بات کو گھڑ لینا جو واقع کے خلاف ہو۔

(۷) چغلی کی تعریف: کسی کی بات کو سن کر دوسرے کے سامنے فساد کی غرض سے نقل کرنا۔ پس یہ تینوں حرام فعل ہیں اگر کسی سے سرزد ہو جائیں تو فوراً توبہ کرے اور وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ باطنی نجاستیں ہیں۔

(۸) ہر گناہ کے بعد چاہے کبیرہ ہو یا صغیرہ، اگر بتقاضہ بشریت سرزد ہو جائے تو توبہ کرے اور وضو کرے کہ وضو گناہ صغیرہ کو مٹا دیتا ہے۔

(۹) برا شعر گنگنانے کے بعد، اور برا شعر وہ ہے جو حمد و نعت اور حکمتوں سے خالی ہو مثلاً اس میں عورتوں، امردوں کے محاسن کو بیان کیا گیا ہو یا کسی مسلمان کی برائی کی گئی ہو۔

(۱۰) نماز کے باہر قہقہہ لگانے کے بعد، کہ نماز کے اندر قہقہہ کے ساتھ ہنسنے سے وضو و نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور وضو کرنا فرض ہو گا، ہاں نماز کے باہر قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے، عوام میں جو مشہور ہے کہ غسل کرنا فرض ہے محض غلط و باطل ہے۔ ہاں غسل کرنا اچھا ہے۔

(۱۲) جنازے کو کندھا دینے کے بعد بھی وضو کرنا مستحب ہے کہ حدیث میں اس کی ترغیب موجود ہے۔

(۱۳) ہر نماز کے وقت کے لئے یعنی وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۴) غسل جنابت سے پہلے۔ جنابت وہ ناپاکی ہے جو مرد و عورت کے صحبت کرنے یا احتلام سے ہوتی ہے چونکہ جنابت سے پاک ہونے کے لئے غسل کرنا فرض ہے تو اس غسل سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے، اگر جنبی نے غسل سے قبل وضو نہ بھی کرے تب بھی غسل کے بعد اس کا وضو ہو جاتا ہے۔

(۱۵) جنبی کے لئے کھانے، پینے، سونے اور وطی کرنے کے وقت وضو کرنا مستحب ہے۔ جنبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو جماع یا احتلام کی وجہ سے غسل کی حاجت ہوئی ہو، پس جنبی شخص کو کھانے پینے یا دوبارہ جماع کرنے اور سونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۶) غصے کے وقت یعنی جب کسی کو غصہ آجائے تو اس وقت وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

(۱۷) چھوئے بغیر قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ اور اگر قرآن کو چھونے کا ارادہ ہے یا چھو کر تلاوت کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں وضو کرنا فرض ہے جیسے کہ ماقبل میں گزرا۔ اور چھوئے بغیر قرآن کی تلاوت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو بے وضو ہو، اگر وہ بے غسل یعنی جنبی ہو تو وہ وضو کر کے تلاوت نہیں کر سکتا جیسا کہ اس کا بیان غسل کے بیان میں آئے گا۔

(۱۸) علم حدیث پڑھنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے یعنی حدیث کو اس کے معنی و مطلب کے ساتھ پڑھنے اور حدیث کی روایت یعنی سند و متن پڑھنے کے لئے اور علوم شرعیہ کے سیکھنے کے لئے بھی وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۹) اور اسی طرح اذان دینے اور نماز کے لئے اقامت کہنے اور خطبہ دینے (اگرچہ وہ خطبہ نکاح کا ہو) کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ اور اقامت کہنے سے مراد وہ شخص ہے جو صرف اقامت کہہ کر الگ ہو جائے اور نماز ادا نہ کرے، کیونکہ نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

(۲۰) اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور مسجد نبوی میں داخل ہونے کی بنا پر۔

(۲۱) نوی ذی الحجہ کو جب حاجی عرفات کے میدان میں پہنچ کر وقوف کرتے یعنی ٹھہرتے ہیں اس درمیان باوضو رہنا مستحب ہے۔

(۲۲) صفاومروہ، مکہ مکرمہ کے اندر دو پہاڑیاں ہیں جو اب حرم محترم سے مل گئی ہیں حاجی اور عمرہ کرنے والے کے لئے ان کی سعی یعنی سات چکر لگاناواجب ہے لہذا ان کی سعی کرنے کے لئے وضو کرلینا مستحب ہے۔

(۲۳) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے، اور یہ قول علما کے اختلاف سے نکلنے کی بھی ہے کہ اونٹ کے گوشت کو کھانے کے بعد وضو ہے یا نہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ٹوٹے گا، پس اختلاف سے بچنے کے لئے وضو کرنا عندالاحناف مستحب ہے نہ کہ واجب وفرض، اور جو حدیث میں آیا کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو ہے، اس سے مراد احناف کے نزدیک وضو لغوی ہے نہ کہ وضو شرعی، اور وضو لغوی ہاتھ منہ دھونا ہے۔

(۲۴) ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں عندالاحناف وضو نہیں ٹوٹتا اور کسی دوسرے امام کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے مثلاً نامحرم قابل شہوت عورت کو چھونے سے عندالاحناف وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور امام شافعی کے مذہب میں ٹوٹ جاتا ہے، پس اگر کوئی حنفی عورت کو چھولے تو اس کو وضو کرلینا مستحب ہے تاکہ اس کی عبادت بالاتفاق صحیح ہو جائے۔

فَصْلٌ فِيْ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ

یہ فصل وضو کو توڑنے والی چیزوں کے بیان میں ہے

يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِثْنَا عَشَرَ شَيْئًا مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ إِلَّا رِيْحَ الْقُبُلِ فِيْ الْأَصَحِّ وَيَنْقُضُهُ وِلَادَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةِ دَمٍ وَنَجَاسَةٌ سَائِلَةٌ مِنْ غَيْرِهِمَا كَدَمٍ وَقَيْحٍ وَقَيْءُ طَعَامٍ أَوْ مَاءٍ أَوْ عَلَقٍ أَوْ مِرَّةٍ إِذَا مَلَأَ الْفَمَ وَهُوَ مَا لَا يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ الْفَمُ إِلَّا بِتَكَلُّفٍ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: وضو کو بارہ (۱۲) چیزیں توڑ دیتی ہیں (۱) وہ جو دو راستوں سے نکلے مگر قبل کی ہوا، اصح قول کے مطابق (۲) اور بغیر خون نظر آئے بچے کی پیدائش وضو کو توڑ دیتی ہے (۳) اور سبیلین کے علاوہ سے بہنے والی ناپاکی جیسے خون اور پیپ اور کھانے یا پانی یا جمے ہوئے خون یا پت کی قے جبکہ منہ بھر ہو، اور منہ بھر ہونے کی حد یہ ہے کہ نہ بند رکھ سکے قے آنے پر منہ کو، مگر مشقت سے اصح قول کے مطابق۔

وَيُجْمَعُ مُتَفَرِّقُ الْقَيْءِ إِذَا اتَّحَدَ سَبَبُهُ وَدَمٌ غَلَبَ عَلَى الْبُزَاقِ أَوْ سَاوَاهُ وَنَوْمٌ لَمْ تَتَمَكَّنْ فِيْهِ الْمَقْعَدَةُ مِنَ الْأَرْضِ وَارْتِفَاعُ مَقْعَدَةِ نَائِمٍ قَبْلَ انْتِبَاهِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْقُطْ فِيْ الظَّاهِرِ وَإِغْمَاءٌ وَجُنُوْنٌ وَسُكْرٌ وَقَهْقَهَةُ بَالِغٍ يَقْظَانَ فِيْ صَلَاةٍ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَلَوْ تَعَمَّدَ الْخُرُوْجَ بِهَا مِنَ الصَّلَاةِ وَمَسُّ فَرْجٍ بِذَكَرٍ مُنْتَصِبٍ بِلَا حَائِلٍ۔

ترجمہ: (۴) اور متفرق قے کو جمع کیا جائے گا جبکہ قے کا سبب ایک ہو (۵) اور وہ خون جو غالب ہو تھوک پر یا تھوک کے برابر ہو (۶) اور ایسی نیند کہ جس میں زمین سے سرین جمی ہوئی نہ ہو (۷) اور سونے والے کی سرین کا اٹھ جانا اس کے بیدار ہونے سے پہلے اگرچہ وہ گرا نہ ہو (ظاہر روایت کے مطابق)۔ (۸) اور بے ہوشی (۹) اور پاگل پن (۱۰) اور نشہ (۱۱) اور بالغ بیدار شخص کا کھلکھلا کر ہنسنا ایسی نماز میں جو رکوع و سجود والی ہو اگرچہ اس نے اس قہقہہ کے ذریعے نماز سے نکلنے کا قصد کیا ہو (۱۲) اور بغیر کسی حائل کے منتشر آلہ کی حالت میں فرج کا چھونا۔

سوال: وضو کو توڑنے والی کتنی چیزیں ہیں؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے وضو کو توڑنے والی چیزوں کی تعداد بارہ بیان کی ہے۔

سوال: توڑی تو وہ چیز جاتی ہے جس کا جسم ہو، وضو کا تو کوئی جسم ہی نہیں ہے پھر کیسے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: آپ نے صحیح کہا مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جب نقض کی اضافت کسی معنوی شے (وضو، غسل وغیرہ) کی طرف ہو تو اس کے معنی مطلوب کے قائم کرنے سے نکل جانا ہے یعنی وضو سے جو مطلوب تھا (نماز قائم کرنا) اب وہ مطلوب قائم نہیں ہو سکتا۔

سوال: نواقض وضو کون کون سے ہیں؟ بالتفصیل بیان فرمادیں۔

جواب: نواقض وضو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پہلی شے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سبیلین یعنی مرد وعورت کے پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کوئی چیز نکلے خواہ وہ عادت کے طور پر ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح وغیرہ، یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو جیسے کیڑا، پتھر کنکر وغیرہ۔

مگر جو ریح مرد وعورت کے آگے (پیشاب) کے مقام سے نکلے اس سے صحیح مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ یہ حقیقت میں ریح نہیں ہے بلکہ اس عضو کا پھڑکنا ہے لیکن امام محمد نے پیچھے کے مقام کی ریح پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ قبل کے ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال: قبل اور دبر کا نام سبیلین کیوں رکھا گیا؟

جواب: قبل اور دبر کا نام سبیلین اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دونوں نکلنے والی شے کے لئے راستے ہیں، کیونکہ سبیل کا معنی راستہ ہوتا ہے اور سبیلین تثنیہ کا صیغہ ہے۔

(۲) صرف بچے کی پیدائش ناقض وضو ہے اگرچہ پیدائش کے بعد خون نظر نہ آیا ہو، اور اگر خون نظر آگیا تو غسل بھی ٹوٹ جائے گا، اور جب غسل ٹوٹا تو بدرجہ اولی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۳) سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے خون پیپ وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس اگر بدن میں سوئی یا کانٹا چبھ جانے سے کچھ خون نکلے اور وہ اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ غیر سبیلین

سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو وضو یا غسل میں دھونا یا مسح کرنا فرض یا مستحب ہے پس اگر کسی کے آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے اندر ہی بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا کہ آنکھ کے اندرونی حصے کا دھونا نہ وضو میں اور نہ غسل میں فرض و مستحب ہے ہاں اگر خون دماغ سے اتر کر ناک کی ہڈی تک آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وضو میں اس حصے تک پانی پہنچانا سنت اور غسل میں فرض ہے۔

(4) اگر کسی کو کھانے یا پانی یا جمے ہوئے خون یا پت کی قے منہ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کوئی چیز کھانے یا پینے کے فوراً بعد اسی وقت اس کی قے ہوئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو بشرطیکہ منہ بھر ہو۔ اور اگر منہ بھر سے کم ہوئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: منہ بھر قے کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو قے تکلّف کے بغیر نہ روکی جا سکے اسے منہ بھر قے کہتے ہیں اور یہ پیشاب کی طرح ناپاک ہوتی ہے، اس کے چھینٹوں سے اپنے کپڑے اور بدن کو بچانا ضروری ہے۔ (نماز کے احکام صفحہ نمبر ۲۹)

سوال: اگر تھوڑی قے چند بار ہوئی تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اگر تھوڑی قے چند بار ہوئی اور قے کا سبب ایک ہے تو امام محمد کے نزدیک متفرق قے کو اندازے سے جمع کیا جائے گا، پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا (اور یہی قول اصح ہے) اور سبب ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار متلی ہو کر قے آئی اور وہ متلی ابھی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی متلی کی حالت میں دوبارہ قے آئی تو ان دونوں مرتبہ کی قے کا سبب ایک ہے اور ان دونوں قے کو اندازے سے جمع کیا جائے گا اور اگر پہلی بار کی قے کی متلی ختم ہونے کے بعد دوبارہ قے آئی تو اس کا سبب مختلف ہے۔

اور امام ابو یوسف کے یہاں مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہے پس اگر تھوڑی تھوڑی قے ایک ہی مجلس میں چند بار آئی اگرچہ ان سب قے کا سبب مختلف ہو، تو اُن کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال: سبب اور مجلس کے متحد و مختلف ہونے کے اعتبار سے کتنی اور کون کون سی صورتیں ہوں گی؟ مع حکم بیان فرمادیں۔

جواب: سبب اور مجلس کے متحد و مختلف ہونے کے اعتبار سے چار صورتیں ہوں گی:

(۱) دونوں قے کا سبب اور مجلس ایک ہو، اس صورت میں بالاتفاق قے کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) دونوں قے کا سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو تو اس صورت میں بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔

(۳) دونوں قے کا سبب ایک ہو اور مجلس متعدد ہوں تو اس صورت میں امام محمد کے نزدیک قے کو جمع کیا جائے گا اور امام ابویوسف کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔

(۴) دونوں قے کا سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو تو اس صورت میں امام ابویوسف کے نزدیک جمع کیا جائے گا جبکہ امام محمد کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔

(۵) اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آیا تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خون مغلوب (کم) ہے اور تھوک غالب (زیادہ) تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: خون کا تھوک پر غالب و مغلوب یا برابر ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب: خون کے تھوک پر غالب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ گہرا سرخ ہو گا اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ کم سرخ یعنی نارنجی رنگ کا ہو گا اور مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہو گا۔

وضو کے ٹوٹنے میں تھوک کے رنگ کا اعتبار ہے اور روزے کے ٹوٹنے میں مزہ کا اعتبار ہے، اگر حلق میں نمکین سا محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

(۶) پہلو کے بل یا سرین پر سہارا لے کر یا چت سویا تو ان صورتوں میں سرین زمین سے جمی ہوئی نہیں ہوتی اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی زِیْدَ مَجْدُہٗ وَ شَرَفُہٗ وَ عِلْمُہٗ وَ عَمَلُہٗ نے اپنی مایہ ناز تصنیف بنام **"نماز کے احکام"** میں سونے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے بیس انداز بیان فرمائے ہیں لہٰذا وہاں سے مطالعہ کر لیا جائے۔ (نماز کے احکام ص ۳۴-۳۶)

سوال: نیند سے وضو ٹوٹنے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: نیند سے وضو کے ٹوٹنے کی دو شرطیں ہیں:

(۱)۔۔۔دونوں سرین اچھی طرح جمے ہوئے نہ ہوں۔

(۲)۔۔۔ایسی حالت پر سویا جو غافل ہو کر سونے میں رکاوٹ نہ ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں تو ایسی نیند وضو کو توڑ دیتی ہے، اور اگر ایک شرط پائی جائے اور دوسری شرط نہ پائی جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔(نماز کے احکام ص ۳۴)

(۷) اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو گیا اور سونے کی حالت میں آگے کو جھک گیا جس کی وجہ سے اس کی سرین زمین سے اٹھ گئی، پس اگر اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کی سرین زمین سے اٹھ گئی تو ظاہر روایت کے مطابق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر سرین کے اٹھنے سے پہلے بیدار ہو گیا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

(۸) بے ہوشی: اغماء ایک بیماری ہے جس میں قوت زائل ہو جاتی ہے اور عقل مستور ہو جاتی ہے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۹) پاگل پن: جنون ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زیادہ ہو جاتی ہے، اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۰) نشہ: سکر اس سرور کا نام ہے جو کسی نشہ لانے والی چیز کے استعمال کرنے سے عقل پر غالب ہو جائے، اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کر سکتا، لیکن اس کی عقل زائل نہیں ہوتی اس لئے وہ شریعت کے خطاب کے قابل رہتا ہے، اسی لئے شرابی کی طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، پس یہ نشہ بھی وضو کو توڑ دیتا ہے۔

سوال: نشے کی وہ حد کتنی ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نشے کی وہ حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مرد و عورت میں تمیز نہ کر سکے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا اور جھومتا ہوا چلے۔

(۱۱) رکوع و سجود والی نماز میں بالغ نے قہقہہ لگا دیا یعنی اتنی آواز سے ہنسا کہ آس پاس والوں نے سنا تو وضو بھی گیا اور نماز بھی گئی، اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ صرف خود سنا تو نماز گئی اور وضو باقی ہے، مسکرانے سے نہ نماز جائے گی اور نہ وضو، اور مسکرانے میں آواز بالکل نہیں ہوتی صرف دانت ظاہر ہوتے ہیں اور اگر بالغ شخص نے نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو نماز ٹوٹ گئی مگر وضو باقی ہے۔ (نماز کے احکام ص ۲۹) اور یہ فعل اگرچہ نماز سے نکلنے کے لئے کیا ہو تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۲) مرد کا ذکر استادگی کی حالت میں عورت کی فرج کو کسی حائل کے بغیر مس کرے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی کا نام مباشرت فاحشہ ہے۔

یہاں پر فرج کی قید اتفاقی ہے اسی لئے اگر ذکر سے عورت کی دبر کو چھوا یا دو مردوں نے یا دو عورتوں نے شہوت کے ساتھ اپنی شرمگاہ کو ملایا تب بھی ان کا وضو ٹوٹ جائے، اور یہاں پر بلا حائل کی قید لگائی، پس اگر کوئی چیز حائل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) حائل ہونے والی چیز موٹا کپڑا ہو جو جسم کی حرارت کو مانع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر حائل ہونے والی چیز باریک ہو جو جسم کی حرارت کو مانع نہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے۔

فَصْلٌ فِيْمَا لَا يُنْقِضُ الْوُضُوْءَ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو وضو کو نہیں توڑتی ہیں

عَشْرَةُ أَشْيَاءَ لَا تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ ظُهُوْرُ دَمٍ لَمْ يَسِلْ عَنْ مَحَلِّهٖ وَسُقُوْطُ لَحْمٍ مِنْ غَيْرِ سَيَلَانِ دَمٍ كَالْعِرْقِ الْمَدَنِيِّ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ رِشْتَهْ وَخُرُوْجُ دُوْدَةٍ مِنْ جُرْحٍ وَأُذُنٍ وَأَنْفٍ وَمَسُّ ذَكَرٍ وَمَسُّ اِمْرَأَةٍ وَقَيْءٌ لَا يَمْلَأُ الْفَمَ وَقَيْءُ بَلْغَمٍ وَلَوْ كَثِيْرًا۔

ترجمہ: دس چیزیں وضو کو نہیں توڑتی ہیں خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے باہر نہ ہو، اور گوشت کا گرنا خون کے بہے بغیر جیسے عرق مدنی جس کو فارسی میں رشتہ کہا جاتا ہے، اور کیڑے کا نکلنا زخم یا کان یا ناک سے، اور ذکر کا چھونا، اور عورت کا چھونا ، اور قے جو منہ کو نہ بھرے، اور بلغم کی قے اگرچہ زیادہ ہو۔

وَتَمَايُلُ نَائِمٍ اِحْتَمَلَ زَوَالُ مَقْعَدَتِهٖ وَنَوْمُ مُتَمَكِّنٍ وَلَوْ مُسْتَنِدًا اِلٰى شَيْءٍ لَوْ أُزِيْلَ سَقَطَ عَلَى الظَّاهِرِ فِيْهِمَا وَنَوْمُ مُصَلٍّ وَلَوْ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا عَلٰى جِهَةِ السُّنَّةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

ترجمہ: اور سونے والے کا جھک جانا (اس طرح کہ) اس کی مقعد کے اٹھ جانے کا احتمال ہو، اور زمین سے جمے ہوئے شخص کا سونا اگرچہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہو ایسی چیز سے کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو وہ گر جائے ظاہر مذہب کے مطابق، ان دونوں صورتوں میں اور نماز پڑھنے والے کا سو جانا اگرچہ وہ رکوع یا سجدے کی حالت میں ہو مسنون طریقے پر، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے؟ بالتفصیل بیان فرما دیں۔

جواب: دس چیزیں ایسی ہیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) جسم کے کسی بھی حصے سے اس قدر خون کا ظاہر ہونا جو بہنے کی حد تک نہ ہو، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ خون جمے ہونے کی حالت میں نجس نہیں ہے۔

(۲) خون کے بہے بغیر گوشت کا گرنا، یہ بھی ناقص وضو نہیں ہے۔ اور گوشت کا گرنا ایک بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے جس کو عربی میں عرق مدنی اور فارسی میں رشتہ کہتے ہیں۔

سوال: عرق مدنی کون سی بیماری ہے؟

جواب: عرق مدنی ایک بیماری ہے جو چمڑی کے اوپر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ پھنسی رگ سے پھوٹتی ہے اور اس میں کیڑے کی مانند کوئی شے نکلتی رہتی ہے اور اس کی نسبت مدینۂ منورہ کی طرف اس لئے کر دی گئی ہے کہ یہ بیماری وہاں زیادہ پائی جاتی ہے۔ لہذا اس طرح زخم وغیرہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کے گرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳) زخم یا کان یا ناک سے کیڑے کا نکلنا بھی ناقص وضو نہیں ہے، کیونکہ وہ نجس نہیں ہوتا اور اگر اس کیڑے پر کوئی رطوبت لگی بھی ہو تب بھی وہ رطوبت قلیل مقدار میں ہوتی ہے، بر خلاف اس کیڑے کے جو پاخانے کے مقام سے نکلے کہ اس میں وضو ٹوٹ جائے گا کہ اس کا خروج نجاست سے ہوا ہے۔

(۴) مرد کے پیشاب کے مقام کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہاں ذکر کی قید اتفاقی ہے احترازی (یعنی کسی کو خارج کرنے کے لئے) نہیں ہے، پس دبر کو اور فرج کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا، اور ذکر کا چھونا مطلق ہے خواہ اپنا چھوئے یا کسی دوسرے کا، شہوت سے چھوئے یا بغیر شہوت کے، باطن کف سے چھوئے یا کسی اور چیز سے بہر حال وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(۵) اسی طرح عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا خواہ محرم ہو یا غیر محرم اور حدیث میں جہاں عورت کو چھونے سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں چھونے سے مراد جماع ہے جیسے کہ قرآن میں مذکور ہوا:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور اے مردو تمہارا

زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بُھلانہ دو بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔(پ ۲ سورۂ بقرہ ۲۳۷)

پس اس آیت میں چھونے سے مراد جماع ہے۔

(۶) وہ قے جو منہ بھر نہ ہو، ناقص وضو نہیں کیونکہ وہ معدہ کے اوپری حصے سے آتی ہے جس میں کوئی نجاست نہیں۔

(۷) بلغم کی قے اگرچہ منہ بھر ہو وہ بھی ناقص وضو نہیں کہ وہ عدم تخلل نجاست کی بناپر پاک ہے، اور اس میں چکنائی کی وجہ سے نجات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(۸) کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو گیا اور اس حالت میں وہ بار بار جھک جاتا ہے جس کی بناپر اس کی مقعد کے زمین سے اٹھ جانے کا احتمال ہے مگر یقینی طور پر مقعد زمین سے جدانہ ہوئی ہو تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ظاہر مذہب کے مطابق۔

(۹) کسی دیوار یا ستون سے ٹیک لگا کر اس طرح سو جائے کہ اس کی دونوں سرین زمین سے جدانہ ہوں بلکہ زمین سے جمی ہوئی ہوں تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ اس سہارے کو ہٹالیا جائے تو وہ گر پڑے، ظاہر مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱۰) نماز کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا یہاں تک کہ رکوع یا سجدے کی حالت میں سو جائے، سجدے میں سو جانے کے لئے شرط یہ ہے کہ سجدہ مسنون طریقے پر کر رہا ہو اور وہ یہ کہ اس کا پیٹ رانوں سے، بازو پسلیوں سے جدا ہوں، پس اگر مسنون طریقے کے خلاف سجدہ کر رہا ہو اور اسی حالت میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

فَصْلٌ فِيْ مَا يُوْجِبُ الْاِغْتِسَالَ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں جو غسل کو واجب کرتی ہیں

يَفْتَرِضُ الْغُسْلُ بِوَاحِدٍ مِنْ سَبْعَةِ أَشْيَاءَ خُرُوْجُ الْمَنِيّ اِلىٰ ظَاهِرِ الْجَسَدِ إِذَا انْفَصَلَ عَنْ مَقَرِّهٖ بِشَهْوَةٍ مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَتَوَارِيْ حَشَفَةٍ وَقَدْرِهَا مِنْ مَقْطُوْعِهَا فِيْ أَحَدِ سَبِيْلَيْ آدَمِيٍ حَيٍ وَإِنْزَالُ الْمَنِيّ بِوَطْءِ مَيْتَةٍ أَوْ بَهِيْمَةٍ۔

ترجمہ: سات چیزوں میں سے کسی ایک (کے پائے جانے) سے غسل فرض ہو جاتا ہے، منی کا نکلنا بدن کے ظاہری حصے کی طرف جبکہ شہوت کے ساتھ بغیر جماع کے اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو، اور حشفہ کا چھپ جانا، (اور حشفہ کی مقدار اس کا کٹا ہوا حصہ ہے) زندہ آدمی کے سبیلین میں سے کسی ایک میں، اور مردہ یا چوپائے کے ساتھ وطی کرنے سے منی کا نکلنا۔

وَوُجُوْدُ مَاءٍ رَقِيْقٍ بَعْدَ النَّوْمِ اِذَا لَمْ يَكُنْ ذَكَرُهٗ مُنْتَشِرًا قَبْلَ النَّوْمِ وَوُجُوْدُ بَلَلٍ ظَنَّهٗ مَنِيًّا بَعْدَ إِفَاقَتِهٖ مِنْ سُكْرٍ وَإِغْمَاءٍ وَبِحَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَلَوْ حَصَلَتْ الْأَشْيَاءُ الْمَذْكُوْرَةُ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فِيْ الْأَصَحِّ وَيُفْتَرَضُ تَغْسِيْلُ الْمَيِّتِ كِفَايَةً ۔

ترجمہ: اور سونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا جبکہ اس کا ذکر سونے سے پہلے منتشر نہ ہو، اور ایسی تری کا پایا جانا جس کو منی گمان کرے نشے اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد، اور حیض و نفاس سے اگرچہ مذکورہ چیزیں اسلام سے پہلے حاصل ہوئی ہوں اصح قول کے مطابق۔ اور میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال: غسل کی لغوی و اصطلاحی تحقیق بیان فرمادیں۔

جواب: غسل لغت کے اعتبار سے غین کے ضمہ کے ساتھ اغتسال کا اسم ہے اور اس کا معنی پورے جسم کا دھونا ہے اور یہ لفظ لغت میں اس پانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس سے غسل کیا جائے، غسل لغت میں غین کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے صحیح ہے لیکن غین کے فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، جبکہ فقہاء اور ان کی اکثریت میں غسل غین کے ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے، اور اصطلاح میں غسل سے مراد پورے بدن کو دھونا ہے۔

سوال: کتنی چیزوں سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق سات چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے غسل فرض ہو جائے گا۔

سوال: وہ سات چیزیں کون کون سی ہیں؟ بالتفصیل بیان فرمائیں۔

جواب: (ا) سب سے پہلی چیز جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ دخول کے بغیر شہوت کے ساتھ منی کا بدن کے ظاہری حصے کی طرف نکلنا ہے، یعنی منی کے نکلنے سے غسل دو شرطوں کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔

(ا)۔۔۔ ایک یہ کہ منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ (پیٹھ) سے جدا ہوئی ہو، پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر جدا ہوئی اور شہوت کے بغیر ہی باہر نکلی مثلاً کوئی بھاری بوجھ اٹھایا یا بلندی سے گرا اور منی نکلی تو احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہو گا۔

(۲)۔۔۔ اور دوسری یہ کہ منی عضو مخصوص سے باہر یا جو باہر کے حکم میں ہے وہاں تک نکل جائے جیسے عورت کی فرج خارج میں آجائے، پس جب تک منی عضو مخصوص کے اندر رہے احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں۔

سوال: متن میں ''من غیر جماع'' کی قید کیوں لگائی گئی؟

جواب: ''من غیر جماع'' کی قید اس لئے لگائی تاکہ غسل کی فرضیت خروج منی کی طرف منسوب ہو، کیونکہ جماع سے جو غسل فرض ہوتا ہے وہ خروج منی سے نہیں بلکہ حشفہ کے چھپ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس ''من غیر جماع'' کا مطلب یہ ہے کہ منی کا نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا احتلام سے یا ہاتھ کے رگڑ سے یا کسی کے خیال و تصور سے، ان سب صورتوں میں غسل فرض ہو جائے گا۔

سوال: منی، مذی اور ودی کی پہنچان مع حکم بیان کریں۔

جواب: منی: منی موجبِ غسل ہے، مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے، یہ بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور لمبائی میں پھیلتی ہے، اس کے نکلنے کے بعد عضو مخصوص سست ہو جاتا ہے، اور عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے۔

مذی: یہ موجبِ وضو ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے یا شہوانی خیالات و تصورات کے آنے سے بغیر کودے اور بغیر لذت کے نکلتی ہے، اس کے نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

ودی: یہ موجبِ وضو ہے، ودی منی کی مانند گاڑھی رطوبت والی ہوتی ہے، یہ پیشاب کے بعد بغیر شہوت نکلتی ہے۔

(۲) دوسری چیز جو غسل کو واجب و لازم کر دیتی ہے وہ دخول ہے، یعنی اگر ذکر صحیح سالم ہو اور حشفہ یعنی ذکر کا منہ (سپاری) زندہ آدمی کے (خواہ مرد ہو یا عورت) قبل یا دبر میں چھپ جائے تو فاعل و مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جائے گا۔ خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ اور اگر کسی شخص کا حشفہ کٹا ہوا ہو تو ایسے شخص کا بقیہ آلہ میں سے حشفہ کے بقدر داخل کرنے سے غسل فرض ہو جائے گا۔

سوال: یہاں پر متن میں "تواری حشفہ" فرمایا تو کیا قبل و دبر میں کوئی اور چیز داخل کرنے سے غسل فرض نہیں ہو گا؟

جواب: جی ہاں! قبل و دبر میں انگلی یا کوئی لکڑی وغیرہ ذکر کی مانند بنا کر داخل کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو۔ پس انزال ہونے کی صورت میں فرض ہو گا۔

سوال: متن میں زندہ اور آدمی کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: متن میں آدمی کی قید لگائی گئی ہے لہذا اگر کسی نے چوپائے سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں ہو گا جب تک کہ انزال نہ ہو، پس انزال ہونے کی صورت میں فرض ہو گا۔

اور یوں ہی زندہ کی قید لگائی گئی ہے لہذا اگر کسی نے مردے سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں ہو گا، جب تک کہ انزال نہ ہو، پس انزال ہونے کی صورت میں فرض ہو گا۔ جیسے کہ آگے آرہا ہے۔

(۳) تیسری چیز جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے مردہ یا چوپائے کے ساتھ جماع کیا اور انزال ہو گیا تو اس پر غسل فرض ہو گا، ہاں بغیر انزال کے محض وطی سے غسل فرض نہیں ہو گا جیسے کہ ماقبل میں بیان ہوا۔

(۴) چوتھی چیز جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ یہ ہے، کہ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اپنی ران یا کپڑے یا بچھونے پر تری دیکھے اور احتلام ہونا یاد نہ ہو تو بھی غسل واجب ہے۔ اگر چہ سونے سے پہلے اس کا ذکر منتشر نہ ہو۔ یہ طرفین کا مسلک ہے۔ بخلاف امام ابو یوسف کے کہ وہ اس کو مذی پر محمول کرتے ہوئے فرضِ غسل کا حکم نہیں دیتے۔

(۵) پانچویں چیز جس سے غسل فرض ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر بے ہوشی طاری ہوئی ہو یا نشہ سے بدمست ہو گیا ہو پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے اپنے جسم یا کپڑے پر تری پائی اور اس کو یقین ہو گیا کہ یہ منی ہے تو بالاتفاق اس پر احتیاطاً غسل فرض ہو گا۔

(۶) چھٹی چیز حیض اور **(۷)** ساتویں چیز نفاس ہے کہ یہ دونوں غسل کو فرض کر دیتی ہیں یعنی نفس حیض و نفاس موجبِ غسل نہیں بلکہ حیض و نفاس کا بند ہونا موجبِ غسل ہے۔

سوال: ”لوحصلت الاشیاء المذکورۃ قبل الاسلام فی الاصح“ سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو چیزیں موجباتِ غسل میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے کوئی چیز اگر اسلام لانے سے پہلے وجود میں آئی ہوں تب بھی غسل فرض ہے جیسے ایک کافر جنبی ہوا اور اس نے غسل نہیں کیا یا غسل کیا مگر شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں کیا پھر وہ اسلام لے آیا تو اصح قول کے مطابق اس پر غسل واجب ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

سوال: میت کو غسل دینا کیا ہے؟

جواب: مسلمان میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر بعض لوگوں نے اس کو غسل دے دیا تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر کسی نے بھی غسل نہیں دیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

فَصْلٌ فِيْ مَا لَا يَجِبُ الْاِغْتِسَالُ مِنْهُ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے غسل واجب نہیں ہوتا

عَشْرَةُ أَشْيَاءَ لَا يُغْتَسَلُ مِنْهَا مَذِيٌّ وَوَدِيٌّ وَاحْتِلَامٌ بِلَا بَلَلٍ وَوِلَادَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةِ دَمٍ بَعْدَهَا فِيْ الصَّحِيْحِ وَإِيْلَاجٌ بِخِرْقَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ وُجُوْدِ اللَّذَّةِ وَحُقْنَةٌ وَإِدْخَالُ إِصْبَعٍ وَنَحْوِهِ فِيْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ وَوَطْءُ بَهِيْمَةٍ أَوْ مَيْتَةٍ مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ وَإِصَابَةُ بِكْرٍ لَمْ تَزُلْ بَكَارَتُهَا مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ۔

ترجمہ: دس چیزیں ایسی ہیں جن سے غسل واجب نہیں ہوتا، (۱) مذی اور (۲) ودی اور (۳) احتلام بغیر تری کے اور (۴) پیدائش جس کے بعد خون نہ دکھائی دے صحیح قول کے مطابق، اور (۵) داخل کرنا ایسے کپڑے کے ساتھ جو لذت کے حصول سے مانع ہو، اور (۶) حقنہ کرانے سے، اور (۷) انگلی اور اس جیسی کسی چیز کا داخل کرنا سبیلین میں سے کسی ایک میں، اور (۸) جانور یا (۹) مردے سے وطی کرنا بغیر انزال کے، اور کسی باکرہ عورت سے ایسا جماع جو اس کی بکارت زائل نہ کر سکے بغیر انزال کے۔

سوال: کتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے غسل فرض نہیں ہوتا؟

جواب: مصنف نے ایسی چیزیں جن سے غسل فرض نہیں ہوتا دس بیان فرمائی ہیں۔

سوال: وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ بتفصیل بیان کریں۔

جواب: (۱) پہلی چیز مذی اور (۲) دوسری چیز ودی ہے جن کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا ہے (۳) اور تیسری چیز احتلام ہے یعنی اگر کسی شخص کو احتلام ہوا لیکن کوئی چیز نہیں نکلی یعنی اس کو احتلام ہونا تو یاد ہے لیکن تری ظاہر نہیں ہوئی تو اس پر غسل فرض نہیں ہے اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔ (۴) اگر کسی عورت کو بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو صحیح قول کے مطابق اس پر غسل فرض نہ ہو گا ہاں وضو فرض ہو جائے گا جیسے کہ ماقبل میں گزرا، اور یہ قول صاحبین کا ہے اور ان کی دلیل نفاس کا نہ پایا جانا ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک اس عورت پر احتیاطاً غسل واجب ہے کیونکہ عام طور پر پیدائش کے وقت کچھ نہ کچھ خون ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

(۵) اگر کسی مرد نے اپنے عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر صحبت کی تو اگر کپڑا اتنا موٹا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس نہ ہو تو جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل فرض نہ ہوگا، اور اگر کپڑا اتنا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس ہو تو خواہ انزال ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اس پر غسل فرض ہوگا مگر موٹے کپڑے کی صورت میں بھی غسل کرے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

(٦) یا پاخانے کے راستہ سے پچکاری وغیرہ کے ذریعے دوا پہنچانا یا فضلات کا خارج کرنا حقنہ کہلاتا ہے اس سے بھی غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۷) انگلی یا اس کے مثل کوئی چیز مثلاً مصنوعی ذکر وغیرہ کسی کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۸) جانور کے ساتھ وطی کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو پس اگر انزال ہوا تو غسل فرض ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(۹) مردے کے ساتھ وطی کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو اور اگر انزال ہوا تو غسل فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

(۱۰) اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا مگر اس کا پردہ بکارت زائل نہیں ہوا اور مرد کو انزال بھی نہیں ہوا تو کسی پر غسل فرض نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں حشفہ کا پوری طرح اندر داخل ہونا نہیں پایا گیا، کہ پردہ بکارت ختنین کے ملنے سے مانع ہوتا ہے۔

فَصْلٌ فِيْ بَيَانِ فَرَائِضِ الْغُسْلِ

یہ فصل غسل کے فرائض کے بیان میں ہے

يُفْتَرَضُ فِيْ الْاِغْتِسَالِ أَحَدَ عَشَرَ شَيْئًا غَسْلُ الْفَمِ وَالْأَنْفِ وَالْبَدَنِ مَرَّةً وَدَاخِلِ قُلْفَةٍ لَا عُسْرَ فِيْ فَسْخِهَا وَسُرَّةٍ وَثُقْبٍ غَيْرِ مُنْضَمٍّ وَدَاخِلِ الْمَضْفُوْرِ مِنْ شَعْرِ الرَّجُلِ مُطْلَقًا لَا الْمَضْفُوْرُ مِنْ شَعْرِ الْمَرْأَةِ إِنْ سَرَى الْمَاءُ فِيْ أُصُوْلِهِ وَبَشَرَةِ اللِّحْيَةِ وَبَشَرَةِ الشَّارِبِ وَالْحَاجِبِ وَالْفَرْجِ الْخَارِجِ ۔

ترجمہ: غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں، (۱) منہ اور (۲) ناک اور (۳) بدن کا ایک مرتبہ دھونا اور (۴) اس قلفے کے اندر کے حصے کا دھونا جس کے کھولنے میں دشواری نہ ہو، اور (۵) ناف کا اور ایسے (۶) سوراخ کا جو ملا نہ ہو، اور (۷) مرد کا اپنے گندھے ہوئے بالوں کے اندر کے حصے کا دھونا بلا کسی قید کے، نہ کہ عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا، اگر پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے، اور (۸) داڑھی کے نیچے کی جلد کا، اور (۹) مونچھ اور (۱۰) بھوئں کے نیچے کی جلد کا اور (۱۱) فرج خارج کا دھونا۔

سوال: غسل میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: مصنف نے غسل کے گیارہ فرائض بیان کئے ہیں۔

سوال: غسل کے تو تین فرض ہوتے ہیں گیارہ کیسے ہو گئے؟

جواب: حقیقت میں غسل کے تین ہی فرض ہیں مگر مصنف نے ایک فرض کی وضاحت کرتے ہوئے اور احتیاطی مقام کو شمار کرتے ہوئے ۱۱ بیان فرمائے ہیں۔

سوال: جس غسل کے فرائض بیان ہو رہے ہیں ان سے کون سا غسل مراد ہے؟

جواب: یہاں پر غسل سے مراد فرض غسل ہے یعنی جو جنابت، حیض و نفاس وغیرہ کے سبب فرض ہوا کیونکہ غسل مسنون میں یہ چیزیں فرض نہیں ہیں بلکہ سنت ہیں۔

سوال: غسل کے فرائض بالتفصیل بیان فرمادیں۔

جواب:(۱)منہ (۲)ناک(۳)بدن کا ایک بار دھونا: منہ اور ناک کے دھونے سے مراد ان کو اندر سے دھونا ہے یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کی حد یہ ہے کہ پورے منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچ جائے۔ اور پورے بدن کا ایک مرتبہ دھونا فرض ہے کہ کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے ورنہ فرض ادا نہ ہو گا۔

(۴)قلفے کے اندرونی حصے کا دھونا: قلفہ اس کھال کو کہا جاتا ہے جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے اگر کسی کی ختنہ نہ ہوئی ہو اور وہ غسل جنابت کرے تو اگر حشفہ کے اوپر والی کھال کو کسی مشقت کے بغیر الٹ کر حشفہ کو کھولنا اور اس میں پانی پہنچانا ممکن ہو تو وہاں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ تنگ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں۔

(۵)ناف کے سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہے۔(۶)اسی طرح بدن کے ہر اس سوراخ میں جو مل نہ گیا ہو مثلاً کان میں بالی پہنی ہے یا ناک میں نتھ ہو تو غسل میں ان سوراخ کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے، اور اگر کان کی بالی وغیرہ نکالنے کے بعد وہ سوراخ مل گیا تو اس میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

(۷)اگر مرد کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں یعنی چوٹی بُنی ہوئی ہو اور غسل کرتے وقت بغیر چوٹی کو کھولے پانی ان بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے تب بھی اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا اور تمام بالوں کے درمیان اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے، ہاں اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں اور غسل کرتے وقت بغیر چوٹی کو کھولے ہوئے بالوں کے جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا فرض نہیں، اور اگر عورت اپنی چوٹی اتنی سخت گندھی ہوئی ہے کہ پانی اندر تک سرایت نہیں کرے گا تو اس کو کھول کر پانی پہنچانا فرض ہو گا۔

(۸)مرد کو اپنی داڑھی کے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اسی طرح داڑھی کے بالوں کے درمیان میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔(۹)مونچھ اور (۱۰)ابرو کے بالوں کی جڑوں میں اور ان کے درمیان میں پانی پہنچانا فرض ہے۔
(۱۱)یوں ہی عورت کو غسل جنابت وحیض ونفاس میں باہر کی فرج کا دھونا بھی فرض ہے۔

فَصْلٌ فِيْ سُنَنِ الْغُسْلِ

یہ فصل غسل کی سنتوں کے بیان میں ہے

يُسَنُّ فِيْ الْاِغْتِسَالِ اِثْنَا عَشَرَ شَيْئًا اَلْاِبْتِدَاءُ بِالتَّسْمِيَةِ وَالنِّيَّةُ وَغَسْلُ الْيَدَيْنِ اِلىٰ الرُّسْغَيْنِ وَغَسْلُ نَجَاسَةٍ لَوْ كَانَتْ بِانْفِرَادِهَا وَغَسْلُ فَرْجِهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَوُضُوْئِهِ لِلصَّلَاةِ فَيُثَلِّثُ الْغَسْلَ وَيَمْسَحُ الرَّأْسَ وَلٰكِنَّهُ يُؤَخِّرُ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ إِنْ كَانَ يَقِفُ فِيْ مَحَلٍّ يَجْتَمِعُ فِيْهِ الْمَاءُ۔

ترجمہ: غسل میں بارہ چیزیں سنت قرار دی گئی ہیں: (۱) بسم اللہ سے اور (۲) نیت کرنے سے اور (۳) گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونے سے ابتدا کرنا اور (۴) نجاست کو دھونا اگر بدن پر الگ سے لگی ہو اور (۵) اپنی شرمگاہ کو دھونا (۶) پھر وضو کرے نماز کے وضو کی طرح پس تین تین بار دھوئے اور سر کا مسح کرے لیکن دونوں پاؤں کو دھونا مؤخر کر دے، اگر ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں پانی جمع ہوتا ہو۔

ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلىٰ بَدَنِهٖ ثَلَاثًا وَلَوْ اِنْغَمَسَ فِيْ الْمَاءِ الْجَارِيْ أَوْ مَا فِيْ حُكْمِهٖ وَمَكَثَ فَقَدْ أَكْمَلَ السُّنَّةَ وَيَبْتَدِئُ فِيْ صَبِّ الْمَاءِ بِرَأْسِهٖ وَيَغْسِلُ بَعْدَهَا مَنْكِبَهُ الْأَيْمَنَ ثُمَّ الْأَيْسَرَ وَيَدْلُكُ جَسَدَهٗ وَيُوَالِيْ غَسْلَهٗ۔

ترجمہ: (۷) پھر اپنے بدن پر تین بار پانی بہائے اور اگر بہتے پانی میں غوطہ لگایا یا ایسے پانی میں جو بہتے پانی کے حکم میں ہو اور ٹھہرا رہا تو اس نے سنت کو مکمل کر لیا اور (۸) پانی کے بہانے میں اپنے سر سے شروع کرے اور (۹) اس کے بعد اپنے داہنے کندھے کو (۱۰) پھر بائیں کندھے کو دھوئے اور (۱۱) اپنے بدن کو ملے اور (۱۲) اپنے غسل کو لگاتار کرے۔

سوال: غسل کی کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: مصنف نے غسل کی بارہ سنتیں بیان کی ہیں۔

سوال: غسل کی سنتیں بالتفصیل بیان فرمائیں۔

جواب(۱) بسم اللہ پڑھنا **(۲)** نیت کرنا **(۳)** دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا پس بسم اللہ "کل امر ذی بال" والی حدیث کے عموم کی بنا پر سنت قرار پائی اور نیت یہ کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں جنابت کو دور کرنے کے لئے غسل کر رہا ہوں، اور برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھولے۔

سوال: ان تینوں چیزوں سے بیک وقت ابتداء کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: ان تینوں چیزوں سے بیک وقت ابتداء کرنا ممکن ہے اس لئے کہ نیت دل کا فعل ہے اور تسمیہ زبان کا اور ہاتھوں کا دھونا اعضاء کا فعل ہے، پس یہ تینوں غسل کی ابتداء میں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گی۔

(۴) اگر جسم پر کسی جگہ نجاست جیسے منی وغیرہ لگی ہو تو وضو اور غسل سے پہلے اس کو دھونا سنت ہے، تاکہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیلے۔

(۵) مرد وعورت کا غسل سے پہلے اپنے پیشاب کی جگہ کو دھونا سنت ہے اگرچہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔

(۶) جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرنا، پس وضو کے تمام مستحبات، سنن، فرائض ادا کرے مثلاً جس جس عضو کا دھونا فرض ہے ان کو تین تین بار دھوئے اور ظاہر روایت کے مطابق سر کا مسح بھی کرے اور ایک قول کے مطابق سر کا مسح نہ کرے، اور اگر وہ شخص ایسی جگہ میں غسل کر رہا ہے جہاں پر پانی جمع ہوتا ہے تو پاؤں کو نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے، کہ گندا پانی پاؤں میں لگے گا، اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر غسل کر رہا ہے تو اسی وضو میں پاؤں بھی دھولے۔

(۷) پورے بدن پر تین بار پانی بہانا سنت ہے اور اگر تین بار میں پورے بدن پر پانی نہیں پہنچا تو چوتھی یا پانچویں بار پانی ڈالے یہاں تک کہ سارے بدن پر پانی پہنچ جائے۔

سوال: اگر کوئی شخص جاری پانی یا کثیر پانی میں غسل کرے تو تثلیث کی سنت کیسے ادا ہو گی؟

جواب: اگر کوئی شخص جاری پانی یا کثیر پانی (جیسے بڑے حوض جو دہ در دہ کے برابر یا اس سے بڑا ہو) یا بارش میں وضو یا غسل کر رہا ہو تو وضو اور غسل کے بقدر رکا رہا تو تثلیث کی سنت ادا ہو جائے گی۔ اور اگر غوطہ لگانے سے پہلے کلی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا اور اگر پہلے غوطہ لگا لیا تو بعد میں کلی اور ناک میں پانی ڈالے، کہ یہ فرض ادا نہ کئے تو غسلِ

جنابت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں غسل کیا تو تین بار جسم کو حرکت دینے یا تین جگہ بدلنے سے تثلیث کی سنّت ادا ہو جائے گی۔

(۸) پورے بدن پر تینوں مرتبہ پانی بہانے کی ابتداء سر سے کرنا سنت ہے۔

(۹) پھر داہنے کندھے پر پانی بہائے کہ یہ سنت ہے۔

(۱۰) پھر بائیں کندھے پر پانی بہائے کہ یہ سنت ہے لیکن شمس الأئمہ حلوانی نے فرمایا کہ: پہلے داہنے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر اور پھر سر پر پانی بہائے کہ سیدھی طرف سے شروع کرنا سنت ہے لیکن مصنف نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا ہے۔

(۱۱) دلک کہتے ہیں اعضاء کو دھونے کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرنا، پس پہلی بار جب پانی ڈالے تو تمام اعضاء پر ہاتھ پھیرے تاکہ باقی دو دفعہ میں پورے جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے بالخصوص سردیوں میں کہ جلد خشک ہوتی ہے، پس غسل میں بدن کو ملنا سنت ہے واجب نہیں، لیکن امام ابو یوسف کی ایک روایت میں بدن کو ملنا واجب ہے۔

(۱۲) اپنے غسل کو لگاتار کرے یعنی تمام اعضائے بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کی حالت میں ایک عضو سوکھنے سے پہلے دوسرا عضو دھل جائے، ایسا نہ کرے کہ ایک عضو دھوئے پھر ٹھہر جائے یہاں تک کہ وہ عضو سوکھ جائے، پھر اس کے بعد دوسرے عضو کو دھوئے کہ یہ لگاتار نہ ہوا۔

فَصْلٌ فِيْ آدَابِ الْاِغْتِسَالِ

یہ فصل غسل کرنے کے آداب کے بیان میں ہے

وَآدَابُ الْاِغْتِسَالِ هِيَ آدَابُ الْوُضُوْءِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ لِأَنَّهُ يَكُوْنُ غَالِبًا مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ وَكُرِهَ فِيْهِ مَا كُرِهَ فِيْ الْوُضُوْءِ۔

ترجمہ: اور غسل کے آداب وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں مگر یہ کہ وہ قبلے کا استقبال نہ کرے، اس لئے کہ غسل اکثر ستر کھول کر ہوتا ہے، اور غسل میں مکروہ وہ چیزیں ہیں جو وضو میں مکروہ ہیں۔

سوال: غسل کے آداب کیا کیا ہیں؟

جواب: غسل کے آداب (مستحبات) وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں، مگر یہ کہ وضو میں قبلہ رو ہونا وضو کا ادب ہے اور غسل میں نہیں بلکہ منع ہے۔ کیونکہ اکثر غسل ستر کھول کر برہنہ کیا جاتا ہے، ہاں اگر کسی کپڑے وغیرہ سے ستر چھپا کر غسل کر رہا ہے تو استقبالِ قبلہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال: غسل کے مکروہات کون کون سی چیزیں ہیں؟

جواب: غسل کے مکروہات وہی ہیں جو وضو کے مکروہات ہیں، نیز ایک یہ بھی مکروہ ہے کہ غسل کے درمیان دعائوں کا پڑھنا، کہ وضو کے دوران دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے جبکہ غسل میں مکروہ ہے۔

فَصْلٌ: يُسَنُّ الْاِغْتِسَالُ لِاَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ

یہ فصل چار چیزوں کے لئے غسل کرنا سنت قرار دیا گیا ہے کے بیان میں ہے

اَلْأَشْيَاءُ الَّتِيْ يُسَنُّ لَهَا الْاِغْتِسَالُ

يُسَنُّ الْاِغْتِسَالُ لِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ وَصَلَاةُ الْعِيْدَيْنِ وَلِلْإِحْرَامِ وَلِلْحَاجِّ فِيْ عَرَفَةَ بَعْدَ الزَّوَالِ۔

ترجمہ: چار چیزوں کے لئے غسل کرنا سنت قرار دیا گیا ہے، (۱) جمعہ کی نماز کے لئے، اور (۲) عیدین کی نماز کے لئے اور (۳) احرام کے لئے، اور (۴) حاجی کے لئے عرفات میں زوال کے بعد۔

وَيُنْدَبُ الْاِغْتِسَالُ فِيْ سِتَّةَ عَشَرَ شَيْئًا

لِمَنْ أَسْلَمَ طَاهِرًا وَلِمَنْ بَلَغَ بِالسِّنِّ وَلِمَنْ أَفَاقَ مِنْ جُنُوْنٍ وَعِنْدَ حِجَامَةٍ وَغَسْلِ مَيِّتٍ وَفِيْ لَيْلَةِ بَرَاءَةَ وَلَيْلَةِ الْقَدْرِ إِذَا رَآهَا وَلِدُخُوْلِ مَدِيْنَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْوُقُوْفِ بِمُزْدَلِفَةَ غَدَاةَ يَوْمِ النَّحْرِ وَعِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ وَ لِطَوَافِ الزِّيَارَةِ وَلِصَلَاةِ كُسُوْفٍ وَاِسْتِسْقَاءٍ وَفَزَعٍ وَظُلْمَةٍ وَرِيْحٍ شَدِيْدَةٍ۔

ترجمہ: اور سولہ چیزوں میں غسل کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے، اس شخص کے لئے جو پاکی حالت میں اسلام لائے، اور اس شخص کے لئے جو عمر سے بالغ ہوا، اور اس شخص کے لئے جو جنون سے افاقہ پائے، اور پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کے غسل کے بعد اور شب براءت میں اور شب قدر میں جبکہ اس کو دیکھے اور نبی ﷺ کے شہر میں داخل ہونے کے لئے، اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے یوم نحر کے صبح کو، اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت، اور طواف زیادت کے لئے، اور گرہن کی نماز کے لئے، اور استسقاء کی نماز کے لئے، اور گھبراہٹ کی نماز کے لئے، اور تاریکی کی نماز کے لئے، اور شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے۔

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: چار چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے غسل کرنا سنت ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا صحیح مذہب کے مطابق سنت ہے، اس لئے کہ نماز وقت سے افضل ہے، جمعہ کے غسل میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے دن کی وجہ سے غسل مسنون ہے یا نمازِ جمعہ کی وجہ سے غسل مسنون ہے، پس حسن بن زیاد کا قول: جمعہ کے دن کی وجہ سے سنت ہے جبکہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کی وجہ سے سنت ہے، مصنف نے امام ابو یوسف کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(۲) عیدین کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے، کہ عیدین کا دن بمنزلۂ جمعہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی لوگوں کا اجماع ہوتا ہے، پس غسل کی وجہ سے پسینہ وغیرہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہیں ہوگی۔ اور حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف کا یہاں پر بھی وہی اختلاف ہے جو جمعہ کے غسل کے بارے میں ہے۔

(۳) حج یا عمرہ کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے، اور یہ غسل صفائی کے لئے ہے پاکی کے لئے نہیں ہے، اس لئے عورت حج کا احرام باندھتے ہوئے حیض و نفاس کی حالت میں ہو تب بھی اس کے لئے غسل کرنا سنت ہے تاکہ صفائی حاصل ہو جائے کیونکہ حیض و نفاس کے جاری ہونے کی وجہ سے پاکی تو حاصل نہیں ہو سکتی۔

(۴) حاجی کے لئے عرفات کے میدان میں وقوفِ عرفہ کے لئے زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے، پس حاجی کے علاوہ کسی دوسرے لوگوں کے لئے عرفہ کے دن غسل کرنا سنت نہیں ہے۔

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے؟ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: سولہ چیزوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جب کوئی کافر مرد یا عورت جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہو اور اسی پاکی کی حالت میں اسلام لائے تو اس کو آثار کفر سے نظافت حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، اور اگر ناپاکی کی حالت میں مسلمان ہوئے تو معتمد قول کے مطابق ان پر غسل کرنا فرض ہے۔

(۲) نابالغ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے بالغ ہوں یعنی وہ پورے پندرہ سال کے ہو جائیں، اور اس وقت تک ان میں بلوغ کی کوئی نشانی نہ پائی جائے تو مفتی بہ قول کی بنا پر ان کو غسل کرنا مستحب ہے، اور اگر احتلام یا انزال یا احمال (حاملہ کر دینے) یا حیض و نفاس یا حاملہ ہونے سے بالغ ہوئے تو ان صورتوں میں ان پر غسل فرض ہو گا۔

(۳) مجنون (پاگل) کو جب جنون سے افاقہ ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے، اسی طرح نشہ اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد افاقہ کی نعمت کے شکرانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) حجامت (پچھنا لگوانے) سے جب فارغ ہو جائے تو اس کے بعد غسل کرنا مستحب ہے، حجامت علاج کا ایک قدیم طریقہ ہے جس میں پائپ نما کوئی چیز جسم کے کسی حصے میں داخل کر کے فاسد خون کھینچا جاتا ہے۔

(۵) میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۶) شعبان کی پندرہویں میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے اور بیری کے سات پتوں کو جوش دے کر اس پانی سے غسل کرنے سے سال بھر جادو سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۷) رمضان کی شبِ قدر میں جب کہ اس کو یقین کے ساتھ دیکھ لے تو اس میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے۔

(۸) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، اور یہ مدینۂ منورہ کی تعظیم و حرمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہے۔

(۹) حاجی جب ۹ ذی الحجہ کو مغرب کے بعد مزدلفہ پہنچتے ہیں اور رات بھر وہاں رہتے ہیں تو ان کے لئے رات گزارنے کے بعد صبح صادق کے وقت غسل کرنا مستحب ہے اور یہ صبح یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کی ہو گی کہ جس دن قربانی ہونی ہے۔

(۱۰) مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت، مکۂ مکرمہ کی تعظیم و تکریم کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) طواف زیارت کے لئے طواف کرنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے تا کہ طواف اکمل طہارت کے ساتھ ادا ہو، اور بیت اللہ کی تعظیم کا حق بھی ادا ہو، طوافِ زیارت ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کرنے کے بعد سے لیکر مکہ مکرمہ چھوڑنے سے پہلے تک کسی بھی وقت میں کیا جا سکتا ہے۔

(۱۲) سورج و چاند گرہن کی نماز ادا کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، کہ ان کی نماز پڑھنا سنت ہے۔

(۱۳) طلبِ بارش کے لئے جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ استسقاء کہتے ہیں، اس نماز کو ادا کرنے کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۴) خوف اور مصیبت کو دور کرنے کے لئے جب نماز پڑھی جائے تو غسل کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۵) دن میں تاریکی چھا جانے کے وقت کی نماز کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۶) رات یا دن میں شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

نوٹ: اس قسم کی ہولناک غیر معمولی حوادث کے پیش آنے پر اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان گھبرا کر اپنے مالک و خالق کی بارگاہ میں جھک جائے اور گناہوں سے توبہ کرے، لہذا اس کے لئے بہتر ہے کہ نہا دھو کر اپنے پاک پروردگار کی طرف متوجہ ہو۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

یہ تیمم کا باب ہے

شُرُوْطُ صِحَّتِهٖ

يَصِحُّ التَّيَمُّمُ بِشُرُوْطٍ ثَمَانِيَةٍ اَلْأَوَّلُ اَلنِّيَّةُ وَحَقِيْقَتُهَا عَقْدُ الْقَلْبِ عَلَى الْفِعْلِ وَوَقْتُهَا عِنْدَ ضَرْبِ يَدِهٖ عَلٰى مَا يَتَيَمَّمُ بِهٖ وَشُرُوْطُ صِحَّةِ النِّيَّةِ ثَلَاثَةٌ اَلْإِسْلَامُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْعِلْمُ بِمَا يَنْوِيْهِ وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ التَّيَمُّمِ لِلصَّلَاةِ بِهٖ أَحَدُ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ إِمَّا نِيَّةُ الطَّهَارَةِ أَوْ اِسْتِبَاحَةِ الصَّلَاةِ أَوْ نِيَّةُ عِبَادَةٍ مَقْصُوْدَةٍ لَا تَصِحُّ بِدُوْنِ طَهَارَةٍ فَلَا يُصَلِّيْ بِهٖ إِذَا نَوٰى التَّيَمُّمَ فَقَطْ أَوْ نَوَاهُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَلَمْ يَكُنْ جُنُبًا۔

ترجمہ: تیمم آٹھ شرطوں کے ساتھ صحیح ہوتا ہے، پہلی شرط نیت ہے، اور نیت کی حقیقت فعل (کسی کام کو کرنے) پر دل کو پختہ کرلینا ہے، اور نیت کا وقت اس چیز پر ہاتھ مارتے وقت ہے جس سے وہ تیمم کررہا ہے، اور نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں اسلام اور تمیز اور اس چیز کا علم جس کی وہ نیت کررہا ہے، اور تیمم کی نیت کے صحیح ہونے کی شرط لگائی جاتی ہے (یعنی اس تیمم سے نماز صحیح ہونے کے لئے) تین چیزوں میں سے کوئی ایک (کا ہونا) یا پاکی کی نیت ہو یا نماز کے جائز ہونے کی نیت ہو یا اس عبادت مقصودہ کی نیت ہو جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی ہے، پس اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا جبکہ وہ صرف تیمم کی نیت کی ہو یا تیمم سے قرآن پڑھنے کے لئے نیت کرے اس حال میں کہ وہ جنبی نہ ہو۔

سوال: تیمم کا بیان وضوو غسل کے بعد کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: طہارت حاصل کرنے کے لئے دو ذرائع ہیں:

(۱) پانی (۲) مٹی، چونکہ پانی سے طہارت حاصل کرنا اصل ہے اور مٹی سے طہارت حاصل کرنا اس کا بدل ہے، اور بدل اصل کے بعد ہوتا ہے اس لئے مصنف نے وضوو غسل (جو کہ پانی سے کئے جاتے ہیں) کے بعد تیمم (جو کہ مٹی سے کیا جاتا ہے) کو بیان فرمایا۔

سوال: مسح علی الخفین کو تیمم کے بعد بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ پانی سے کیا جاتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم کا ثبوت قرآن سے ہے جبکہ مسح علی الخفین کا ثبوت سنت سے ہے لہذا قرآن سے ثابت شدہ چیز کو مقدم کیا اور سنت سے ثابت شدہ چیز کو مؤخر کیا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تیمم کل وضو و غسل کا بدل ہے جبکہ مسح علی الخفین صرف وضو کا، اور وہ بھی وضو کے ایک رکن (پیر دھونے) کا بدل ہے۔

سوال: تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کردیں۔

جواب: تیمم کا لغوی معنی مطلقاً ارادہ کرنا ہے جبکہ شریعت کی اصطلاح میں تیمم چہرے اور دونوں ہاتھوں کا پاک مٹی سے مسح کرنا ہے، اور تیمم اسی امت کے ساتھ خاص ہے اگلی امتوں میں نہیں تھا۔

سوال: تیمم کے صحیح ہونے کی کتنی شرطیں ہیں؟ اور کون کون سی ہیں؟

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) نیت کرنا۔ (۲) ایسا عذر جو تیمم کو مباح کردینے والا ہو۔ (۳) ایسی پاک چیز سے ہونا جو زمین کی جنس سے ہو۔ (۴) مسح کی جگہ کو گھیرنا۔ (۵) پورے ہاتھ یا اس کے اکثر سے مسح کرنا۔ (۶) دو ضربوں سے مسح کرنا۔ (۷) جو چیزیں تیمم کے منافی ہیں ان کا بند ہونا۔ (۸) ان چیزوں کا زائل ہونا جو مسح کو مانع ہوں۔

سوال: نیت کی حقیقت کیا ہے اور اس کا وقت کب ہوتا ہے؟

جواب: نیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی کام کے کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرے، زبان سے اظہار ضروری نہیں البتہ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے، مثلاً یوں نیت کرے کہ: بے وضوئی یا بے غسلی یا دونوں سے پاکی حاصل کرنے اور نماز جائز ہونے کے لئے تیمم کرتا ہوں، اور نیت کا وقت وہ وقت ہے کہ مٹی وغیرہ پر تیمم کے لئے جب ہاتھ مارے تو اس وقت نیت کرے۔

سوال: نیت کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

(۱) اسلام (۲) تمیز (۳) اس چیز کی نیت کا ہونا جس کی نیت کر رہا ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ تیمم کی نیت کرنے والا مسلمان ہو پس اگر کافر نے مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کیا اور مسلمان ہوا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ جس وقت اس نے تیمم کیا ہے اس وقت وہ نیت کا اہل نہیں تھا۔

(۲) دوسری شرط تمیز ہے یعنی سمجھ دار اور ہوش مند ہونا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھے پس اگر ایسا بچہ ہو جس کو اتنی سمجھ نہ ہو یا نشہ کیا ہو جس کی وجہ سے اسے اپنے کہے کا ہوش نہ ہو تو اس کا تیمم صحیح نہیں ہو گا کیونکہ نیت میں تمیز شرط ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس چیز کا علم ہو جس کی نیت کر رہا ہے، لہٰذا اگر نیت کے الفاظ عربی زبان میں کہے اور اس کا مطلب نہ سمجھا تو اس کی نیت درست نہیں ہو گی اور یوں تیمم بھی صحیح نہ ہو گا۔

سوال: جس تیمم سے نماز جائز ہوتی ہے اس تیمم کے نیت کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں ؟مفصل بیان کریں۔

جواب: جس تیمم سے نماز جائز ہوتی ہے اس تیمم کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، یعنی نماز صرف اسی تیمم سے جائز ہے جس تیمم میں ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے۔

(۱) اس تیمم سے پاکی حاصل کرنے کی نیت کی ہو مثلاً یوں نیت کرے کہ میں پاکی حاصل کرنے کے لئے تیمم کرتا ہوں، پس اس طرح اس تیمم سے نماز ادا کرنا صحیح ہو گا۔

(۲) یا اس تیمم سے نماز کے جائز ہونے کی نیت کی ہو مثلاً یہ نیت کرے کہ میں نماز کے مباح ہو جانے لئے تیمم کرتا ہوں، پس اس طرح اس تیمم سے نماز ادا کرنا صحیح ہو گا۔

(۳) یا اس تیمم سے ایسی عبادتِ مقصودہ کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر درست نہیں ہوتی مثلاً نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کرنے کی نیت سے تیمم کرے، تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہو گا۔

سوال: عبادت مقصودہ کس عبادت کو کہتے ہیں؟

جواب: عبادتِ مقصودہ وہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کو ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ بخلاف قرآن کو چھونا کہ اس سے

صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادت یعنی تلاوت کرنا مقصود ہوتا ہے پس قرآن کو چھونے کے لئے کئے ہوئے تیمم سے نماز جائز نہیں ہے۔

سوال: کیاعبادت مقصودہ کے لئے کئے جانے والے تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نہیں بلکہ ایک شرط اور ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عبادت مقصودہ ایسی ہو جو طہارت کے بغیر درست نہ ہو جیسے نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ پس اگر وہ عبادت مقصودہ تو ہو مگر طہارت کے بغیر درست ہو جیسے یاد کئے ہوئے قرآن کو پڑھنا پس اگر یاد کئے ہوئے قرآن کو پڑھنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز ادا کرنا درست نہیں ہو گا۔

یوں ہی اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وُضو نے قرآن مجید پڑھنے (ان سب کے لئے طہارت شرط نہیں) کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز جائز نہیں بلکہ جس کے لئے کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول، ج۱، ص۲٦)

سوال: غیر جنبی شخص نے صرف تیمم کی نیت کی تو کیا اس تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: غیر جنبی شخص نے صرف تیمم کی نیت کی مثلاً یوں نیت کی کہ میں تیمم کرتا ہوں تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے کیونکہ مذکورہ تین شرائط میں سے ایک بھی شرط نہیں پائی گئی۔

سوال: غیر جنبی شخص نے قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے تیمم کیا تو کیا اس تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہے؟

جواب: غیر جنبی شخص نے قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ مذکورہ تین شرائط میں سے ایک بھی شرط نہیں پائی گئی یعنی طہارت کی نیت یا نماز کو مباح کرنے کی نیت یا عبادت مقصودہ کی نیت جو بغیر طہارت کے جائز نہیں، ہاں اگر دونوں صورتوں میں وہ شخص جنبی ہو تو اس کا پہلا مقصود طہارت کی نیت ہو گی اور جو تیمم پاکی کی نیت سے کیا گیا ہو اس سے نماز ادا کرنا درست ہے۔

اَلثَّانِيْ اَلْعُذْرُ الْمُبِيْحُ لِلتَّيَمُّمِ كَبُعْدِهٖ مِيْلًا عَنْ مَاءٍ وَلَوْ فِيْ الْمِصْرِ وَحُصُوْلِ مَرَضٍ وَبَرْدٍ يُخَافُ مِنْهُ التَّلَفُ أَوِ الْمَرَضُ وَخَوْفِ عَدُوٍّ وَعَطَشٍ وَاِحْتِيَاجٍ لِعَجَنٍ لَا لِطَبْخِ مَرَقٍ وَلِفَقْدِ آلَةٍ وَخَوْفِ فَوْتِ صَلَاةِ جَنَازَةٍ أَوْ عِيْدٍ وَلَوْ بِنَاءً وَلَيْسَ مِنَ الْعُذْرِ خَوْفُ فَوْتِ الْجُمُعَةِ وَالْوَقْتِ۔

ترجمہ: دوسری شرط، ایسا عذر جو تیمم کو مباح کرنے والا ہو جیسے کسی شخص کا پانی سے ایک میل دور ہونا اگرچہ شہر میں ہو اور بیماری کا حصول اور ایسی ٹھنڈ کا ہونا جس سے عضو کے تلف ہونے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو، اور دشمن اور پیاس کا خوف ہو، اور آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو، نہ کہ شوربا پکانے کی اور آلہ کے نہ ہونے کے وقت اور نماز جنازہ یا نماز عید کے فوت ہونے کا خوف ہو اگرچہ بناء کے طور پر ہو، اور جمعہ اور وقت کے فوت ہونے کا خوف کوئی عذر نہیں ہے۔

سوال: تیمم کے صحیح ہونے کی دوسری شرط کون سی ہے؟

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی کو کوئی ایسا عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے تیمم کرنا اس کے لئے مباح یعنی جائز ہو جائے۔

سوال: تیمم کے صحیح ہونے کے لئے کتنے اور کون کون سے اعذار ہیں؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: مصنف نے ایسے اعذار سات بیان کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پانی کا ایک میل دور ہونا: پس جس شخص کے پاس اتنا پانی نہ ہو جو حدث دور کرنے کے لئے کافی ہو اور اس شخص کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو خواہ وہ شہر میں ہو یا شہر سے باہر ہو تو ایسے شخص کے لئے تیمم کرنا جائز ہے کہ پانی سے ایک میل دور ہونا ایسا عذر ہے جو تیمم کو مباح کر دینے والا ہے۔

(۲) مرض کا ہونا: اگر کسی شخص کے پاس پانی تو موجود ہے لیکن وہ بیمار ہے اور پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں اس شخص کو تیمم کرنا جائز ہے، یا سردی کا موسم ہے اور کسی کو غسل جنابت کی حاجت پڑ گئی، اور یہ خوف ہو کہ غسل کرنے کی وجہ سے اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا یا وہ بیمار پڑ جائے گا تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۳) دشمن یا پیاس کا خوف ہو: سات اعذار میں سے ایک عذر دشمن کا خوف بھی ہے اور اس دشمن سے خوف اپنی جان کا ہو یا مال کا، اور وہ مال اپنا ہو یا امانت کا ہو، مطلب یہ کہ پانی تو موجود ہے مگر یہ خوف ہے کہ اگر پانی لینے کو گیا تو دشمن اس کو ہلاک کر دے گا یا اس کے مال کو لوٹ لے گا یا یہ عورت یا امرد ہے کہ وہ عزت پر ہاتھ ڈالے گا، یا پانی تو ہے مگر وضو یا غسل کے صرف میں لائے گا تو خود یا دوسرا مسلمان یا اپنا یا اس کا جانور اگر چہ وہ کتا ہو جس کا پالنا جائز ہے پیاسارہ جائے گا اور اپنی یا ان میں سے کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ، اس کا صحیح اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی کا پتہ نہیں، تو تیمم کرنا جائز ہے۔ (فیضانِ فرض علوم صفحہ ۱۴۹)

(۴) آٹا گوندھنے کی ضرورت: پانی اس قدر کم ہے کہ اگر اس نے پانی سے وضو کر لیا تو اب آٹا گوندھنے کے لئے پانی باقی نہ رہے گا تو ایسی صورت میں وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے اور پانی کو آٹا گوندھنے کے استعمال میں لائے لیکن شوربا پکانے کی ضرورت کے لئے تیمم جائز نہیں ہے اس لئے کہ بغیر شوربے کے بھی کام چل سکتا ہے جبکہ آٹا کو گوندھے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

(۵) آلہ کا نہ ہونا: یعنی پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر سکتا ہے مثلاً جب کوئیں پر پہنچا تو ڈول اور رسی نہیں کہ پانی بھرے تو تیمم کرنا جائز ہے۔

(۶) نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف: اگر جنازہ حاضر ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرنے میں لگ گیا تو نماز جنازہ پڑھ لی جائے گی تو غیر ولی کو تیمم کر کے شرکت کر لینا جائز ہے، مگر ولی کو جائز نہیں کہ لوگ اس کا انتظار کریں گے، اور اگر لوگ بے اس کی اجازت پڑھ بھی لیں تو یہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

(۷) نماز عید کے فوت ہونے کا خوف: یعنی نماز عید پڑھنے کے لئے آیا اور یہ خوف ہے کہ اگر وضو کرنے میں مشغول ہوا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو یہ شخص تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔

سوال: ایک میل کتنا ہوتا ہے؟

جواب: ایک میل ۱۷۶۰ گز، یا ۸ فرلانگ، یا ۳ فرسخ، یا ۴ ہزار قدم کا ہوتا ہے۔

سوال: ”ولو بناءً“ کا کیا مطلب ہیں؟

جواب: متن میں ''ولوبناءً'' کہہ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے وضو سے نماز جنازہ یا نماز عید شروع کی تھی پھر اس کو حدث ہو گیا اب اس کو یہ خوف ہے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مشغول ہو گا تو نماز بھیڑ کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی، تو تیمم کر کے فوراً بناء کرے یعنی جہاں سے چھوڑی تھی وہیں سے مکمل کرے۔ بناء کے تفصیلی مسائل کتاب الصلوۃ میں بیان ہوں گے ان شاء اللہ عزوجل۔

سوال: نماز جمعہ اور وقتوں کے فوت ہونے کے خوف سے کیا تیمم کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر وضو میں مشغول ہونے سے نماز جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کی اجازت نہیں ہے بلکہ وضو کرنا ضروری ہے، پس اگر وضو کے بعد کہیں نماز جمعہ مل جائے تو ادا کرلے ورنہ تو ظہر کی نماز ادا کرے کہ جمعہ کا خلیفہ ظہر موجود ہے، اسی طرح اگر وضو میں مشغول ہو گا تو کسی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو اس خوف کی وجہ سے بھی تیمم جائز نہیں ہے بلکہ وضو کر کے قضاء پڑھے کہ قضاء وقتیہ کا خلیفہ موجود ہے۔

مگر مفتی بہ قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو و غسل کر کے اعادہ کرے کہ لازم ہے۔ اور یہ اس لئے ہے تا کہ قضا کا گناہ نہ ہو۔

اَلثَّالِثُ أَنْ يَكُوْنَ التَّيَمُّمُ بِطَاهِرٍ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ كَالتُّرَابِ وَالْحَجَرِ وَالرَّمْلِ لَا الْحَطَبِ وَالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ اَلرَّابِعُ اِسْتِيْعَابُ الْمَحَلِّ بِالْمَسْحِ اَلْخَامِسُ أَنْ يَمْسَحَ بِجَمِيْعِ الْيَدِ أَوْ بِأَكْثَرِهَا حَتّٰى لَوْ مَسَحَ بِإِصْبَعَيْنِ لَا يَجُوْزُ وَلَوْ كَرَّرَ حَتّٰى اِسْتَوْعَبَ بِخِلَافِ مَسْحِ الرَّأْسِ۔

ترجمہ: تیسری شرط تیمم کا ایسی پاک چیز سے ہونا جو زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، پتھر اور ریت، نہ کہ لکڑی، چاندی اور سونا۔ چوتھی شرط مسح سے جگہ کو گھیرنا پانچوی شرط پورے ہاتھ سے یا اکثر ہاتھ سے مسح کرنا یہاں تک کہ دو انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہیں ہے اگر چہ بار بار کرے یہاں تک کہ پورے عضو کو گھیر لے بخلاف سر کے مسح کے۔

اَلسَّادِسُ أَنْ يَكُوْنَ بِضَرْبَتَيْنِ بِبَاطِنِ الْكَفَّيْنِ وَلَوْ فِيْ مَكَانٍ وَاحِدٍ وَيَقُوْمُ مَقَامَ الضَّرْبَتَيْنِ إِصَابَةُ التُّرَابِ بِجَسَدِهٖ إِذَا مَسَحَهٗ بِنِيَّةِ التَّيَمُّمِ اَلسَّابِعُ اِنْقِطَاعُ مَا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ أَوْ نِفَاسٍ أَوْ حَدَثٍ اَلثَّامِنُ زَوَالُ مَا يَمْنَعُ الْمَسْحَ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ ۔

ترجمہ: چھٹی شرط۔ دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے دو ضربوں کے ساتھ ہونا اگرچہ ایک ہی جگہ میں ہوں۔ اور مٹی کا بدن پر لگ جانا دو ضربوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے جبکہ تیمم کی نیت سے اس پر مسح کیا ہو، ساتویں شرط جو چیزیں تیمم کے منافی ہیں ان کا ختم ہو جانا یعنی حیض، نفاس یا حدث۔ آٹھویں شرط ان چیزوں کا زائل ہونا جو مسح کو مانع ہو جیسے موم اور چربی۔

سوال: تیمم کی تیسری شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کن کن چیزوں سے تیمم کرنا صحیح ہے؟

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم پاک چیز سے ہو اور متن میں طاہر بمعنی طہور ہے یعنی وہ چیز ایسی ہو جو پاک کرنے والی ہو، لہٰذا اگر زمین پر نجاست لگ جائے پھر وہ خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو وہ زمین پاک ہو گئی اس پر نماز پڑھنا درست ہے لیکن تیمم کرنا درست نہیں کہ وہ پاک کرنے والی نہیں ہے، اور دوسری بات یہ کہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، پتھر، ریت وغیرہ۔ اور جو زمین کی جنس سے نہ ہو اس سے تیمم جائز نہیں ہے۔ جیسے لکڑی، سونا، چاندی وغیرہ ہاں اگر غبار ہو تو جائز ہے۔

سوال: زمین کی جنس سے ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب: جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے، نہ نرم پڑتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے جیسے ریتا، سرمہ، چونا، ہڑتال، گندھک مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر، اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ (فیضان فرض علوم - ص - ۱۵۵)

سوال: کن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا؟

جواب: جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی ہو یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی سونا، تانبا، پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں، اس لئے ان سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی چوتھی شرط مسح کی جگہ کو گھیرنا ہے اور مسح کی جگہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ہیں یعنی اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی جگہ باقی رہ گئی تو تیمم صحیح نہ ہو گا، پس اگر

انگوٹھی، کنگن، یا چوڑی وغیرہ پہنیں ہوں تو ان کو نکال دے یا انہیں ہٹا کر ان کے نیچے مسح کرے اور انگلیوں کا خلال کرے اور ان بالوں کا جو چہرے پر ہیں اور جو جگہ کانوں اور داڑھی کے بیچ میں ہے اس کا مسح بھی ضروری ہے۔

سوال: پانچوی شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کتنی انگلیوں سے مسح کرنا چاہئے تو ہو گا ورنہ نہیں؟

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی پانچوی شرط یہ ہے کہ اعضائے تیمم کا مسح پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے کرے، اکثر سے مراد یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح صحیح نہیں، پس اگر دو انگلیوں سے بار بار مسح کر کے پورے عضو پر پھیر لیا جس کی وجہ سے پورا عضو گھر گیا تب بھی مسح صحیح نہیں ہو گا، کیونکہ پورے ہاتھ یا اس کے اکثر سے مسح کرنا شرط ہے، بخلاف سر کے مسح کے یعنی وضو میں سر کے مسح کا حکم الگ ہے کہ دو انگلیوں سے بار بار مسح کیا یہاں تک کہ چوتھائی سر کے برابر ہو گیا تو مسح ادا ہو گیا۔

سوال: چھٹی شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کتنے ضربوں سے تیمم کرنا شرط ہے؟

جواب: تیمم کے صحیح ہونے کی چھٹی شرط یہ ہے کہ دو ضربوں یعنی دو دفعہ ہاتھ زمین پر مار کر تیمم کرے۔ ایک ضرب سے چہرے کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے پس اگر ایک ہی ضرب سے دونوں عضو پر مسح کیا تو تیمم صحیح نہیں ہو گا۔

سوال: کیا دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے مسح کرنا ضروری ہے؟

جواب: اعلی حضرت رضی اللہ عنہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں فتاوی شامی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ دونوں ضرب دونوں ہتھیلیوں کے باطن یعنی اندر کے حصے سے ہونا سنت ہے اور ایسے ہی ظاہری حصے سے بھی پس اگر کسی نے ظاہر کف سے ضرب لگائی تو بھی کافی ہے۔ جبکہ مصنف نے باطن سے مسح کرنے کو شرط قرار دیا ہے جو کہ اب غیر مفتی بہ ہے۔

سوال: دونوں ضرب الگ الگ جگہ سے لگائے یا ایک جگہ سے بھی کر سکتے ہیں؟

جواب: دو ضرب ایک ہی جگہ میں لگائی تو بھی کافی ہے ایک جگہ ضرب لگانے سے وہ جگہ مستعمل نہیں ہوتی، اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ اگر ایک پتھر سے پوری جماعت نے تیمم کیا جائز ہے۔

سوال: کسی کے بدن پر مٹی لگی اور اس نے تیمم کی نیت سے مسح کر لیا تو کیا تیمم ہو جائے گا؟

جواب: ہاں! ہو جائے گا، اگر کسی شخص کے بدن پر مٹی یا غبار لگی یا مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا، اور مٹی اعضائے تیمم پر پہنچ گئی اور اس نے تیمم کی نیت سے اعضائے تیمم پر ہاتھ پھیر لیا تو اس کا تیمم درست ہو گیا، اور یہ تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرنا دو ضربوں کے قائم مقام ہو جائے گا۔

سوال: ساتویں شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کن چیزوں کے ہوتے ہوئے تیمم صحیح نہیں ہوتا؟

جواب: جس طرح وضو صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ حیض و نفاس اور حدث بند ہوں، اسی طرح تیمم کے صحیح ہونے کے لئے بھی یہی شرط ہے کہ حیض و نفاس اور حدث یعنی (پیشاب وخون کے قطرے) نہ آتے ہوں کہ ان کے ہوتے ہوئے تیمم کرے گا تو صحیح نہ ہو گا۔

سوال: آٹھوی شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کن کن چیزوں کو تیمم کے صحیح ہونے کے لئے ختم کرنا ضروری ہے؟

جواب: اعضائے مسح پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جو مسح کو روکنے والی ہو جیسے چربی، موم، پس اگر اعضائے مسح پر موم یا چربی ہو گی تو مسح موم یا چربی پر ہو گا جسم پر نہیں ہو گا اس لئے تیمم صحیح نہیں ہو گا۔

سَبَبُ التَّيَمُّمِ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِهٖ

وَسَبَبُهٗ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِهٖ كَمَا ذُكِرَ فِيْ الْوُضُوْءِ أَرْكَانُهٗ وَرُكْنَاهُ مَسْحُ الْيَدَيْنِ وَالْوَجْهِ۔

ترجمہ: اور تیمم کا سبب اور اس کے واجب ہونے کی شرطیں وہیں ہیں جو وضو کے بیان میں ذکر کی گئیں اور تیمم کے دو رکن ہیں (۱) دونوں ہاتھوں اور (۲) چہرے کا مسح کرنا۔

سُنَنُهٗ

وَسُنَنُ التَّيَمُّمِ سَبْعَةٌ اَلتَّسْمِيَةُ فِيْ أَوَّلِهٖ وَالتَّرْتِيْبُ وَالْمُوَالَاةُ وَإِقْبَالُ الْيَدَيْنِ بَعْدَ وَضْعِهِمَا فِيْ التُّرَابِ وَإِدْبَارُهُمَا وَنَفْضُهُمَا وَتَفْرِيْجُ الْأَصَابِعِ۔

ترجمہ: اور تیمم کی سنتیں سات ہیں (۱) تیمم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۲) اور ترتیب (۳) اور پے در پے کرنا اور (۴) دونوں ہاتھوں کو مٹی میں رکھنے کے بعد آگے کو بڑھانا اور (۵) پیچھے کو لانا اور (٦) دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا اور (۷) انگلیوں کو کھلا رکھنا۔

تَأْخِيْرُ التَّيَمُّمِ

وَنُدِبَ تَأْخِيْرُ التَّيَمُّمِ لِمَنْ يَرْجُوْ الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَقْتِ وَيَجِبُ التَّأْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالْمَاءِ وَلَوْ خَافَ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ التَّأْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالثَّوْبِ أَوِ السِّقَاءِ مَا لَمْ يَخَفِ الْقَضَاءَ۔

ترجمہ: اور تیمم کو مؤخر کرنا مستحب ہے اس شخص کے لئے جو وقت کے نکلنے سے پہلے پانی کی (امید رکھتا ہو) اور پانی کے وعدے کی وجہ سے تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے اگرچہ قضا کا خوف ہو، اور کپڑے یا مشک کے وعدے کی وجہ سے تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے جب تک قضا کا خوف نہ ہو۔

سوال: تیمم کا سبب اور اس کے واجب ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: تیمم کا سبب یہ ہے کہ اس فعل کو کرنے کا ارادہ جو طہارت کے بغیر حلال نہ ہو جیسے نماز۔ اور تیمم کے واجب ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو وضو کے واجب ہونے کی شرطیں ہیں جس کا بیان سوال نمبر ۹۸ میں مذکور ہے اور وہ آٹھ ہیں (۱) عاقل ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) مسلمان ہونا (۴) حدث کا پایا جانا (۵) حیض (٦) نفاس (۷) وقت کا تنگ نہ ہونا (۸) جس سے تیمم جائز ہے اس پر قادر ہونا۔

سوال: تیمم کے رکن کتنے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: تیمم کے رکن دو ہیں (۱) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا (۲) چہرے کا مسح کرنا۔ حالانکہ دیگر کتابوں میں تیمم کے تین فرض بیان ہوئے ہیں:

(۱) نیت: اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہو گا۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۳، ص۳۷۳)

(۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا (۳) چہرے کا مسح کرنا۔

سوال: تیمم کی کتنی اور کون کون سی سنتیں ہیں؟

جواب: تیمم کی سنتیں سات ہیں (۱) بسم اللہ سے شروع کرنا (۲) ترتیب، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے چہرے کا مسح کرے پھر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔ (۳) پے در پے یعنی تیمم کرنے کے درمیان توقف نہ کرے مثلاً چہرے کا مسح کرنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول ہو جائے اور کچھ دیر کے بعد ہاتھوں کا مسح کرے، یہ سنت کے خلاف ہے۔ (۴) ہاتھوں کو مٹی میں رکھنے کے بعد آگے کو بڑھائے۔ (۵) پھر پیچھے کو لائے تاکہ غبار انگلیوں کے بیچ میں اچھی طرح پہنچ جائے۔ (۶) مٹی پر ہاتھوں کو مارنے کے بعد جب اٹھائے تو ان دونوں کو جھاڑے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں انگوٹھوں کی جڑ کو آپس میں ٹکرا دے تاکہ زائد مٹی گر جائے اور چہرے کا مثلہ نہ ہو (۷) مٹی میں جب دونوں ہاتھوں کو مارے اس وقت انگلیوں کو کھلا ہوا رکھے ملا کر نہ رکھے۔

سوال: جس شخص کو یہ امید ہو کہ نماز کے آخر وقت تک پانی مل جائے گا اس کے لئے تیمم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی شخص سے پانی ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہو اور اس کو یہ امید ہو کہ نماز کے آخر وقت تک پانی مل جائے گا تو اس صورت میں تیمم کو آخر وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر ملنے کی امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے بلکہ وقت مستحب میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اور آخر وقت سے مراد مستحب وقت کا آخر ہے۔

سوال: اگر کسی نے پانی لا کر دینے کا وعدہ کیا ہو تو پھر تیمم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے پانی لا کر دینے کا وعدہ کیا ہو تو تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وعدہ کرنے والے کے پاس پانی موجود ہو اور وہ پانی اس کے پاس ایک میل کے اندر اندر ہو، پس اگر ایسا نہ ہو تو تیمم کو مؤخر کرنا واجب نہیں ہے کہ شریعت نے ایسے موقع پر تیمم کرنے کی اجازت دی ہے۔

سوال: اگر کسی نے کپڑے یا مشک لا کر دینے کا وعدہ کیا ہو تو نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کے پاس کپڑے نہ ہوں، برہنہ ہو اس کو کسی نے کپڑے دینے کا وعدہ کیا تو جب تک نماز کے قضا ہو جانے کا خوف نہ ہو نماز کو مؤخر کرنا واجب ہے، ہاں جب قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ اور برہنہ نماز پڑھنے کا طریقہ کتاب الصلوۃ میں آئے گا ان شاء اللہ عزوجل۔

اسی طرح ایک شخص ایسا ہے جس کے سامنے کنواں ہے لیکن پانی نکالنے کے لئے کوئی سامان یعنی رسی ڈول نہیں ہے اور اس کو کسی نے سامان لاکر دینے کا وعدہ کیا ہے تو یہ ابھی تیمم کرکے نماز نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور جب نماز قضا ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے، یہ امام اعظم کا مذہب ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے کہ یہ صورت پانی کے وعدے کی طرح ہے۔

طَلَبُ الْمَاءِ

وَيَجِبُ طَلَبُ الْمَاءِ إِلىٰ مِقْدَارِ أَرْبَعِ مِئَةِ خُطْوَةٍ إِنْ ظَنَّ قُرْبَهُ مَعَ الْأَمْنِ وَإِلَّا فَلَا وَيَجِبُ طَلَبُهُ مِمَّنْ هُوَ مَعَهُ إِنْ كَانَ فِيْ مَحَلٍّ لَا تَشُحُّ بِهِ النُّفُوْسُ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ إِلَّا بِثَمَنٍ مِثْلِهِ لَزِمَهُ شِرَاؤُهُ بِهِ إِنْ كَانَ مَعَهُ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَتِهِ اَلصَّلَاةُ بِالتَّيَمُّمِ يُصَلِّيْ بِالتَّيَمُّمِ الْوَاحِدِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَصَحَّ تَقْدِيْمُهُ عَلَى الْوَقْتِ۔

ترجمہ: اور چار سو قدم کی مقدار تک پانی کو تلاش کرنا واجب ہے اگر امن کے ساتھ پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو ورنہ تو نہیں۔ اور واجب ہے پانی کو طلب کرنا اس شخص سے جس کے پاس پانی ہو اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی سے لوگ بخل نہ کرتے ہوں، اور اگر اس کو نہ دے مگر ثمن مثل کے عوض تو لازم ہوگا اس سے پانی خریدنا اگر اس کے پاس اپنے خرچ سے فاضل رقم ہو۔ اور ایک تیمم سے جو چاہے نماز پڑھے فرائض و نوافل میں سے۔ اور صحیح ہے تیمم کو وقت پر مقدم کرنا۔

سوال: اگر پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو تو کتنی دور تک پانی کو تلاش کرنا واجب ہے؟

جواب: جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب مل جائے گا مثلاً سبزہ نظر آئے، یا پرندے گھومتے ہوں، کسی نے پانی کے قریب ہونے کی خبر دی تو اس کو جس جانب گمان ہو اس جانب تین سو قدم سے چار سو قدم کی مقدار تک تلاش کرنا واجب ہے اور اگر چاروں جانب گمان ہو تو چاروں طرف چار سو قدم کی مقدار تک تلاش کرنا واجب ہے، اور یہ تلاش کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو بلکہ امن ہو۔ اور اگر خطرہ ہو یا پانی کے قریب ہونے کا گمان نہ ہو تو تلاش کرنا واجب نہیں۔ اور یہ تلاش کرنا خود سے ہو یا کسی دوسرے سے کرائے کافی ہے۔

سوال: اگر کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہو تو کیا اس سے مانگنا ضروری ہے؟

جواب: اگر کسی اور کے پاس پانی ہے تو ابھی تیمم نہ کرے بلکہ جس کے پاس پانی ہے اس سے مانگنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں پر پانی وافر مقدار میں ہو اور لوگ دینے سے بخل بھی نہ کرتے ہوں بلکہ مانگنے پر دے دیتے ہوں، پس اگر پانی مانگنے سے مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھے کہ یہ معذور ہے۔

سوال: اگر کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہے مگر وہ قیمت کے بدلے دیتا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہے مگر وہ قیمت کے بدلے دیتا ہے تو اگر اس کے پاس کرایہ وغیرہ راستے کے خرچ کو نکال کر فاضل رقم ہے اور پانی کی قیمت بھی واجبی ہے مہنگا نہیں ہے تو اس پر پانی کا خریدنا لازم ہو گا پس وہ تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کر وضو کرے۔

سوال: ثمن مثل کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ثمن مثل کی دو صورتیں ہیں۔(۱) وہ قیمت جو بازار میں چلتی ہے کے عوض فروخت کرتا ہو۔(۲) غبن یسیر کے ساتھ فروخت کرتا ہو یعنی بازار کی قیمت سے کچھ مہنگا دیتا ہو۔

پس ان دونوں صورتوں میں تیمم جائز نہیں بلکہ پانی خریدے۔ اور اگر وہ غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرتا ہو یعنی دوگنی یا چوگنی قیمت مانگتا ہو تو تیمم جائز ہے۔

سوال: ایک تیمم سے کتنی اور کون کون سی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟

جواب: احناف کے یہاں ایک تیمم سے جب تک وہ نہ ٹوٹے جتنی چاہے فرض و نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے، نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ''التراب طھور المسلم ولو الی عشر حجج مالم یجد الماء'' جبکہ امام شافعی کے نزدیک ایک تیمم سے صرف ایک فرض ادا کر سکتا ہے اور دوسرا فرض ادا کرنے کے لئے دوبارہ تیمم کرنا ضروری ہے۔ لیکن احناف کے یہاں اختلاف سے نکلنے کے لئے ہر فرض کے لئے تیمم کا اعادہ کرنا اولیٰ ہے۔

سوال: جس شخص کے لئے تیمم کرنا جائز ہے تو کیا وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم کر سکتا ہے؟

جواب: جس شخص کے لئے تیمم کرنا جائز ہے اس کے لئے نماز کا وقت آنے سے پہلے تیمم کرنا صحیح ہے اور اس تیمم سے وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کر سکتا ہے۔

مَا يَصْنَعُ الْجَرِيْحُ

وَلَوْ كَانَ أَكْثَرُ الْبَدَنِ أَوْ نِصْفُهُ جَرِيْحًا تَيَمَّمَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُهُ صَحِيْحًا غَسَلَهُ وَمَسَحَ الْجَرِيْحَ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالتَّيَمُّمِ۔

ترجمہ: اور اگر بدن کا اکثر حصہ یا بدن کا نصف حصہ زخمی ہو تو تیمم کرے اور اگر بدن کا اکثر حصہ صحیح ہو تو صحیح حصے کو دھوئے اور زخمی حصے کا مسح کرے اور دھونے اور تیمم کو جمع نہ کرے۔

نَوَاقِضُ التَّيَمُّمِ

وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِيْ۔

ترجمہ: اور وضو کو توڑنے والی چیز تیمم کو توڑ دیتی ہے، اور اتنے پانی کے استعمال پر قدرت جو کافی ہو (تیمم کو توڑ دے گا)۔

حکم الجریح اذا کان مَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ

وَمَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ إِذَا كَانَ بِوَجْهِهِ جَرَاحَةٌ يُصَلِّيْ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَلَا يُعِيْدُ۔

ترجمہ: اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کا کٹا ہوا شخص جب اس کے چہرے پر زخم ہو تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور اعادہ نہ کرے۔

سوال: اگر کسی کے بدن کا اکثر حصہ یا نصف حصہ زخمی ہو تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے؟

جواب: اگر کسی کے بدن کا اکثر حصہ یا نصف حصہ زخمی ہو مثلاً پھوڑے وغیرہ ہوں تو وہ غسل و وضو کے بجائے تیمم کرلے اور نماز پڑھے۔

سوال: اکثر بدن یا نصف بدن کا اعتبار کیسے کریں گے؟

جواب: وضو میں اکثر کا اعتبار شمار کے لحاظ سے کیا جائے گا یعنی اگر سر، چہرہ اور ہاتھوں پر زخم ہو اور پیروں پر نہ ہو تو تیمم جائز ہو گا اس لئے کہ وضو کے چار اعضاء میں سے زیادہ زخمی ہیں، اور غسل میں پیائش سے کریں گے پس اگر پیائش سے اکثر یا نصف بدن زخمی ہو تو تیمم جائز ہے۔

سوال: اگر اکثر حصہ ٔبدن صحیح ہو اور تھوڑے حصے میں زخم ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بدن کا اکثر حصہ صحیح ہو اور تھوڑے حصے میں زخم ہو تو صحیح حصے کو دھولے اور زخم پر مسح کر لے اور اگر زخم پر مسح نہ کر سکے تو زخم پر بندھی پٹی پر مسح کر لے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ترک کر دے۔

سوال: ''لایجمع بین الغسل والتیمم'' سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب اکثر بدن صحیح ہو تو ایسا نہ کرے کہ کچھ حصے کو دھوئے اور کچھ حصے پر تیمم کرے مثلاً صرف پاؤں میں زخم ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور پاؤں پر مسح کرے اور ایسا نہ کرے کہ چہرے کو دھوئے اور ہاتھوں پر تیمم کرے کہ یہ دھونے اور تیمم کو جمع کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

سوال: کن چیزوں سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان ہی چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح اگر تیمم کرنے والا بقدر وضو پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اور یوں ہی جس نے غسل کی جگہ تیمم کیا ہے اس کا بقدر غسل پانی کے استعمال پر قادر ہونا ناقض تیمم ہو گا۔

سوال: جس شخص کے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں، چہرہ زخمی ہو، وہ کس طرح طہارت حاصل کرے گا؟

جواب: اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوں اور اس کے منہ پر بھی زخم ہو تو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور تیمم نہ کرے اور چہرے کے زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد نماز کو دہرانے کی حاجت نہیں بلکہ ہو گئیں۔

سوال: وضو اور غسل کے تیمم میں کیا فرق ہے؟

جواب: وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے کوئی فرق نہیں ہے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

یہ موزوں پر مَسح کرنے کا باب ہے

حُكْمُهُ

صَحَّ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي الْحَدَثِ الْأَصْغَرِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَلَوْ كَانَا مِنْ شَيْءٍ ثَخِيْنٍ غَيْرِ الْجِلْدِ سَوَاءٌ كَانَ لَهُمَا نَعْلٌ مِنْ جِلْدٍ أَوْ لَا۔

ترجمہ: حدث اصغر میں موزوں پر مسح کرنا مردوں اور عورتوں کو صحیح ہے اگرچہ موزے چمڑے کے علاوہ کسی موٹی چیز کے ہوں خواہ موزوں کا تلہ چمڑے کا ہو یا نہ ہو۔

شُرُوْطُ جَوَازِهٖ

وَيُشْتَرَطُ لِجَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ سَبْعَةُ شَرَائِطَ اَلْأَوَّلُ لُبْسُهُمَا بَعْدَ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلَوْ قَبْلَ كَمَالِ الْوُضُوْءِ إِذَا أَتَمَّهُ قَبْلَ حُصُوْلِ نَاقِضٍ لِلْوُضُوْءِ۔

ترجمہ: اور موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی سات شرطیں لگائی گئی ہیں، پہلی شرط: دونوں موزوں کو دونوں پاؤں کے دھونے کے بعد پہننا اگرچہ وضو کو پورا کرنے سے پہلے ہو جبکہ وضو کو پورا کرلیا ہو وضو کو توڑنے والی شے کے حاصل ہونے سے پہلے۔

وَالثَّانِيْ سَتْرُهُمَا لِلْكَعْبَيْنِ وَالثَّالِثُ إِمْكَانُ مُتَابَعَةِ الْمَشْيِ فِيْهِمَا فَلَا يَجُوْزُ عَلَى خُفٍّ مِنْ زُجَاجٍ أَوْ خَشَبٍ أَوْ حَدِيْدٍ وَالرَّابِعُ خُلُوُّ كُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ خَرْقٍ قَدْرَ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ۔

ترجمہ: اور دوسری شرط: موزوں کا دونوں ٹخنوں کو چھپانا۔ اور تیسری شرط: دونوں موزوں میں لگاتار چلنے کا امکان پس کانچ یا لکڑی یا لوہے کے موزے پر مسح جائز نہیں ہوگا۔ اور چوتھی شرط: پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار دونوں موزوں میں سے ہر ایک کا پھٹن سے خالی ہونا۔

سوال: کس حدث سے موزوں پر مسح کرسکتے ہیں؟ اور یہ حکم کس کے لئے ہے؟

جواب: محدث کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور حدث سے مراد حدث اصغر ہے یعنی جس سے وضو واجب ہوتا ہے، اور حدث اکبر یعنی جس سے غسل واجب ہوتا ہے اس سے مسح علی الخففین جائز نہیں ہے بلکہ موزے نکال کر پاؤں دھونا پڑے گا۔ اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو ہے اور متن میں صح فرمایا جس کا معنی یہ ہے کہ مسح علی الخفین جائز ہے نہ کہ واجب، اگر کوئی مسح نہ کرے بلکہ پاؤں دھوئے تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: کس طرح کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟

جواب: اس کی ۴ صورتیں ہیں:

(۱) دونوں موزے چمڑے کے ہوں، ان پر بالاتفاق مسح کرنا جائز ہے۔

(۲) دونوں موٹے کپڑے کے ہوں اور منعل ہوں یعنی ان کے نیچے تلے میں چمڑا لگایا گیا ہو، یا مجلد ہوں یعنی جس کے اوپر اور نیچے دونوں طرف چمڑا لگایا گیا ہو۔ اس صورت میں بھی بالاتفاق مسح کرنا جائز ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ کہ نہ موٹے کپڑے کے ہوں اور نہ منعل ہوں تو اس صورت میں بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے۔

(۴) موٹے کپڑے کے ہوں یعنی ایسے مضبوط موٹے کپڑے کے ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ ائے مگر منعل نہ ہوں، اس صورت میں صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک پہلے ناجائز تھا پھر آپ نے آخری وقت میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمالیا تھا۔ اور اب اسی پر فتویٰ ہے اور مصنف نے متن میں اسی مفتی بہ قول کو بیان کیا ہے۔

سوال: موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی سات شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دونوں موزوں کو وضو کے بعد پہننا۔ (۲) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔ (۳) پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو۔ (۴) پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں سے زیادہ پھٹا ہوا نہ ہونا۔ (۵) بغیر باندھے پیروں پر رک جانا۔ (۶) بدن تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہونا۔ (۷) پیروں کے اگلے حصہ کا باقی ہونا ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر۔

سوال: پہلی شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کیا وضو کو مکمل کرنے کے بعد پہننا ہے یا پہلے بھی پہن سکتے ہیں؟

جواب: دونوں پاؤں کو دھونے کے بعد موزے پہنے، یہ ضروری نہیں ہے کہ پورا وضو کر کے موزے پہنے، لیکن یہ شرط ہے کہ حدث لاحق ہونے سے پہلے وضو کو مکمل کر لیا ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے پہلے اپنے پاؤں دھو کر موزے پہنے پھر باقی وضو پورا کیا پھر حدث لاحق ہوا تو اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر وضو کو پورا کرنے سے پہلے حدث پیش آیا تو مسح کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اب موزے اتار کر پھر سے وضو کرے اور پہنے۔

سوال: دوسری شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ موزے کتنے بڑے ہوں؟

جواب: موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں، اور اگر دو ایک انگل کم ہوں جب بھی مسح درست ہے بس ایڑی نہ کھلی ہوں۔

سوال: تیسری شرط کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا کانچ، لکڑی یا لوہے کے موزوں پر مسح جائز ہو گا؟

جواب: موزوں پر مسح جائز ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ موزے ایسے ہوں کہ ان کو پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو یعنی بلا تکلف تین چار میل چل سکے۔

اور کانچ، لکڑی یا لوہے کے موزوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ ان کو پہن کر بلا تکلف مسلسل چل نہیں سکتے۔

سوال: چوتھی شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کتنی پھٹن سے موزوں کا خالی ہونا شرط ہے؟

جواب: چوتھی شرط دونوں موزوں میں سے ہر ایک کا بہت پھٹا ہوا نہ ہونا ہے، اور بہت پھٹا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، چنانچہ اگر موزہ ایسا ہو کہ اس میں پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر سوراخ ہو خواہ وہ موزے کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف ہو تو ایسے موزے پر مسح جائز نہیں ہے۔

وَالْخَامِسُ اِسْتِمْسَاكُهُمَا عَلَى الرِّجْلَيْنِ مِنْ غَيْرِ شَدٍّ وَالسَّادِسُ مَنْعُهُمَا وُصُوْلَ الْمَاءِ اِلَى الْجَسَدِ وَالسَّابِعُ أَنْ يَبْقَى مِنْ مُقَدَّمِ الْقَدَمِ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ فَلَوْ كَانَ فَاقِدًا مُقَدَّمَ قَدَمِهٖ لَا يَمْسَحُ عَلٰى خُفِّهٖ وَلَوْ كَانَ عَقْبُ الْقَدَمِ مَوْجُوْدًا۔

ترجمہ: اور پانچویں شرط ان کا پیروں پر رک جانا بغیر باندھے، اور چھٹی شرط ان دونوں کا بدن تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہونا، اور ساتویں شرط پیروں کے اگلے حصے کا باقی ہونا ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کے بقدر، پس اگر اس کے قدم کا اگلا حصہ نہ ہو تو اپنے موزے پر مسح نہیں کر سکتا، اگرچہ قدم کی ایڑی موجود ہو۔

سوال: پانچویں شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ کیا کسی چیز سے باندھے ہوئے موزے پر مسح جائز ہے؟

جواب: پانچویں شرط دونوں موزوں کا بغیر باندھے پیروں پر رکے رہنا ہے یعنی دونوں موزے ایسے مضبوط ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں، پس اگر کسی چیز سے بندھے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں۔

سوال: چھٹی شرط کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: موزوں پر مسح جائز ہونے کی چھٹی شرط یہ ہے کہ بدن تک پانی کے پہنچنے سے دونوں موزے مانع ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

سوال: ساتویں شرط کے ضمن میں بیان کریں کہ قدم کا کتنا حصہ ہونا ضروری ہے؟

جواب: ساتویں شرط یہ ہے کہ موزے پر مسح کرنے والے کا پاؤں ٹخنوں سے نیچے ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر صحیح و سالم موجود ہو، چنانچہ اگر کسی کا پاؤں ٹخنے سے نیچے کٹ گیا اور مسح کرنے کی جگہ کم سے کم تین انگلی کے بقدر باقی ہے تو دونوں موزوں پر مسح کرے گا اور اگر تین انگلی کے بقدر باقی نہیں تو مسح جائز نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے کیوں کہ مسح کا محل باقی نہ رہا، ہاں غسل کا محل اب بھی باقی ہے۔

مُدَّةُ الْمَسْحِ عَلَيْهِ

وَيَمْسَحُ الْمُقِيْمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بِلَيَالِيْهَا وَابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِنْ وَقْتِ الْحَدَثِ بَعْدَ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ وَإِنْ مَسَحَ مُقِيْمٌ ثُمَّ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّتِهٖ أَتَمَّ مُدَّةَ الْمُسَافِرِ وَإِنْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ بَعْدَ مَا يَمْسَحُ يَوْمًا وَلَيْلَةً نَزَعَ وَإِلَّا يُتِمُّ يَوْمًا وَلَيْلَةً۔

ترجمہ: اور مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے گا، اور مسافر تین دن اور تین رات، اور مدت کی ابتداء موزوں کو پہننے کے بعد حدث کے وقت سے ہے، اگر مقیم نے مسح کیا پھر اپنی مدت پوری ہونے سے پہلے سفر کیا تو مسافر کی مدت پوری

کرے اور اگر مسافر ایک دن اور ایک رات مسح کرنے کے بعد مقیم ہو گیا تو (موزوں کو) نکال دے، ورنہ تو ایک دن اور ایک رات پورا کرلے۔

مِقْدَارُ الْفَرْضِ فِيْهِ

وَفَرْضُ الْمَسْحِ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ عَلٰى ظَاهِرِ مُقَدَّمِ كُلِّ رِجْلٍ۔

اور مسح کرنا فرض ہے ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کے بقدر ہر پاؤں کے اگلے حصے کے ظاہر پر۔

سوال: ایک دفعہ موزے پہننے کے بعد مقیم و مسافر کب تک ان پر مسح کرسکتے ہیں؟

جواب: اس کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے جبکہ مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں، مذکورہ مدت تک مسح کرسکتے ہیں۔

سوال: مدت کا شمار کب سے کریں گے؟

جواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ موزے پہننے کے بعد جب حدث ہوا تو اس حدث کے وقت سے مدتِ مسح کی ابتداء ہو گی۔ اور امام اوزاعی کے نزدیک موزے پہننے کے وقت سے ہو گی۔

اختلاف کا ثمرہ اس مثال میں ظاہر ہو گا کہ ایک شخص نے صبح ۹ بجے موزے پہنے اور دس بجے اس کا وضو ٹوٹا اور گیارہ بجے اس نے وضو کر کے موزوں پر مسح کیا تو صحیح قول کے مطابق آئندہ دس بجے تک مسح کا وقت ہے اور امام اوزاعی کے مطابق صبح ۹ بجے تک، اور امام احمد کے مطابق صبح گیارہ بجے تک مسح کا وقت ہے۔

سوال: مقیم نے مسح کی مدت مکمل ہونے سے پہلے سفر پر روانہ ہو گیا تو اس کے لئے اب کون سی مدت کا اعتبار ہو گا؟ یوں ہی مسافر مقیم ہو جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہو گا؟

جواب: جس شخص نے مقیم ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا پھر اقامت کی مدت پوری ہونے سے پہلے سفر کیا تو اس صورت میں مدتِ اقامت مدتِ سفر کی جانب منتقل ہو جائے گی یعنی اب تین دن اور تین رات کا اعتبار ہو گا، اور اگر کسی نے مسافر ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا پھر وہ مقیم ہو گیا اب اگر اقامت کی مدت یعنی ایک دن اور ایک رات پوری کر

چکا ہے تو اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے، اور اگر اقامت کی مدت پوری ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو مدتِ اقامت کو پورا کرے، پس قاعدہ یہ ہے کہ اعتبار آخری حالت کا ہے ابتدائی حالت کا نہیں۔

سوال: مسح علی خفین کے کتنے اور کون کون سے فرض ہیں؟

جواب: مسح علی الخفین کے دو فرض ہیں:

(۱) دونوں پاؤں پر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح کرنا۔

(۲) موزوں کے ظاہر پر یعنی اوپر کی جانب پیٹھ پر مسح کرنا۔

پس اگر ایک یا دو انگلیوں کے برابر مسح کیا یا موزے کے باطن یعنی نیچے کی طرف مسح کیا تو فرض ادا نہ ہونے کی صورت میں مسح نہ ہو گا۔

سُنَنُهٗ

وَسُنَنُهٗ مَدُّ الْأَصَابِعِ مُفَرَّجَةً مِنْ رُؤُوسِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ إِلَى السَّاقِ۔

ترجمہ: اور مسح کی سنتیں انگلیوں کو کشادہ کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے پنڈلی تک کھینچنا ہے۔

نَوَاقِضُهٗ

وَيَنْقُضُ مَسْحَ الْخُفِّ أَرْبَعَةُ أَشْيَاءَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَنَزْعُ خُفٍّ وَلَوْ بِخُرُوْجِ أَكْثَرِ الْقَدَمِ إِلٰى سَاقِ الْخُفِّ وَإِصَابَةُ الْمَاءِ أَكْثَرَ إِحْدٰى الْقَدَمَيْنِ فِي الْخُفِّ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ إِنْ لَمْ يَخَفْ ذَهَابَ رِجْلِهٖ مِنَ الْبَرْدِ۔

ترجمہ: اور موزے کے مسح کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں (۱) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے (۲) اور موزے کو اتارنا اگرچہ پاؤں کے زیادہ حصے کے نکلنے سے موزے کی پنڈلی کی طرف ہو، (۳) اور دونوں پاؤں میں سے ایک کے زیادہ حصے پر پانی کا موزے میں پہنچ جانا صحیح مذہب کے مطابق، (۴) مدت کا گزر جانا، اگر سردی کے باعث پاؤں کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہو۔

وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْأَخِيْرَةِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَطْ۔

ترجمہ: اور آخری تین کے بعد صرف دونوں پاؤں کو دھولے۔

مَا لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَيْهِ

وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلىٰ عِمَامَةٍ وَقَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقَعٍ وَقُفَّازَيْنِ۔

ترجمہ: اور عمامہ اور ٹوپی اور برقہ اور دستانوں پر مسح جائز نہیں ہے۔

سوال: مسح علی الخفین کا مسنون طریقہ بیان کریں۔

جواب: مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی میں بھگو کر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصے پر رکھے پھر ان دونوں کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں کے اوپر کھینچ کر لے جائے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے صرف ایک بار ایسا کرنا سنت ہے۔

سوال: کتنی اور کون کون سی چیزوں سے مسح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: موزے کے مسح کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں:

(۱)۔۔۔ ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔

(۲)۔۔۔ دونوں موزوں یا ایک موزے کو اتار دینا بھی ناقص مسح ہے، حتی کہ موزے کو اتارا تو نہیں بلکہ خود بخود نکلنے لگا اور نکلتے نکلتے پیر کا زیادہ حصہ موزے سے کھسک کر موزے کی پنڈلی میں آ گیا تو اس صورت میں بھی مسح ٹوٹ جائے گا لہٰذا اب دونوں موزوں کو نکال کر دونوں قدموں کو دھو ڈالے اور پھر سے پہن لے۔

(۳)۔۔۔ اگر موزے میں پانی داخل ہو جائے اور سارا پاؤں یا اکثر بھیگ جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا صحیح مذہب کے مطابق، اس قول کے مقابل ایک اور قول ہے اور وہ یہ کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا اور یہ قول درست نہیں ہے۔

(۴)۔۔۔ مسح کی مدت کے گزر جانے سے مسح علی الخفین ٹوٹ جاتا ہے، بشرطیکہ سردی کی وجہ سے پاؤں کے بے کار ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

سوال: مسح کی مدت مکمل ہو گئی مگر سردی کی وجہ سے پاؤں کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسح کی مدت مکمل ہو گئی اور موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے بے کار ہو جائیں گے تو اب اس کا موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا لہذا اس کو مسح جائز ہے۔

سوال: "بعد الثلاثۃ الآخرۃ غسل رجلیہ فقط" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نواقض مسح میں جو آخری تین صورتیں (موزے کے اتر جانے- پانی پہنچ جانے- مدت گزر جانے) بیان کی ہیں ان تینوں صورتوں میں چونکہ مسح ٹوٹ گیا اس لئے اگر وہ باوضو ہے تو نئے سرے سے تازہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف دونوں پاؤں کو دھولینا کافی ہے جبکہ نواقض مسح کی پہلی صورت میں از سر نو وضو کرنا ضروری ہے۔

سوال: کن کن چیزوں پر مسح کرنا جائز نہیں؟

جواب: وضو میں سر پر مسح کرنے کے بجائے عمامہ پر یا ٹوپی پر مسح کیا تو کافی نہیں ہو گا۔

اسی طرح چہرے کو دھونے کے بجائے برقہ (نقاب) پر مسح کیا تو کافی نہیں ہو گا۔

اسی طرح دونوں ہتھیلیوں کو دھونے کی بجائے دستانوں پر مسح کیا تو کافی نہ ہو گا، یعنی ان چیزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسح علی الخفین خلافِ قیاس ثابت ہے لہذا اس کے ساتھ اس کے غیر (برقہ، عمامہ وغیرہ) کو لاحق نہیں کیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِيْ حُكْمِ الْجَبِيْرَةِ وَنَحْوِهَا

یہ فصل پٹی اور اس کے جیسے کے حکم کے بیان میں ہے

إِذَا افْتَصَدَ أَوْ جُرِحَ أَوْ كُسِرَ عُضْوُهٗ فَشَدَّهٗ بِخِرْقَةٍ أَوْ جَبِيْرَةٍ وَكَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ غَسْلَ الْعُضْوِ وَلَا يَسْتَطِيْعُ مَسْحَهٗ وَجَبَ الْمَسْحُ عَلٰى أَكْثَرِ مَا شَدَّ بِهِ الْعُضْوَ وَكَفٰى الْمَسْحُ عَلٰى مَا ظَهَرَ مِنَ الْجَسَدِ بَيْنَ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ وَالْمَسْحُ كَالْغَسْلِ فَلَا يَتَوَقَّتُ بِمُدَّةٍ وَلَا يُشْتَرَطُ شَدُّ الْجَبِيْرَةِ عَلٰى طُهْرٍ وَيَجُوْزُ مَسْحُ جَبِيْرَةِ إِحْدٰى الرِّجْلَيْنِ مَعَ غَسْلِ الْأُخْرٰى۔

ترجمه: جب کسی نے فصد کھلوائی یا زخمی ہو گیا یا اس کا عضو ٹوٹ گیا تو اس نے اس کو پٹی یا لکڑی سے باندھ لیا اور وہ اس عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو اور نہ اس پر مسح کی قدرت رکھتا ہو تو واجب ہے مسح کرنا اس چیز کے اکثر حصے پر جس سے عضو کو باندھا ہے، اور کافی ہے مسح کر لینا بدن کے اس حصے پر جو ظاہر ہے فصد کھلوانے والے کی پٹی کے بیچ میں، اور مسح کرنا دھونے کے جیسے ہے اور (یہ مسح) کسی مدت کے ساتھ مؤقت نہیں ہو گا، اور جبیرہ کو طہارت پر باندھنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی، دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کے جبیرہ کا مسح دوسرے پاؤں کے دھونے کے ساتھ جائز ہو گا۔

سوال: جس نے زخم وغیرہ پر پٹی باندھی ہوئی ہو اور عضو کے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے فصد لگوانے کی وجہ سے یا زخم کی وجہ سے اس پر پٹی باندھی یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس پر پلاسٹر کروایا اور وضو میں پٹی یا جبیرہ کو کھول کر زخم کو دھونے یا اس پر مسح کرنے سے (یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنے سے) نقصان ہو تو اس پٹی یا جبیرہ پر یا دونوں کے اکثر حصہ پر مسح کرنا واجب ہے یعنی مسح چھوڑ دینا جائز نہیں ہے جبکہ کوئی ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر ضرر کا اندیشہ ہو تو ترک کرنا جائز ہے۔

سوال: خرقہ اور جبیرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: **خرقه**: کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے، پھنسی اور زخم وغیرہ پر باندھی جاتی ہے۔

جبیرہ: ان کھپچیوں کو کہتے ہیں جو لکڑی یا بانس وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر نابدھی جاتی ہے، اور آج کل اس کی جگہ پلاسٹر باندھا جاتا ہے۔

سوال: "وکفی المسح علی ماظھر من الجسد بین عصابۃ المقصد" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فصد یا زخمی حصہ پر پٹی اس طرح باندھی ہوئی ہے کہ درمیان میں بدن کا کچھ حصہ نظر آتا ہے تو اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے دھونا فرض نہیں کیونکہ اس کے دھونے سے پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

سوال: "والمسح کالغسل" سے مصنف کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پٹی وغیرہ پر مسح کرنا دھونے کی طرح ہے نہ کہ مسح علی الخفین کی طرح، پھر مسح کے دھونے کی طرح ہونے کی ۵ تفریعات بیان کی ہیں۔

سوال: کیا اس مسح کے لئے کوئی مدت معین بھی ہے؟

جواب: یہ المسح کالغسل کی پہلی تفریع ہے یعنی پٹی اور جبیرہ پر مسح کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، بلکہ زخم کے اچھا ہونے تک اس پر مسح کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ مسح ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے اس کے نیچے کو دھویا، بخلاف موزے کے مسح کے کہ موزے پر مسح دھونے کا بدل ہے جبکہ پٹی یا جبیرہ پر مسح دھونے کے برابر ہے، پس جس طرح دھونے کی مدت کوئی نہیں ایسے ہی پٹی وغیرہ پر مسح کی بھی کوئی مدت مقرر نہیں۔

سوال: کیا جبیرہ کو وضو کے بعد باندھنا شرط ہے؟

جواب: یہ المسح کالغسل کی دوسری تفریع ہے یعنی جبیرہ پر مسح دھونے کے برابر ہے اس لئے زخم پر پٹی وغیرہ باندھتے وقت طہارت (وضو) کی حالت میں ہونا شرط نہیں ہے لہذا اگر پٹی بغیر وضو اور بغیر اس جگہ کو دھوئے باندھی تو بھی اس پر مسح جائز ہے بخلاف مسح علی الخفین کے کہ اس میں طہارت پر پہننا شرط ہے۔

سوال: کیا پٹی وغیرہ کی وجہ سے ایک پاؤں کا مسح اور دوسرے پاؤں کا دھونا جائز ہے؟

جواب: یہ المسح کالغسل کی تیسری تفریع ہے یعنی ایک پاؤں میں پٹی وغیرہ باندھی ہو اور دوسرا پاؤں صحیح وسالم ہو تو پٹی والے پاؤں پر مسح کرنا اور صحیح پاؤں کو دھونا جائز ہے یعنی غسل و مسح دونوں کو جمع کرنا جائز ہے، بخلاف موزے کے ، کہ ایک پاؤں میں موزہ پہنے اور اس پر مسح کر اور دوسرے پاؤں میں موزہ نہ پہنے اور دھوئے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ موزے پر مسح دھونے کے مانند نہیں ہے بلکہ بدل ہے اور اصل وبدل کو جمع کرنا جائز نہیں ہے جبکہ جبیرہ پر مسح دھونے کے مانند ہے، ان کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وَلَا يَبْطُلُ الْمَسْحُ بِسُقُوْطِهَا قَبْلَ الْبُرْءِ وَيَجُوْزُ تَبْدِيْلُهَا بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ إِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا وَالْأَفْضَلُ إِعَادَتُهُ وَإِذَا رَمِدَ وَأُمِرَ أَنْ لَا يَغْسِلَ عَيْنَهُ أَوْ انْكَسَرَ ظُفُرُهُ وَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً أَوْ عَلَكًا أَوْ جِلْدَةَ مَرَارَةٍ وَضَرَّهُ نَزْعُهُ جَازَ لَهُ الْمَسْحُ وَإِنْ ضَرَّهُ الْمَسْحُ تَرَكَهُ۔

ترجمہ: اور اچھا ہونے سے پہلے پٹی کے گر جانے سے مسح باطل نہیں ہوتا اور پٹی کو اس کے غیر (دوسری پٹی) سے بدل لینا جائز ہے اور اس (نئی پٹی) پر مسح کا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے، اور مسح کا لوٹانا افضل ہے، اور جب آشوبِ چشم ہو اور اس کو حکم دیا گیا ہو کہ اپنی آنکھوں کو نہ دھوئے یا اس کا ناخن ٹوٹ گیا اور اس پر دوا یا گوند یا پتے کی جھلی رکھی ہو اور اس کا نکالنا اس کو نقصان دے تو اس کے لئے مسح جائز ہے اور اگر مسح بھی نقصان دے تو اس کو چھوڑ دے۔

اَلنِّيَّةُ فِي الْمَسْحِ

وَلَا يَفْتَقِرُ إِلَى النِّيَّةِ فِي مَسْحِ الْخُفِّ وَالْجَبِيْرَةِ وَالرَّأْسِ۔

ترجمہ: اور موزے اور جبیرہ اور سر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔

سوال: اگر زخم صحیح ہونے سے پہلے پٹی گر جائے تو کیا مسح باطل ہو جائے گا؟

جواب: یہ المسح کالغسل کی چوتھی تفریع ہے یعنی اگر زخم کے اچھا ہو جانے سے پہلے پٹی گر جائے یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو مسح باطل نہیں ہوگا بخلاف موزے کے کہ اس میں اگر پاؤں موزے سے نکل جائے تو اس سے مسح باطل یعنی ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: پہلی پٹی جس پر مسح کیا تھا اس کی جگہ دوسری پٹی باندھی تو کیا اس پر مسح کا اعادہ ضروری ہے؟

جواب: یہ المسح کالغسل کی پانچویں تفریع ہے یعنی پہلی پٹی پر وضو میں مسح کیا تھا پھر کسی وجہ سے اس کو نکال کر دوسری پٹی باندھی تو دوسری پٹی پر مسح کالوٹانا واجب نہیں ہے، بلکہ پہلی پٹی پر کیا ہوا مسح کافی ہے، البتہ مسح کا اعادہ افضل ہے بخلاف موزے کے کہ اس میں مسح کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

سوال: آشوب چشم والے اور زخم پر دوار کھنے والے کے متعلق مسح کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جب آنکھوں میں آشوب چشم کی بیماری ہو اور مسلمان ماہر طبیب نے آنکھوں کو دھونے سے منع کیا یا اس کا غالب گمان ہو کہ آنکھوں کو دھونے سے نقصان ہو گا تو آنکھوں پر بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے، اسی طرح کسی کا ناخن ٹوٹ گیا اور اس نے اس پر دوا یا گوند یا پتہ کی جھلی لگائی اور ان کا چھڑانا نقصان کرتا ہو تو اس کے اوپر مسح کرنا جائز ہے، اور اگر مسح کرنے سے بھی تکلیف ہوتی ہو تو مسح بھی چھوڑ دے۔

سوال: کیا موزے، جبیرہ اور سر کے مسح میں نیت کرنی ہوگی؟

جواب: اگر کسی نے موزے، جبیرہ اور سر کا مسح کیا اور طہارت کی نیت نہیں کی تب بھی مسح درست ہے، کیوں کہ ان پر مسح کرنے کے لئے نیت کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہ پانی سے طہارت حاصل کرنا ہے اور پانی سے طہارت حاصل کرنے میں نیت شرط نہیں ہوتی، کہ پانی کا کام ہے پاک کرنا۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ موزے کے مسح میں نیت ضروری ہے کیوں کہ وہ تیمم کا بدل ہے اور تیمم میں نیت شرط ہے لہذا اس میں بھی نیت شرط ہو گی۔

بَابُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ

یہ حیض اور نفاس اور استحاضہ کا باب ہے

يَخْرُجُ مِنَ الْفَرْجِ حَيْضٌ وَنِفَاسٌ وَاِسْتِحَاضَةٌ فَالْحَيْضُ دَمٌ يَنْفُضُهٗ رَحِمُ بَالِغَةٍ لَا دَاءَ بِهَا وَلَا حَبَلَ وَلَمْ تَبْلُغْ سِنَّ الْإِيَاسِ وَأَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَأَوْسَطُهٗ خَمْسَةٌ وَأَكْثَرُهٗ عَشَرَةٌ۔

ترجمہ: فرج سے حیض و نفاس اور استحاضہ نکلتا ہے پس حیض وہ خون ہے جس کو ایسی بالغ عورت کا رحم پھینکے جس کو نہ کوئی بیماری ہو اور نہ حمل ہو اور نہ وہ ناامیدی کی عمر کو پہنچی ہو، حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اور اس کا اوسط پانچ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقْبَ الْوِلَادَةِ وَأَكْثَرُهٗ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَقَلِّهٖ ۔وَالْاِسْتِحَاضَةُ دَمٌ نَقَصَ عَنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ زَادَ عَلٰى عَشَرَةٍ فِيْ الْحَيْضِ وَعَلٰى أَرْبَعِيْنَ فِيْ النِّفَاسِ۔

ترجمہ: اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کی پیدائش کے بعد نکلے، اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور اس کے کم کی کوئی حد نہیں اور استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم ہو یا دس دن سے زیادہ ہو حیض میں، اور نفاس میں چالیس دن سے زیادہ ہو۔

سوال: حیض، نفاس اور استحاضہ کا فرج سے نکلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان تینوں کا فرج سے نکلنے سے مراد ان تینوں قسم کے خون کا فرج سے گزرنا ہے اس لئے کہ حیض و نفاس کا خون رحم (بچہ دانی) سے نکلتا ہے اور فرج سے گزر کر باہر نکلتا ہے، جبکہ استحاضہ کا خون رگ سے نکل کر فرج سے گزرتا ہوا باہر نکلتا ہے۔

سوال: حیض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ حیض کو نفاس اور استحاضہ پر کیوں مقدم کیا گیا ہے؟

جواب: حاض یحیض حیضا کے لغوی معنی جاری ہونے اور بہنے کے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے حاض الوادی-وادی بہنے لگی اور اصطلاح میں حیض وہ خون ہے جو ایسی عورت کے رحم (بچہ دانی) سے نکلے جو کہ بالغہ ہو تندرست ہو اور سن ایاس کو نہ پہنچی ہو اور نہ حاملہ ہو۔

اور حیض کو نفاس اور استحاضہ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حیض بہت سارے احکام سے تعلق رکھنے کی بنا پر غوامض الابواب اور اعظم المہمات میں سے ہے جیسے طلاق، عتاق، استبراء، عدت، نسب، حل وطی، نماز، روزہ، قراءتِ قرآن، مس قرآن، اعتکاف، دخول مسجد، طوافِ حج اور بلوغ وغیرہ، بخلاف نفاس اور استحاضہ کے۔

سوال: حیض کی تعریف میں رحم اور بالغہ کے ثبوت اور داء اور حبل اور سن ایاس کی نفی کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ نیز سن ایاس کی تعریف اور اس کی مدت بیان کریں۔

جواب: رحم: رحم کی قید لگائی لہذا جو خون رحم سے نہ نکلا مثلاً نکسیر پھوٹی یا زخم ہو گیا یا رگ کٹی اور وہاں سے خون نکلا تو اس کو حیض نہیں کہیں گے۔

بالغہ: بالغہ کی قید لگائی پس وہ خون جو بلوغت سے پہلے آئے وہ بھی حیض نہیں ہے۔

لاداء بھا: کی قید لگائی لہذا وہ خون جو کسی مرض کے سبب سے رحم نکال دے وہ بھی حیض نہیں۔

لا حبل: کی قید لگائی اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آسکتا کیوں کہ حمل رہ جانے کے بعد رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

لم تبلغ سن ایاس: کی قید لگائی کہ حیض سن ایاس تک ہی آتا ہے اس کے بعد نہیں آتا، اور سن ایاس وہ زمانہ ہے جس میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے، اور اکثر مشائخ نے سن ایاس کی حد ساٹھ سال کی عمر متعین کی ہے اور بعض نے ۵۵ سال بتائی ہے اور اسی پر فتوی ہے، جبکہ بعض نے ۵۰ سال بھی بتائی ہے۔

سوال: حیض کی اقل مدت، اوسط مدت اور اکثر مدت کتنی ہے؟

جواب: حیض کی کم سے کم مدت تین دن، تین راتیں یعنی ۷۲ گھنٹے ہیں، اگر اس سے کم ہوا تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور درمیانی مدت پانچ دن اور پانچ راتیں ہیں جبکہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔

سوال: نفاس کی تعریف اور اس کی اقل اور اکثر مدت کتنی ہے؟ اور مدت کا شمار کب سے ہو گا؟

جواب: نفاس وہ خون ہے جو بچے کے جننے کے بعد نکلتا ہے، نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن اور راتیں ہیں اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہو گا کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا۔

سوال: استحاضہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ کیا استحاضہ حیض و نفاس کے ساتھ پایا جاتا ہے؟

جواب: استحاضہ وہ خون ہے جو رگ سے نکل کر فرج کے راستے سے گزرتا ہوا باہر نکلے، اور یہ بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے اور استحاضہ حیض و نفاس کے ساتھ پایا جاتا ہے مثلاً جو خون حیض کی کم سے کم مدت تین دن و رات سے کم ہو وہ استحاضہ ہے اسی طرح جو خون حیض کی اکثر مدت یعنی دس دن سے زائد ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔ اسی طرح جو خون نفاس کی اکثر مدت (چالیس دن) سے زائد ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔

مُدَّةُ الطُّهرِ

وَأَقَلُّ الطُّهرِ الْفَاصِلِ بَيْنَ الحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَكْثَرِهِ إِلَّا لِمَنْ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً۔

ترجمہ: اور پاک رہنے کی کم سے کم مدت جو دو حیضوں کے درمیان فاصل ہو پندرہ دن ہیں اور اس کے اکثر کی کوئی حد نہیں مگر اس عورت کے لئے جو مستحاضہ ہو کر بالغ ہوئی ہو۔

مَا يَحْرُمُ بِالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ

وَيَحْرُمُ بِالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ ثَمَانِيَةُ أَشْيَاءَ اَلصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَسُّهَا إِلَّا بِغِلَافٍ وَدُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ وَالْجِمَاعُ وَالْاِسْتِمْتَاعُ بِمَا تَحْتَ السُّرَّةِ إِلٰى تَحْتَ الرُّكْبَةِ۔

ترجمہ: اور حیض و نفاس سے آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں (۱) نماز (۲) روزہ (۳) قرآن کی کسی بھی آیت کا پڑھنا (۴) اور اس کو چھونا مگر جزدان کے ساتھ (۵) مسجد میں داخل ہونا (۶) طواف کرنا (۷) جماع کرنا (۸) اور فائدہ اٹھانا اس سے جو ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہو۔

بِمَ يَتِمُّ الطُّهرُ

وَإِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لِأَكْثَرِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ حَلَّ الْوَطْءُ بِلَا غُسْلٍ وَلَا يَحِلُّ إِنْ انْقَطَعَ لِدُوْنِهِ لِتَمَامِ عَادَتِهَا إِلَّا أَنْ تَغْتَسِلَ أَوْ تَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيْ أَوْ تَصِيْرَ الصَّلَاةُ دَيْنًا فِيْ ذِمَّتِهَا وَذٰلِكَ بِأَنْ تَجِدَ بَعْدَ الْإِنْقِطَاعِ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِيْ انْقَطَعَ الدَّمُ فِيْهِ زَمَنًا يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ فَمَا فَوْقَهُمَا وَلَمْ تَغْتَسِلْ وَلَمْ تَتَيَمَّمْ حَتّٰى خَرَجَ الْوَقْتُ۔

ترجمہ: اور جب خون حیض و نفاس کی اکثر مدت پر بند ہو تو بغیر غسل کئے وطی کرنا حلال ہے، اور حلال نہیں ہے اگر اس سے کم پر بند ہو اس کی عادت کے پورا ہونے کی وجہ سے مگر یہ کہ غسل کر لے یا تیمم کر لے اور نماز پڑھ لے یا نماز اس کے ذمہ قرض ہو جائے، اور یہ اس طور سے کہ عورت خون بند ہونے کے بعد اس وقت سے جس وقت میں خون بند ہوا تھا اتنا وقت پائے کہ غسل اور تحریمہ یا ان دونوں سے زائد کی گنجائش ہو اور اس نے غسل اور تیمم نہیں کیا یہاں تک کہ وقت نکل گیا۔

سوال: طہر کسے کہتے ہیں؟ نیز دو حیض کے درمیان میں طہر کی اقل و اکثر مدت کتنی ہوتی ہے؟

جواب: طہر دو خونوں کے درمیان پاکی کے زمانے کو کہتے ہیں۔

اور دو حیضوں کے درمیان طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور اس کو طہر فاصل کہتے ہیں یعنی دو حیضوں کو جدا کرنے والا، اور طہر کی اکثر مدت کوئی مقرر نہیں ہے جب تک خون نہ آئے پاک ہے نماز روزہ ادا کرتی رہے چاہے پوری عمر نہ آئے، لیکن اگر کوئی عورت ایسی حالت میں بالغہ ہوئی کہ اس کا خون بند ہی نہیں ہوتا تو یہ عورت استحاضہ کے ساتھ بالغہ ہوئی، پس اس عورت کے لئے ہر مہینے کے دس دن حیض کے مانے جائیں گے اور باقی بیس یا انیس دن طہر کے ہوں گے گویا اس کے لئے طہر کی مدت مقرر ہو گئی۔

سوال: حیض و نفاس سے کتنی اور کون کون سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں؟

جواب: حیض اور نفاس کی حالت میں آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ نماز: حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی قضا بھی نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔روزہ: حیض و نفاس والی عورت کو روزہ رکھنا حرام ہے مگر رمضان کے روزوں کی قضا لازم ہے، اگر روزے کی حالت میں حیض و نفاس آیا تو روزہ جاتا رہا اس کی قضا کرے۔

(۳)۔۔۔تلاوتِ قرآن: حیض و نفاس والی عورت کے لئے تلاوت کی نیت و ارادے سے قرآن پڑھنا حرام ہے خواہ ایک آیت ہو یا اس کم، ہاں! ذکر و دعا، حمد و ثناء کے ارادے سے پڑھ سکتی ہے۔

(۴)۔۔۔قرآن چھونا: حیض و نفاس والی عورت کو بغیر غلاف کے قرآن پاک کا چھونا حرام ہے، ہاں! غلاف کے ساتھ چھونا جائز ہے۔

(۵)۔۔۔حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ بیٹھنے کے لئے ہو یا گزرنے کے لئے ہو۔

(۶)۔۔۔حیض و نفاس والی عورت کو خانۂ کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

(۷)۔۔۔حیض و نفاس میں شوہر کے لئے جماع حرام ہے۔

(۸)۔۔۔حیض و نفاس کی حالت میں ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک کے حصہ سے نفع اٹھانا حرام ہے یعنی مرد کا اپنے کسی عضو سے حائضہ و نفساء کے بدن کے مذکورہ حصے کو چھونا اور اس سے لذت حاصل کرنا حرام ہے جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔

سوال: حیض و نفاس کے بند ہونے کے بعد وطی کرنے سے متعلق احکام بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: اگر حیض کا جون اکثر مدت یعنی دس روز گزرنے پر اور نفاس کا چالیس روز گزرنے پر بند ہوا تو اس کے ساتھ وطی کرنا اس کے نہانے سے پہلے حلال ہے، لیکن غسل کے بعد وطی کرنا مستحب ہے اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں عادت کے مطابق بند ہوا مثلاً سات دن کی عادت تھی اور سات دن میں خون بند ہو گیا تو ایسی صورت میں اس عورت کے ساتھ وطی کرنا حلال نہیں ہے جب تک تین چیزوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے (۱) وہ عورت غسل کرلے (۲) یا اس کو کوئی عذر ہو جس کی وجہ سے اس کے لئے تیمم کرنا مباح ہو تو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے اگرچہ نفل ہو، اور نماز کا پڑھنا صرف تیمم کے ساتھ شرط ہے غسل کے ساتھ نہیں (۳) یا اس کے ذمہ ایک وقت کی نماز قضا ہو جائے۔

سوال: "وذلک بان تجد بعد الإنقطاع من الوقت" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے نماز کے قضاء ہونے کی صورت بیان کرنا چاہتے ہیں، مثلاً ایک عورت کو صبح صادق کے بعد عادت کے مطابق دس دن سے کم پر خون بند ہو گیا تو اب اس کے ساتھ بلا غسل وطی کرنا حلال نہیں ہے لیکن اس نے غسل نہیں کیا اور تیمم جائز کرنے والے عذر کی حالت میں نہ تیمم کیا حالانکہ اتنا وقت موجود ہے کہ وہ غسل کر کے کپڑے پہن کر تکبیر تحریمہ یعنی ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت باقی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل گیا اور اس کی نماز قضاء ہو گئی تو اس عورت سے بغیر غسل بھی وطی جائز ہو جائے گی۔

قَضَاءُ الْفَرَائِضِ

وَتَقْضِيْ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ الصَّوْمَ دُوْنَ الصَّلَاةِ وَيَحْرُمُ بِالْجَنَابَةِ خَمْسَةُ أَشْيَاءَ اَلصَّلَاةُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَسُّهَا إِلَّا بِغِلَافٍ وَدُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ۔

ترجمہ: اور حیض و نفاس والی عورت روزے کی قضا کرے گی نہ کہ نماز کی، اور جنابت کی وجہ سے پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں (۱) نماز (۲) قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا (۳) اور قرآن کو چھونا مگر غلاف سے (۴) اور مسجد میں داخل ہونا (۵) اور طواف کرنا۔

مَا يَحْرُمُ عَلَى الْمُحْدَثِ

وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُحْدَثِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ اَلصَّلَاةُ وَالطَّوَافُ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافٍ۔

ترجمہ: اور محدث (بے وضو) پر تین چیزیں حرام ہو جاتی ہیں (۱) نماز (۲) طواف کرنا (۳) اور قرآن کو چھونا مگر غلاف سے۔

حُكْمُ الْاِسْتِحَاضَةِ وَمَا يُشَابِهُهَا

وَدَمُ الْاِسْتِحَاضَةِ كَرُعَافٍ دَائِمٍ لَا يَمْنَعُ صَلَاةً وَلَا صَوْمًا وَلَا وَطْأً وَتَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ عُذْرٌ كَسَلَسِ بَوْلٍ وَاسْتِطْلَاقِ بَطْنٍ لِوَقْتِ كُلِّ فَرْضٍ وَيُصَلُّوْنَ بِهٖ مَا شَاءُوْا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ۔

ترجمہ: اور استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے نماز روزے اور وطی کو نہیں روکتا ہے، مستحاضہ وضو کرے گی، اور وہ شخص جس کو کوئی عذر ہو جیسے پیشاب ٹپکنا اور پیٹ کا چلنا ہر فرض کے وقت کے لئے اور اس وضو سے فرائض و نوافل میں سے جو چاہیں پڑھیں۔

سوال: حیض و نفاس والی عورت کے لئے نماز اور روزہ کی قضاء کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حیض و نفاس کی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضا نہیں ہے، اور رمضان کے جو روزے چھوٹے ہیں ان کی قضا لازم ہے۔

سوال: جب جنبی کے لئے حالت جنابت میں روزہ رکھنا صحیح ہے تو حائضہ کے لئے بھی حالت حیض میں روزہ رکھنا صحیح ہونا چاہئے تھا، ایسا کیوں نہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نام ہے کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کا، جنابت کی حالت میں ان تینوں سے رکنا پایا جاتا ہے جبکہ حیض کی حالت میں جماع سے رکنا روزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حیض کی وجہ سے ہوتا ہے، لہذا حالتِ حیض میں روزے اپنے تینوں اجزا کے ساتھ تام نہیں ہوگا اس لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: جنابت کی حالت میی کتنی اور کون کون سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں؟

جواب: حالت جنابت میں پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں: (۱) نماز پڑھنا، کہ بغیر غسل کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ (۲) قرآن پاک کی کسی آیت کو خواہ پوری ہو یا اس سے کم ہو تلاوت کے ارادے سے پڑھنا حرام ہے۔ (۳) قرآن پاک کی کسی آیت کو چھونا، خواہ دیوار پر لکھی ہو یا کسی تختی پر لکھی ہو، نیز اس لکھی ہوئی جگہ کو بھی چھونا حرام ہے، ہاں! غلاف کے ذریعے چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۴) مسجد میں داخل ہونا، خواہ ٹھہرنے کے لئے ہو یا گزرنے کے لئے ہو۔ (۵) خانۂ کعبہ کا طواف کرنا۔

سوال: محدث یعنی بے وضو شخص پر کتنی اور کون کون سی چیزیں حرام ہیں؟

جواب: محدث یعنی بے وضو شخص پر صرف تین چیزیں حرام ہیں:(۱) نماز پڑھنا: کہ بے وضو کے نماز پڑھنا حرام ہے۔(۲) خانۂ کعبہ کا طواف کرنا۔(۳) قرآن پاک کو چھونا، ہاں! اگر غلاف کے ذریعے چھوئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: کیا مستحاضہ عورت کو نماز و روزہ اور وطی منع ہے؟

جواب: استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے یہ رحم سے نہیں آتا، اور رحم سے نہ آنے کی علامت یہ ہے کہ رحم سے جو خون آتا ہے اس میں بو ہوتی ہے اور رگ کے خون میں بو نہیں ہوتی ہے، پس استحاضہ کا خون ہمیشہ جاری رہنے والی نکسیر کی طرح ہے، اور جس طرح دائمی نکسیر نماز وروزہ اور وطی سے مانع نہیں ہے پس اسی طرح استحاضہ کا خون بھی ان تینوں کے لئے مانع نہیں ہے، پس مستحاضہ عورت نماز پڑھے گی اور روزہ بھی رکھے گی اور اس کے ساتھ جماع کرنا بھی حلال ہے۔

سوال: مستحاضہ عورت اور معذور کو وضو کے متعلق کیا حکم ہے؟ نیز معذور کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستحاضہ عورت معذور کے حکم میں ہے، اور معذور وہ ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت کو گھیر لے یعنی اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی فرض نماز طہارت کے ساتھ پڑھ سکے، پس مستحاضہ اور معذور شخص جس کو ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتے رہنے کی بیماری ہو یا دست جاری ہوں، ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے وقت کے لئے وضو کریں اور اس وضو سے اس وقت کے اندر جتنی چاہیں نمازیں پڑھیں، خواہ فرض ہوں یا نفل، کوئی حد معین نہیں ہے۔

وَيَبْطُلُ وُضُوْءُ الْمَعْذُوْرِيْنَ بِخُرُوْجِ الْوَقْتِ فَقَطْ۔ وَلَا يَصِيْرُ مَعْذُوْرًا حَتّٰى يَسْتَوْعِبَهُ الْعُذْرُ وَقْتًا كَامِلًا لَيْسَ فِيْهِ اِنْقِطَاعٌ بِقَدْرِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلَاةِ وَهٰذَا شَرْطُ ثُبُوْتِهٖ وَشَرْطُ دَوَامِهٖ وَوُجُوْدُهٗ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَوْ مَرَّةً وَشَرْطُ اِنْقِطَاعِهٖ وَخُرُوْجِ صَاحِبِهٖ عَنْ كَوْنِهٖ مَعْذُوْرًا خُلُوُّ وَقْتٍ كَامِلٍ عَنْهُ۔

ترجمہ: معذوروں کا وضو صرف وقت نکلنے سے باطل ہو جائے گا۔ اور معذور نہیں بنتا یہاں تک کہ اس کو عذر پورے وقت تک گھیر لے کہ اس پورے وقت میں وضو اور نماز کے بقدر عذر بند نہ ہو، اور یہ عذر کے ثابت ہونے کی شرط ہے۔ اور

عذر کے باقی رہنے کی شرط عذر کا ثابت ہونے کے بعد ہر نماز کے وقت میں پایا جانا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو۔ اور عذر کے ختم ہونے اور صاحب عذر کے معذور ہونے سے نکلنے کی شرط عذر سے پورے وقت کا خالی ہو جانا ہے۔

سوال: معذورین کا وضو کب ٹوٹتا ہے؟

جواب: جب فرض نماز کا وقت نکل جائے گا تو ان کا وضو ٹوٹ جائے گا، اب اگر کوئی دوسری فرض نماز پڑھنا چاہیں تو اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہو گا، چنانچہ اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب کے نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ نیا وضو کرنا ضروری ہو گا عند الطرفین اور امام زفر کے نزدیک معذورین کا وضو وقت کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں سے ٹوٹتا ہے نیز معذورین کا وضو عذر والے حدث کے سوا دوسرا حدث پیش آجانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ مفتی بہ قول طرفین یعنی امامِ اعظم و امامِ محمد کا ہے اور اسی قول کو مصنف نے بیان کیا ہے۔

سوال: عذر ثابت ہونے کے لئے کیا شرط ہے یعنی معذور کب بنتا ھے؟

جواب: آدمی معذور اس وقت بنتا ہے جبکہ وہ عذر ایک فرض نماز کے پورے وقت کو گھیر لے یا تو حقیقتاً اس طور پر کہ ہر نماز کا پورا وقت اسی عذر میں گزر جائے یا حکماً اس طور پر کہ اس کو اتنی فرصت اور وقفہ نہ ملے کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ لے بلکہ وضو اور نماز کے درمیان وہ عذر پیش آتا ہی ہو پس یہ حالت عذر ثابت ہونے کے لئے شرط ہے۔

سوال: عذر کے باقی رہنے کی کیا شرط ہے یعنی آدمی معذور کب تک رہے گا؟

جواب: آدمی معذور اس وقت تک رہے گا جب تک کسی نماز کا وقت اس پر ایسا نہ گزرے جس میں وہ عذر موجود نہ ہو چنانچہ جب ایک مرتبہ معذور ہو گیا تو جب دوسری نماز کا وقت آئے گا تو اس میں ہر وقت عذر کا پایا جانا شرط نہیں ہے بلکہ پورے وقت میں ایک بار بھی عذر پایا گیا تو وہ معذور ہی رہے گا۔ پس یہ عذر کے باقی رہنے کی شرط ہے۔

سوال: عذر سے نکلنے کی شرط کیا ہے یعنی آدمی معذور کب نہیں رہے گا؟

جواب: اگر نماز کا پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں وہ عذر نہ آئے تو اب کہا جائے گا کہ اس کا عذر ختم ہو گیا اور یہ معذور نہ رہا۔

بَابُ الْاَنْجَاسِ وَالطَّهَارَةِ عَنْهَا

یہ نجاستوں اور ان سے پاکی حاصل کرنے کا باب ہے

اَقسَامُ النَّجَاسَةِ

تَنْقَسِمُ النَّجَاسَةُ اِلٰی قِسْمَیْنِ غَلِیْظَةٌ وَخَفِیْفَةٌ فَالْغَلِیْظَةُ کَالْخَمْرِ وَالدَّمِ الْمَسْفُوْحِ وَلَحْمِ الْمَیْتَةِ وَإِهَابِهَا وَبَوْلِ مَا لَا یُؤْکَلُ لَحْمُهٗ وَنَجْوِ الْکَلْبِ وَرَجِیْعِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا وَخُرْءِ الدَّجَاجِ وَالْبَطِّ وَالْإِوَزِّ وَمَا یَنْقُضُ الْوُضُوْءُ بِخُرُوْجِهٖ مِنْ بَدَنِ الْإِنْسَانِ وَأَمَّا الْخَفِیْفَةُ فَکَبَوْلِ الْفَرَسِ وَکَذَا بَوْلُ مَا یُؤْکَلُ لَحْمُهٗ وَخُرْءُ طَیْرٍ لَا یُؤْکَلُ ۔

ترجمہ: نجاست دو قسموں کی جانب منقسم ہوتی ہے، غلیظہ اور خفیفہ۔ پس غلیظہ جیسے شراب اور بہنے والا خون اور مردار کا گوشت اوراس کی کھال اور ان جانوروں کا پیشاب جو کھائے نہیں جاتے، اور کتے اور درندوں کا پاخانہ اور ان کا لعاب اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور جن چیزوں کے انسان کے بدن سے نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور بہر حال خفیفہ پس جیسے گھوڑے کا پیشاب اور ایسے ہی ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ان پرندوں کی بیٹ جو نہیں کھائے جاتے۔

نوٹ: ماسبق میں مصنف نے نجاست حکمیہ (حیض و نفاس و حدث) اور اس سے پاکی حاصل کرنے کے احکام کو بیان کیا اب یہاں سے نجاست حقیقیہ اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں۔

سوال: نجاست کی لغوی تحقیق بیان کر دیں۔

جواب: انجاس یہ نَجِس کی جمع ہے اور نجس اصل کے اعتبار سے مصدر ہے جو سمع و کرم سے آتا ہے، جس کا معنی گندہ ہونا، ناپاک ہونا ہے، پھر اس کا استعمال اسم میں بھی ہونے لگا اور اب اس کے معنی عین نجاست کے ہوتے ہیں۔

سوال: نجاست کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ مع تعریف بیان کریں۔

جواب: نجاست کی دو قسمیں ہیں : (۱) نجاستِ حقیقیہ: وہ نجاست ہے جو نظر آئے۔(۲) نجاستِ حکمیہ: وہ نجاست ہے جو نظر نہ آئے۔

سوال: نجاست حکمیہ کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست حکمیہ کو حدث بھی کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حدث اصغر یعنی بے وضو ہونا اور اس سے پاکی حاصل کرنے کو طہارت صغری کہتے ہیں۔

(۲) حدث اکبر یعنی بے غسل ہونا اور اس سے پاکی حاصل کرنے کو طہارت کبری کہتے ہیں۔ جن کا بیان ما قبل میں ہو چکا ہے۔

سوال: نجاست حقیقیہ کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ مع تعریف بیان کریں۔

جواب: نجاست حقیقیہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ۔

نجاست غلیظہ وہ نجاست ہے جس کا حکم سخت ہے، اور نجاست خفیفہ وہ نجاست ہے جس کا حکم ہلکا ہے۔ اور دوسری تعریف یہ ہے کہ جس شے کے ناپاک ہونے پر دلائل میں کوئی تعارض نہ ہو تو وہ غلیظہ ہے اور جس کے ناپاک ہونے پر دلائل میں تعارض ہو تو اسے خفیفہ کہتے ہیں۔

سوال: نجاست غلیظہ کون کون سی چیزیں ہیں؟

جواب: نجاست غلیظہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شراب: خمر انگور کے کچے پانی کو کہتے ہیں جبکہ جوش مارے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے۔(۲) بہنے والا خون۔ یعنی کسی بھی جاندار کا بہنے والا خون غلیظہ ہے یہاں پر مسفوح کی قید لگائی گئی ہے جس کا معنی بہا ہوا ہے، پس اگر خون بہنے والا نہ ہو تو ناپاک نہیں ہے۔(۳) ایسے مردار کا گوشت جس کے اندر بہنے والا خون ہو نجاست غلیظہ ہے، اور جس کے اندر بہنے والا خون نہ ہو جیسے مچھلی، ٹڈی تو ان کا گوشت نجاست غلیظہ نہیں ہے۔(۴) مردار کی کھال جس کو دباغت نہ دی گئی ہو وہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔(۵) اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے کتا، بلی وغیرہ کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔(۶) کتے کا پاخانہ۔(۷) درندوں کا پاخانہ۔(۸) اور ان کا لعاب۔(۹) اور مرغی، بطخ، مرغابی کی بیٹ یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔(۱۰) اور

انسان کے بدن سے نکلنے والی وہ چیزیں جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے جیسے مذی ودی پیشاب، پاخانہ، بہنے والا خون، منہ بھر قے وغیرہ لیکن ریح اس سے مستثنیٰ ہے اور اسی طرح نماز میں نیند اور قہقہہ اگرچہ نواقض وضو میں سے ہیں مگر ان کو غلیظہ نہیں کہیں گے کہ یہ معنوی چیزیں ہیں، جبکہ نجاست غلیظہ حقیقی شے ہوتی ہے۔

سوال: نجاستِ غلیظہ کی مثالوں میں منی کا ذکر نہیں آیا حالانکہ وہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے؟

جواب: یہاں پر منی کا ذکر نہیں ہوا، حالانکہ وہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے، اس کے نہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ منی بھی وضو کو توڑنے والی چیزوں میں آگئی، کیونکہ جب منی سے غسل ٹوٹے گا تو وضو تو بدرجۂ اولیٰ ٹوٹ جائے گا۔

سوال: نجاست خفیفہ کون کون سی چیزیں ہیں؟

جواب: نجاست خفیفہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ گھوڑے کا پیشاب: اس کو الگ سے بیان کیا گیا، حالانکہ یہ بول مالا یوکل لحمہ میں داخل تھا جو کہ آگے آرہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گھوڑے کے گوشت کے بارے میں اختلاف ہے امام اعظم مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں کہ یہ آلۂ جہاد ہے، پس گھوڑے کے گوشت کو نہ کھانے کی وجہ سے وہم ہو سکتا تھا کہ اس کے پیشاب کا بھی وہی حکم ہو جو بول مالا یوکل لحمہ کا ہے، یعنی غلیظہ، پس اس وہم کو دور کرنے کے لئے الگ سے بیان کیا کہ اس کا گوشت اگرچہ نہیں کھایا جاتا مگر اس کا پیشاب خفیفہ ہے کیونکہ اس کے گوشت کے کھانے یا نہ کھانے کے بارے میں اختلاف ہے۔

(۲)۔۔۔ ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے بھینس، گائے، اونٹ، بکری وغیرہ یہاں پر بول کی قید لگائی گئی کیونکہ گھوڑے، گدھے، خچر کی لید اور گائے کا گوبر اور بھیڑ بکری کی مینگنی امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک خفیفہ ہیں۔

(۳)۔۔۔ اور جن پرندوں کا گوشت حرام ہے خواہ وہ شکاری ہوں یا نہ ہوں جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، ان کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔

مَا یُعْفٰی عَنْہُ مِنَ الْاَنْجَاسِ

وَعُفِيَ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الْمُغَلَّظَةِ وَمَا دُوْنَ رُبُعِ الثَّوْبِ أَوِ الْبَدَنِ مِنَ الْخَفِيْفَةِ وَعُفِيَ رَشَاشُ بَوْلٍ كَرُؤُوْسِ الْإِبَرِ وَلَوْ اِبْتَلَّ فِرَاشٌ أَوْ تُرَابٌ نَجِسَانِ مِنْ عَرَقِ نَائِمٍ أَوْ بَلَلِ قَدَمٍ وَظَهَرَ أَثَرُ النَّجَاسَةِ فِيْ الْبَدَنِ وَالْقَدَمِ تَنَجَّسَا وَإِلَّا فَلَا كَمَا لَا يَنْجُسُ ثَوْبٌ جَافٌّ طَاهِرٌ لُفَّ فِيْ ثَوْبٍ نَجِسٍ رَطْبٍ لَا يَنْعَصِرُ الرَّطْبُ لَوْ عُصِرَ وَلَا يَنْجُسُ ثَوْبٌ رَطْبٌ بِنَشْرِهٖ عَلٰی أَرْضٍ نَجِسَةٍ يَابِسَةٍ فَتَنَدَّتْ مِنْهُ وَلَا بِرِيْحٍ هَبَّتْ عَلٰی نَجَاسَةٍ فَأَصَابَتِ الثَّوْبَ إِلَّا أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُهَا فِيْهِ۔

ترجمہ: اور نجاست غلیظہ میں سے ایک درہم کی مقدار معاف کیا گیا ہے، اور جو چوتھائی کپڑے یا بدن سے کم ہو (معاف کیا گیا ہے خفیفہ میں سے) اور پیشاب کے چھینٹے، سوئی کے ناکے کے جیسے معاف کیا گیا ہے، اور اگر تر ہو جائے ناپاک بستر یا ناپاک مٹی سونے والے کے پسینے سے یا پیر کی تری سے اور ناپاکی کا اثر بدن یا پیر میں ظاہر ہو تو وہ دونوں ناپاک ہو جائیں گے ورنہ تو نہیں، جیسے کہ ناپاک ہو جاتا ہے وہ سوکھا پاک کپڑا جو لپیٹ دیا گیا ہو ایسے ناپاک گیلے کپڑے میں کہ نہ نچڑے تری اگر اس کو نچوڑا جائے۔ اور گیلا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا ہے خشک ناپاک زمین پر پھیلانے سے کہ زمین اس سے تر ہو جائے اور نہ اس ہوا سے (ناپاک ہوتا ہے) جو کسی نجاست پر چلی ہو پھر وہ کپڑے پر پہنچی مگر یہ کہ کپڑے میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہو جائے۔

سوال: نجاست غلیظہ کی کتنی مقدار معاف ہے؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں کہ نجاست غلیظہ بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو ایک درہم کی مقدار معاف ہے، اور معاف سے مراد یہ ہے کہ اس کو زائل کرنا فرض نہیں ہے، اگر اس کو زائل کئے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تحریمی ہو گی یعنی نماز کو لوٹانا واجب ہو گا۔

سوال: درہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(ا)۔۔۔ اگر نجاست گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ تو درہم سے مراد اس کا وزن ہے اور درہم کا وزن شریعت میں اس جگہ ساڑھے چار ماشے ہے۔

(۲)۔۔۔ اور اگر نجاست پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب وغیرہ تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے اور شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی ہے یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی نہ رک سکے اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے اتنا بڑا درہم سمجھا جائے۔(فتاوی ہندیہ۔ج ا۔ص ۴۵)

سوال: نجاست خفیفہ کی کتنی مقدار معاف ہے؟

جواب: اگر کپڑے یا بدن پر نجاست خفیفہ لگ جائے اور وہ چوتھائی کپڑے یا چوتھائی بدن سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر چوتھائی کپڑے یا بدن کی مقدار یا اس سے زائد لگی ہو تو نماز جائز نہیں ہو گی۔

سوال: چوتھائی کپڑے یا بدن کا حساب کیسے لگائیں گے؟

جواب: چوتھائی کپڑے یا چوتھائی بدن کے حساب میں فقہاء کا اختلاف ہے پس بعض فقہاء کے نزدیک پورے کپڑے اور پورے بدن کا چوتھائی مراد ہے جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک جس حصے پر نجاست لگی ہے اس طرف کے کپڑے یا بدن کا چوتھائی مراد ہے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

سوال: پیشاب کی باریک چھینٹیں اگر کپڑے یا بدن پر پڑ جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: پیشاب کی چھینٹیں اگر اڑ کر بدن یا کپڑے پر گریں تو اگر وہ سوئی کے سر کے برابر ہوں کہ بغیر غور کئے نظر نہ آئیں تو وہ معاف ہیں اگرچہ پورے کپڑے پر پڑ جائیں۔

سوال: اگر کوئی ناپاک بستر یا مٹی پر سویا جو خشک تھے مگر اس کے پسینے یا قدم کی تری سے گیلے ہو گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ایسے بچھونے یا ایسی مٹی پر سویا جس پر نجاست مثلاً پیشاب لگ کر خشک ہو گیا تھا پھر اس کو پسینہ آیا اور بچھونا یا مٹی تر ہو گئی یا وہ بچھونے یا مٹی میں چلا اور اس کے قدم کی تری سے بچھونا یا مٹی تر ہو گئی، پس اگر بدن یا پاؤں میں نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہو جائے تو بدن اور پاؤں ناپاک ہو جائیں گے، اور اگر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔

سوال: سوکھا پاک کپڑا گیلے ناپاک کپڑے میں لپیٹا گیا تو کیا وہ ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: اگر پاک خشک کپڑے کو ایسے ناپاک کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا گیا جو پانی سے تر تھا اور اس کی وجہ سے پاک کپڑا ابھی تر ہو گیا اب اس کے بعد اگر پاک کپڑے کو نچوڑا جائے تو وہ نہ نچڑے یعنی اس میں کچھ قطرے نہ ٹپکیں تو پاک کپڑا ناپاک نہیں ہو گا۔ بشرطیکہ پاک کپڑے میں نجاست کا اثر بدبو وغیرہ ظاہر نہ ہو۔

مصنف نے بستر والے مسئلے کو اس مسئلے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جب تک نجاست کا اثر بدن یا پاؤں میں ظاہر نہ ہو تو بدن اور پاؤں پاک رہیں گے اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو گیا تو ناپاک ہو جائیں گے۔

سوال: خشک ناپاک زمین پر پاک گیلا کپڑا پھیلانے سے کیا ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: مصنف سوال نمبر ۲۶۴ والے مسئلے کو ایک اور مسئلے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اگر زمین پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہو گئی پھر دھوپ وغیرہ سے سوکھ گئی، اور اس پر کسی نے گیلا پاک کپڑا بچھا دیا تو اگر اس گیلے کپڑے پر نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا ہے تو وہ کپڑا ناپاک نہیں ہو گا۔ اور اگر اثر ظاہر ہو گیا تو ناپاک ہو جائے گا۔

سوال: نجاست پر ہوا چل کر کپڑے پر لگ گئی تو کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: مصنف نے سوال نمبر ۲۶۴ والے مسئلے کو ایک اور مسئلے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گوبر یا نجس مٹی پڑی ہوئی تھی اور ہوا اس ناپاکی پر سے گزر کر پاک کپڑے تک پہنچی تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہو گا بشرطیکہ اس کپڑے پر نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، پس اگر کوئی اثر ظاہر ہو جائے تو ناپاک ہو جائے گا ورنہ تو نہیں۔

بِمَ تَطَهَّرَ النَّجَاسَةُ

وَيَطْهُرُ مُتَنَجِّسٌ بِنَجَاسَةٍ مَرْئِيَّةٍ بِزَوَالِ عَيْنِهَا وَلَوْ بِمَرَّةٍ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَا يَضُرُّ بَقَاءُ أَثَرٍ شَقَّ زَوَالُهُ وَغَيْرِ الْمَرْئِيَّةِ بِغَسْلِهَا ثَلَاثًا وَالْعَصْرِ كُلَّ مَرَّةٍ وَتَطْهُرُ النَّجَاسَةُ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ مُزِيْلٍ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَيَطْهَرُ الْخُفُّ وَنَحْوُهُ بِالدَّلْكِ مِنْ نَجَاسَةٍ لَهَا جِرْمٌ وَلَوْ كَانَتْ رَطْبَةً۔

ترجمہ: نجاست مرئیہ سے ناپاک ہونے والی چیز اس کے عین کے زائل ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، اگرچہ ایک مرتبہ دھونے سے ہی ہو صحیح قول کے مطابق، اور ایسے اثر کا باقی رہنا ضرر نہیں دیتا ہے جس کا زائل ہونا دشوار ہو اور غیر مرئیہ تین بار دھونے اور ہر بار نچوڑنے سے (پاک ہوتی ہے)۔ اور کپڑے اور بدن سے نجاست پانی کے ذریعہ پاک ہو جاتی ہے اور ہر

ایسی بہنے والی چیز کے ذریعہ جو زائل کرنے والی ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی، اور موزہ اور اس جیسی چیزیں رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہیں، اس نجاست سے جس کا جسم ہو اگرچہ وہ تر ہو۔

وَيَطْهُرُ السَّيْفُ وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ وَإِذَا ذَهَبَ أَثَرُ النَّجَاسَةِ عَنِ الْأَرْضِ وَجَفَّتْ جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَيْهَا دُونَ التَّيَمُّمِ مِنْهَا وَيَطْهُرُ مَا بِهَا مِنْ شَجَرٍ وَ كَلأٍ قَائِمٍ بِجَفَافِهِ وَتَطْهُرُ نَجَاسَةٌ إِسْتَحَالَتْ عَيْنُهَا كَأَنْ صَارَتْ مِلْحًا أَوِ احْتَرَقَتْ بِالنَّارِ وَيطْهُرُ الْمَنِيُّ الْجَافُّ بِفَرْكِهِ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ وَيَطْهُرُ الرَّطْبُ بِغَسْلِهِ ۔

ترجمہ: اور تلوار اور اس جیسی چیز پوچھ دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور جب ناپاکی کا اثر زمین سے جاتا رہے اور زمین خشک ہو جائے تو اس پر نماز جائز ہو جائے گی نہ کہ اس سے تیمم کرنا، اور پاک ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو زمین سے لگی ہوئی ہوں یعنی درخت اور کھڑی گھاس اس کے خشک ہو جانے سے، اور پاک ہو جاتی ہے وہ نجاست جس کی ذات بدل گئی ہو جیسے نمک بن گئی یا آگ سے جل گئی، اور خشک منی کپڑے اور بدن سے کھرچ دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے۔

سوال: نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: نجاست مرئیہ وہ نجاست ہے جو سوکھنے کے بعد دکھائی دے جیسے خون ، پاخانہ۔ نجاست غیر مرئیہ وہ نجاست ہے جو سوکھنے کے بعد دکھائی نہ دے جیسے پیشاب، شراب۔

سوال: نجاست مرئیہ بدن یا کپڑے پر لگی تو کیسے پاک ہو گی؟

جواب: اگر بدن یا کپڑے پر نجاست مرئیہ لگی تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نجاست کے اوپر پانی وغیرہ ڈال کر اس کے وجود کو دور کر دیا جائے، خواہ نجاست مرئیہ کا وجود ایک بار دھونے سے دور ہو جائے یا اس سے زائد سے، اس کے پاک کرنے میں کوئی تعداد متعین نہیں ہے، ہاں اگر تین بار سے بھی دور نہ ہو تو مزید اسے دھوئے یہاں تک کہ نجاست کا وجود ختم ہو جائے۔ اور اگر ایک بار سے دور ہو گئی تو دوسری اور تیسری بار دھونا ضروری نہیں ہے اور یہی صحیح

مذہب ہے جبکہ غیر صحیح قول بھی ہے جیسے کہ ابو جعفر فرماتے ہیں نجاست کے وجود کو دور کرنے کے بعد دوبار اور دھونا ضروری ہے اور علامہ فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ نجاست کے وجود کو دور کرنے کے بعد تین بار دھونا ضروری ہے۔

سوال: نجاست کے عین کو دور کرنے کے بعد اس کا اثر باقی رہ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نجاست کے عین کو دور کر دیا لیکن اس کا اثر یعنی رنگ و بو اس جگہ باقی رہ گیا تو اگر وہ اثر بغیر مشقت (یعنی بغیر صابن وغیرہ) کے دور نہ ہو تو اس اثر کو دور کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر بغیر مشقت کے دور ہو جاتا ہو تو اس کو دور کرنا ضروری ہے۔

سوال: نجاست غیر مرئیہ بدن یا کپڑے پر لگی تو کیسے پاک ہو گی؟

جواب: اگر بدن یا کپڑے پر نجاست غیر مرئیہ لگی تو اس کو پاک کرنے کے لئے تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ اور اصل میں اعتبار غلبۂ ظن کا ہے یعنی اس کو اس قدر دھویا جائے کہ دھونے والے کو غالب گمان ہو کہ یہ پاک ہو گیا، لیکن فقہائے کرام نے غالب گمان کا اندازہ تین مرتبہ دھونے کے ساتھ لگایا ہے۔ کیونکہ اس تعداد سے غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے، پس آسانی کے لئے تین کے عدد کو غالب گمان کے قائم مقام کر دیا گیا کہ اگر تین بار دھو لیا تو وہ پاک ہو جائے گا۔

سوال: بدن اور کپڑے پر لگی ہوئی نجاست حقیقیہ کو کن کن چیزوں سے پاک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ لگ جائے تو یہ پانی سے اور ہر ایسی پتلی بہنے والی چیز سے (جو ناپاکی کو زائل کر دے جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی) پاک کی جا سکتی ہے، اور اگر بہنے والی چیز ایسی ہو جو ناپاکی دور نہ کر سکے مثلاً دودھ، تیل وغیرہ (کہ ان میں چکناہٹ ہوتی ہے) تو اس سے بدن یا کپڑا پاک نہیں ہو گا۔ متن میں نجاست کو مطلق بیان کیا گیا تاکہ مرئیہ اور غیر مرئیہ دونوں کو شامل ہو جائے۔ نیز ماء کو مطلق بیان کیا گیا تاکہ مائے مطلق اور مائے مستعمل دونوں کو شامل ہو جائے۔

سوال: موزے اور جوتے کو دھونے کے علاوہ کیسے پاک کر سکتے ہیں؟

جواب: موزے یا جوتے میں دلدار نجاست لگی جیسے پاخانہ، گوبر، منی تو اگرچہ وہ نجاست تر ہو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے اور اگر مثل پیشاب کے کوئی پتلی نجاست لگی ہو اور اس پر مٹی یا راکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالے جب بھی پاک ہو جائیں گے اور اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ نجاست سوکھ گئی تو اب بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

سوال: تلوار وغیرہ کو کیسے پاک کیا جائے گا؟

جواب: لوہے کی چیزیں جیسے چھری، چاقو، تلوار وغیرہ (جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار) نجس ہو جائیں تو صرف اچھی طرح پوچھ ڈالنے سے پاک ہو جائیں گی اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے۔

سوال: ناپاک زمین کیسے پاک ہو گی؟

جواب: ناپاک زمین اگر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے پاک ہو گئی خواہ وہ ہوا سے سوکھی ہو یا دھوپ یا آگ سے، مگر اس زمین سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: کیا گھاس، دیوار، درخت وغیرہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جائیں گے؟

جواب: درخت اور گھاس اور دیوار اور ایسی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو یہ سب خشک ہو جانے سے پاک ہو گئے، اور اگر اینٹ جڑی ہوئی نہ ہو تو خشک ہونے سے پاک نہ ہو گی بلکہ دھونا ضروری ہے اور ایسے ہی درخت اور گھاس سوکھنے سے پیشتر کاٹ لئے گئے تو طہارت کے لئے دھونا ضروری ہے، اسی طرح اگر پتھر ایسا ہو جو زمین سے جدا نہ ہو سکے تو خشک ہونے سے پاک ہے ورنہ دھونے کی ضرورت ہے۔

سوال: اگر نجاست کی ذات بدل گئی تو کیا وہ پاک ہو جائے گی؟

جواب: اگر کسی نجاست کی ذات بدل گئی تو وہ پاک ہو جاتی ہے مثلاً شراب سرکہ بن جائے تو پاک ہے۔ پاخانہ مٹی بن جائے تو پاک ہے۔ کیونکہ اب ذات بدل گئی، اسی طرح کسی نجاست کو جلا کر راکھ کر دیا گیا تو وہ راکھ پاک ہے، یوں ہی کُتّا نمک کی کان میں گر کر نمک ہو گیا تو وہ نمک پاک ہے۔

سوال: خشک منی اور تر منی کپڑے یا بدن میں لگی تو کیسے پاک کریں گے؟

جواب: منی اگر کپڑے یا بدن میں لگ گئی اور خشک ہو گئی تو اس کو کھرچ کر یا مل کر صاف کر دیا تو بدن اور کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر منی تر ہو یا ساتھ پیشاب بھی لگ گیا تو دھونے سے پاک ہو گی ملنا اور کھرچنا کافی نہیں۔

(فیضان فرض علوم ص ۱۱۶)

فَصْلٌ فِيْ طَهَارَةِ جِلْدِ الْمَيْتَةِ وَنَحْوِهَا

یہ مردار کی کھال اور اس کے جیسے کی پاکی کی فصل ہے

يَطْهُرُ جِلْدُ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ كَالْقَرْظِ وَبِالْحِكْمِيَّةِ كَالتَّتْرِيْبِ وَالتَّشْمِيْسِ إِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْآدَمِيِّ وَتُطَهِّرُ الذَّكَاةُ الشَّرْعِيَّةُ جِلْدَ غَيْرِ الْمَأْكُوْلِ دُوْنَ لَحْمِهٖ عَلٰى أَصَحِّ مَا يُفْتٰى بِهٖ وَكُلُّ شَيْءٍ لَا يَسْرِيْ فِيْهِ الدَّمُ لَا يَنْجُسُ بِالْمَوْتِ كَالشَّعْرِ وَالرِّيْشِ الْمَجْزُوْزِ وَالْقَرْنِ وَالْحَافِرِ وَالْعَظْمِ مَا لَمْ يَكُنْ بِهٖ دَسَمٌ وَالْعَصَبُ نَجِسٌ فِي الصَّحِيْحِ وَنَافِجَةُ الْمِسْكِ طَاهِرَةٌ كَالْمِسْكِ وَأَكْلُهٗ حَلَالٌ وَالزَّبَادُ طَاهِرٌ تَصِحُّ صَلَاةُ مُتَطَيِّبٍ بِهٖ۔

ترجمہ: مردار کی کھال دباغت حقیقیہ سے پاک ہو جاتی ہے جیسے قرظ کے پتے، اور دباغت حکمیہ سے پاک ہو جاتی ہے جیسے مٹی مل دینا اور دھوپ میں سکھا دینا، مگر خنزیر اور آدمی کی کھال، اور غیر ماکول کی کھال کو شرعی ذبح پاک کر دیتا ہے نہ کہ اس کے گوشت کو صحیح قول کے مطابق جس پر فتوی دیا جاتا ہے، اور ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتی جیسے بال اور کٹا ہوا پر، اور سینگ اور کھر اور ہڈی جب کہ اس پر چکناہٹ نہ ہو، اور پٹھا ناپاک ہے صحیح قول کے مطابق، اور مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے، اور زباد پاک ہے اس کی خوشبو لگانے والے کی نماز صحیح ہے۔

سوال: مردار کی کھال کیسے پاک ہوتی ہے؟

جواب: آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار مردار کی کھال دباغت یعنی گندی رطوبت دور کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی۔ جو دوائی یا کیکر کے مشابہ قرظ نامی درخت کے پتوں سے کی جاتی ہے (۲) حکمی: جو مٹی لگا کر یا دھوپ میں سکھا کر کی جاتی ہے۔ پس دونوں قسموں کی دباغت سے چمڑا پاک ہو جائے گا۔ پھر اس پر نماز پڑھنا، اس کے بنے ہوئے ڈول سے وضو و غسل کرنا جائز ہے۔ اور مردار خواہ ہاتھی کتا یا جنگلی درندے ہوں یا جن کا گوشت کھایا جاتا

ہے وہ ہوں۔ یہاں پر خنزیر کو مستثنیٰ رکھا کیونکہ وہ نجس العین ہے کہ اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوگی اور آدمی کو مستثنیٰ رکھا اس کی کرامت کی وجہ سے کہ اس کے کسی جزء کا استعمال کرامت کی بناء پر جائز نہیں ہے۔

سوال: غیر ماکول اللحم کی کھال کیسے پاک ہوگی؟ اور کیا اس کا گوشت بھی پاک ہو جائے گا؟

جواب: غیر ماکول اللحم یعنی حرام جانوروں کی کھال سوائے خنزیر کے شرعی طور پر ان کو ذبح کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے، یہاں شرعی ذبح کی قید لگائی ہے یعنی ذبح کے صحیح ہونے کے لئے شریعت نے جو شرائط بتائی ہیں ان کی رعایت کرکے ذبح کیا گیا ہو مثلاً ذبح کرنے والا اس کا اہل ہو چنانچہ مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہیں کرے گا، نیز بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو وغیرہ۔ اور صحیح قول کے مطابق صرف کھال پاک ہوگی نہ کہ ان کا گوشت۔

سوال: جانور کے بدن کی ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا کیا وہ موت سے ناپاک ہو جاتے ہیں؟

جواب: خنزیر کے سوا سارے جانوروں کے بدن کی ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتیں۔ بشرطیکہ ان پر چربی نہ ہو۔ جیسے بال، کٹا ہوا پر، سینگ، کھر اور ہڈی وغیرہ اور اس کی علت یہ ہے کہ نجاست خون کے رکنے کی وجہ سے ہوتی ہے اور ان میں خون نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ان میں چکناہٹ یا چربی وغیرہ لگی ہو تو ناپاک ہو جائیں گے کہ مردار کی چربی نجس ہے۔

سوال: پٹھے اور مشک کے نافہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: العصب: گوشت کے اندر اعضائے جسم کے جوڑوں کو باندھنے والی پٹی کو کہتے ہیں۔

صحیح قول کے مطابق یہ ناپاک ہے کیونکہ اس میں جان ہوتی ہے جبکہ ایک غیر صحیح قول کے مطابق پاک ہے کہ وہ ہڈی ہے۔

نافہ۔ مشک کی تھیلی جو ایک خاص قسم کے ہرن کے پیٹ میں ہوتی ہے اور خوشبودار ہوتی ہے، بالاتفاق پاک ہے اور اس کا کھانا بھی حلال ہے۔

سوال: زباد کیا ہے اور یہ پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: الزباد: یہ ایک قسم کا مادہ ہے جو ہرن کی دم کے نیچے پاخانے کے مقام پر جمع ہوتا رہتا ہے، نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ یہ پاک ہے اور اگر کسی نے زباد خوشبو لگائی ہو تو اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ وہ پاک ہے۔

تاریخِ اختتام: 23 رمضان، 1441 ہجری بمطابق 17، مئی 2020ء۔ شبِ اتوار، رات، 12:05 AM

(بحمد اللہ تعالی "کتاب الطہارۃ" 18 دن میں مکمل ہوئی)

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

شَارِقُ الْفَلَاحِ شرح نور الایضاح

کِتَابُ الصَّلَاۃِ

تاریخِ آغاز: 23 رمضان، 1441 ہجری بمطابق 17، مئی 2020ء۔

شبِ اتوار، رات، 12:19 AM

مصنف

شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی الحنفی (سالِ وفات ۱۰۶۹ھ (علیہ رحمۃ اللہ القوی)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

كِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کا بیان

شُرُوْطُ وُجُوْبِهَا

يُشْتَرَطُ لِفَرْضِيَّتِهَا ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ اَلْإِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَتُؤْمَرُ بِهَا الْأَوْلَادُ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَتُضْرَبُ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ بِيَدٍ لَا بِخَشْبَةٍ

ترجمه: نماز کے فرض ہونے کے لئے تین چیزیں شرط قرار دی گئی ہیں:(۱)مسلمان ہونا،(۲)بالغ ہونا،(۳)عاقل ہونا ۔اور بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جائے گا،اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر ہاتھ سے مارا جائے گا لکڑی سے نہیں۔

سَبَبُهَا وَمَتٰى تَجِبُ

وَأَسْبَابُهَا أَوْقَاتُهَا وَتَجِبُ بِأَوَّلِ الْوَقْتِ وُجُوْبًا مُوَسَّعًا

ترجمه: نماز(فرض ہونے)کے اسباب اس کے اوقات ہیں اور نماز واجب ہو جاتی ہے وقت کے شروع حصے میں ہی ایسا وجوب جس کو گنجائش دی گئی ہے۔

اَوْقَاتُ الصَّلَاةِ

وَالْأَوْقَاتُ خَمْسَةٌ وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰى قُبَيْلِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَوَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلٰى أَنْ يَصِيْرَ ظَلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ أَوْ مِثْلَهُ سِوٰى ظِلِّ الْاِسْتِوَاءِ وَاخْتَارَ الثَّانِيَ الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ قَوْلُ الصَّاحِبَيْنِ ۔

ترجمه: اور نماز کے اوقات پانچ ہیں:(۱) صبح کا وقت: فجر صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے نکلنے سے کچھ پہلے تک۔(۲)ظہر کا وقت: سورج کے ڈھلنے سے سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل یا ایک مثل ہونے تک اور دوسرے قول کو امام طحاوی نے اختیار کیا ہے اور یہی صاحبین کا قول ہے۔

وَوَقْتُ الْعَصْرِ مِنْ اِبْتِدَاءِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمِثْلِ أَوِ الْمِثْلَيْنِ اِلىٰ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبِ مِنْهُ اِلىٰ غُرُوْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ وَالْعِشَاءِ وَالْوِتْرِ مِنْهُ اِلَى الصُّبْحِ وَلَا يُقَدَّمُ الْوِتْرُ عَلَى الْعِشَاءِ لِلتَّرْتِيْبِ اللَّازِمِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَهُمَا لَمْ يَجِبَا عَلَيْهِ۔

ترجمہ: (۳) عصر کا وقت: ایک مثل یا دو مثل پر زیادتی کی ابتداء سے سورج کے غروب ہونے تک۔(۴) مغرب کا وقت: غروبِ آفتاب سے شفقِ احمر کے غروب تک مفتی بہ قول کے مطابق۔(۵) عشاء اور وتر کا وقت: شفقِ احمر کے غروب سے صبحِ صادق تک، وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جائے گا اس ترتیب کی وجہ سے جو لازم ہے۔ اور جو شخص ان کا وقت نہ پائے اس پر یہ دونوں واجب نہیں ہے۔

سوال: نماز کے متعلق کچھ تمہیدی کلمات بیان کر دیں۔

جواب: مصنف کتاب الطہارۃ کے بیان سے فارغ ہو کر (جو نماز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ و وسیلہ ہے) اصل مقصود نماز کو بیان فرمارہے ہیں، نماز بدنی عبادتوں میں سے سب سے افضل اور عمدہ عبادت ہے اس کو چھوڑنا حرام اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، اور یہ عبادت دائمی اور قدیمی ہے یعنی کسی رسول کی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی اور شریعت محمدیہ کو جو نماز اللہ کی طرف سے دی گئی ہے اس میں بہت سی باتیں خاص طور سے عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے شریعتوں میں نہیں تھیں مثلاً اذان، اقامت، تکبیر تحریمہ، آمین وغیرہ، نماز کی فرضیت معراج کی رات میں ہوئی اور اصل میں سوائے مغرب کے دو دو رکعتیں فرض ہوئیں پھر سفر میں اس کو برقرار رکھا گیا اور حضر میں سوائے فجر کے زیادتی کر دی گئی، نماز کے فرض کرنے کی حکمت منعم کا شکر ادا کرنا ہے اور نماز کے فرض ہونے کا سبب اصل اللہ پاک کا خطابِ ازلی ہے، اور نماز کے اوقات، اس کے اسبابِ ظاہری اور نماز کے فرائض و شرائط و صفات کا بیان ان شاء اللہ آگے آرہا ہے۔

مزید اگر پانچوں نمازوں کی حکمتیں معلوم کرنا ہو تو ہماری کتاب بنام **"پانچ نمازوں کی حکمت"** کا مطالعہ کیجئے۔

سوال: صلوۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہے؟ نیز نماز کتنی قسم کی ہوتی ہے؟

جواب: صَلوٰۃ صَلْیٌ سے بنا ہے بمعنی گوشت بھوننا، آگ پر پکانا، رب فرماتا ہے: "سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ"۔ نیز آگ سے لکڑی سیدھی کرنے کو تصلیہ کہا جاتا ہے، چونکہ نماز اپنے نمازی کے نفس کو مجاہدہ و مشقت کی آگ پر جلاتی

ہے، نیز اسے سیدھا کرتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہتے ہیں۔اب صلوٰۃ کے معنی دعا، رحمت، انزالِ رحمت، استغفار، سرین ہلاناہیں۔چونکہ یہ سب چیزیں نماز میں ہوتی ہیں اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی، یعنی نبوت کے گیارھویں سال ہجرت سے دو سال کچھ ماہ پہلے، نیز ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی، اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔جو نماز سیدھی کرکے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کر دیتی ہے۔

اور نمازیں چار قسم کی ہیں: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، نفل۔

سوال: نماز کس پر فرض ہے؟

جواب: ہر مسلمان مکلّف یعنی عاقِل بالغ پر نماز فرض عین ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔اور جو قصداً چھوڑ ے اگرچہ ایک ہی وقت کی ہو، وہ فاسِق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمہ ثلٰثہ امامِ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔

("الدر المختار" معه "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۶.)

اس وضاحت سے پتا چلا کہ نماز فرض اسی پر ہو گی جس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) مسلمان ہونا۔(۲) بالغ ہونا۔(۳) عاقل ہونا۔

سوال: کتنے سال کے بچوں کو نماز کا حکم دیں گے؟ نیز ترکِ نماز پر سزا دینے کی عمر کیا ہے؟

جواب: جب لڑکا یا لڑکی سات سال کے ہو جائیں یعنی آٹھواں سال لگ جائے تو ان کے ولی پر واجب ہے کہ ان کو نماز کا حکم کریں اور ان کو نماز پڑھنا سکھائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو اب اگر نماز چھوڑ دیں تو مار کر پڑھائیں اور مارنے میں حدود کا لحاظ رکھیں ایک یہ کہ ہاتھ سے ماریں لکڑی سے نہ ماریں اس لئے کہ یہ تنبیہ ہے سزا نہیں اور لکڑی سزا دینے کے لئے استعمال ہوتی ہے، دوسرے یہ ہے کہ تین ضرب سے زائد نہ ہو اور ضرب بھی متوسط ہو۔

("جامع الترمذي"، أبواب الصلاة، باب ما جاء متی یؤمر الصبي بالصلاة، الحدیث: ۴۰۷، ج۱، ص۴۱۶.)

سوال: نماز فرض ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ نیز کیا اوّلِ وقت میں نماز ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الٰہی ہے اور سبب ظاہری وقت ہے کہ اوّل وقت سے آخر وقت تک جب ادا کرے ادا ہو جائے گی اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر ادا نہ کی یہاں تک کہ وقت کا ایک خفیف جز باقی ہے تو یہی جز اخیر سبب ہے، تو اگر کوئی مجنون یا بے ہوش ہوش میں آیا یا حیض و نفاس والی پاک ہوئی یا صبی (بچہ) بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا اور وقت صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ لے تو ان سب پر اس وقت کی نماز فرض ہو گئی اور جنون و بے ہوشی پانچ وقت سے زائد کو مستغرق نہ ہوں تو اگر چہ تکبیر تحریمہ کا بھی وقت نہ ملے نماز فرض ہے، قضا پڑھے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۱۵،۱۳.)

اولِ وقت میں ادا کرنا ضروری نہیں آخری وقت تک ادائیگی کی گنجائش ہے۔

سوال: نماز کے اوقات کتنے ہیں؟

جواب: نماز کے پانچ اوقات ہیں۔

سوال: نمازِ فجر کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: وقت فجر: طلوع صبح صادق سے آفتاب کی پہلی کرن چمکنے تک ہے۔

سوال: صبح صادق اور صبحِ کاذب کسے کہتے ہیں؟

جواب: فائدہ: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پورب کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے، جس کے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے، صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔

مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔("الفتاوی الهندية"، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الأول، ج۱، ص۵۱.)

فائدہ: صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد (ہند کے شہر) میں کم از کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا پینتیس منٹ، نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ، اکیس مارچ کو ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ جون کو پورا ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہو جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ ستمبر کو ایک گھنٹا ۱۸ منٹ ہو جاتا ہے، پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹا ۲۴ منٹ ہوتا ہے، پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے، جو شخص وقت صحیح نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹا رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹا چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اَذان کہی جائے تاکہ سحری اور اَذان دونوں طرف احتیاط رہے، بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو، پونے دو گھنٹے پہلے اَذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، اس طرح نہ یہ اَذان ہوئی اور نہ نماز، بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں ماہِ جون و جولائی میں جب کہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس گھنٹے کی ہوتی ہے، ان دنوں تو البتہ وقت صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہو جاتا ہے، مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے، اس وقت فجر کا وقت نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے، خصوصاً جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوع آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا دوسرے دن اسی حساب سے وقت متذکرۂ بالا کے اندر اندر اَذان و نمازِ فجر ادا کی جائے۔

سوال: نمازِ ظہر و جمعہ کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو مثل یا ایک مثل ہو جائے۔

سوال: سایہ اصلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے، کہ اس دن آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے، دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں جو خطِ استواء کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں جب آفتاب بالکل سمت راس (سر کے اوپر) پر ہوتا ہے، چنانچہ موسم سرماماہِ دسمبر میں ہمارے ملک کے عرض البلد پر جو ۲۸ درجہ کے قریب پر واقع ہے، ساڑھے آٹھ قدم سے زائد سایہ اصلی ہوجاتا ہے اور مکہ ٔ معظمہ میں جو ۲۱ درجہ پر واقع ہے، ان دنوں میں سات قدم سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے، اس سے زائد پھر نہیں ہوتا، اسی طرح موسم گرما میں مکہ ٔمعظمہ میں ۲۷ مئی سے ۳۰ مئی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا، اس کے بعد پھر وہ سایہ الٹا ظاہر ہوتا ہے، یعنی سایہ جو شمال کو پڑتا تھا، اب مکہ ٔمعظمہ میں جنوب کو ہوتا ہے اور ۲۲ جون تک پاؤ قدم تک بڑھ کر پھر گھٹتا ہے، یہاں تک کہ پندرہ جولائی سے اٹھارہ جولائی تک پھر معدوم ہوجاتا ہے، اس کے بعد پھر شمال کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے، نہ کبھی معدوم ہوتا ہے بلکہ سب سے کم سایہ ۲۲ جون کو نصف قدم باقی رہتا ہے۔ (از افاداتِ رضویہ)

فائدہ: آفتاب ڈھلنے کی پہچان یہ ہے کہ برابر زمین میں ہموار لکڑی اس طرح سیدھی نصب کریں کہ مشرق یا مغرب کو اصلاً جھکی نہ ہو، آفتاب جتنا بلند ہوتا جائے گا، اس لکڑی کا سایہ کم ہوتا جائے گا، جب کم ہونا موقوف ہوجائے، تو اس وقت سورج خط نصف النہار پر پہنچا اور اس وقت کا سایہ سایۂ اصلی ہے، اس کے بعد بڑھنا شروع ہوگا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سورج خط نصف النہار سے متجاوز ہوا، اب ظہر کا وقت ہوا یہ ایک تخمینہ ہے اس لئے کہ سایہ کا کم و بیش ہونا خصوصاً موسم گرما میں جلد متمیز نہیں ہوتا، اس سے بہتر طریقہ خط نصف النہار کا ہے کہ ہموار زمین میں نہایت صحیح کمپاس سے سوئی کی سیدھ پر خط نصف النہار کھینچ دیں اور ان ملکوں میں اس خط کے جنوبی کنارے پر کوئی مخروطی شکل کی نہایت باریک نوک دار لکڑی خوب سیدھی نصب کریں کہ شرق یا غرب کو اصلاً نہ جھکی ہو، اور وہ خط نصف النہار اس کے قاعدے کے عین وسط میں ہو۔ جب اس کی نوک کا سایہ اس خط پر منطبق ہو ٹھیک دوپہر ہوگیا، جب بال برابر پورب کو جھکے دوپہر ڈھل گیا، ظہر کا وقت آگیا۔

سوال: ظہر کے آخری وقت کے بارے میں اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب: ظہر کے آخری وقت کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ایک روایت یہ ہے کہ جب سایۂ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو گیا اس قول کو امام طحاوی نے اختیار کیا ہے اور یہی صاحبین کا بھی مذہب ہے اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲)۔۔۔دوسری روایت یہ ہے کہ جب سایۂ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو گیا اور یہ امام اعظم کا مذہب ہے، اور اسی پر اب احناف کا عمل ہے۔

سوال: نمازِ عصر کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: وقت عصر: ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے خواہ ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہو جو کہ امامِ اعظم کا مذہب ہے خواہ ایک مثل پر ختم ہو جو کہ صاحبین کا مذہب ہے۔اور عصر کا آخری وقت آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے تک ہے۔پس سورج کے غروب ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ان بلاد (ہند کے شہروں) میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹا ۳۵ منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۶ منٹ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے، ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب (ایک بُرج کا نام ہے) سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۳۶ منٹ پھر یکم نومبر سے ۱۸ فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹا ۳۵ منٹ سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت عصر ہے، ان بلاد میں عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا، پھر ۱۹ فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹا ۳۶ منٹ، پھر مارچ کے ہفتۂ اوّل میں ایک گھنٹا ۳۷ منٹ، ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۳۸ منٹ، ہفتۂ سوم میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ، پھر ۲۱ مارچ تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۱ منٹ، پھر اپریل کے ہفتۂ اوّل میں ایک گھنٹا ۴۳ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۸ منٹ، پھر ۲۰ و ۲۱ اپریل تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۵۰ منٹ، پھر مئی کے ہفتۂ اول میں ایک گھنٹا ۵۳ منٹ، ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۵۵ منٹ، ہفتۂ سوم میں ایک گھنٹا ۵۸ منٹ، پھر ۲۲ و ۲۳ مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ایک منٹ، پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹے ۳ منٹ، ہفتۂ دوم میں دو گھنٹے ۴ منٹ، ہفتۂ سوم میں دو گھنٹے ۵ منٹ، پھر ۲۲ جون تحویل

سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ۶ منٹ، پھر ہفتۂ اوّل جولائی میں دو گھنٹے ۵ منٹ، دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۴ منٹ، تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹے دو منٹ، پھر ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ اس کے بعد سے آخر ماہ تک دو گھنٹے، پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۸ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۱ منٹ، پھر ۲۳ و ۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ، پھر اس کے بعد سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۸ منٹ، پھر ہفتۂ اول ستمبر میں ایک گھنٹا ۴۶ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۴ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۲ منٹ، پھر ۲۳، ۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ، پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۰ منٹ، پھر ہفتۂ اوّل اکتوبر میں ایک گھنٹا ۳۹ منٹ، ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۳۸ منٹ، ہفتۂ سوم میں ۲۳ اکتوبر تک ایک گھنٹا ۳۷ منٹ، غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔

(از افاداتِ رضویہ)

سوال: برج کیا ہیں؟ اور یہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: بارہ بُرج جو سات سیارہ ستاروں کی منزلیں ہیں۔ بُرج یہ ہیں: (۱) حمل (۲) ثور (۳) جوزا (۴) سرطان (۵) اسد (۶) سنبلہ (۷) میزان (۸) عقرب (۹) قوس (۱۰) جدی (۱۱) دلو (۱۲) حوت۔ ("معالم التنزيل"، ج۳، ص۳۱۸، ملخّصاً)

سوال: نمازِ مغرب کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: وقت مغرب: غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔

اور یہ وقت ان (ہند کے) شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔ (الفتاوى الرضوية"، كتاب الصلاة، باب الأوقات، ج۵، ص۱۵۳.)

اور شفق کی تعیین میں علما کا اختلاف ہے صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد شفق احمر ہے اور امام اعظم کے نزدیک شفق ابیض ہے، مصنف نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ کہا ہے لیکن بحر الرائق میں امام اعظم کے قول کو راجح کہا ہے اور اب امام اعظم کے قول پر ہی فتویٰ ہے یعنی مغرب کا وقت شفق ابیض کے غروب ہوتے ہی ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ ("الهداية"، كتاب الصلاة، باب المواقيت، ج۱، ص۴۰.)

فائدہ: ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

سوال: عشااور وتر کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: وقت عشاووتر: صاحبین کے نزدیک شفقِ احمر اور امامِ اعظم کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔ (الفتاوی الرضویة"، کتاب الصلاۃ، باب الأوقات، ج۵، ص۱۵۳.)

سوال: کیاوتر کو عشاپر مقدم کر سکتے ہیں؟

جواب: اگرچہ عشاووتر کا وقت ایک ہے، مگر باہم ان میں ترتیب فرض ہے، کہ عشاسے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں، البتہ بھول کر اگر وتر پہلے پڑھ لئے یابعد کو معلوم ہوا کہ عشا کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہو گئے۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الأول، ج۱، ص۵۱.)

سوال: جو شخص عشاووتر کا وقت نہ پائے تو کیا کرے؟

جواب: جن شہروں میں عشا کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یاڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار و لندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے) تو وہاں والوں پر عشاووتر واجب ہوگی یا نہیں اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض کا قول ہے کہ ان پر یہ نماز فرض نہیں کیونکہ وقت ہی نہیں آیا جو کہ نماز کے فرض ہونے کا سبب ہے اور مصنف نے اسی قول کو اختیار کیاہے۔

جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ان پر دونوں نماز فرض ہیں اور ان کو چاہیے کہ "ان دنوں کی قضا پڑھیں۔ اور اب اسی قول پر فتویٰ ہے۔" ("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب في فاقد وقت العشاء کأهل بلغار، ج۲، ص۲۴.)

نوٹ: نمازوں کے اوقات نکالنے کا طریقہ اور عرضِ بلد و طولِ بلد وغیرہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم الحروف کی علمِ توقیت پر مشتمل کتاب بنام "تسلیم التوقیت" کا مطالعہ کریں۔ یا ہمارا you tobe channel. {SHAFEEK FATEHPURI} پر visit کرکے record video ملاحظہ فرمائیں۔

اَلْجَمْعُ بَيْنَ فَرْضَيْنِ فِيْ وَقْتٍ

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ فَرْضَيْنِ فِيْ وَقْتٍ بِعُذْرٍ إِلَّا فِيْ عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ بِشَرْطِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَالْإِحْرَامِ فَيُجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ جَمْعَ تَقْدِيْمٍ وَيُجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمُزْدَلِفَةَ وَلَمْ يَجُزِ الْمَغْرِبُ فِيْ طَرِيْقِ مُزْدَلِفَةَ

ترجمہ: دو فرضوں کو ایک وقت میں کسی عذر کے سبب جمع نہ کرے مگر عرفات میں حاجی کے لئے امام اعظم اور احرام کی شرط کے ساتھ، اور ظہر و عصر کو جمع تقدیم کے طور پر جمع کرے گا، اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کرے گا اور مغرب مزدلفہ کے راستے میں جائز نہیں ہے۔

اَلْمُسْتَحَبُّ مِنْ اَوْقَاتِ الصَّلَاةِ

وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ لِلرِّجَالِ وَالْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِيْ الصَّيْفِ وَتَعْجِيْلُهٗ فِيْ الشِّتَاءِ إِلَّا فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ فَيُؤَخَّرُ فِيْهِ وَتَأْخِيْرُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ وَتَعْجِيْلُهٗ فِيْ يَوْمِ الْغَيْمِ وَتَعْجِيْلُ الْمَغْرِبِ إِلَّا فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ فَتُؤَخَّرُ فِيْهِ وَتَأْخِيْرُ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَتَعْجِيْلُهٗ فِيْ الْغَيْمِ وَ تَأْخِيْرُ الْوِتْرِ اِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ لِمَنْ يَثِقُ بِالْاِنْتِبَاهِ۔

ترجمہ: مردوں لے لئے فجر کی نماز میں اسفار (اجالا) کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے اور گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھنا اور سردی میں جلدی پڑھنا مگر ابر کے دن میں، پس ابر کے دن میں ظہر کو مؤخر کرے، اور عصر کو مؤخر کرنا جب تک کہ سورج میں تبدیلی نہ ہو، اور ابر کے دن میں عصر کو جلدی پڑھنا، اور مغرب میں جلدی کرنا مگر ابر کے دن میں، پس ابر کے دن میں مغرب کو مؤخر کرے، اور عشاء کو مؤخر کرنا تہائی رات تک، اور ابر کے دن میں جلدی کرنا، اور وتر کو آخری رات تک مؤخر کرنا اس شخص کے لئے جس کو جاگنے کا بھروسہ ہو۔

سوال: کیا دو فرضوں کو ایک وقت میں جمع کرسکتے ہیں؟ نیز جمع حقیقی و جمع صوری کی تعریف بمع حکم بیان کریں؟

جواب: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے، لہذا بلا عذر اس کی اجازت کا سوال ہی نہیں ہوتا، خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے، مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہو گئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناہِ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہو گی ہی نہیں، کہ ابھی اس کا وقت شروع ہی نہیں ہوا، لہذا فرض ذمہ پر باقی ہے۔ اور اسی کو جمع حقیقی کہتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اوّل وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اور اسی کو جمع صوری کہتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۲.)

سوال: کیا کوئی ایسی بھی جگہ ہے جہاں جمع حقیقی جائز ہو؟ یعنی ایک وقت میں دو فرض نمازیں ادا کرنا۔

جواب: جی ہاں! ایسے دو مقام ہیں: (۱) میدانِ عرفات میں حاجی کے لئے، جب کہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو (نہ کہ عمرے کا) اور سلطان یا نائبِ سلطان کی اقتداء کر رہا ہو، تو اس کے لئے ظہر و عصر کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھنا جائز ہے اور اس کو جمع تقدیم بھی کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ میں مغرب و عشا کو عشا کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھنا جائز ہے۔ پس اگر کوئی مزدلفہ کے راستے میں یا عرفات ہی میں مغرب کے وقت میں مغرب کی نماز پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔ اور مزدلفہ میں سلطان یا نائبِ سلطان کی شرط نہیں ہے۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۲.)

سوال: نمازِ فجر ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کرکے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ یہ حکم سردی و گرمی دونوں کا ہے۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، ج٢، ص٣٠.)

حاجیوں کے لیے مزدلفہ میں نہایت اوّل وقت میں فجر پڑھنا مستحب ہے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثاني، ج١، ص٥٢.)

عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اوّل وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے، کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔("الدر المختار"، كتاب الصلاة، ج٢، ص٣٠.)

سوال: نمازِ ظہر ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے، گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے یعنی اتنا ٹھنڈا کرے کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے، اور یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک جائز نہیں، موسم ربیع، جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف، گرمیوں کے حکم میں۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثاني، ج١، ص٥٢.)

اور بادلوں کے دنوں میں دیر کر کے ادا کرنا مستحب ہے خواہ سردی ہو یا گرمی، تاکہ وقت سے پہلے ادا کرنے کا شبہ نہ رہے۔

یہ مسئلہ اس دور کا ہے جب کہ گھڑی اور وقتوں کے نقشے نہ تھے لیکن اب تو گھڑی کے ذریعے ٹھیک وقت معلوم ہو سکتا ہے اس لئے ہر نماز گھڑی کے مطابق مقررہ وقت میں پڑھی جائے۔ جمعہ کا وقت مستحب وہی ہے، جو ظہر کے لیے ہے۔

("البحر الرائق"، كتاب الصلاة، ج١، ص٤٢٩.)

سوال: نمازِ عصر ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: عصر کی نماز میں ہمیشہ (خواہ سردی ہو یا گرمی) تاخیر مستحب ہے، مگر نہ اتنی تاخیر کہ سورج متغیر ہو جائے کہ اتنی تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اور سورج کے متغیر ہونے سے مراد سورج میں زردی آجانا ہے، کہ اس پر بے تکلّف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے، دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثاني، ج١، ص٥٢.)

اور بادلوں کے دنوں میں جلدی ادا کرنا مستحب ہے تاکہ مکروہ وقت میں ادا کرنے کا شبہ نہ رہے۔

سوال: نمازِ مغرب ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: بادلوں کے دن کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل (جلدی) مستحب ہے یعنی اذان واقامت کے درمیان تین آیات کی مقدار یا خفیف سی بیٹھک کے سوا فصل نہ کرے، اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۳۳.)

اور بادلوں کے دنوں میں ذرا دیر کرکے پڑھنا مستحب ہے تاکہ وقت سے پہلے پڑھنے کا شبہ نہ رہے۔

سوال: نمازِ عشا ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: عشا کی نماز ہر موسم میں اوّل تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے، اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ تحریمی ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۳۲، و"البحر الرائق"، کتاب الصلاۃ، ج۱، ص۴۳۰.)

اور بادلوں کے دنوں میں جلدی ادا کرنا مستحب ہے تاکہ وقتِ مکروہ میں ادا کرنے کا شبہ نہ رہے۔

نماز عشا سے پہلے سونا اور بعد نماز عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں، یوہیں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکرِ الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۵.)

سوال: نمازِ وتر ادا کرنے کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔

("الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، ج۲، ص۳۴)

فَصْلٌ فِيْ الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ

یہ فصل مکروہ وقتوں کے بیان میں ہے

ثَلَاثَةُ أَوْقَاتٍ لَا يَصِحُّ فِيْهَا شَيْءٌ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ الَّتِيْ لَزِمَتْ فِيْ الذِّمَّةِ قَبْلَ دُخُوْلِهَا عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى أَنْ تَرْتَفِعَ وَعِنْدَ اِسْتِوَائِهَا اِلٰى اَنْ تَزُوْلَ وَعِنْدَ اِصْفِرَارِهَا اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ وَيَصِحُّ أَدَاءُ مَا وَجَبَ فِيْهَا مَعَ الْكَرَاهَةِ كَجَنَازَةٍ حَضَرَتْ وَسَجْدَةِ آيَةٍ تُلِيَتْ كَمَا صَحَّ عَصْرُ الْيَوْمِ عِنْدَ الْغُرُوْبِ مَعَ الْكَرَاهَةِ۔

ترجمہ: تین وقت وہ ہیں کہ ان میں کوئی فرض واجب (نماز) صحیح نہیں ہے جو ان اوقات کے آنے سے پہلے ذمہ میں لازم ہو گئے ہوں (۱) طلوع آفتاب کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔(۲) اور سورج کے سیدھا ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے۔(۳) اور سورج کے پیلا ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔اور صحیح ہے اس نماز کا ادا کرنا جو واجب ہوئی ہو ان وقتوں میں کراہت کے ساتھ جیسے جنازہ جو حاضر ہوا اور سجدے کی آیت جو تلاوت کی گئی (ان تین وقتوں میں) جیسا کہ صحیح ہے اسی دن کی عصر غروب کے وقت کراہت کے ساتھ۔

سوال: مکروہ وقت کتنے اور کون سے ہیں؟

جواب: مکروہ وقت تین ہیں:

(۱)۔۔۔آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔

(۲)۔۔۔جب سورج میں سرخی آجائے اور اس پر نگاہ ٹھہرنے لگے اس وقت سے سورج کے ڈوبنے تک مکروہ وقت ہے، یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔

(۳)۔۔۔سورج کے بالکل سیدھا کھڑا ہونے سے (اور اس کی علامت یہ ہے کہ سایہ گھٹنا بند ہو جائے) سورج کے مغرب کی طرف ڈھلنے تک مکروہ وقت ہے۔ جس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلکنے تک ہے جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۳۷.)

سوال: ان تینوں اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا۔("الفتاوی الرضویة"، کتاب الصلاۃ، باب الأوقات، ج۵، ص۱۲۲.)

سوال: جو چیزیں ان تین اوقاتِ مکروہہ میں لازم ہوئیں ان کو ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو چیزیں ان تین اوقاتِ مکروہہ میں لازم ہوئی ہوں ان وقتوں میں ان کو ادا کرنا صحیح ہے مگر مکروہ ہے، جیسے کہ مکروہ وقت میں جنازہ آیا اور اسی مکروہ وقت میں پڑھ لی تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی۔ یا مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ ادا کیا تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اور ایسے ہی اگر کسی نے اس دن کی نمازِ عصر نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔

جبکہ بہارِ شریعت میں اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جو کہ مفتی بہ قول ہے: جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقتِ کراہت آگیا۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب: یشترط العلم بدخول الوقت، ج۲، ص۴۳.)

ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ وقتِ کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقتِ غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۲.)

ان اوقات میں تلاوتِ قرآن مجید بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔
("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۴۴.)

وَالْأَوْقَاتُ الثَّلَاثَةُ يُكْرَهُ فِيهَا النَّافِلَةُ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ وَلَوْ كَانَ لَهَا سَبَبٌ كَالْمَنْذُورِ وَرَكْعَتَيِ الطَّوَافِ

ترجمہ: اور ان تین وقتوں میں نفل نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اس نفل کے لئے کوئی سبب ہو جیسے منت مانی ہوئی نماز اور طواف کی دو رکعتیں۔

مَتٰی یُکْرَہُ التَّنَفُّلُ

وَیُکْرَہُ التَّنَفُّلُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِأَکْثَرَ مِنْ سُنَّتِہٖ وَبَعْدَ صَلَاتِہٖ وَبَعْدَ صَلَاۃِ الْعَصْرِ وَقَبْلَ صَلَاۃِ الْمَغْرِبِ وَعِنْدَ خُرُوْجِ الْخَطِیْبِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاۃِ وَعِنْدَ الْإِقَامَۃِ إِلَّا سُنَّۃَ الْفَجْرِ وَقَبْلَ الْعِیْدِ وَلَوْ فِيْ الْمَنْزِلِ وَبَعْدَہٗ فِيْ الْمَسْجِدِ وَبَیْنَ الْجُمْعَیْنِ فِيْ عَرَفَۃَ وَمُزْدَلِفَۃَ وَعِنْدَ ضِیْقِ وَقْتِ الْمَکْتُوْبَۃِ وَمُدَافَعَۃِ الْأَخْبَثَیْنِ وَحُضُوْرِ طَعَامٍ تَتُوْقُہٗ نَفْسُہٗ وَمَا یُشْغِلُ الْبَالَ وَیُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے نفل پڑھنا صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنتوں سے زیادہ، اور فجر کی نماز کے بعد، اور عصر کی نماز کی بعد، اور مغرب کی نماز سے پہلے، اور خطیب کے نکلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے، اور اقامت کے وقت مگر فجر کی سنت، اور عید کی نماز سے پہلے اگرچہ گھر ہی میں ہو، اور عید کی نماز کے بعد مسجد میں، اور دو جمعوں کے درمیان عرفہ اور مزدلفہ میں، اور فرض نماز کے وقت کے تنگ ہونے کے وقت، اور بول و براز کی حاجت کے وقت، اور کھانا حاضر ہونے کے وقت جس کا نفس مشتاق ہو، اور (ہر اس چیز کے قریب) جو دل کو مشغول کر دے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

سوال: کیا ان تینوں اوقاتِ مکروہہ میں نفل نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے؟

جواب: ان تینوں وقتوں میں نفل نماز خواہ سنتِ موکدہ ہو یا غیر موکدہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، اگر شروع کی تو وہ نماز واجب ہو گئی، مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقت کامل میں قضا کرے، اور اگر پوری کر لی تو گنہگار ہوا اور اب قضا واجب نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۴۳.)

اور اگر اس نفل نماز کے واجب ہونے کا کوئی سبب ہو مثلاً منّت مانی ہوئی نماز، لہٰذا ان اوقات میں اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ وقت کامل میں اپنی منت پوری کرے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۴۳.)

یوں ہی طواف کی دو رکعتیں جو طواف کرنے کے سبب لازم ہوتی ہے مکروہ وقت میں ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

سوال: وہ کتنے اور کون سے اوقات ہیں جن میں نوافل پڑھنا منع ہے؟

جواب: تین اوقات مکروہہ کے علاوہ بارہ (۱۲) وقتوں میں نوافل پڑھنا منع ہے اور ان کے بعض یعنی ٦ و ۱۲ میں فرائض وواجبات و نمازِ جنازہ و سجدۂ تلاوت کی بھی ممانعت ہے۔

(۱)۔۔۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث، ج١، ص٥٢.)

اگر کوئی شخص طلوع فجر سے پہلے نماز نفل پڑھ رہا تھا، ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ فجر طلوع کر آئی تو دوسری بھی پڑھ کر پوری کرلے اور یہ دونوں رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں، اور اگر چار رکعت کی نیت کی تھی اور ایک رکعت کے بعد طلوع فجر ہوا اور چاروں رکعتیں پوری کرلیں تو پچھلی دو رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث، ج١، ص٥٢.)

(۲)۔۔۔ نمازِ فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو اگرچہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو، جائز نہیں۔("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث، ج١، ص٥٣.)

فرض سے پیشتر سنت فجر شروع کرکے فاسد کر دی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں۔("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث، ج١، ص٥٣.)

(۳)۔۔۔ نمازِ عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے، نفل نماز شروع کرکے توڑ دی تھی اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو ناکافی ہے، قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث، ج١، ص٥٣.)

(۴)۔۔۔ غروب آفتاب سے فرض مغرب تک۔("الدر المختار"، كتاب الصلاة، ج٢، ص٤٦.)

مگر امام ابن الہمام نے دو رکعت خفیف کا استثنا فرمایا۔("فتح القدير"، كتاب الصلاة، باب النوافل، ج١، ص٣٨٩.)

(۵)۔۔۔ جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبۂ جمعہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک نماز نفل مکروہ ہے، یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی۔("الدر المختار"، كتاب الصلاة، ج٢، ص٤٧.)

یوں ہی عین خطبہ کے وقت اگرچہ پہلا ہو یا دوسرا اور جمعہ کا ہو یا خطبۂ عیدین یا کسوف و استسقا و حج و نکاح کا ہو، ہر نماز حتیٰ کہ قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحب ترتیب کے لئے خطبۂ جمعہ کے وقت قضا کی اجازت ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۴۸.)

(۶)۔۔۔جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو نفل و سنّت نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے البتہ فجر کی سنّت کو اقامت کے بعد بھی پڑھنا جائز ہے جبکہ جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔

(۷)۔۔۔نماز عیدین سے پیشتر نفل مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ و مسجد میں۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۰.)

نماز عیدین کے بعد نفل مکروہ ہے، جب کہ عید گاہ یا مسجد میں پڑھے، گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۰.)

(۸)۔۔۔عرفات میں جو ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں، ان کے درمیان میں اور بعد میں بھی نفل و سنت مکروہ ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۰.)

مزدلفہ میں جو مغرب و عشا جمع کئے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ ہے، بعد میں مکروہ نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۳.)

(۹)۔۔۔فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر و ظہر مکروہ ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۰.)

(۱۰)۔۔۔پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثالث، ج۱، ص۵۳.)

(۱۱)۔۔۔یوہیں کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو، غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے خشوع میں فرق آئے ان وقتوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۵۱.)

(۱۲)۔۔۔جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کئے ہر نماز مکروہ ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ

یہ اذان کا باب ہے

حُكْمُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

سُنَّ الْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً لِلْفَرَائِضِ وَلَوْ مُنْفَرِدًا أَدَاءً أَوْ قَضَاءً سَفَرًا أَوْ حَضَرًا لِلرِّجَالِ وَكُرِهَا لِلنِّسَاءِ

ترجمہ: اذان اور اقامت سنت مؤکدہ کے طور پر فرض نمازوں کے لئے سنت قرار دی گئی ہیں اگرچہ وہ منفرد ہو ادا ہو یا قضا سفر میں ہو یا حضر میں مردوں کے لئے، اور یہ دونوں عورتوں کے لئے مکروہ قرار دی گئی ہیں۔

كَيْفِيَّتُهُ

وَيُكَبِّرُ فِيْ أَوَّلِهِ أَرْبَعًا وَيُثَنِّيْ تَكْبِيْرَ آخِرِهِ كَبَاقِيْ أَلْفَاظِهِ وَلَا تَرْجِيْعَ فِيْ الشَّهَادَتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مِثْلُهُ وَيَزِيْدُ بَعْدَ فَلَاحِ الْفَجْرِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْدَ فَلَاحِ الْإِقَامَةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَمَهَّلُ فِي الْأَذَانِ وَيُسْرِعُ فِي الْإِقَامَةِ وَلَا يُجْزِئُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَإِنْ عُلِمَ أَنَّهُ أَذَانٌ فِي الأَظْهَرِ۔

ترجمہ: اور اذان کے شروع میں چار بار تکبیر کہے اور اذان کے آخر میں دو بار تکبیر کہے اذان کے باقی الفاظ کی طرح، اور شہادتین میں ترجیع نہیں ہے، اور اقامت اذان کی طرح ہے، اور فجر کی فلاح کے بعد دو بار الصلاۃ خیر من النوم زیادہ کرے، اور اقامت کی فلاح کے بعد دو بار قد قامت الصلاۃ زیادہ کرے، اور اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے، اور اقامت میں جلدی کرے، اور فارسی میں اذان کافی نہیں ہے اگرچہ معلوم ہو جائے کہ یہ اذان ہی ہے ظاہر الروایت کے مطابق۔

سوال: اذان کی مشروعیت کا مختصر واقعہ بیان کر دیں۔

جواب: روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن زید سے، فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دینا چاہا تاکہ جماعت نماز کے واسطے لوگوں کے لئے بجایا جائے تو مجھے خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا میں نے کہا رب کے بندے کیا تو ناقوس بیچتا ہے وہ بولا اس کا تم کیا کرو گے میں نے کہا اس سے

نماز کے لئے بلایا کریں گے، وہ بولا کیا تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتادوں، میں نے کہاہاں فرماتے ہیں وہ بولا کہو اللہ اکبر آخر تک اور اس طرح تکبیر، جب صبح ہوئی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھا تھا حضور سے عرض کیا فرمایا بفضلہ تعالٰی یہ خواب سچی ہے تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ خواب میں دیکھا ہے انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں، میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں انہیں بتانے لگا وہ اذان دینے لگے، فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عمر نے اپنے گھر میں سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قسم جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے دیکھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا شکر ہے۔

سوال: اذان کی لغوی تحقیق بیان کریں نیز اصطلاحِ شرع میں اذان سے کیا مراد ہے؟

جواب: اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاعِ عام ہے۔رب فرماتا ہے:"وَاَذٰنٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ "اور فرماتا ہے: "فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ "۔ شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے۔سب سے پہلی اذان جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد ا ھ میں شروع ہوئی ،خیال رہے کہ اذان نماز پنجگانہ اور جمعہ کے سوا کسی نماز کے لئے سنت نہیں۔ نماز کے علاوہ ۹ جگہ اذان کہنا مستحب ہے: بچے کے کان میں، آگ لگتے وقت، جنگ میں، جنات کے غلبہ کے وقت، غمزدہ اور غصے والے کے کان میں، مسافر جب راستہ بھول جائے، مرگی والے کے پاس، میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر۔(درمختار، وشامی) مرقات میں ہے کہ حضرت علی مرتضٰے فرماتے ہیں ایک دن مجھے حضور نے غمگین پایا فرمایا علی! اپنے کان میں کسی سے اذان کہلوالو، اذانِ نماز اسلامی شعار میں سے ہے اگر کوئی قوم اذان چھوڑدے تو ان پر جہاد کیا جاسکتا ہے۔خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک اذان و تکبیر یکساں ہیں، تکبیر میں صرف "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" زیادہ ہے۔

سوال: اذان واقامت کن نمازوں کے لئے دی جائے گی؟ نیز ان کا حکم کیا ہے؟ اور ان کا حکم کس کے لئے ہے؟

جواب: فرض پنجگانہ کہ انھیں میں جمعہ بھی ہے، جب جماعت مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کئے جائیں تو ان کے لئے مردوں کو اَذان واقامت سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذن نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ

گنہگار ہوں گے، یہاں تک کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کسی شہر کے سب لوگ اَذان ترک کر دیں، تو میں ان سے قِتال کروں گا اور اگر ایک شخص چھوڑ دے تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول، ج۱، ص۵۳.)

فرائض کے سوا باقی نمازوں مثلاً وتر، جنازہ، عیدین، نذر، سنن، رواتب، تراویح، استسقا، چاشت، کسوف، خسوف، نوافل میں اَذان نہیں۔("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول، ج۱، ص۵۳.)

اذان واقامت کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے، خواتین اپنی نماز ادا پڑھتی ہوں یا قضا اس میں ان کے لئے اذان واِقامت کہنا مکروہ ہے۔(دُرِّمُختار ج۲ص۷۲)

اور تنہا فرض پڑھنے والا بھی اذان واقامت کہے گا، اور نماز چاہے ادا ہو یا قضا، مسافر ہو یا مقیم سب کے لئے سنت ہے۔

سوال:اذان دینے کا طریقہ بیان کریں۔

جواب: اذان دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قبلہ رو ہو کر چار بار اللہ اکبر کہے، پھر دو بار اشهد ان لا اله الا اللہ کہے، پھر دو بار اشهد ان محمد رسول اللہ کہے، پھر دو بار حی علی الصلوۃ اور دو بار حی علی الفلاح کہے، پھر ایک بار لا اله الا اللہ کہے، پھر اس کے بعد دو بار اللہ اکبر کہے، اور صبح کی اذان میں فلاح کے بعد دو بار الصلوۃ خیر من النوم کہے۔

سوال:ترجیع کسے کہتے ہیں؟ اور کیا شہادتین میں ترجیع کی جائے گی؟

جواب: ترجیع یہ ہے کہ پہلے آہستہ آواز سے اشهد ان لا اله الا اللہ دو بار اور اشهد ان محمد الرسول اللہ دو بار کہے پھر اس کے بعد دونوں کلموں کو دو دو بار بلند آواز سے کہے - عند الاحناف شہادتین میں ترجیع نہیں کی جائے گی جب کہ عند الشوافع کی جائے گی۔

سوال:اقامت کس طرح کہی جائے گی؟

جواب: اقامت اذان ہی کے مثل کہی جائے گی بس فرق یہ ہے کہ اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد دو بار قد قامتِ الصلوۃ کا اضافہ کریں گے۔

سوال: کیا فجر کی اذان میں کوئی زیادتی کی جائے گی؟

جواب: جی ہاں! صبح کی اَذان میں فلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا مستحب ہے۔

("مختصر القدوري"، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص۱۵۸.)

سوال: کیا اذان و اقامت کہنے میں کچھ فرق ہے؟

جواب: جی ہاں! اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جائے گی اور اقامت جلدی جلدی کہی جائے گی، اور ٹھہر ٹھہر کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کلموں کے درمیان میں جلدی نہ کرے بلکہ کچھ دیر ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے لے، اور اقامت میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دو کلموں کے درمیان فصل نہ کرے بلکہ ایک سانس میں دو کلمہ کہے۔

سوال: کیا فارسی زبان میں اذان دے سکتے ہیں؟

جواب: اذان و اقامت کا عربی زبان میں خاص انہیں الفاظ سے ہونا جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منقول ہیں ضروری ہے پس اگر کسی نے اور زبان مثلا فارسی میں یا عربی زبان میں مذکورہ الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ سے اذان و اقامت کہی تو صحیح نہیں ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصد اس سے حاصل ہو جائے لہٰذا ایسی دی ہوئی اذان کا مسنونہ طریقہ پر لوٹانا ضروری ہے ظاہری روایت کے مطابق۔

مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمُؤَذِّنِ وَفِي الأَذَانِ

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحًا عَالِمًا بِالسُّنَّةِ وَأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَعَلٰى وُضُوْءٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَاكِبًا وَأَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ وَأَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهٗ يَمِيْنًا بِالصَّلَاةِ وَيَسَارًا بِالْفَلَاحِ وَيَسْتَدِيْرُ فِيْ صَوْمَعَتِهٖ۔

ترجمہ: اور مستحب قرار دیا گیا ہے کہ مؤذن نیک ہو، اذان کی سنت اور نماز کے اوقات کو جاننے والا ہو اور وضو پر (باوضو) قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے ہو مگر یہ کہ سوار ہو، اور اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیوں کو رکھنا (مستحب ہے)، اور

حی علی الصلاۃ میں اپنے چہرے کو داہنی طرف پھیرنا اور حی علی الفلاح میں بائیں طرف پھیرنا (مستحب ہے)، اور اپنے منارہ میں گھوم جائے۔

وَيَفْصِلُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ بِقَدْرِ مَا يَحْضُرُ الْمُلَازِمُوْنَ لِلصَّلَاةِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ وَفِي الْمَغْرِبِ بِسَكْتَةٍ قَدْرَ قِرَاءَةِ ثَلَاثِ آيَاتٍ قِصَارٍ أَوْ ثَلَاثِ خُطُوَاتٍ وَيُثَوِّبُ كَقَوْلِهٖ بَعْدَ الْأَذَانِ اَلصَّلَاةُ اَلصَّلَاةُ يَا مُصَلِّيْنَ۔

ترجمہ: اور اذان و اقامت کے درمیان فصل کرے اتنی مقدار کے ذریعہ کہ وہ لوگ جو نماز کے پابند ہیں آجائیں وقت مستحب کی رعایت کے ساتھ، اور مغرب میں تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے یا تین قدموں کے چلنے کی مقدار سکتہ کے ساتھ، اور تثویب کرے اذان کے بعد اپنے قول الصلاۃ الصلاۃ یا مصلین کے جیسے۔

سوال: مؤذن کو کیسا ہونا چاہئے؟ نیز مؤذن کے تعلق سے کچھ مستحبات بیان کر دیں۔

جواب: مؤذن صالح ہو اور صالح سے مراد یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والا ہو کیونکہ وہ دین میں امین ہے، اور اذان و اقامت کے مسنون طریقہ اور ضروری مسائل کو جانتا ہو اور نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو تاکہ عبادات اپنے صحیح وقت پر ادا ہو سکیں، ان صفات سے متعلق ہونا مؤذن کے لئے مستحب ہے۔

اور ایک مستحب یہ ہے کہ اذان با وضو دی جائے لیکن بے وضو اذان دی گئی تو بلا کراہت جائز ہے لیکن اس کی عادت کر لینا بری بات ہے، نیز مؤذن قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو کہ یہ بھی مستحب ہے البتہ سفر کی حالت میں جبکہ سوار ہو تو استقبالِ قبلہ ضروری نہیں ہے۔

اذان دیتے وقت مؤذن کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر داخل کر لے تاکہ آواز بلند ہو اور بہرا اور دور کا آدمی جو اس کی آواز نہیں سن سکتا وہ اس کے اس فعل کو دیکھ کر جان لے کہ اذان ہو رہی ہے، اقامت میں ایسا نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں آواز کو بلند کرنا نہیں ہے۔

اور اذان میں حی علی الصلاۃ کہتے وقت اپنے چہرے کو دائیں طرف گھمائے اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف گھمائے، اس حالت میں چہرہ اس طرح گھمائے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھریں بلکہ اسی طرح اپنی جگہ قائم رہے خواہ اکیلا

صرف اپنے لئے اذان دے یا سب کے لئے دے، اور خواہ اذان نماز کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو، اور اگر اذان دینے کی جگہ صومعہ (کشادہ منارہ) ہو اور دونوں قدموں کو اپنی جگہ پر جمائے رکھنے کے ساتھ صرف چہرے کو گھمانے سے اعلام حاصل نہ ہوتا ہو تو حی علی الصلاۃ کے وقت دائیں طرف والی کھڑکی کے پاس جائے اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر حی علی الصلاۃ دوبار بلند آواز سے کہے اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں کھڑکی کے پاس جاکر سر باہر نکالے اور دوبار بلند آواز سے حی علی الفلاح کہے پھر اپنی جگہ آکر بقیہ کلمات ادا کرے، اور اگر اپنی جگہ پر قدموں کو جمائے رکھ کر صرف دائیں بائیں منہ پھیرنے سے اعلام (اعلان کرنا) حاصل ہو جائے تو اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹائے۔

سوال: اذان و اقامت کے درمیان کتنا فصل کرنا چاہیئے؟

جواب: اَذان و اِقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے۔ اَذان کہتے ہی اِقامت کہہ دینا مکروہ ہے، مگر مغرب میں وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو، باقی نمازوں میں اَذان و اِقامت کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے کہ جو لوگ پابند جماعت ہیں طہارت وغیرہ سے فارغ ہو کر آجائیں، مگر اتنا انتظار نہ کیا جائے کہ وقت کراہت آجائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان سے جو مقصود ہے یعنی لوگوں کو دخولِ وقت اور جماعت کی خبر دینا تاکہ وہ نماز کی تیاری کر سکیں وقفہ نہ کرنے سے فوت ہو جاتا ہے۔("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۷.)

جن نمازوں سے پیشتر سنت یا نفل نماز ادا کی جاتی ہیں، ان میں اَولٰی یہ ہے کہ مؤذن بعد اَذان، سنن و نوافل پڑھے، ورنہ بیٹھا رہے۔("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۷.)

سوال: تثویب کسے کہتے ہیں؟ اور نماز کے لئے تثویب کس زبان میں کہی جائے؟

جواب: تثویب کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اعلام بعد الاعلام یعنی ایک اعلان کے بعد دوبارہ اعلان کرنے کو کہتے ہیں، اذان و اقامت کے درمیان نماز کے اعلان کا نام تثویب ہے، تثویب کے لئے نہ الفاظ مخصوص ہیں اور نہ زبان کا عربی ہونا ضروری ہے بلکہ مقامی زبان میں جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے جائز ہے چنانچہ الصلاۃ الصلاۃ کہہ دیا یا قامت قامت کہا یا نماز تیار ہے یا جماعت تیار ہے تب بھی درست ہے جہاں جیسا عرف، اور تثویب سوائے مغرب کے تمام نمازوں میں جائز ہے۔

علمائے متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے، یعنی اَذان کے بعد نماز کے لئے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لئے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کئے بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ یا قَامَتْ قَامَتْ یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج۲، ص۶۹. وغیرہ)

مغرب کی اَذان کے بعد تثویب نہیں ہوتی۔ اور دوبار کہہ لیں تو حرج نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج۲، ص۷۰.)

مَا یُکْرَہُ فِیْھِمَا

وَیُکْرَہُ التَّلْحِیْنُ وَإِقَامَۃُ الْمُحْدِثِ وَأَذَانُہٗ وَأَذَانُ الْجُنُبِ وَصَبِیٍّ لَا یَعْقِلُ وَمَجْنُوْنٍ وَسَکْرَانٍ وَامْرَأَۃٍ وَفَاسِقٍ وَقَاعِدٍ وَالْکَلَامُ فِيْ خِلَالِ الْأَذَانِ وَفِي الْإِقَامَۃِ وَیُسْتَحَبُّ إِعَادَتُہٗ دُوْنَ الْإِقَامَۃِ وَیُکْرَھَانِ لِظُھْرِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فِي الْمِصْرِ ۔

ترجمہ: اور تلحین مکروہ قرار دی گئی ہے اور بے وضو کی اقامت اور اس کی اذان (مکروہ ہے) اور جنبی اور اس بچہ کی اذان جو سمجھ نہ رکھتا ہو اور پاگل اور نشہ والا شخص اور عورت اور فاسق اور بیٹھے ہوئے شخص کی اذان (مکروہ ہے) اور اذان واقامت کے درمیان کلام کرنا (مکروہ ہے) اور مستحب ہے اذان کا لوٹانا نہ کہ اقامت کا، اور شہر میں جمعہ کے دن ظہر کے لئے اذان و اقامت مکروہ ہے۔

اَلْأَذَانُ لِلْفَوَائِتِ

وَیُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَۃِ وَیُقِیْمُ وَکَذَا لِأُوْلَی الْفَوَائِتِ وَکُرِہَ تَرْكُ الْإِقَامَۃِ دُوْنَ الْأَذَانِ فِي الْبَوَاقِيْ إِنْ اِتَّحَدَ مَجْلِسُ الْقَضَاءِ ۔

ترجمہ: اور فوت شدہ نماز کے لئے اذان دے اور اقامت کہے اور ایسے ہی فوت شدہ نمازوں میں سے پہلی کے لئے (اذان واقامت) کہے، اور اقامت کا چھوڑنا مکروہ ہے نہ کہ اذان کا باقی قضا نمازوں میں اگر قضا کی مجلس ایک ہو۔

مَا یُقَالُ عِنْدَ سَمَاعِ الْمُؤَذِّنُ

وَإِذَا سَمِعَ الْمَسْنُوْنَ مِنْهُ أَمْسَكَ وَقَالَ مِثْلَهُ وَحَوْقَلَ فِي الْحَيْعَلَتَيْنِ وَقَالَ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ أَوْ مَا شَاءَ اللهُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ ثُمَّ دَعَا بِالْوَسِيْلَةِ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّداً الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ۔

ترجمہ: اور جب مسنون اذان سنے تو رک جائے اور کہے اسی کے مثل، اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے حی علی الصلاۃ ،حی علی الفلاح میں، اور صدقت و بررت یا ما شاء اللہ کہے مؤذن کے الصلاۃ خیر من النوم کہنے کے وقت، پھر وسیلہ کی دعا مانگے پس کہے: اے اللہ! اس دعوت تامہ اور صلوۃ قائمہ کے مالک تو ہمارے سر دار حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

سوال: تلحین کیا ہے اور اذان میں تلحین کرنا کیسا ہے؟

جواب: تلحین کے معنی ہے گانا یعنی ایسی آواز سے اذان دینا جس سے کلمات میں تغیر آجائے یعنی حروف کی ادائیگی حرکات و سکنات و مد وغیرہ میں کمی بیشی واقع ہو جائے جس طریقے سے گانے والے آواز میں حسن پیدا کرنے کے لئے حروف میں کمی زیادتی اور کچھ پشت آواز سے اور کچھ بلند آواز سے کلمات کو کہتے ہیں۔ پس اذان میں تلحین والا طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے البتہ ایسی خوش آوازی سے اذان کہنا جس میں تغیر کلمات نہ ہو بہت ہی اچھا اور حسن ہے۔

سوال: محدث یعنی بے وضو شخص کو اذان و اقامت کہنا کیسا ہے؟

جواب: محدث یعنی بے وضو شخص کی اذان کے بارے میں دو روایتیں ہیں: (۱)۔۔۔ محدث کی اذان مکروہ نہیں ہے، اور یہی روایت صحیح ہے۔ (۲)۔۔۔ مکروہ ہے، اور بے وضو کی اقامت مکروہ ہے۔

سوال: جنبی، نا سمجھ بچہ، پاگل، نشے والا، عورت، فاسق اور بیٹھ کر دینے والے کی اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: خنثیٰ و فاسِق اگرچہ عالِم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل اور نا سمجھ بچّے اور جنب کی اَذان مکروہ ہے، ان سب کی اَذان کا اعادہ کیا جائے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج۲، ص۷۵.)

عورتوں کو اَذان و اِقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے، کہیں گی گناہ گار ہوں گی اور اعادہ کی جائے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول، ج۱، ص۵۴.)

بیٹھ کر اَذان کہنا مکروہ ہے، اگر کہی اعادہ کرے، مگر مسافِر اگر سواری پر اَذان کہہ لے، تو مکروہ نہیں اور اِقامت مسافِر بھی اتر کر کہے، اگر نہ اترا اور سواری ہی پر کہہ لی، تو ہو جائے گی۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول، ج۱، ص۵۴.)

سوال: جنبی اور محدث کی اقامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنب و محدث کی اِقامت مکروہ ہے، مگر اعادہ نہ کی جائے گی۔ بخلاف اَذان کے، کہ جنب اَذان کہے تو دوبارہ کہی جائے، اس لئے کہ اَذان کی تکرار مشروع ہے (شریعت میں اس کی مثال تو موجود ہے جیسے جمعہ میں دو بار اذان ہوتی ہے) اور اِقامت دوبار نہیں (شریعت میں اقامت دوبار کہنا کسی بھی مقام پر نہیں)۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج۲، ص۷۵.)

سوال: دورانِ اذان و اقامت بات چیت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اَثنائے اَذان میں بات چیت کرنا منع ہے، اگر کلام کیا اگرچہ سلام کا جواب دیا، تو پھر سے اَذان کہے۔ لیکن مصنف نے مستحب لکھا ہے۔("صغيرى شرح منية المصلي"، سنن الصلاة، فصل في السنن، ص۱۹۶.)

اور دوبارہ اذان دینے کی علت یہ ہے کہ اذان کی تکرار جمعہ میں مشروع ہے (جمعہ میں دو اذان کہی جاتی ہے) لہذا بات چیت کرنے کی وجہ سے اذان کو دہرانا پڑے گا۔ اور اگر دورانِ اقامت بات چیت کی تو اقامت پھر سے نہیں کہی جائے گی کیونکہ اس کی تکرار کہیں سے ثابت نہیں ہے۔

سوال: جمعہ کے دن شہر میں نمازِ ظہر ادا کرنے کے لئے اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز کے لئے اَذان دینا ناجائز ہے۔ اگرچہ ظہر پڑھنے والے معذور ہوں، جن پر جمعہ فرض نہ ہو۔("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق، ج۲، ص۷۳.)

اور جہاں جمعہ واجب نہیں وہاں ظہر کے لئے اذان و اقامت بلا کراہت جائز ہے۔

سوال: کیا قضا نمازوں کے لئے بھی اذان و اقامت کہی جائے گی؟

جواب: اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے اذان و اقامت دونوں کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے پڑھے، اور اگر کسی شخص کی کئی نماز فوت ہو گئیں اور ان کو ایک ہی مجلس میں قضا کرے تو پہلی نماز کے لئے اذان و اقامت کہے اور باقی نمازوں میں اختیار ہے چاہے ہر نماز کے لئے اذان و اقامت کہے یا صرف اقامت پر اکتفا کرے اور اختیار اذان کو ترک کرنے یا نہ کرنے کے لئے ہے جبکہ اقامت ہر نماز کے لئے کہی جائے گی کہ اقامت کا ترک مکروہ ہے نہ کہ اذان کا۔

سوال: اذان و اقامت کا جواب دینے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جب اَذان ہو، تو اتنی دیر کے لئے سلام و کلام اور جواب سلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اَذان کی آواز آئے، تو تلاوت موقوف کر دے اور اَذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ یوہیں اِقامت میں۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۷.)

جو اَذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

جب اَذان سُنے، تو جواب دینے کا حکم ہے، یعنی مؤذن جو کلمہ کہے، اس کے بعد سُننے والا بھی وہی کلمہ کہے، مگر جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے، تو سُننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگا لے اور کہے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ج۲، ص۸۴.)

اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے، بلکہ اتنا لفظ اور ملا لے مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۷.)

اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہے۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ج۲، ص۸۳.)

اِقامت کا جواب مستحب ہے، اس کا جواب بھی اسی طرح ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاة کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کہے۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج۱، ص۵۷.)

یا اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا وَجَعَلْنَا مِنْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اَحْيَاءً وَاَمْوَاتًا کہے۔

جب اَذان ختم ہو جائے، تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اس کے بعد یہ دُعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ ("غنية المتملي"، سنن الصلاة، ص٣٨٠.)

مسئلہ: راستہ چل رہاتھا کہ اَذان کی آواز آئی تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے سُنے اور جواب دے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني، ج١، ص٥٧)

مسئلہ: اگر چند اَذانیں سُنے، تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور بہتر یہ کہ سب کا جواب دے۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ج٢، ص٨٢.)

مسئلہ: اگر بوقتِ اَذان جواب نہ دیا، تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو، اب دے لے۔

("الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج٢، ص٨٣.)

مسئلہ: خطبہ کی اَذان کا جواب زبان سے دینا، مقتدیوں کو جائز نہیں۔ ("الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الأذان، ج٢، ص٨٧.)

بَابُ شُرُوْطِ الصَّلَاةِ وَأَرْكَانِهَا

یہ نماز کی شرائط اور فرائض کا باب ہے

مَا لَا بُدَّ مِنْهُ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ

لَابُدَّ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ مِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ شَيْئًا اَلطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثِ وَطَهَارَةُ الْجَسَدِ وَالثَّوْبِ وَالْمَكَانِ مِنْ نَجَسٍ غَيْرِ مَعْفُوٍّ عَنْهُ حَتّٰى مَوْضِعَ الْقَدَمَيْنِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْجَبْهَةِ عَلَى الْأَصَحِّ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَلَا يَضُرُّ نَظَرُهَا مِنْ جَيْبِهٖ وَأَسْفَلِ ذَيْلِهٖ وَاِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فَلِلْمَكِّيِّ الْمُشَاهِدِ فَرْضُهٗ إِصَابَةُ عَيْنِهَا وَلِغَيْرِ الْمُشَاهِدِ جِهَتُهَا وَلَوْ بِمَكَّةَ عَلَى الصَّحِيْحِ ۔

ترجمہ: نماز کے صحیح ہونے کے لئے ستائیس چیزیں ضروری ہیں:(۱) حدث سے پاک ہونا اور بدن اور کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا اس نجاست سے جس کی معافی نہیں دی گئی یہاں تک کہ دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پیشانی کی جگہ کا(پاک ہونا) صحیح قول کے مطابق۔(۲) اور عورت کا چھپانا، اور اپنے گریبان اور دامن کے نیچے سے ستر کو دیکھ لینا نقصان نہیں دیتا ہے۔(۳) اور قبلہ کی طرف منہ کرنا، پس مکہ والے کے لئے جو دیکھ رہا ہے اس کا فرض عین کعبہ کا رخ کرنا ہے اور نہ دیکھنے والے کے لئے کعبہ کی جہت کا اگرچہ مکہ میں ہو صحیح قول کے مطابق۔

وَالْوَقْتُ وَاِعْتِقَادُ دُخُوْلِهٖ وَالنِّيَّةُ وَالتَّحْرِيْمَةُ بِلَا فَاصِلٍ وَالْإِتْيَانُ بِالتَّحْرِيْمَةِ قَائِمًا قَبْلَ اِنْحِنَائِهٖ لِلرُّكُوْعِ وَعَدَمُ تَأْخِيْرِ النِّيَةِ عَنِ التَّحْرِيْمَةِ وَالنُّطْقُ بِالتَّحْرِيْمَةِ بِحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهٗ عَلَى الْأَصَحِّ وَنِيَّةُ الْمُتَابَعَةِ لِلْمُقْتَدِيْ ۔

ترجمہ: (۴) اور وقت ہونا۔(۵) اور وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد ہونا۔(۶) اور نیت کرنا۔(۷) تحریمہ کہنا بلا کسی فصل کے۔(۸) اور تحریمہ کو کھڑے کھڑے ادا کرنا رکوع کے لئے جھکنے سے پہلے۔(۹) اور نیت کو تحریمہ سے مؤخر نہ کرنا۔(۱۰) اور تحریمہ کا کہنا اس طور سے کہ وہ خود سن لے اصح قول پر اور (۱۱) مقتدی کا امام کی متابعت کی نیت کرنا۔

سوال: شرط اور رکن کسے کہتے ہیں؟

جواب: شرط کا لغوی معنی علامت ہے اور اصطلاحی معنی وہ خارجی چیز جس پر کسی چیز کا پایا جانا موقوف ہو مثلا طہارت، ستر عورت، وغیرہ کہ نماز کا صحیح ہونا ان پر موقوف ہے اور یہ چیزیں نماز کی حقیقت وماہیت سے خارج ہیں۔

رکن کا معنی ستون ہے اور اصطلاحی معنی شے کے وہ اجزاء جن سے شے کی حقیقت و ماہیت مرکب ہوتی ہے مثلا قیام، قراءت، رکوع وغیرہ یہ وہ اجزاء ہیں جن سے نماز کی حقیقت مرکب ہوتی ہے لہذا جو فرائض، نماز کے اندر ہیں ان کو ارکان نماز کہتے ہیں اگر اس میں سے ایک رکن بھی نہیں پایا گیا تو نماز نہیں ہو گی۔

سوال: شرط اور فرض میں کیا فرق ہے؟

جواب: کسی شے کی شرط اور فرض دونوں اس کے لئے ضروری ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ شرط شے سے باہر ہوتی ہے اور فرض اندر۔

سوال: نماز کے صحیح ہونے کے لئے کتنی چیزیں ضروری ہیں؟

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق نماز کے صحیح ہونے کے لئے ۲۷ چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ نماز صحیح نہیں ہو گی۔

سوال: دیگر کتابوں میں تو چھ شرائط اور سات فرائض بیان ہوتے ہیں مصنف نے ۲۷ کا ذکر کیونکر کیا؟

جواب: دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتاب میں جو نماز کے باہر کی چھ شرطیں اور نماز کے اندر کے سات فرائض بیان کئے ہیں وہ صرف ذہن سے قریب کرنے کے لئے اور تعلیم کی آسانی کے لئے ہے ورنہ مصنف نے جو ۲۷ چیزیں بیان کی ہیں وہ سب کی سب مصلی کے لئے ضروری ہیں بلکہ نماز کی صحت ان ۲۷ چیزوں میں ہی منحصر نہیں ہے اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

سوال: نماز میں طہارت کے شرط ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز کی پہلی شرط طہارت ہے طہارت سے مراد مصلّی کے بدن کا حدث اکبر و اصغر اور نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا، نیز اس کے کپڑے اور اس جگہ کا جس پر نماز پڑھے، نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا۔

("شرح الوقاية"، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ج۱، ص۱۵۶.)

حدث اکبر سے مراد موجبات غسل ہیں اور حدث اصغر سے مراد نواقض وضو ہیں۔

سوال: شرطِ نماز کس قدر نجاست سے پاک ہونا ہے؟ یعنی غیر معفوعنہ کی مقدار کیا ہے؟

جواب: شرطِ نماز اس قدر نجاست سے پاک ہونا ہے کہ بغیر پاک کئے نماز ہوگی ہی نہیں، مثلاً نجاست غلیظہ درہم سے زائد اور خفیفہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی کے برابر یا اس سے زیادہ جس میں لگی ہو، اس کا نام قدر مانع یا غیر معفوعنہ ہے، اور اگر اس سے کم ہے تو اس کا زائل کرنا کبھی واجب اور کبھی سنت ہے یہ امور بھی باب الانجاس میں ذکر کئے گئے ہیں لہذا وہیں سے ملاحظہ فرمالیں۔(بہار شریعت جلد ۱ ص ۴۷۶)

سوال: نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اس سے کون سی جگہ مراد ہے؟

جواب: جس جگہ نماز پڑھے، اس کے طاہر ہونے سے مراد موضع سجود و قدم کا پاک ہونا ہے، جس چیز پر نماز پڑھتا ہو، اس کے سب حصہ کا پاک ہونا، شرط صحت نماز نہیں۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۹۲.) یعنی ہاتھ، پاؤں، پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ۔

مصلّی کے ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے زیادہ نجاست ہو، نماز نہ ہوگی۔ یوہیں اگر دونوں پاؤں کے نیچے تھوڑی تھوڑی نجاست ہے کہ جمع کرنے سے ایک درہم ہو جائے گی اور اگر ایک قدم کی جگہ پاک تھی اور دوسرا قدم جہاں رکھے گا، ناپاک ہے، اس نے اس پاؤں کو اٹھا کر نماز پڑھی ہوگئی، ہاں بے ضرورت ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۹۲.)

پیشانی پاک جگہ میں ہے اور ناک نجس جگہ میں، تو نماز ہو جائے گی کہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے اور بلا ضرورت یہ بھی مکروہ۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۹۲.)

سوال: عورت کا معنی کیا ہے؟ نیز سَترِ عورت سے مراد کیا ہے؟

جواب: لفظِ عورت کا معنی مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو چھپانا فرض ہے اور اس کو ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے۔ اور یہی سَترِ عورت سے مراد ہے۔

سوال: مرد اور آزاد عورت کا ستر عورت کیا ہے؟

جواب: مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب في ستر العورۃ، ج۲، ص۹۳.)

آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لئے سارا بدن عورت ہے، سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ ج۲، ص۹۵.)

سوال: خنثیٰ مشکل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت۔

(بہار شریعت حصہ ۷، نکاح کا بیان)

سوال: باندی کا سَترِ عورت کیا ہے؟

جواب: باندی کے لئے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، خنثیٰ مشکل رقیق (غلام) ہو، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۹۴.)

سوال: آزاد عورت کے بدن میں کتنے عضو ہوتے ہیں؟

جواب: آزاد عورتوں کے لئے پانچ عضو کے علاوہ (جن کا بیان گزرا) سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل ہیں کہ ان میں جس کی چوتھائی کھل جائے، نماز کا وہی حکم ہے، جو اوپر بیان ہوا۔ (۱) سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک، یعنی عادۃً جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں۔ (۲) بال جو لٹکتے ہوں۔ (۳،۴) دونوں کان۔ (۵) گردن اس میں گلا بھی داخل ہے۔ (۶،۷) دونوں شانے۔ (۸،۹) دونوں بازو، ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۱۰،۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد سے گٹوں کے نیچے تک۔ (۱۲) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک۔ (۱۳،۱۴) دونوں ہاتھوں کی پشت۔ (۱۵،۱۶) دونوں پستانیں، جب کہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں، اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف اُبھری ہوں کہ سینہ سے جدا عضو کی ہیأت نہ پیدا ہوئی ہو، تو سینہ کی تابع ہیں، جدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی، ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے، جدا عضو نہیں۔ (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف

کے کنارۂ زیریں تک، یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے۔ (۱۸) پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک۔ (۱۹) دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ ہے، بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک، دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے، اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے، اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔ (۲۱،۲۰) دونوں سرین۔ (۲۲) فرج۔ (۲۳) دبر۔ (۲۵،۲۴) دونوں رانیں، گھٹنے بھی انھیں میں شامل ہیں۔ (۲۶) ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے۔ (۲۸،۲۷) دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت۔ (۳۰،۲۹) دونوں تلوے اور بعض علماء نے پشتِ دست اور تلوؤں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ ("الفتاوی الرضویة"، ج۶، ص۳۹۔۴۰.)

سوال: "ولا یضر نظرھا من جیبہ واسفل ذیلہ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز میں اپنا ستر دوسرے شخصوں سے چھپانا فرض ہے، اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں ہے، اور دوسروں سے ستر چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چاروں طرف سے ستر کو ڈھانکنا ضروری ہے نہ کہ نیچے کی طرف سے چنانچہ اگر کسی کو سجدہ میں اس کا ستر نظر نہ آتا ہو لیکن اگر کوئی شخص اس کے نیچے سے دیکھے تو ستر نظر آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ اس طرح دوسرے کا دیکھنا حرام ہے، اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں ہے لہذا اگر کوئی جبہ پہن کر بغیر پاجامہ کے نماز پڑھے اور جبہ ایسا ہو کہ اگر اپنے گریبان میں دیکھے تو ستر نظر آجائے تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

سوال: استقبال قبلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: استقبال قبلہ نماز کی شرطوں میں سے تیسری شرط ہے قبلہ کا لغوی معنی جہت، سمت اور رخ ہے، اور استقبال کے معنی ہے رخ کرنا ہے، اور اصطلاح میں قبلہ وہ خاص جہت اور سمت ہے جس کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے جو ساتویں زمین سے عرش تک ہے۔ پس قبلہ بنائے کعبہ کا نام نہیں بلکہ وہ فضا ہے، لہذا استقبال قبلہ سے مراد نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔

سوال: مکی اور غیر مکی کے تعلق سے عین قبلہ اور جہت قبلہ کی تشریح کر دیں۔

جواب: جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو اور اس کو کعبہ شریف نظر آتا ہو یعنی اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا پہاڑ وغیرہ حائل نہ ہو تو اس کو خاص کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا لازم ہے اور جو شخص مکہ سے باہر ہو یا مکہ میں ہی ہو لیکن کعبہ نہ دیکھتا ہو تو اس کا قبلہ کعبہ کی جہت ہے اور جہتِ کعبہ کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ (سیدھ) میں ہے نماز ہو جائے گی اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی ہے تو اگر ۴۵ درجے سے زائد انحراف ہے استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی۔

سوال: وقت کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ "اعتقاد دخولہ" سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز کی شرطوں میں سے چوتھی شرط وقت کا ہونا ہے، پس اگر وقت آنے سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی اور ''اعتقاد دخولہ'' سے مراد وقت کے داخل ہونے کا یقین ہونا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا اب اگر یقین کے بغیر شک و تردد کی حالت میں نماز پڑھ لی تو اگرچہ حقیقت میں وقت ہو گیا ہو مگر چونکہ اس کو یقین نہیں تھا اس لئے نماز نہیں ہوگی۔

سوال: نیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز کی شرطوں میں سے پانچویں شرط نیت ہے، نیت دل کے پکے ارادہ کو کہتے ہیں، محض جاننا نیت نہیں، جب تک ارادہ نہ ہو۔ ("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۱.)

نیت میں زبان کا اعتبار نہیں، یعنی اگر دل میں مثلاً ظہر کا قصد کیا اور زبان سے لفظ عصر نکلا، ظہر کی نماز ہو گئی۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، بحث النیۃ، ج۲، ص۱۱۲.)

ہاں دل میں نیت ہوتے ہوئے زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اور اس میں کچھ عربی کی تخصیص نہیں، فارسی وغیرہ میں بھی ہو سکتی ہے اور تلفظ میں ماضی کا صیغہ ہو، مثلاً نَوَیْتُ یعنی نیت کی میں نے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۳.)

سوال: نیت کا ادنی اور اعلی درجہ کیا ہے؟

جواب: نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی پوچھے، کون سی نماز پڑھتا ہے؟ تو فوراً بلا تأمل بتادے، اگر حالت ایسی ہے کہ سوچ کر بتائے گا، تو نماز نہ ہو گی۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۳) اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ساری نماز میں نیت مستحضر ہو۔

سوال: تکبیرِ تحریمہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز کی شرطوں میں سے چھٹی شرط تکبیر تحریمہ ہے نماز شروع کرنے کے لئے نیت کے بعد جو تکبیر یعنی اللہ اکبر کہی جاتی ہے اسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اس سے نماز شروع ہو جاتی ہے اور جو باتیں نماز کے منافی ہیں وہ حرام ہو جاتی ہیں۔

سوال: نیت اور تحریمہ کا بلا فصل ہونا ضروری ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیت اور تکبیرِ تحریمہ کے درمیان کوئی امر اجنبی، مثلاً کھانا، پینا، کلام وغیرہ وہ امور جو نماز سے غیر متعلق ہیں، فاصل نہ ہوں نماز ہو جائے گی، اگرچہ تحریمہ کے وقت نیت حاضر نہ ہو۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۴.) وضو سے پیشتر نیت کی، تو وضو کرنا فاصل اجنبی نہیں، نماز ہو جائے گی۔ یوہیں وضو کے بعد نیت کی اس کے بعد نماز کے لئے چلنا پایا گیا، نماز ہو جائے گی اور یہ چلنا فاصل اجنبی نہیں۔ ("غنية المتملي"، الشرط السادس النية، ص۲۵۵.) ہاں نیت کرنے کے بعد کھایا یا پیا یا کسی سے کلام کیا پھر تکبیر تحریمہ کہی تو نماز نہ ہو گی کہ یہ امور فاصلِ اجنبی ہیں۔

سوال: کیا تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! جن نمازوں میں قیام فرض ہے، ان میں تکبیر تحریمہ کے لئے قیام فرض ہے، تو اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا پھر کھڑا ہو گیا، یا حدِّ رکوع میں کہا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول، ج۱، ص۶۸.) اور جن نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے ان میں بیٹھ کر کہنے سے نماز ہو جائے گی جیسے نفل نماز وغیرہ۔

سوال: اگر کسی نے تکبیرِ تحریمہ کے بعد نیت کی تو کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر کسی نے تکبیرِ تحریمہ کے بعد نیت کی تو اس کا اعتبار نہیں، یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمہ میں اللہ کہنے کے بعد اکبر سے پہلے نیت کی، نماز نہ ہوگی۔ ("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲، ص۱۱۶.)

سوال: تکبیرِ تحریمہ کتنی آواز میں کہنا شرط ہے؟

جواب: تکبیر تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ تکبیر تحریمہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے، بشرطیکہ بہرا نہ ہو اور شور غل نہ ہو پس صرف دل سے کہنا یا اس طرح کہنا کہ خود بھی نہ سن سکے تو کافی نہ ہوگا اور نماز شروع نہ ہوگی اور یہ مسئلہ صحیح مذہب کے مطابق ہے جبکہ امام کرخی کے نزدیک تصحیح حروف کافی ہے اگرچہ وہ خود نہ سن سکے اور یہ قاعدہ ہر اس جگہ ہے جہاں شریعت نے پڑھنا یا کہنا مقرر کیا ہے جیسے طلاق دینا، غلام آزاد کرنا، قسم کھانا وغیرہ کہ ان میں اتنی آواز ہو کہ خود سن لے۔

سوال: کیا مقتدی کے لئے امام کی متابعت کی نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! مقتدی کو اقتداء کی نیت بھی ضروری ہے یعنی دل میں یہ خیال و ارادہ ہو کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ اور امام کو نیت اِمامت مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں، یہاں تک کہ اگر امام نے یہ قصد کر لیا کہ میں فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتداء کی نماز ہو گئی، مگر امام نے اِمامت کی نیت نہ کی تو ثواب جماعت نہ پائے گا اور ثواب جماعت حاصل ہونے کے لئے مقتدی کی شرکت سے پیشتر نیت کر لینا ضروری نہیں، بلکہ وقت شرکت بھی نیت کر سکتا ہے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۲۱.)

وَتَعْيِيْنُ الْفَرْضِ وَتَعْيِيْنُ الْوَاجِبِ وَلَا يُشْتَرَطُ التَّعْيِيْنُ فِي النَّفْلِ وَالْقِيَامُ فِيْ غَيْرِ النَّفْلِ وَالْقِرَاءَةُ وَلَوْ آيَةً فِيْ رَكَعَتَيِ الْفَرْضِ وَكُلِّ النَّفْلِ وَالْوِتْرِ وَلَمْ يَتَعَيَّنْ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمُّ بَلْ يَسْتَمِعُ وَيُنْصِتُ وَإِنْ قَرَأَ كُرِهَ تَحْرِيْمًا۔

ترجمہ: اور (۱۲) فرض کا متعین کرنا اور واجب کا متعین کرنا اور نفل میں متعین کرنا شرط نہیں ہے۔ اور (۱۳) نفل کے علاوہ میں قیام کرنا۔ اور (۱۴) قراءت کرنا اگرچہ ایک ہی آیت ہو، فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں،

اور نماز کے صحیح ہونے کے لئے قرآن میں سے کوئی چیز متعین نہیں ہے اور مقتدی قراءت نہیں کرے گا بلکہ غور سے سنے گا اور خاموش رہے گا اور اگر قراءت کرے گا تو مکروہ تحریمی ہو گا۔

وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ عَلٰى مَا يَجِدُ حَجْمَهٗ وَتَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ جَبْهَتُهٗ وَلَوْ عَلٰى كَفِّهٖ أَوْ طَرَفِ ثَوْبِهٖ إِنْ طَهُرَ مَحَلُّ وَضْعِهٖ وَسَجَدَ وُجُوْبًا بِمَا صَلُبَ مِنْ أَنْفِهٖ وَبِجَبْهَتِهٖ وَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الْأَنْفِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ بِالْجَبْهَةِ۔

ترجمہ: اور (۱۴) رکوع کرنا۔ اور (۱۵) سجدہ کرنا ایسی چیز پر کہ اس کی جسامت پالے اور اس پر اس کی پیشانی ٹھہر جائے اگرچہ اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کے کنارے پر، اگر اس کے رکھنے کی جگہ پاک ہو اور سجدہ کرے بطور وجوب ناک کے اس حصے کے ذریعہ جو سخت ہے اور اپنی پیشانی کے ذریعہ اور صرف ناک پر اقتصار کرنا صحیح نہیں ہے مگر پیشانی میں کسی عذر کی وجہ سے۔

سوال: کیا فرض نماز میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے؟

جواب: فرض نماز میں نیت فرض بھی ضروری ہے، مطلق نماز یا نفل وغیرہ کی نیت کافی نہیں، فرض میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس خاص نماز مثلاً ظہر یا عصر کی نیت کرے یا مثلاً آج کے ظہر یا فرضِ وقت کی نیت وقت میں کرے، مگر جمعہ میں فرض وقت کی نیت کافی نہیں، خصوصیت کے ساتھ جمعہ کی نیت ضروری ہے۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۷، ۱۲۳.)

سوال: واجب نماز میں کس کی نیت کرے؟

جواب: واجب نماز میں واجب کی نیت کرے اور اسے معین بھی کرے مثلاً نمازِ عید الفطر، عید الاضحی، نذر، وتر، نمازِ طواف وغیرہ۔

سوال: کیا وتر کی نیت میں واجب کہنا ضروری ہے؟

جواب: نمازِ وتر میں فقط وتر کی نیت کافی ہے اگرچہ اس کے ساتھ واجب نہ کہا ہو، کہ وتر کی نماز واجب ہی ہے، ہاں واجب کہنا اولی ہے، البتہ اگر نیت عدمِ وجوب کی ہے تو پھر لفظِ وتر کہنا کافی نہیں۔

سوال: کیا سنت اور نفل میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے یا خاص سنت یا نفل کی نیت کرنی ہو گی؟

جواب: اصح یہ ہے کہ نفل و سنت و تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے، مگر احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح یا سنت وقت یا قیام اللیل کی نیت کرے اور باقی سنتوں میں سنت یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت (پیروی) کی نیت کرے، اس لئے کہ بعض مشائخ ان میں مطلق نیت کو ناکافی قرار دیتے ہیں۔ ("منية المصلي"، الشرط السادس النية، ص۲۲۵.)

نفل نماز کے لئے مطلق نماز کی نیت کافی ہے، اگرچہ نفل نیت میں نہ ہو۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲، ص۱۱۶.)

سوال: کیا نیت میں تعدادِ رکعات کی ضرورت ہے؟

جواب: نیت میں تعداد رکعات کی ضرورت نہیں البتہ افضل ہے، تو اگر تعداد رکعات میں خطا واقع ہوئی مثلاً تین رکعتیں ظہر یا چار رکعتیں مغرب کی نیت کی، تو نماز ہو جائے گی۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲، ص۱۲۰.)

سوال: قیام سے کیا مراد ہے؟ نیز قیام کی حد کیا ہے؟

جواب: نماز میں کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں۔ کمی کی جانب قیام کی حد یہ ہے کہ ہاتھ پھیلائے تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القيام، ج۲، ص۱۶۳.)

سوال: کتنی دیر تک قیام کرنا فرض، واجب اور سنت ہے؟

جواب: قیام اتنی دیر تک ہے جتنی دیر قراءت ہے، یعنی بقدرِ قراءت فرض، قیام فرض اور بقدرِ واجب، واجب اور بقدرِ سنت، سنت۔ ("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۲، ۱۶۳.)

یہ حکم پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں کا ہے، رکعت اُولیٰ میں قیام فرض میں مقدار تکبیر تحریمہ بھی شامل ہو گی اور قیام مسنون میں مقدار ثناو تعوذ و تسمیہ بھی۔

سوال: قیام اور قراءت تو فرائض نماز میں سے ہیں واجب اور سنّت کیسے ہو گئے؟

جواب: قیام و قراءت کا واجب و سنت ہونا بایں معنی ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا ورنہ بجالانے میں جتنی دیر تک قیام کیا اور جو کچھ قراءت کی سب فرض ہی ہے، فرض کا ثواب ملے گا۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج۲، ص۱۶۳.)

سوال: کن نمازوں میں قیام فرض ہے؟

جواب: فرض و وتر و عیدین و سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج۲، ص۱۶۳.)

سوال: قراءت سے کیا مراد ہے؟

جواب: قراءت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کئے جائیں، کہ ہر حرف غیر سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ہونا ضروری ہے کہ خود سنے، اگر حروف کی تصحیح تو کی مگر اس قدر آہستہ پڑھا کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع مثلاً شور و غل یا ثقل سماعت (اونچا سننے کا مرض) بھی نہیں، تو نماز نہ ہوئی۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج۱، ص۶۹.)

یوہیں جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے، اس سے یہی مقصد ہے کہ کم سے کم اتنا ہو کہ خود سن سکے، مثلاً طلاق دینے، آزاد کرنے، جانور ذبح کرنے میں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج۱، ص۶۹.)

سوال: نماز میں کتنی قراءت کرنا فرض ہے؟

جواب: مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے۔

("مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، وارکانھا، ص۵۱.)

فرض کی کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا فقط ایک میں کی، نماز فاسد ہوگئی۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج۱، ص۶۹.)

سوال: ایک آیت جو فرض ہے اس کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟

جواب: چھوٹی آیت جس میں دو یا دو سے زائد کلمات ہوں پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائے گا اور اگر ایک ہی حرف کی آیت ہو جیسے ص، ن، ق، کہ بعض قراءتوں میں ان کو آیت مانا ہے، تو اس کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہو گا، اگرچہ اس کی تکرار کرے۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، مطلب: تحقیق مھم فیما لوتذکر في رکوعہ انہ لم یقراء... إلخ، ج۲، ص۳۱۳.)

رہی ایک کلمہ کی آیت جیسے مُدْھَآمَّتَانِ، اس میں اختلاف ہے اور بچنے میں احتیاط۔

سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک پوری آیت ہے، مگر صرف اس کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہو گا۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل، ج۲، ص۲۳۶.)

قراءت شاذہ سے فرض ادا نہ ہو گا، یوہیں بجائے قراءت آیت کی ہجے کی، نماز نہ ہو گی۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل، ج۲، ص۲۲۶.)

سوال: سورتوں کو معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مکروہ ہے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل في القراءۃ، و مطلب: السنۃ تکون سنۃ عین... إلخ، ج۲، ص۳۲۵)

ہاں! سورۂ فاتحہ کو ہر رکعت میں معین کرنا واجب ہے۔

سوال: مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنا کیسا ہے؟

جواب: مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں، نہ فاتحہ، نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہری نماز میں۔ امام کی قراءت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ اگر کرے گا تو مکروہِ تحریمی کا مرتکب ہو گا۔

("مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ وارکانھا، ص۵۱.)

سوال: رکوع کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے کو پہنچ جائیں، یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج۲، ص۱۶۵.) اور پورا یہ کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے۔

سوال: سجدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے، نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی، جب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ ("الفتاوی الرضوية". ج۷، ص۳۶۳۔۳۷۶.)

رخسار یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ نہ ہوگا خواہ عذر کے سبب ہو یا بلا عذر، اگر عذر ہو تو اشارہ کا حکم ہے۔
("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول، ج۱، ص۷۰.)

سوال: کسی نرم چیز پر سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبائی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول، ج۱، ص۷۰.)

بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال (چاول کا بُھس) بچھاتے ہیں، ان لوگوں کو سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک نہ دبی تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی، کمانی دار گدّے پر سجدہ میں پیشانی خوب نہیں دبتی لہٰذا نماز نہ ہوگی، ریل کے بعض درجوں میں بعض گاڑیوں میں اسی قسم کے گدّے ہوتے ہیں اس گدّے سے اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔ (بہار شریعت جلد۱ ص۵۱۴)

سوال: ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا، ہاں ان سب صورتوں میں جب کہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کر لیا، تو ہو گیا۔

("منية المصلي"، مسائل الفريضة الخامسة اى السجود، ص۲۶۳.)

عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا، سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا، تو نہ ہوا۔ ("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل، ج۲، ص۲۵۲.)

سوال: "وسجد وجوبا بما صلب من انفہ وجبھتہ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سجدہ میں پیشانی اور ناک کا اس قدر لگانا جہاں تک وہ سخت ہے یعنی سخت ہڈی تک واجب ہے مراقی الفلاح میں ہے کہ ناک کی سخت ہڈی کا لگانا سجدے کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ سجدے کے کامل ہونے کی شرط ہے البتہ پیشانی کا سجدے میں لگانا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے اور بلا عذر سجدے میں صرف ناک پر اکتفا کیا تو اصح قول کے مطابق سجدہ صحیح نہیں ہوگا، ہاں اگر پیشانی پر زخم وغیرہ کوئی عذر ہو تو صرف ناک پر اکتفا کرنا درست ہوگا۔

وَعَدَمُ اِرْتِفَاعِ مَحَلِّ السُّجُوْدِ عَنْ مَوْضِعِ الْقَدَمَيْنِ بِأَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ ذِرَاعٍ وَإِنْ زَادَ عَلٰى نِصْفِ ذِرَاعٍ لَمْ يَجُزِ السُّجُوْدُ إِلَّا لِزَحْمَةٍ سَجَدَ فِيْهَا عَلٰى ظَهْرِ مُصَلٍّ صَلَاتَهٗ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِي الصَّحِيْحِ وَوَضْعُ شَيْءٍ مِنْ أَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ حَالَةَ السُّجُوْدِ عَلَى الْأَرْضِ وَلَا يَكْفِيْ وَضْعُ ظَاهِرِ الْقَدَمِ۔

ترجمہ: اور (١٦) سجدے کی جگہ کا اونچا نہ ہونا دونوں قدموں کی جگہ سے آدھے گز سے زیادہ، اور اگر آدھے گز سے زیادہ ہو تو سجدہ جائز نہ ہوگا مگر بھیڑ کی وجہ سے کہ بھیڑ میں اسی کی نماز پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے۔ اور (١٧) دونوں ہاتھ اور (١٨) دونوں گھٹنوں کا رکھنا صحیح قول کے مطابق۔ اور (١٩) دونوں پیروں کی انگلیوں میں سے کچھ کا سجدے کی حالت میں زمین پر رکھنا اور پاؤں کی پشت کا رکھنا کافی نہیں ہوگا۔

سوال: اگر سجدہ والی جگہ قدموں کی بنسبت اونچی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی جگہ سجدہ کیا کہ قدم کی بہ نسبت بارہ انگل سے زیادہ اونچی ہے، سجدہ نہ ہوا، ورنہ ہوگیا۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، فصل، ج٢، ص٢٥٧)

البتہ اگر عذر ہو مثلاً اژدہام کی وجہ سے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا اور وہ اس نماز میں اس کا شریک ہے، تو جائز ہے ورنہ ناجائز، خواہ وہ نماز ہی میں نہ ہو یا نماز میں تو ہے مگر اس کا شریک نہ ہو، یعنی دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفة الصلاۃ، الفصل الأول، ج١، ص٧٠، وغیرہ.)

سوال: سجدے کی کیفیت بیان کریں۔

جواب: سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اس لئے عبارت میں وضع الیدین و الرکبتین سے مراد ایک ہاتھ اور ایک گھٹنے کا رکھنا ہے کیوں کہ سجدے کی حقیقت یہ ہے کہ کم از کم پیشانی ایک ہاتھ ایک گھٹنا اور ایک پاؤں کی کچھ انگلیاں زمین پر رکھے اور سجدے کی حالت میں پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے نیز قدم کا اندرونی حصہ یعنی پیٹ لگائے نہ کہ قدم کا بیرونی حصہ یعنی پشت کا لگانا کافی نہیں ہو گا۔

وَتَقْدِيْمُ الرُّكُوْعِ عَلَى السُّجُوْدِ وَالرَّفْعُ مِنَ السُّجُوْدِ إِلٰى قُرْبِ الْقُعُوْدِ عَلَى الْأَصَحِّ وَالْعَوْدُ إِلَى السُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدُ الْأَخِيْرُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ وَتَأْخِيْرُهٗ عَنِ الْأَرْكَانِ وَأَدَاؤُهَا مُسْتَيْقِظًا وَمَعْرِفَةُ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ وَمَا فِيْهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَفْرُوْضَةِ عَلٰى وَجْهٍ يُمَيِّزُهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَسْنُوْنَةِ اَوِاعْتِقَادُ أَنَّهَا فَرْضٌ حَتّٰى لَا يَتَنَفَّلَ بِمَفْرُوْضٍ۔

ترجمہ: اور (۲۰) رکوع کو سجدے پر مقدم کرنا۔ اور (۲۱) سجدے سے بیٹھنے کے قریب اٹھنا اصح قول کے مطابق۔ اور (۲۲) دوسرے سجدے کی طرف لوٹنا۔ اور (۲۳) تشہد کی مقدار قعدہ آخرہ کرنا۔ اور (۲۴) قعدۂ اخیرہ کو تمام ارکان سے مؤخر کرنا۔ اور (۲۵) ارکان کو بیداری کی حالت میں ادا کرنا اور (۲۶) نماز کی کیفیت کو جاننا اور (۲۷) نماز میں جو چیزیں فرض ہیں ان کا جاننا اس طرح کہ ان کو مسنون چیزوں سے الگ کر سکے یا اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ وہ فرض ہیں یہاں تک کہ فرض چیزوں کو نفل کی نیت سے ادا نہ کرے۔

أَرْكَانُ الصَّلَاةِ

وَالْأَرْكَانُ مِنَ الْمَذْكُوْرَاتِ أَرْبَعَةٌ اَلْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ وَقِيْلَ الْقُعُوْدُ الْأَخِيْرُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ

ترجمہ: اور ذکر کی ہوئی چیزوں میں سے ارکان (فرض) چار ہیں (۱) قیام (۲) قراءت (۳) رکوع (۴) سجود، اور کہا گیا ہے کہ تشہد کی مقدار قعدۂ اخیرہ (بھی رکن ہے)۔

شَرَائِطُ الصَّلَاةِ

وَبَاقِيْهَا شَرَائِطُ بَعْضُهَا شَرْطٌ لِصِحَّةِ الشُّرُوْعِ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ مَا كَانَ خَارِجهَا وَغَيْرُهُ شَرْطٌ لِدَوَامِ صِحَّتِهَا۔

ترجمہ: اور باقی چیزیں شرائط ہیں ان میں سے بعض نماز کے شروع کو صحیح کرنے کے لئے شرط ہیں اور یہ وہ ہیں جو نماز کے باہر ہیں، اور اس کے علاوہ نماز کی صحت کو باقی رکھنے کے لئے شرط ہیں۔

سوال: کیا فرائض کے مابین ترتیب ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! قیام ور کوع و سجود و قعدۂ اخیرہ میں ترتیب فرض ہے، اگر قیام سے پہلے رکوع کر لیا پھر قیام کیا تو وہ رکوع جاتا رہا، اگر بعد قیام پھر رکوع کرے گا نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، بحث الخروج بصنعه، ج۲، ص۱۷۲.)

سوال: کیا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں اصح قول کے مطابق پہلے سجدے کے بعد دوسرے سجدے میں جانے سے پہلے اتنا اٹھنا ضروری ہے جس کو بیٹھا ہوا کہا جا سکے اور اس فعل کو جلسہ کہتے ہیں اور یہ ایک تسبیح کے بقدر واجب ہے۔

اور مصنف کا علی الاصح کے ذریعے اس قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ صرف پیشانی کو زمین سے اٹھالینا کافی ہے پھر اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے لیکن یہ غیر صحیح قول ہے۔

سوال: ہر رکعت میں کتنی بار سجدہ فرض ہے؟

جواب: ہر رکعت میں دو بار سجدہ فرض ہے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار جلسہ (سیدھا بیٹھنا) کرنا واجب ہے۔

سوال: قعدۂ اخیرہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی رسولہ تک پڑھ لی جائے، اسے قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں اور یہ فرض ہے۔ البتہ تشہد کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔

("الفتاوى الهندية"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفة الصلاۃ، الفصل الأول، ج۱، ص۷۰.)

سوال: کیا قعدۂ اخیرہ کو تمام ارکان کے آخر میں کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! قعدۂ اخیرہ کو تمام ارکان کے آخر میں واقع ہونا چاہیے چنانچہ اگر کسی نماز کا سجدہ رہ گیا اور اس کو قعدۂ اخیرہ کے بعد یاد آیا تو اس سجدے کو ادا کرے اور قعدۂ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے اور اگر سجدے کے بعد قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال: کیا نماز کے تمام ارکان کو بیداری کی حالت میں ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! قیام، قراءت، رکوع، سجود میں اوّل سے آخر تک سوتا ہی رہا، تو بعد بیداری ان کا اعادہ فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی کرے، لوگ اس میں غافل ہیں خصوصاً تراویح میں، خصوصاً گرمیوں میں۔

("منية المصلي"، الفريضة السادسة و تحقيق التراويح، ص٢٦٧.)

ہاں نماز میں سونے سے نہ نماز ٹوٹے گی اور نہ وضو، بشرطیکہ بطریقِ مسنون سویا ہو۔

پوری رکعت سوتے میں پڑھ لی، تو نماز فاسد ہو گئی۔ ("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج٢، ص١٨١.)

سوال: "و معرفة كيفية الصلاة" سے "حتى لا يتنفل بمعروض" تک کی عبارت سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز کی کیفیت کو جاننا فرض ہے یعنی جو نمازیں فرض ہیں ان کو فرض جاننا اور نفل نمازوں کو نفل جاننا مثلاً صبح کی چار رکعتوں کے متعلق جاننا کہ اس میں دو رکعت سنت ہیں اور دو رکعت فرض ہیں یہ الگ الگ تفصیل نماز کے متعلق معلوم ہوں کیوں کہ اگر یہ تفصیل معلوم نہیں ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ فرض میں نفل کی نیت کرلے اور فرض نماز نفل کی نیت سے صحیح نہیں ہوگی اور اگر یہ تفصیل معلوم نہ ہو تو کم از کم یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ ہر نماز کو فرض ہی جانے تو اب کوئی فرض نفل کی نیت سے ادا کرنا لازم نہیں آئے گا، ہاں نفل کو فرض کی نیت سے ادا کرنا لازم آئے گا لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ فرض کی نیت سے نفل ادا ہو جاتا ہے مگر نفل کی نیت سے فرض ادا نہیں ہوتا ہے۔

سوال: "والاركان من المذكورات اربعة" سے "لدوام صحتها" تک کی عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو ۲۷ چیزیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ارکان صرف چار ہیں، اور بعض نے قعدۂ اخیرہ کو بھی ارکان میں شمار کیا ہے، اس طرح ارکان کی تعداد پانچ ہو جائے گی، ان کے علاوہ باقی تمام شرائط ہیں، کچھ شرطیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر نماز کو شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہے اور وہ نماز سے باہر ہیں جیسے طہارت، ستر عورت ،استقبال قبلہ وغیرہ، اور کچھ شرطیں ایسی ہیں کہ نماز کی صحت ان سے باقی رہے گی جیسے رکوع کا قراءت کے بعد ہونا، رکوع کا سجدہ سے پہلے ہونا، ارکان نماز کو بیداری میں ادا کرنا وغیرہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو نماز کی صحت کو باقی رکھنے کے لئے شرط ہیں۔

فَصْلٌ فِيْ مُتَعَلِّقَاتِ الشُّرُوْطِ وَفُرُوْعِهَا

یہ فصل شرائط نماز سے تعلق رکھنے والی چیزوں اور اس کی فروعات کے بیان میں ہے

طَهَارَةُ الْمَكَانِ

تَجُوْزُ الصَّلَاةُ عَلٰى لِبْدٍ وَجْهُهُ الْأَعْلٰى طَاهِرٌ وَالْأَسْفَلُ نَجِسٌ وَعَلٰى ثَوْبٍ طَاهِرٍ وَبِطَانَتُهُ نَجِسَةٌ إِذَا كَانَ غَيْرَ مُضَرَّبٍ وَعَلٰى طَرَفٍ طَاهِرٍ وَإِنْ تَحَرَّكَ الطَّرَفُ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهِ عَلَى الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: اور نماز جائز ہے ایسی اونی فرش پر جس کے اوپر کا حصہ پاک ہو نیچے کا حصہ ناپاک، اور ایسے کپڑے پر جو پاک ہو پر اس کا استر ناپاک ہو جب کہ وہ سلا ہوا نہ ہو اور پاک کنارے پر اگرچہ ناپاک کنارہ حرکت کرے نمازی کے حرکت کرنے سے صحیح قول کے مطابق۔

طَهَارَةُ الثَّوْبِ

وَلَوْ تَنَجَّسَ أَحَدُ طَرَفَيْ عِمَامَتِهِ فَأَلْقَاهُ وَأَبْقَى الطَّاهِرَ عَلٰى رَأْسِهِ وَلَمْ يَتَحَرَّكِ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهِ جَازَتْ صَلَاتُهُ وَإِنْ تَحَرَّكَ لَا تَجُوْزُ وَفَاقِدُ مَا يُزِيْلُ بِهِ النَّجَاسَةَ يُصَلِّيْ مَعَهَا وَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور اگر نمازی کے عمامہ کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا تو اس کو نیچے ڈال دیا اور پاک کنارے کو اپنے سر پر رکھا اور ناپاک کنارہ اس کے حرکت سے نہیں ہلتا تو اس کی نماز صحیح ہو گی اور اگر حرکت کرے تو صحیح نہیں ہو گی، اور ایسی چیز کا نہ پانے والا جس سے ناپاکی کو زائل کر سکے تو اس ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور اس پر (نماز کو) لوٹانا واجب نہیں ہے۔

سوال: لبد کسے کہتے ہیں اور اس کا ایک طرف پاک اور دوسرا طرف ناپاک ہو تو کیا اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: لبد وہ کپڑا ہے جو اون کو جمع کر کے بناتے ہیں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو موٹی ہو جس کو بیچ میں سے چیر کر دو حصے کر سکتے ہوں مثلا موٹا فرش، موٹا پتھر، لکڑی کے تختے وغیرہ پس اگر یہ ایک رخ سے نجس ہو گئے ہوں تو لوٹ کر دوسرے رخ پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر دونوں رخ نجس ہو گئے ہوں تو پھر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کپڑے کے ایک طرف نجاست لگی ہو تو کیا دوسری طرف الٹ کر اس کے اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: کسی کپڑے میں نجاست لگی اور وہ نجاست اسی طرف رہ گئی دوسری جانب اس نے اثر نہیں کیا تو اس کو لوٹ کر دوسری طرف جدھر نجاست نہیں لگی ہے نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ کتنا ہی موٹا ہو مگر جب کہ وہ نجاست موضع سجود سے الگ ہو۔

سوال: مذکورہ صورت میں اگر کپڑا دو تہہ والا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو کپڑا دو تہہ کا ہو اگر اس کی ایک تہہ نجس ہو جائے تو اگر دونوں ملا کر سی لئے گئے ہوں تو دوسری تہہ پر نماز جائز نہیں ہے اور اگر سلے ہوئے نہ ہوں تو اس پاک تہہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اسی صورت کو مصنف نے متن میں بیان کیا ہے۔

سوال: فرش چٹائی یا دری کا ایک کونہ ناپاک ہو تو کیا پاک کونے میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: فرش، چٹائی یا دری جس کے ایک طرف نجاست تھی اور یہ فرش، چٹائی یا دری کے جس حصے پر نماز پڑھتا ہے وہ حصہ پاک ہے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی خواہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہلتا ہو یا نہ ہلتا ہو صحیح قول کے مطابق کیونکہ وہ ناپاک نہیں ہے۔

سوال: اگر عمامہ کا ناپاک سرا فرش پر ڈال دے اور باقی پاک حصہ سر پر باندھ لے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر عمامہ کا ناپاک سرا فرش پر ڈال دے اور باقی پاک حصہ کو سر پر باندھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی بشرطیکہ رکوع یا سجدے میں جاتے ہوئے ناپاک کنارہ نمازی کی حرکت سے حرکت نہ کرتا ہو اور اگر ناپاک کنارہ نمازی کی حرکت سے حرکت کرتا ہو تو نماز صحیح نہیں ہو گی کیونکہ اب وہ حکماً نجاست کو اٹھانے والا ہے۔

سوال: اگر کسی کے پاس ناپاک کپڑا کے سوا کوئی پاک کپڑا نہ ہو، اور نہ ہی پاک کرنے کا کوئی ذریعہ ہو تو وہ کیسے نماز پڑھے گا؟

جواب: اگر کسی شخص کے پاس ناپاک کپڑے کے علاوہ دوسرا کپڑا نہ ہو، اور ایسی چیز بھی موجود نہیں جس سے نجاست کو زائل کر سکے تو اسی ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے پھر اگر اس کے بعد اس کو پاک کرنے والی چیز مل جائے تو اس پر نماز کا اعادہ کرنا بھی نہیں ہے۔

جبکہ بہار شریعت جلد ا ص ۴۸۵ میں ہے: اگر اس کے پاس کپڑا ایسا ہے کہ پورا نجس ہے، تو نماز میں اسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے، برہنہ جائز نہیں، یہ سب اس وقت ہے کہ ایسی چیز نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدر مانع سے کم کر سکے، ورنہ واجب ہو گا کہ پاک کرے یا تقلیل نجاست کرے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۰۷) اور اب یہی مفتی بہ قول ہے۔

سَتْرُ الْعَوْرَةِ

وَلَا عَلىٰ فَاقِدٍ مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ وَلَوْ حَرِيْراً أَوْ حَشِيْشًا أَوْ طِيْنًا فَإِنْ وَجَدَهُ وَلَوْ بِالْإِبَاحَةِ وَرُبُعُهُ طَاهِرٌ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ عَارِيًا وَخُيِّرَ إِنْ طَهُرَ أَقَلُّ مِنْ رُبُعِهِ وَصَلَاتُهُ فِيْ ثَوْبٍ نَجِسِ الْكُلِّ أَحَبُّ مِنْ صَلَاتِهِ عُرْيَانًا وَلَوْ وَجَدَ مَا يَسْتُرُ بَعْضَ الْعَوْرَةِ وَجَبَ اِسْتِعْمَالُهُ وَيَسْتُرُ الْقُبُلَ وَالدُّبُرَ فَإِنْ لَمْ يَسْتُرْ إِلَّا أَحَدَهُمَا قِيْلَ يَسْتُرُ الدُّبُرَ وَقِيْلَ الْقُبُلَ۔

ترجمه: اور (نماز کا اعادہ واجب) نہیں ہے کسی ایسی چیز کے نہ پانے والے پر جو اپنے ستر کو چھپا سکے اگرچہ ریشم یا گھاس یا مٹی ہی کیوں نہ ہو، پس اگر (ساتر) اس کو پالے اگرچہ اباحت کے طور پر ہو اور اس کا چوتھائی پاک ہو تو ننگے اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اختیار دیا گیا ہے اگر پاک ہو چوتھائی سے کم، اور اس کا پورے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا پسندیدہ ہے ننگے نماز پڑھنے سے، اور اگر پائے ایسی چیز جو ستر کے بعض حصے کو چھپالے تو اس کا استعمال واجب ہے اور قبل اور دبر کو چھپائے گا، پس اگر نہ چھپا سکے مگر ان دونوں میں سے ایک کو تو کہا گیا ہے کہ دبر کو چھپائے اور کہا گیا ہے کہ قبل کو چھپائے۔

صَلَاةُ الْعَارِيْ

وَنُدِبَ صَلَاةُ الْعَارِيْ جَالِسًا بِالْإِيْمَاءِ مَادًّا رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ فَإِنْ صَلّٰى قَائِمًا بِالْإِيْمَاءِ أَوْ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَحَّ

ترجمه: اور ننگے کا بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے، اس حال میں کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلائے ہوئے ہو پس اگر کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھی یا رکوع اور سجدے سے پڑھی تو بھی صحیح ہے۔

سوال: اگر کسی کے پاس ستر چھپانے کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو تو کیا کرے؟ اور کیسے نماز پڑھے؟

جواب: اگر کسی مرد کے پاس ستر کے لئے جائز کپڑا نہ ہو یہاں تک کہ گھاس یا گیلی مٹی بھی نہ ملے اسی طرح ریشمی کپڑا (جو مردوں کے لئے حرام ہے) نہ ہو، تو ایسی حالت میں ننگے نماز پڑھے ہو جائے گی۔

جس نے ایسی مجبوری میں برہنہ نماز پڑھی، تو بعد نماز کپڑا ملنے پر اعادہ نہیں، نماز ہو گئی۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۰.)

ہاں! اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے کی چیز نہ ملنا، بندوں کی جانب سے ہو، تو نماز پڑھے، پھر اعادہ کرے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۰.)

اور ریشمی کپڑا ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور اسی میں نماز پڑھے، البتہ اور کپڑا ہوتے ہوئے، مرد کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے، اور اس میں نماز مکروہ تحریمی۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۳.)

اگر اس کے پاس کپڑا ایسا ہے کہ پورا نجس ہے، تو نماز میں اسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے، برہنہ جائز نہیں، یہ سب اس وقت ہے کہ ایسی چیز نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدر مانع سے کم کر سکے، ورنہ واجب ہو گا کہ پاک کرے یا تقلیل نجاست کرے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۰۷.)

سوال: اگر چوتھائی سے کم کپڑا ملا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایسا کپڑا ملا جو چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اسی کپڑے کو پہن کر پڑھے یا ننگے نماز پڑھے، لیکن افضل پہن کر ہے۔

سوال: اگر ناپاک کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا نہ ہو تو کیسے نماز پڑھے؟

جواب: اگر کپڑا پورا ناپاک ہو یا چوتھائی سے کم پاک ہو تو اس کو ختیار ہے جیسے کی سوال نمبر ۹۹ کے جواب میں گزرا، لیکن افضل یہ ہے کہ اس ناپاک کپڑے کو پہن کر نماز ادا کرے کیونکہ ننگے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں نجس کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ یہ مصنف کا مذہب ہے، جبکہ بہار شریعت میں مفتی بہ قول یہ ہے جو جلد ۱ ص۴۸۵ میں بحوالہ الدر المختار ہے:

اگر اس کے پاس کپڑا ایسا ہے کہ پورا نجس ہے، تو نماز میں اسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے، برہنہ جائز نہیں، یہ سب اس وقت ہے کہ ایسی چیز نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدر مانع سے کم کر سکے، ورنہ واجب ہو گا کہ پاک کرے یا تقلیل نجاست کرے۔ ("الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج۲، ص۱۰۷.)

سوال: کپڑا ہے مگر اتنا تھوڑا کہ پورا ستر نہ ہو سکے گا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پورے ستر کے لئے کپڑا نہیں اور اتنا ہے کہ بعض اعضاء کا ستر ہو جائے گا تو اس سے ستر واجب ہے اور اس کپڑے سے عورت غلیظہ یعنی قبل و دبر کو چھپائے اور اتنا ہو کہ ایک ہی کو چھپا سکتا ہے، تو ایک ہی کو چھپائے۔

("الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج۲، ص۱۰۸.)

اب اس میں دو قول ہیں کہ کس کو چھپائے:

(۱)۔۔۔پہلا قول یہ ہے کہ: دبر کو چھپائے کہ اس کا کھلنا زیادہ فحش ہے کہ حالتِ رکوع و سجود میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔دوسرا قول یہ ہے کہ: قبل کو چھپائے کہ اس سے قبلہ کا استقبال ہوتا ہے۔

اور دوسرا قول ذرا ضعیف سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ قبل کو رانوں اور ہاتھوں سے بھی چھپایا جا سکتا ہے جبکہ دبر کو ان دونوں سے نہیں چھپایا جا سکتا ہے۔

سوال: نماز کے علاوہ ناپاک کپڑا پہننا کیسا ہے؟

جواب: غیر نماز میں نجس کپڑا پہنا تو حرج نہیں، اگرچہ پاک کپڑا موجود ہو اور جو دوسرا نہیں، تو اُسی کو پہننا واجب ہے۔ ("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۷،۹۳.)

یہ اس وقت ہے کہ اس کی نجاست خشک ہو، چھوٹ کر بدن کو نہ لگے، ورنہ پاک کپڑا ہوتے ہوئے ایسا کپڑا پہننا مطلقاً منع ہے کہ بلا وجہ بدن ناپاک کرنا ہے۔

سوال: ننگا شخص کیسے نماز پڑھے گا؟

جواب: کسی کے پاس بالکل کپڑا نہیں، تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ دن ہو یا رات، گھر میں ہو یا میدان میں، خواہ ویسے بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں، یعنی مرد مردوں کی طرح اور عورت عورتوں کی طرح یا پاؤں پھیلا کر اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ

کر اور یہ بہتر ہے اور رکوع و سجود کی جگہ اشارہ کرے اور یہ اشارہ کر کے پڑھنا رکوع و سجود کے ساتھ پڑھنے سے اس کے لئے افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنا، کھڑے ہو کر پڑھنے سے افضل، خواہ قیام میں رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرے یا رکوع و سجود کرے۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، كتاب الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۵.)

چند شخص برہنہ ہیں، تو تنہا تنہا، دُور دُور، نمازیں پڑھیں اور اگر جماعت کی، تو امام بیچ میں کھڑا ہو۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثالث، في شروط الصلاة، الفصل الأول، ج۱، ص۵۹.)

اَلْعَوْرَةُ

وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَمُنْتَهَى الرُّكْبَةِ وَتَزِيْدُ عَلَيْهِ الْأَمَةُ الْبَطْنَ وَالظَّهْرَ وَجَمِيْعُ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا وَقَدَمَيْهَا۔

ترجمہ: اور مرد کا ستر عورت وہ ہے جو ناف اور گھٹنے کے آخری حصے کے درمیان ہے، اور باندی اس پر پیٹ اور پیٹھ کو زیادہ کرے اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر عورت ہے مگر اس کا چہرہ اور اس کی دونوں ہتھیلی اور دونوں قدم۔

كَشْفُهَا

وَكَشْفُ رُبْعِ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَاءِ الْعَوْرَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلَاةِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الْإِنْكِشَافُ عَلٰى أَعْضَاءٍ مِّنَ الْعَوْرَةِ وَكَانَ جُمْلَةُ مَا تَفَرَّقَ يَبْلُغُ رُبْعَ أَصْغَرِ الْأَعْضَاءِ الْمُنْكَشِفَةِ مَنَعَ وَإِلَّا فَلَا ۔

ترجمہ: اور ستر عورت کے اعضاء میں سے چوتھائی کا کھل جانا نماز کے صحیح ہونے کو روک دیتا ہے، اور اگر ستر عورت کے اعضاء پر انکشاف متفرق ہو گیا اور وہ تمام حصہ جو متفرق طور پر کھلا ہوا ہے کھلنے والے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے عضو کے چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز منع ہو گی ورنہ تو نہیں۔

اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ

وَمَنْ عَجَزَ عَنْ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِمَرَضٍ أَوْ عَجَزَ عَنِ النُّزُوْلِ عَنْ دَابَّتِهٖ أَوْ خَافَ عَدُوًّا فَقِبْلَتُهٗ جِهَةُ قُدْرَتِهٖ وَأَمْنِهٖ۔

ترجمہ: اور جو شخص قبلہ کی طرف رخ کرنے سے عاجز ہو کسی بیماری کی وجہ سے یا اپنی سواری سے اترنے سے عاجز ہو یا کسی دشمن کا خوف ہو تو اس کا قبلہ اس کی قدرت اور اس کے امن کی جہت ہے۔

سوال: مرد کا ستر عورت کہاں سے کہاں تک ہے؟

جواب: مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب في ستر العورۃ، ج۲، ص۹۳.)

سوال: مرد کے ستر عورت میں کتنے اعضاء ہوتے ہیں؟

جواب: مرد میں اعضائے عورت نو ہیں۔ آٹھ علامہ ابراہیم حلبی و علامہ شامی و علامہ طحطاوی وغیر ہم نے گنے۔ (۱) ذکر مع اپنے سب اجزا، حشفہ و قصبہ و قلفہ کے، (۲) انثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں، ان میں فقط ایک کی چوتھائی کھلنا مفسد نماز نہیں، (۳) دبر یعنی پاخانہ کا مقام، (۴،۵) ہر ایک سرین جدا عورت ہے، (۶،۷) ہر ران جدا عورت ہے۔ گھٹنا بھی اس میں داخل ہے، الگ عضو نہیں، تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں کھل جائیں نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر بھی ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچتے، (۸) ناف کے نیچے سے عضو تناسل کی جڑ تک اور اس کے سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب، سب مل کر ایک عورت ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ مطلب في النظر إلی وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۱.)

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ (۹) دبر و انثیین کے درمیان کی جگہ بھی، ایک مستقل عورت ہے۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۶، ص۳۹.)

سوال: آزاد عورت کا ستر عورت کہاں سے کہاں تک ہے؟

جواب: آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل (۳) کے لئے سارا بدن عورت ہے، سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ ج۲، ص۹۵.)

سوال: آزاد عورت کے ستر عورت میں کتنے اعضا ہوتے ہیں؟

جواب: آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عضو کے، جن کا بیان گزرا، سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضا پر مشتمل ہے کہ ان میں جس کی چوتھائی کھل جائے، نماز کا وہی حکم ہے، جو اوپر بیان ہوا۔ (۱) سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک، یعنی عادۃً جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں۔ (۲) بال جو لٹکتے ہوں۔ (۴،۳) دونوں کان۔ (۵) گردن اس میں گلا بھی داخل ہے۔ (۷،۶) دونوں شانے۔ (۹،۸) دونوں بازو ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۱۱،۱۰) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد سے گٹوں کے نیچے تک۔ (۱۲) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک۔ (۱۴،۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت۔ (۱۶،۱۵) دونوں پستانیں، جب کہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں، اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف اُبھری ہوں کہ سینہ سے جدا عضو کی ہیأت نہ پیدا ہوئی ہو، تو سینہ کے تابع ہیں، جدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی، ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے، جدا عضو نہیں۔ (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں تک، یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے۔ (۱۸) پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک۔ (۱۹) دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ ہے، بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک، دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے، اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے، اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔ (۲۱،۲۰) دونوں سرین۔ (۲۲) فرج۔ (۲۳) دبر۔ (۲۵،۲۴) دونوں رانیں، گھٹنے بھی انھیں میں شامل ہیں۔ (۲۶) ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے۔ (۲۸،۲۷) دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت۔ (۳۰،۲۹) دونوں تلوے اور بعض علماء نے پشتِ دست اور تلؤوں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج٦، ص٣٩-٤٠.)

سوال: باندی کا ستر عورت کہاں سے کہاں تک ہے؟

جواب: باندی کے لئے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، خنثیٰ مشکل رقیق (غلام) ہو، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج٢، ص٩٤.)

سوال: جن اعضاء کا ستر فرض ہے اگر نماز کے دوران ان میں سے کوئی عضو کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جن اعضاء کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہو گئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا، جب بھی ہو گئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپالیا، نماز جاتی رہی۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الأول، ج۱ص۵۸.)

یہ مسئلہ درمیانِ نماز کا ہے اور اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔ ("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۰.)

سوال: اگر اعضائے ستر میں مختلف اعضاء کھلے ہیں مگر سب چوتھائی سے کم ہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے، مگر مجموعہ ان کا اُن کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے، اس کی چوتھائی کے برابر ہے، نماز نہ ہوئی، مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کی قدر ضرور ہے، نماز جاتی رہی۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج۲، ص۱۰۲)

یعنی متفرق کھلے ہوئے اعضاء کو جمع کریں گے، اور اگر چوتھائی کے برابر نہ ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: جو شخص استقبالِ قبلہ سے عاجز ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو، مثلاً مریض ہے کہ اس میں اتنی قوت نہیں کہ ادھر رُخ بدلے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جو متوجہ کر دے یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہو یا کشتی کے تختہ پر بہتا جارہا ہے اور صحیح اندیشہ ہے کہ استقبال کرے تو ڈوب جائے گا یا شریر جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اتر تو جائے گا مگر بے مددگار سوار نہ ہونے دے گا یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا اور ایسا کوئی نہیں جو سوار کرا دے، تو ان سب صورتوں میں جس رُخ نماز پڑھ سکے، پڑھ لے اور اعادہ بھی نہیں، ہاں سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر پڑھے اور ممکن ہو تو قبلہ کو منہ کرے، ورنہ جیسے بھی ہو سکے اور اگر روکنے میں قافلہ نگاہ سے مخفی ہو جائے گا تو سواری ٹھہرانا بھی ضروری نہیں، یوہیں روانی میں پڑھے۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، مطلب: كرامات الأولياء ثابتة، ج۲، ص۱۴۲.)

وَمَنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مُخْبِرٌ وَلَا مِحْرَابٌ تَحَرّٰى وَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ لَوْ أَخْطَأَ وَإِنْ عَلِمَ بِخَطَئِهِ فِيْ صَلَاتِهِ اِسْتَدَارَ وَبَنٰى وَإِنْ شَرَعَ بِلَا تَحَرٍّ فَعَلِمَ بَعْدَ فَرَاغِهِ أَنَّهُ أَصَابَ صَحَّتْ وَإِنْ عَلِمَ بِإِصَابَتِهِ فِيْهَا فَسَدَتْ كَمَا لَوْ لَمْ يَعْلَمْ إِصَابَتَهُ أَصْلًا وَلَوْ تَحَرّٰى قَوْمٌ جِهَاتٍ وَجَهِلُوْا حَالَ إِمَامِهِمْ تُجْزِيْهِمْ۔

ترجمہ: جس شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس کے پاس کوئی خبر دینے والا نہ ہو اور نہ محراب ہو تو وہ غور (تحری) کرے گا، اور اس پر اعادہ نہیں ہے اگر وہ غلطی کر جائے، اور اگر اپنی غلطی کو نماز میں جان لے تو گھوم جائے اور بناء کر لے اور اگر بغیر تحری کے نماز شروع کر لی پھر نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے ٹھیک کیا تو نماز صحیح ہو گی اور اگر اپنے ٹھیک ہونے کو نماز میں ہی جان لیا تو نماز فاسد ہو گئی جیسا کہ اگر وہ اپنے ٹھیک ہونے کو بلکل ہی نہ جانتا، اور اگر تحری کی کسی قوم نے مختلف جہتوں کی اور انہوں نے اپنے امام کی حالت کو نہیں جانا تو ان کے لئے کافی ہو گا۔

سوال: اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں اس کو کسی طرح بھی قبلہ کی شناخت نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو، نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتا دے، نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں، نہ چاند، سورج، ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے، تو ایسے کے لئے حکم ہے کہ تحری کرے (سوچے جدھر قبلہ ہونا دل پر جمے ادھر ہی منہ کرے)، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب: مسائل التحری فی القبلۃ، ج۲، ص۱۴۳.)

سوال: تحری کر کے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی تو کیا حکم ہے؟

جواب: تحری کر کے نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی، ہو گئی، اعادہ کی حاجت نہیں۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۱۴۳.)

سوال: تحری کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور دورانِ نماز پتہ چلا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تحری کرکے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں اگرچہ سجدۂ سہو میں رائے بدل گئی یا غلطی معلوم ہوئی تو فرض ہے کہ فوراً گھوم جائے اور پہلے جو پڑھ چکا ہے، اس میں خرابی نہ آئے گی۔ اسی طرح اگر چاروں رکعتیں چار جہات میں پڑھیں، جائز ہے، اور اگر فوراً نہ پھرا یہاں تک کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کا وقفہ ہوا، نماز نہ ہوئی۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب: مسائل التحری فی القبلۃ، ج۲، ص۱۴۳.)

سوال: ایسے شخص نے اگر بغیر تحری کئے نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص اگر بے تحری کسی طرف منہ کرکے نماز پڑھے، نماز نہ ہوئی، اگرچہ واقع میں قبلہ ہی کی طرف منہ کیا ہو، ہاں اگر قبلہ کی طرف منہ ہونا، بعد نماز یقین کے ساتھ معلوم ہوا، ہوگئی اور اگر بعد نماز اس کا جہت قبلہ ہونا گمان ہو، یقین نہ ہو یا اثنائے نماز میں اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہوا، اگرچہ یقین کے ساتھ تو نماز نہ ہوئی۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب: مسائل التحری فی القبلۃ، ج۲، ص۱۴۷.)

سوال: وہ قوم جو اپنے امام کی حالت کو نہ جانتی ہو تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اندھیری رات ہے، چند شخصوں نے جماعت سے تحری کرکے مختلف جہتوں میں نماز پڑھی، مگر اثنائے نماز میں یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کی جہت امام کی جہت کے خلاف ہے، نہ مقتدی امام سے آگے ہے، نماز ہوگئی اور اگر بعد نماز معلوم ہوا کہ امام کے خلاف اس کی جہت تھی، کچھ حرج نہیں اور اگر امام کے آگے ہونا معلوم ہوا نماز میں یا بعد کو، تو نماز نہ ہوئی۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب: اذا ذکر فی مسألۃ ثلاثۃ اقوال...إلخ، ج۲، ص۱۴۷)

فَصْلٌ فِيْ بَيَانِ وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ

یہ فصل نماز کے واجبات کے بیان میں ہے

وَهُوَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ وَضَمُّ سُوْرَةٍ أَوْ ثَلَاثِ آيَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ غَيْرِ مُتَعَيَّنَتَيْنِ مِنَ الْفَرْضِ وَفِيْ جَمِيْعِ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ وَالنَّفْلِ وتَعْيِيْنُ الْقِرَاءَةِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَتَقْدِيْمُ الْفَاتِحَةِ عَلٰى سُوْرَةٍ وَضَمُّ الْأَنْفِ لِلْجَبْهَةِ فِي السُّجُوْدِ وَالْإِتْيَانُ بِالسَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْإِنْتِقَالِ لِغَيْرِهَا وَالْإِطْمِئْنَانُ فِي الْأَرْكَانِ وَالْقُعُوْدُ الْأَوَّلُ وَقِرَاءَةُ التَّشَهُّدِ فِيْهِ فِي الصَّحِيْحِ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْجُلُوْسِ الْأَخِيْرِ۔

ترجمه: اور وہ اٹھارہ چیزیں ہیں(۱) سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔(۲) اور کسی سورت کا یا تین آیت کا ملانا فرض کی دو غیر معین رکعتوں میں، اور وتر و نفل کی تمام رکعتوں میں۔(۳) اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت کو متعین کرنا۔(۴) اور فاتحہ کو سورت پر مقدم کرنا۔(۵) اور سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک کو ملانا۔(۶) اور ہر رکعت میں دوسرے سجدے کو ادا کرنا سجدے کے علاوہ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے۔(۷) اور ارکان میں اطمنان کرنا۔(۸) اور پہلا قاعدہ کرنا۔(۹) اور پہلے قعدے میں تشہد کو پڑھنا صحیح قول کے مطابق۔(۱۰) اور تشہد کو آخری قعدے میں پڑھنا۔

سوال: واجب سے کیا مراد ہے؟

جواب: واجب کا لغوی معنی لزوم کے ہیں اور یہاں واجب سے مراد وہ چیزیں ہے جس کو عمداً ترک کرنے سے گناہ اور دوبارہ پڑھنا لازم، جبکہ سہواً ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔

سوال: نماز میں کتنے واجبات ہیں؟

جواب: مصنف نے نماز کے ۱۸ واجبات بیان کئے ہیں لیکن یہ صرف ۱۸ میں ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں جیسے کہ امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے نماز کے احکام میں تقریباً ۳۰ واجبات درج فرمائے ہیں۔

سوال: نماز کے واجبات بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: (۱) سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض: سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی ہر رکعت میں واجب ہے۔

الحمد پڑھنا یعنی اس کی ساتوں آیتیں کہ ہر ایک آیت مستقل واجب ہے، ان میں ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے۔

(۲) سورت ملانا: فرض نمازوں کی کوئی سی دو رکعتوں میں اور وتر و سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو، پڑھنا واجب ہے۔

سوال: "ور کعتیں متعینتین" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس عبارت سے یہ مراد ہے کہ فرض کی صرف دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے دو سے زیادہ رکعتوں میں واجب نہیں غیر متعینہ طور پر چاہے پہلی اور دوسری میں ملائے یا آخری دو رکعت میں یا پہلی اور تیسری میں یا دوسری اور چوتھی میں۔

(۳) تین یا چار رکعت والی فرض نماز میں فرض قراءت کو ادا کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں کو متعین کرنا واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا واجب ہے اگر دوسری اور تیسری یا تیسری اور چوتھی میں قراءت کی جائے اور پہلی دو رکعتوں میں نہ کی جائے تو واجب ادا نہ ہو گا یہ ۳ نمبر والا واجب ۲ نمبر والے واجب سے جدا ہے کہ وہاں کسی دو میں قراءت واجب تھی اور یہاں پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے۔

(۴) الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔ یہ ترتیب واجب ہے۔

(۵) سجدے میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور ناک کا جو حصہ سخت ہے اس کو زمین سے لگانا واجب ہے۔

(۶) ایک سجدہ کے بعد دوسرا سجدہ ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی رکن فاصل نہ ہو واجب ہے۔

(۷) رکوع اور سجدہ کو اس طرح اطمنان سے ادا کرنا کہ ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار اعضاء میں سکون ہو جائے ،اور بدن کا ہر جوڑ ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف منتقل ہونے کے بعد اپنی جگہ ٹھہر جائے یہ بھی واجب ہے نیز قومہ جلسہ میں بھی اطمنان واجب ہے اور اس کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔

(۸) تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا یعنی بیٹھنا واجب ہے اور اس کو قعدۂ اولی کہتے ہیں اگرچہ نفل نماز ہو۔

(۹)۔(۱۰) دونوں قعدوں (قعدۂ اولی اور اخیرہ) میں تشہد مکمل پڑھنا، اگر ایک لفظ بھی چھوٹا تو واجب ترک ہو جائے گا اور سجدہ سہو واجب ہو گا۔

سوال: قعدۂ اولی میں تشہد پڑھنے میں فی الصحیح کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: قعدۂ اولی میں فی الصحیح کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ غیر صحیح قول کے مطابق قعدۂ اولی میں تشہد پڑھنا سنت ہے البتہ قعدۂ اخیرہ کے تشہد پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب کے نزدیک واجب ہے بر خلاف قعدۂ اولی کے کہ اس میں اختلاف ہے۔

وَالْقِيَامُ إِلَى الثَّالِثَةِ مِنْ غَيْرِ تَرَاخٍ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَفْظُ السَّلَامِ دُوْنَ عَلَيْكُمْ وَقُنُوْتُ الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتُ الْعِيْدَيْنِ وَتَعْيِيْنُ التَّكْبِيْرِ لِافْتِتَاحِ كُلِّ صَلَاةٍ لَا الْعِيْدَيْنِ خَاصَّةً وَتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ فِيْ ثَانِيَةِ الْعِيْدَيْنِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِقِرَاءَةِ الْفَجْرِ وَأُوْلَيَيِ الْعِشَائَيْنِ وَلَوْ قَضَاءً وَالْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالتَّرَاوِيْحِ وَالْوِتْرِ فِيْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ: (۱۱) تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا بغیر کسی تاخیر کے تشہد کے بعد۔ (۱۲) اور لفظ السلام نہ کہ علیکم۔ (۱۳) اور وتر کی قنوت۔ (۱۴) اور دونوں عیدوں کی تکبیریں۔ (۱۵) اور ہر نماز کو شروع کرنے کے لئے تکبیر کو متعین کرنا نہ کے عیدین کے لئے خاص طور سے۔ (۱۶) اور عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر۔ (۱۷) اور امام کا جہر کرنا فجر کی قراءت میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اگرچہ وہ قضا ہی ہوں اور جمعہ عیدین، تراویح اور رمضان کے وتر میں۔

وَالْإِسْرَارُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَفِيمَا بَعْدَ أُولَيَي الْعِشَائَيْنِ وَنَفْلِ النَّهَارِ وَالْمُنْفَرِدُ مُخَيَّرٌ فِيمَا يَجْهَرُ كَمُتَنَفِّلٍ بِاللَّيْلِ وَلَوْ تَرَكَ السُّوْرَةَ فِيْ أُوْلَيَي الْعِشَاءِ قَرَأَهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ مَعَ الْفَاتِحَةِ جَهْرًا وَلَوْ تَرَكَ الْفَاتِحَةَ لَا يُكَرِّرُهَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ۔

ترجمہ: (۱۸)اور آہستہ پڑھنا ظہر اور عصر میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں اور دن کی نفل میں، اور منفرد کو اختیار دیا گیا ہے ان نمازوں میں جن میں جہر کیا جاتا ہے رات میں نفل پڑھنے والے کی طرح، اور اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت چھوڑ دی تو آخری دو میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھ لے اور اگر فاتحہ چھوڑ دی تو آخری دو میں مکرر نہ کرے۔

سوال: بقیہ واجبات بیان کر دیں۔

جواب: (۱۱)قعدۂ اولی میں تشہد پڑھنے کے فوراً بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا واجب ہے۔

(۱۲)السلام کے لفظ کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے اور لفظ علیکم واجب نہیں ہے۔

سوال: لفظ السلام ایک بار واجب ہے یا دو بار؟

جواب: اس بارے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ دو بار واجب ہے اور یہی صحیح ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی بار واجب اور دوسری بار سنت ہے۔

(۱۳)نماز وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کے بعد دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے، قنوت مطلق دعا کو کہتے ہیں نہ کہ مخصوص دعا، اسی لئے اگر مشہور دعائے قنوت کی جگہ کوئی اور دعا پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے البتہ سنت کے خلاف ہو گی کہ مخصوص دعائے قنوت کا پڑھنا سنت ہے، اسی طرح قنوت کے لئے تکبیر کہنا بھی واجب ہے جس کو مصنف نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱۴)عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا واجب ہے جو کہ ہر رکعت میں تین تین بار کہی جاتی ہے۔

(۱۵)ہر نماز کو شروع کرنے کے لئے جو تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اس تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کو متعین کرنا یعنی اسی سے نماز کو شروع کرنا واجب ہے۔

سوال: مصنف نے "لا العیدین خاصۃ" والی عبارت کو کس لئے بیان کیا ہے؟

جواب: بعض لوگوں کا قول ہے کہ عیدین میں اللہ اکبر کے لفظ سے نماز شروع کرنا واجب ہے اور عیدین کے علاوہ دوسری نمازوں میں اللہ اکبر سے شروع کرنا سنت ہے پس انہوں نے اللہ اکبر کو عیدین کے ساتھ خاص کیا ہے لہذا مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز کو شروع کرنا صرف عیدین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر نماز کے لئے ہے۔

(۱۶) نماز عیدین کے دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے۔

(۱۷) امام کو جہری نمازوں میں جہر یعنی بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

سوال: جہری نماز کون سی ہیں؟ اور جہر کے کیا معنی ہیں؟

جواب: فجر و مغرب و عشا کی پہلی دو میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وتر رمضان کی سب میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری اور عشا کی تیسری چوتھی یا ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، ج۲، ص۳۰۵.)

جہر کے یہ معنٰی ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی وہ جو صفِ اوّل میں ہیں سُن سکیں، یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلی کے لئے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، مطلب في الکلام علی الجهر و المخافتة، ج۲، ص۳۰۸.)

سوال: اگر جہری نماز قضا ہو جائے تو قضا کرنے کے وقت جہر کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جہری نماز قضا ہو جائے اور جہری کی قضا جماعت سے کریں اگرچہ دن میں ہو تو امام پر جہر واجب ہے اور سرّی کی قضا میں آہستہ پڑھنا واجب ہے، اگرچہ رات میں ادا کرے۔ اور اگر تنہا پڑھے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع في صفة الصلاۃ، الفصل الثاني، ج۱، ص۷۲.)

(۱۸) ظہر و عصر کی سب رکعتوں میں اور مغرب کی تیسری عشاء کی تیسری اور چوتھی اور دن کی نفلوں میں آہستہ قراءت کرنا واجب ہے اور آہستہ کی حد یہ ہے کہ خود سن سکے۔

سوال: جہری نمازوں میں منفرد جہر کرے یا سر؟

جواب: جہری نمازوں میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے جب کہ ادا پڑھے اور جب قضا ہے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، ج۲، ص۳۰۶.)

سوال: رات اور دن کے نوافل میں جہری قراءت کریں گے یا سری؟

جواب: دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا، اور رات کے نوافل اگر تنہا پڑھے تو اختیار ہے چاہے جہر کرے یا سر، اور اگر جماعت سے رات کے نفل پڑھے، تو جہر واجب ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، ج۲، ص۳۰۶.)

سوال: اگر کسی شخص نے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: چار رکعتی فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور ایک میں بھول گیا ہے، تو تیسری یا چوتھی میں پڑھے اور مغرب کی پہلی دونوں میں بھول گیا تو تیسری میں پڑھے اور ایک رکعت کی قراءتِ سورت جاتی رہی اور ان سب صورتوں میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے، جہری نماز ہو تو فاتحہ و سورت جہراً پڑھے، ورنہ آہستہ اور سب صورتوں میں سجدۂ سہو کرے اور قصداً چھوڑی تو اعادہ کرے۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، و مطلب في الکلام علی الجهر و المخافتة، ج۲، ص۳۱۰.)

سوال: اگر کسی شخص نے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ ملانا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں اس کی قضا نہیں یعنی آخری دو رکعتوں میں دو مرتبہ نہ پڑھے بلکہ ایک ہی بار پڑھے اور ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے۔

اور رکوع سے پیشتر یاد آیا تو فاتحہ پڑھ کر پھر سورت پڑھے، یوہیں اگر رکوع میں یاد آیا تو قیام کی طرف عود کرے اور فاتحہ و سورت پڑھے پھر رکوع کرے، اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا، نماز نہ ہو گی۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، فصل في القراءۃ، مطلب: تحقیق مهم فیما لو تذکر ... إلخ، ج۲، ص۳۱۱.)

فَصۡلٌ فِيۡ سُنَنِهَا

یہ فصل نماز کی سنتوں کے بیان میں ہے

وَهِيَ اِحۡدٰى وَخَمۡسُوۡنَ رَفۡعُ الۡيَدَيۡنِ لِلتَّحۡرِيۡمَةِ حِذَاءَ الۡأُذُنَيۡنِ لِلرَّجُلِ وَالۡأَمَةِ وَحِذَاءَ الۡمَنۡكِبَيۡنِ لِلۡحُرَّةِ وَنَشۡرُ الۡأَصَابِعِ وَمُقَارَنَةُ إِحۡرَامِ الۡمُقۡتَدِيۡ لِإِحۡرَامِ إِمَامِهٖ وَوَضۡعُ الرَّجُلِ يَدَهُ الۡيُمۡنٰى عَلَى الۡيُسۡرٰى تَحۡتَ سُرَّتِهٖ۔

ترجمه: اور وہ ۵۱ ہیں: (۱) دونوں ہاتھوں کو اٹھانا تحریمہ کے لئے دونوں کانوں کے مقابل مرد اور باندی کے لئے، اور دونوں کندھوں کے مقابل آزاد عورت کے لئے۔ (۲) اور انگلیوں کو کھلا رکھنا۔ (۳) مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ کا امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملا ہوا ہونا۔ (۴) اور مرد کا اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

وَصِفَةُ الۡوَضۡعِ أَنۡ يَجۡعَلَ بَاطِنَ كَفِّ الۡيُمۡنٰى عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ الۡيُسۡرٰى مُحَلِّقًا بِالۡخِنۡصَرِ وَالۡإِبۡهَامِ عَلَى الرُّسۡغِ وَوَضۡعُ الۡمَرۡأَةِ يَدَيۡهَا عَلٰى صَدۡرِهَا مِنۡ غَيۡرِ تَحۡلِيۡقٍ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ لِلۡقِرَاءَةِ وَالتَّسۡمِيَةُ أَوَّلَ كُلِّ رَكۡعَةٍ وَالتَّأۡمِيۡنُ وَالتَّحۡمِيۡدُ وَالۡإِسۡرَارُ بِهَا۔

ترجمه: اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا اس طرح کہ چھنگلی اور انگوٹھے سے گٹے پر حلقہ بنانے والا ہو۔ (۵) اور عورت کا اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر بغیر حلقہ بنائے ہوئے رکھنا۔ (۶) اور ثناء پڑھنا۔ (۷) اور قراءت کے لئے تعوذ پڑھنا۔ (۸) اور ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ (۹) اور آمین کہنا۔ (۱۰) اور ربنا ولک الحمد کہنا۔ (۱۱) اور ان کو (ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین، و تحمید) آہستہ کہنا۔

سوال: سنت سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: سنت سے مراد یہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ نے ہمیشگی کے ساتھ کیا ہو اور بغیر عذر کے کبھی نہ چھوڑا ہو۔ نماز میں اگر کوئی سنت بھولے سے چھوڑ دے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز میں فساد واقع ہوتا ہے، البتہ اگر جان بوجھ کر ترک کیا تو برا کیا اور وہ ملامت کا مستحق ہے۔

سوال: نماز کی کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: مصنف نے نماز کی ۵۱ سنتیں ذکر فرمائی ہیں مگر یہ عدد حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی ہیں جیسے کہ امیر اہل سنت نے نماز کے احکام میں ۹۲ سنتیں بیان فرمائی ہیں۔

سوال: نماز کی سنتیں بالتفصیل بیان کر دیں۔

جواب: **(۱)** تکبیر تحریمہ کے لئے مرد اور باندی کا دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھانا کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے مقابل ہو جائیں اور آزاد عورت اس طرح ہاتھ اٹھائے گی کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے مقابل ہو جائیں یہ سنت ہے۔

(۲) ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر رکھنا کہ نہ بہت ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کھلی ہوئی ہوں۔

(۳) مقتدی کی تکبیر تحریمہ کا امام کے ساتھ ہونا یعنی امام کے ساتھ اللہ کہنا شروع کرے اور امام کے اکبر کہنے کے بعد مقتدی اپنا اکبر ختم کرے اگر مقتدی نے امام سے پہلے اکبر ختم کر دیا تو نماز شروع ہی نہیں ہو گی۔

(۴) مرد دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے۔

(۵) اور عورت اپنے سینے پر ہاتھ باندھے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور مرد کی طرح حلقہ نہ بنائے۔

(۶) ثنا پڑھنا، خواں تنہا پڑھتا ہو یا امام کے پیچھے، اور امام کی قراءت شروع ہونے کی بعد مقتدی نہ پڑھے۔

(۷) پہلی رکعت میں قراءت شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا سنت ہے اور یہ اس کے لئے ہے جو قراءت کرے، پس مقتدی نہ پڑھے کہ اس پر قراءت نہیں۔

(۸) ہر رکعت کے شروع میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔

(۹) جب امام فاتحہ کے ختم پر ولا الضالین کہے تو امام و مقتدی کو آمین کہنا سنت ہے اور اسی طرح منفرد کو۔

(۱۰) مقتدی اور منفرد کو بالاتفاق ربنا ولك الحمد کہنا سنت ہے، اور عند الامام الاعظم امام نہ کہے اور عند الصاحبین امام کو بھی تحمید کہنا سنت ہے۔

(۱۱) ثنا، تعوذ، تسمیہ، آمین اور تحمید کو امام و منفرد سب کے لئے آہستہ کہنا سنت ہے۔ لہذا بلند آواز سے نہ کہے کہ خلاف سنت ہے۔ خصوصاً آمین۔

وَالْاِعْتِدَالُ عِنْدَ التَّحْرِيْمَةِ مِنْ غَيْرِ طَأْطَأَةِ الرَّأْسِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْمِيْعِ وَتَفْرِيْجُ الْقَدَمَيْنِ فِي الْقِيَامِ قَدْرَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ وَأَنْ تَكُوْنَ السُّوْرَةُ الْمَضْمُوْمَةُ لِلْفَاتِحَةِ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهَرِ وَمِنْ أَوْسَاطِهٖ فِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَمِنْ قِصَارِهٖ فِي الْمَغْرِبِ لَوْ كَانَ مُقِيْمًا وَيَقْرَأُ أَيَّ سُوْرَةٍ شَاءَ لَوْ كَانَ مُسَافِراً۔

ترجمہ: (۱۲) اور تحریمہ کے وقت سیدھا کھڑا رہنا سر جھکائے بغیر۔ (۱۳) اور امام کا تکبیر و تسمیع زور سے کہنا۔ (۱۴) اور قیام میں دونوں پاؤں کو کشادہ رکھنا چار انگل کے بقدر۔ (۱۵) اور فاتحہ کے ساتھ ملائی ہوئی سورت کا طوال مفصل میں سے ہونا فجر اور ظہر میں اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل میں سے، اور مغرب میں قصار مفصل میں سے، اگر وہ مقیم ہو، اور اگر مسافر ہو تو جو سورت چاہے پڑھے۔

وَإِطَالَةُ الْأُوْلٰى فِي الْفَجْرِ فَقَطْ وَتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ وَتَسْبِيْحُهٗ ثَلَاثًا وَأَخْذُ رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ وَتَفْرِيْجُ أَصَابِعِهٖ وَالْمَرْأَةُ لَا تُفَرِّجُهَا وَنَصْبُ سَاقَيْهِ وَبَسْطُ ظَهْرِهٖ وَتَسْوِيَةُ رَأْسِهٖ بِعَجُزِهٖ وَالرَّفْعُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَالْقِيَامُ بَعْدَهٗ مُطْمَئِنًّا۔

ترجمہ: (۱۶) اور صرف فجر میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا۔ (۱۷) اور رکوع کی تکبیر کہنا۔ (۱۸) اور رکوع کی تسبیح تین بار کہنا۔ (۱۹) اور دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور انگلیوں کو کھلا رکھنا اور عورت انگلیوں کو کھلا نہ رکھے۔ (۲۰) اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔ (۲۱) اور اپنی پیٹھ کو پھیلانا (بچھانا)۔ (۲۲) اور اپنے سر کو اپنے سرین کے برابر رکھنا۔ (۲۳) اور رکوع سے اٹھنا۔ (۲۴) اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا۔

سوال: بقیہ سنتیں بیان کریں۔

جواب:(۱۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو جھکائے بغیر اعتدال کے ساتھ کھڑا رہنا سنت ہے۔

(۱۳) امام کا تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات انتقالات اور اسی طرح رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ زور سے کہنا سنت ہے تاکہ مقتدیوں کو امام کے انتقال کا پتہ چل سکے۔

(۱۴) نماز میں قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا سنت ہے۔

(۱۵) حالت اقامت میں سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر کی دونوں رکعتوں میں طوال مفصل پڑھے خواہ امام ہو یا منفرد اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے اور مغرب میں قصار مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے۔ اور حالت سفر میں مسنون یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ جو سورت چاہے پڑھے۔

(۱۶) صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا سنت ہے۔

(۱۷) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

(۱۸) اور رکوع میں کم سے کم تین بار سبحن اللہ ربی العظیم کہنا سنت ہے اور اس سے کم کہنا مکروہ تنزیہی۔

(۱۹) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے وقت انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھنا، اور عورتیں انگلیوں کو ملائے رکھیں۔

(۲۰) اور پنڈلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا اس طور پر کہ گھٹنوں میں خم نہ آئے سنت ہے۔

(۲۱) اور مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ سر پیٹھ (۲۲) اور سرین سب ایک سیدھ میں ہو جائیں اور عورتوں کو رکوع میں بس اس قدر جھکنا کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اور پیٹھ سیدھی نہ کریں اور ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی رکھیں، اور زور نہ دیں اور گھٹنوں میں خم رکھیں۔

(۲۳) رکوع سے اٹھنا۔

(۲۴) اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا سنت ہے، حالانکہ اس کو قومہ کہتے ہیں اور یہ واجب ہے لیکن مشہور قول کے مطابق سنت ہے اس لئے مصنف اسی کو لیا ہے۔

جبکہ مفتی بہ قول کے مطابق قومہ واجباتِ نماز میں سے ہے۔

سوال: مفصل کن صورتوں کو کہتے ہیں؟ اور اس کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: سورۂ حجرات سے آخر (یعنی سورۂ ناس) تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اور اس کے تین حصے ہیں (ا) سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل اور سورۂ بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔

وَوَضْعُ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهُ لِلسُّجُوْدِ وَعَكْسُهُ لِلنُّهُوْضِ وَتَكْبِيْرُ السُّجُوْدِ وَتَكْبِيْرُ الرَّفْعِ مِنْهُ وَكَوْنُ السُّجُوْدِ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَتَسْبِيْحُهُ ثَلَاثًا وَمُجَافَاةُ الرَّجُلِ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَذِرَاعَيْهِ عَنِ الْأَرْضِ۔

ترجمہ: (۲۵) اور سجدے کے لئے دونوں گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر اپنے چہرے کو رکھنا۔ (۲۶) اور اٹھنے کے لئے اس کا الٹا کرنا۔ (۲۷) اور سجدے کی تکبیر۔ (۲۸) اور اس سے اٹھنے کی تکبیر۔ (۲۹) اور سجدے کا دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہونا۔ (۳۰) اور اس (سجدے) کی تسبیح تین مرتبہ۔ (۳۱) اور مرد کا جدا رکھنا اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اور کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے اور اپنی کلائیوں کو زمین سے۔

وَانْخِفَاضُ الْمَرْأَةِ وَلَزْقُهَا بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَالْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَحَالَةِ التَّشَهُّدِ وَافْتِرَاشُ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصْبُ الْيُمْنٰى وَتَوَرُّكُ الْمَرْأَةِ وَالْإِشَارَةُ فِي الصَّحِيْحِ بِالْمُسَبِّحَةِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْإِثْبَاتِ۔

ترجمہ: (۳۲) اور عورت کا پست ہونا۔ (۳۳) اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملانا۔ (۳۴) اور قومہ۔ (۳۵) اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ۔ (۳۶) اور دونوں ہاتھوں کو رکھنا دونوں رانوں پر دونوں سجدوں کے درمیان تشہد کی حالت کے جیسے۔ (۳۷) اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھانا۔ (۳۸) اور دائیں کو کھڑا رکھنا۔ (۳۹) اور عورت کا تورّک کرنا۔ (۴۰) اور اشارہ کرنا صحیح قول کے مطابق مسبحہ سے شہادت کے وقت، نفی کے وقت اس کو اٹھائے اور اثبات کے وقت اس کو رکھ دے۔

سوال: بقیہ سنتیں بیان کریں۔

جواب:(۲۵) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر ناک کو اور پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔

(۲۶) اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کا الٹا کرنا سنت ہے یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھانا۔

(۲۷) سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

(۲۸) اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھنا سنت ہے۔

(۲۹) سجدے کی حالت میں چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھنا سنت ہے۔

(۳۰) سجدے میں کم سے کم تین بار سبحن ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے۔

(۳۱) سجدے کی حالت میں مرد پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے اور کلائیوں کو زمین سے جدا رکھے کہ سنت ہے۔

(۳۲) عورت کا سجدے میں مردوں کے خلاف کرنا یعنی سجدہ سمٹ کر کرنا سنت ہے۔

(۳۳) اور عورت سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے رکھے کہ یہ سنت ہے۔

(۳۴) مصنف نے غیر صحیح قول کے مطابق بیان کیا کہ رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا سنت ہے جبکہ صحیح قول کے مطابق یہ واجب ہے اور اس کو قومہ کہتے ہیں۔

(۳۵) دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں سنت ہے جبکہ صحیح قول کے مطابق واجب ہے۔

(۳۶) جلسے میں دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھنا سنت ہے۔ اور جلسے میں بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھنا سنت ہے۔ جس طرح تشہد پڑھنے کی حالت میں رکھتے ہیں۔

(۳۷) جلسے اور قعدہ میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھانا سنت ہے۔

(۳۸) اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا سنت ہے۔

(۳۹) جلسے اور قعدے میں عورت کا بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں کو داہنی طرف نکال دینا۔

(۴۰) تشہد کے آخر میں شہادت کے وقت اشارہ کرنا سنت ہے اس طرح کہ لا کہتے وقت شہادت والی انگلی اٹھائے اور الا اللہ کے وقت اس کو رکھ دے۔

سوال: شہادت کی انگلی کو مسبحہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: شہادت کی انگلی کو مسبحہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے توحید کا اشارہ کیا جاتا ہے اور توحید تسبیح ہے یعنی شرکاء سے پاکی کا اظہار ہے۔

وَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ فِيْمَا بَعْدَ الْأُوْلَيَيْنِ وَالصَّلَاةُ عَلىٰ سَيِّدِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجُلُوْسِ الْأَخِيْرِ وَالدُّعَاءُ بِمَا يُشْبِهُ أَلْفَاظَ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ لَا كَلَامَ النَّاسِ وَالْإِلْتِفَاتُ يَمِيْنًا ثُمَّ يَسَارًا بِالتَّسْلِيْمَتَيْنِ وَنِيَّةُ الْإِمَامِ الرِّجَالَ وَالْحَفَظَةَ وَصَالِحَ الْجِنِّ بِالتَّسْلِيْمَتَيْنِ فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: (۴۱) اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں۔ (۴۲) اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا آخری قعدہ میں۔ (۴۳) اور دعا کرنا ایسے الفاظ سے جو قرآن وحدیث کے الفاظ کے مشابہ ہو، نہ کہ لوگوں کے کلام کے۔ (۴۴) اور داہنی جانب متوجہ ہونا پھر بائیں جانب دونوں سلام کے ساتھ۔ (۴۵) اور امام کا نیت کرنا مردوں کی اور نگران فرشتوں کی اور نیک جنات کی دونوں سلاموں میں اصح قول کے مطابق۔

وَنِيَّةُ الْمَأْمُوْمِ إِمَامَهٗ فِيْ جِهَتِهٖ وَإِنْ حَاذَاهُ نَوَاهُ فِي التَّسْلِيْمَتَيْنِ مَعَ الْقَوْمِ وَالْحَفَظَةِ وَصَالِحِ الْجِنِّ وَنِيَّةُ الْمُنْفَرِدِ الْمَلَائِكَةَ فَقَطْ وَخَفْضُ الثَّانِيَةِ عَنِ الْأُوْلٰى وَمُقَارَنَتُهٗ لِسَلَامِ الْإِمَامِ وَالْبِدَاءَةُ بِالْيَمِيْنِ وَإِنْتِظَارُ الْمَسْبُوْقِ فَرَاغَ الْإِمَامِ۔

ترجمہ: (۴۶) اور مقتدی کا نیت کرنا اپنے امام کی جہت میں اور اگر امام کے مقابل ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے، قوم اور نگران فرشتوں اور صالح جنات کے ساتھ۔ (۴۷) اور منفرد کا صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔ (۴۸) اور دوسرے سلام کا آہستہ آواز میں کہنا پہلے سلام کے مقابلہ میں۔ (۴۹) اور مقتدی کا اپنے سلام کو امام کے سلام کے ساتھ ملانا۔ (۵۰) اور دائیں جانب سے شروع کرنا۔ (۵۱) اور مسبوق کو امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا۔

سوال: بقیہ سنتیں بیان کریں۔

جواب:(۴۱)فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔

(۴۲)قعدۂ اخیرہ میں درود بھیجنا سنت ہے اور درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے۔

(۴۳)قعدۂ اخیرہ میں درود کے بعد دعا مانگنا سنت ہے لیکن انہیں الفاظ سے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہوں جن کو دعائے ماثورہ کہتے ہیں۔

(۴۴)سلام پھیرتے وقت منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرنا سنت ہے۔

(۴۵) امام داہنی طرف کے سلام میں دائیں طرف کے مقتدیوں کی نیت کرے اور نگران فرشتوں اور صالح جنات کی نیت کرے اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے مقتدیوں، نگران فرشتوں اور صالح جنات کی نیت کرے۔

(۴۶) سلام پھیرتے وقت مقتدی کے لئے سنت یہ ہے کہ امام کی نیت کرے اگر امام دائیں جانب ہے تو دائیں جانب کے سلام میں اور اگر امام بائیں جانب ہے تو بائیں جانب کے سلام میں اور اگر مقتدی امام کے عین پیچھے ہو تو دونوں طرف کے سلام میں امام کی نیت کرے۔

(۴۷)اور منفرد نمازی کو صرف دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت فرشتوں کی نیت کرنا سنت ہے۔

(۴۸)امام دوسرا سلام پہلے سلام کی بہ نسبت آہستہ آواز میں کہے کہ سنت ہے۔

(۴۹) مقتدی کا امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ اپنے سلام کو ملانا سنت ہے۔ نماز کے احکام میں یہ لکھا ہے کہ مقتدی کے تمام انتقالات یعنی رکوع و سجود وغیرہ امام کے ساتھ ہونا سنت ہے۔(نماز کے احکام ص ۲۰)

(۵۰)سلام پھیرنا دائیں جانب سے (یعنی پہلا سلام) سنت ہے۔

(۵۱)مسبوق کے لئے سنت یہ ہے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے اس وقت وہ کھڑا ہو۔

سوال: حفظہ کن فرشتوں کو کہتے ہیں؟

جواب: حفظہ حافظ کی جمع ہے جس کا معنی ہے محافظ چونکہ فرشتے انسان کے اچھے برے عمل کو محفوظ کر لیتے ہیں اس لئے ان کو حفظہ کہتے ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو انسان کی جنات سے اور ہلاک کر دینے والی اور ایذا دینے والی چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں۔

فَصۡلٌ مِنۡ آدَابِ الصَّلَاةِ

یہ فصل نماز کے آداب کے بیان میں ہے

مِنۡ آدَابِهَا إِخۡرَاجُ الرَّجُلِ كَفَّيۡهِ مِنۡ كُمَّيۡهِ عِنۡدَ التَّكۡبِيۡرِ وَنَظۡرُ الۡمُصَلِّي إِلىٰ مَوۡضِعِ سُجُوۡدِهٖ قَائِمًا وَإِلىٰ ظَاهِرِ الۡقَدَمِ رَاكِعًا وَإِلىٰ أَرۡنَبَةِ أَنۡفِهٖ سَاجِدًا وَإِلىٰ حِجۡرِهٖ جَالِسًا وَإِلَى الۡمَنۡكِبَيۡنِ مُسَلِّمًا وَدَفۡعُ السُّعَالِ مَا اسۡتَطَاعَ وَكَظۡمُ فَمِهٖ عِنۡدَ التَّثَاؤُبِ وَالۡقِيَامُ حِيۡنَ قِيۡلَ حَيَّ عَلَى الۡفَلَاحِ وَشُرُوۡعُ الۡإِمَامِ مُذۡ قِيۡلَ قَدۡ قَامَتِ الصَّلَاةُ۔

ترجمہ: نماز کے آداب میں سے ہے مرد کا تکبیر تحریمہ کے وقت اپنی ہتھیلی کو اپنی آستینوں سے نکالنا,اور نماز پڑھنے والے کا دیکھنا سجدے کی جگہ کی طرف قیام کی حالت میں، اور قدم کی پشت کی جانب رکوع کی حالت میں، اور ناک کی نوک کی طرف سجدہ کی حالت میں، اور اپنے گود کی طرف بیٹھنے کی حالت میں، اور دونوں کندھوں کی طرف سلام پھیرنے کی حالت میں۔ اور جہاں تک ہو سکے کھانسی کو دفع کرنا، اور اپنے منہ کو بند رکھنا جماہی کے وقت۔ اور کھڑا ہونا جس وقت حی علی الفلاح کہا جائے۔ اور امام کا نماز کو شروع کر دینا جس وقت قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔

سوال: آداب کسے کہتے ہیں؟

جواب: آداب ادب کی جمع ہے اور ادب وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کبھار کیا ہو اور اس پر مواظبت نہ فرمائی ہو جیسے رکوع و سجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیحات کا پڑھنا اور مسنون مقدار سے زائد قراءت کرنا اور یہ سنت کی تکمیل کے لئے مشروع ہوا ہے۔

سوال: نماز کے آداب یعنی مستحبات بیان کریں۔

جواب: نماز کے آداب (مستحبات) درج ذیل ہیں:

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چادر یا آستین وغیرہ سے نکال کر اٹھائے البتہ اگر کسی عذر مثلا سردی وغیرہ کی وجہ سے نہ نکالے تو کوئی حرج نہیں، اور عورتیں کسی حالت میں بھی چادر وغیرہ سے ہاتھ نہ نکالیں تاکہ ان کی کلائیاں نہ کھلنے پائیں۔

(۲) قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ **(۳)** رکوع کی حالت میں دونوں قدموں کی پشت پر **(۴)** سجدے کی حالت میں ناک کی طرف **(۵)** قعدے میں گود کی طرف **(۶)** پہلے سلام میں سیدھے کندھے کی طرف **(۷)** دوسرے سلام میں الٹے کندھے کی طرف نظر رکھنا۔

(۸) جس کو کھانسی آئے اس کے لئے مستحب ہے کہ جب تک ممکن ہو نہ کھانسے۔

(۹) جماہی آئے تو منہ بند رکھے اور نہ رکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اگر اس طرح بھی نہ رکے تو قیام میں سیدھے ہاتھ کی پشت سے اور غیر قیام میں الٹے ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانپ لے، جماہی روکنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دل میں خیال کرے کہ سرکار مدینہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو جماہی کبھی نہیں آئی تھی ان شاء اللہ فوراً رک جائے گی۔ (نماز کے احکام ص ۲۳۷)

(۱۰) امام اور مقتدیوں کا نماز کے لئے اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جبکہ مکبر حی علی الفلاح کہے۔

نوٹ: دیوبندیوں نے نور الایضاح کی شرح میں اسی مقام پر یہ مسئلہ بیان کرکے اپنے فتاوی کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب امام محراب کے قریب ہو، مزید لکھا کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کے ادب کو صفوں کی درستی کا لحاظ کرتے ہوئے ترک کرنا اولیٰ کہا جائے گا کہ احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔ اس لئے ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے والا عمل حدیث کی رو سے افضل و اعلیٰ ہے۔

دیوبندیوں کا رد: ہم کوئی ایسی راہ نہ نکالیں، تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے اور وہ یہ کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہو کر تکبیر کے اختتام تک صفیں درست کرلی جائیں۔ اور ہم اہلسنت کا یہی عمل ہے اور رہے گا ان شاء اللہ عزوجل۔

(۱۱) امام کا نماز شروع کرنا اس وقت مستحب ہے جبکہ مکبر قد قامت الصلوۃ کہے، یہ طرفین کا مذہب ہے جبکہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اقامت سے فراغت کے بعد شروع کرے۔

فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ تَرْكِيْبِ الْاَفْعَالِ الصَّلَاةِ

یہ فصل نماز کے افعال کی ترکیب کی کیفیت کے بیان میں ہے

إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ الدُّخُوْلَ فِي الصَّلَاةِ أَخْرَجَ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ بِلَا مَدٍّ نَاوِيًا وَيَصِحُّ الشُّرُوْعُ بِكُلِّ ذِكْرٍ خَالِصٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى كَسُبْحَانَ اللهِ وَبِالْفَارِسِيَّةِ إِنْ عَجِزَ عَنِ الْعَرَبِيَّةِ۔

ترجمہ: جب مرد نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آستینوں سے نکالے، پھر ان کو اپنے دونوں کانوں کے مقابل میں اٹھائے، پھر نیت کرتے ہوئے بغیر مد کے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے۔ اور صحیح ہوتا ہے نماز کو شروع کرنا ہر ایسے ذکر سے جو خالص اللہ کے لئے ہو جیسے سبحان اللہ، اور فارسی زبان میں اگر عربی سے عاجز ہو۔

وَإِنْ قَدَرَ لَا يَصِحُّ شُرُوعُهٗ بِالْفَارِسِيَّةِ وَلَا قِرَاءَتُهٗ بِهَا فِي الْأَصَحِّ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ تَحْتَ سُرَّتِهٖ عَقِبَ التَّحْرِيْمَةِ بِلَا مُهْلَةٍ مُسْتَفْتِحًا وَهُوَ أَنْ يَقُوْلَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ وَيَسْتَفْتِحُ كُلُّ مُصَلٍّ۔

ترجمہ: اور اگر عربی پر قادر ہو تو فارسی سے شروع کرنا صحیح نہ ہوگا، اور نہ فارسی میں قراءت کرنا اصح قول کے مطابق، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، تحریمہ کے بعد بغیر مہلت کے شروع کرتے ہوئے یعنی ثناء پڑھے اور وہ یہ کہنا ہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ اور ہر نماز پڑھنے والا ثناء پڑھے۔

سوال: نماز شروع کرنے کا طریقہ بیان کریں۔

جواب: باوُضُو قِبلہ رُو اِس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار اُنگل کا فاصِلہ رہے اور دونوں ہاتھ کانوں تک لے جایئے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چھو جائیں اور اُنگلیاں نہ ملی ہوئی ہوں نہ خوب کھلی بلکہ اپنی حالت پر (NORMAL) رکھیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں نظر سجدہ کی جگہ ہو۔ اب جو نَماز پڑھنا ہے اُس کی نِیَّت یعنی دل میں اس کا پکّا اِرادہ کیجئے ساتھ ہی زَبان سے بھی کہہ لیجئے کہ زِیادہ اچھا ہے (مَثَلًا نِیَّت کی میں نے آج کی ظُہر کی چار رَکعت فرض نَماز کی، اگر باجماعت پڑھ رہے ہیں تو یہ بھی کہہ لیں پیچھے اس اِمام کے) اب تکبیرِ تحریمہ یعنی "اللہُ اکبر" کہتے ہوئے ہاتھ نیچے لا

یئے اور ناف کے نیچے اس طرح باندھئے کہ سیدھی ہتھیلی کی گدّی اُلٹی ہتھیلی کے سِرے پر اور بیچ کی تین اُنگلیاں اُلٹی کلائی کی پیٹھ پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا (یعنی چھوٹی انگلی) کلائی کے اَغل بغل ہوں۔ اب اس طرح ثنا پڑھئے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَ لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

سوال: "ثم کبر بلا مد" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ اکبر کو کسر کے ساتھ ادا کرنا ہے مد کے ساتھ نہیں مثلاً لفظ آللّٰهُ کو اٰللّٰهُ یا اَكْبَرُ کو اٰكْبَرُ یا اَكْبَارُ کہا، نماز نہ ہوگی بلکہ اگر اُن کے معانی فاسدہ سمجھ کر قصداً کہے، تو کافر ہے۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل، ج۲، ص۲۱۸.)

سوال: اگر تحریمہ میں اللہ اکبر کی جگہ اور الفاظ کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ جو خالص تعظیم الٰہی کے الفاظ ہوں۔ مثلاً اَللّٰهُ اَجَلُّ یا اَللّٰهُ اَعْظَمُ یا اَللّٰهُ كَبِيْرٌ یا اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ یا اَللّٰهُ الْكَبِيْرُ یا اَلرَّحْمٰنُ اَكْبَرُ یا اَللّٰهُ اِلٰهٌ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ یا تَبَارَكَ اللّٰهُ وغیرہا الفاظ تعظیمی کہے، تو ان سے بھی ابتدا ہو جائے گی مگر یہ تبدیل مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر دُعا یا طلب حاجت کے لفظ ہوں۔ مثلاً اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ وغیرہا الفاظ دُعا کہے تو نماز منعقد نہ ہوئی۔ یوہیں اگر صرف اکبر یا اجلّ کہا اس کے ساتھ لفظ اَللّٰهُ نہ ملایا جب بھی نہ ہوئی۔

یوہیں اگر اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ یا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ یا اِنَّا لِلّٰهِ یا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یا مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ یا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہا، تو منعقد نہ ہوئی اور اگر صرف اَللّٰهُ کہا یا یَا اَللّٰهُ یا اَللّٰهُمَّ کہا ہو جائے گی۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول، ج۱، ص۶۸.)

سوال: کیا فارسی زبان کے لفظ سے نماز شروع کر سکتے ہیں اور کیا قراءت بھی فارسی سے کی جا سکتی ہے؟

جواب: فارسی زبان میں نماز شروع کرنا مثلاً خدا ابزرگ است کہنا جائز ہے، جبکہ وہ عربی الفاظ پر قادر نہ ہو اور اگر وہ عربی پر قادر ہے یعنی اللہ اکبر کہہ سکتا ہو تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا، فارسی میں قراءت کے بارے میں

اختلاف ہے پس اگر عربی پر قادر ہو تو بالاتفاق غیر عربی میں قراءت کرنا صحیح نہیں ہو گا اور اگر عاجز ہو تو غیر عربی میں جائز ہے۔

ثُمَّ يَتَعَوَّذُ سِرّاً لِلقِرَاءَةِ فَيَأْتِيْ بِهِ الْمَسْبُوْقُ لَا الْمُقْتَدِيْ وَيُؤَخِّرُ عَنْ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ ثُمَّ يُسَمِّي سِرًّا وَيُسَمِّي فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَأَمَّنَ الْإِمَامُ وَالْمَأْمُوْمُ سِرًّا ثُمَّ قَرَأَ سُوْرَةً أَوْ ثَلَاثَ آيَاتٍ ثُمَّ كَبَّرَ رَاكِعًا مُطْمَئِنًّا مُسَوِّيًا رَأْسَهُ بِعَجُزِهِ آخِذًا رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ مُفَرِّجًا أَصَابِعَهُ وَسَبَّحَ فِيْهِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَاطْمَأَنَّ قَائِلًا سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَوْ إِمَامًا أَوْ مُنْفَرِدًا وَالْمُقْتَدِيْ يَكْتَفِيْ بِالتَّحْمِيْدِ۔

ترجمہ: پھر أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ سے قراءت کے لئے پڑھے، پس اس کو مسبوق پڑھے گا نہ کہ مقتدی اور مؤخر کرے گا تعوذ کو عیدین کی تکبیرات سے، پھر آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، اور ہر رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے، اور سورۂ فاتحہ پڑھے، اور امام اور مقتدی آہستہ سے آمین کہیں، پھر کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے، پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے اس حال میں کہ اطمینان کرنے والا ہو، اپنے سر کو سرین کے برابر کئے ہوئے ہو، اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے اپنی انگلیوں کو کشادہ کرکے پکڑے ہوے ہو، اور اس میں تین بار تسبیح پڑھے، اور یہ تسبیح کی ادنی مقدار ہے پھر اپنے سر کو اٹھائے اطمینان سے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد کہتا ہوا کھڑا ہوا اگر امام یا منفرد ہو، اور مقتدی ربنا لك الحمد پر اکتفا کرے۔

سوال: نماز میں تعوذ پڑھنے سے قومہ کرنے تک کا طریقہ بیان کر دیں۔

جواب پھر تعوُّذ پڑھئے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم پھر تسمیہ پڑھئے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پھر مکمّل سورۂ فاتحہ پڑھئے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

سورۂ فاتحہ ختم کرکے آہستہ سے "اٰمین" کہئے۔ پھر تین آیات یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر

ہو یا کوئی سُورت مثلاً سورۂ اخلاص پڑھئے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪ ﴿۴﴾

اب "اَللّٰہُ اَکۡبَر" کہتے ہوئے رُکوع میں جایئے اور گھٹنوں کو اس طرح ہاتھ سے پکڑیئے کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر اور اُنگلیاں اچھی طرح پھیلی ہوئی ہوں۔ پیٹھ بچھی ہوئی اور سر پیٹھ کی سِیدھ میں ہو اُونچا نیچا نہ ہو اور نظر قدموں پر ہو۔ کم از کم تین بار رُکوع کی تسبیح یعنی "سُبۡحٰنَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡم" (یعنی پاک ہے میرا عظمت والا پروردگار) کہئے۔ پھر تسمیع (تَس۔ مِیع) یعنی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس کی سُن لی جس نے اُس کی تعریف کی) کہتے ہوئے بالکل سیدھے کھڑے ہو جایئے، اِس کھڑے ہونے کو "قومہ" کہتے ہیں۔ اگر آپ منفرد ہیں یعنی اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں تو اِس کے بعد کہئے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡد۔

ثُمَّ كَبَّرَ خَارًّا لِلسُّجُوْدِ ثُمَّ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهٗ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَسَجَدَ بِأَنْفِهٖ وَجَبْهَتِهٖ مُطْمَئِنًّا مُسَبِّحًا ثَلَاثًا وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ وَجَافٰى بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ وَعَضُدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ فِيْ غَيْرِ زَحْمَةٍ مُوَجِّهًا أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَالْمَرْأَةُ تَخْفِضُ وَتَلْزَقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا۔

ترجمہ: پھر سجدے کے لئے جھکتا ہوا اللہ اکبر کہے پھر اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر اپنے ہاتھوں کو پھر اپنے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور سجدہ کرے اپنے ناک اور پیشانی کے ذریعہ اطمینان سے تین بار تسبیح پڑھتے ہوئے اور یہ تسبیح کا ادنی درجہ ہے، اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے جدا رکھے اور اپنے بازوں کو اپنی بغلوں سے بھیڑ نہ ہونے کی صورت میں، اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں کو قبلہ کی طرف پھیرتے ہوئے، اور عورت پست ہو جائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لے۔

وَجَلَسَ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاضِعًا یَدَیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ مُطْمَئِنًّا ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مُطْمَئِنًّا وَسَبَّحَ فِیْہِ ثَلَاثًا وَجَافٰی بَطْنَہٗ عَنْ فَخْذَیْہِ وَأَبْدٰی عَضُدَیْہِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَہٗ مُکَبِّرًا لِلنُّھُوْضِ بِلَا اِعْتِمَادٍ عَلَی الْأَرْضِ بِیَدَیْہِ وَبِلَا قُعُوْدٍ۔

ترجمہ: اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے اس حال میں کہ اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے ہوئے ہو، پھر تکبیر کہے اور اطمینان سے سجدہ کرے اور اس میں تین بار تسبیح پڑھے، اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے جدا رکھے اور اپنے دونوں بازوؤں کو ظاہر کرے، پھر اپنے سر کو تکبیر کہتے ہوئے اٹھائے اٹھنے کے لئے زمین پر اپنے ہاتھوں کو ٹیکے بغیر اور بیٹھے بغیر۔

سوال: قومہ کے بعد سے پہلی رکعت مکمل ہونے تک کا طریقہ بیان کریں۔

جواب: پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے اِس طرح سجدے میں جایئے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھئے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اِس طرح سر رکھئے کہ پہلے ناک پھر پیشانی اور یہ خاص خیال رکھئے کہ ناک کی نوک نہیں بلکہ ہڈّی لگے اور پیشانی زمین پر جم جائے، نظر ناک پر رہے، بازوؤں کو کروٹوں سے، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پِنڈلیوں سے جُدا رکھئے۔(ہاں اگر صَف میں ہوں تو بازو کروٹوں سے لگائے رکھئے) اور دونوں پاؤں کی دسوں اُنگلیوں کا رُخ اِس طرح قبلہ کی طرف رہے کہ دسوں اُنگلیوں کے پیٹ (یعنی اُنگلیوں کے تلووں کے اُبھرے ہوئے حصّے) زمین پر لگے رہیں۔ ہتھیلیاں بچھی رہیں اور اُنگلیاں ''قبلہ رُو'' رہیں مگر کلائیاں زمین سے لگی ہوئی مت رکھئے۔ اور اب کم از کم تین بار سجدے کی تسبیح یعنی ''سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی''(پاک ہے میرا پروردگار سب سے بلند) پڑھئے۔ پھر سر اس طرح اٹھایئے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھیں۔ پھر سیدھا قدم کھڑا کرکے اُس کی اُنگلیاں قِبلہ رُخ کر دیجئے اور اُلٹا قدم بچھا کر اس پر خوب سیدھے بیٹھ جایئے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھئے کہ دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں قِبلہ کی جانب اور اُنگلیوں کے سِرے گھٹنوں کے پاس ہوں۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جَلسہ کہتے ہیں۔ پھر کم از کم ایک بار سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی مقدار ٹھہریئے (اِس وقفہ میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ''یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما'' کہہ لینا مُستحَب ہے) پھر ''اَللہُ اَکْبَر'' کہتے ہوئے

پہلے سجدے ہی کی طرح دوسرا سجدہ کیجئے۔ اب اسی طرح پہلے سر اُٹھایئے پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑے ہو جایئے۔ اُٹھتے وقت بغیر مجبوری زمین پر ہاتھ سے ٹیک مت لگایئے۔ یہ آپ کی ایک رَکعَت پوری ہوئی۔

وَالرَّكْعَةُ الثَّانِيَةُ كَالْأُوْلٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا يُثْنِي وَلَا يَتَعَوَّذُ ۔

ترجمہ: اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ہے مگر یہ کہ نہ ثناء پڑھے نہ تعوذ۔

مَتٰى يَسُنُّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ

وَلَا يُسَنُّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ إِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ كُلِّ صَلَاةٍ وَعِنْدَ تَكْبِيْرِ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الْعِيْدَيْنِ وَحِيْنَ يَرَى الْكَعْبَةَ وَحِيْنَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعِنْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرْفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ وَبَعْدَ رَمْيِ الْجَمْرَةِ الْأُوْلٰى وَالْوُسْطٰى۔

ترجمہ: اور دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مسنون نہیں ہے مگر ہر نماز کو شروع کرتے وقت اور وتر میں قنوت کی تکبیر کے وقت اور عیدین میں تکبیرات زوائد کے وقت اور کعبہ کو دیکھنے کے وقت اور حجرۂ اسود کو بوسہ دینے کے وقت اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت اور عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت اور جمرۂ اولی اور جمرۂ وسطی کی رمی کے بعد۔

وَعِنْدَ التَّسْبِيْحِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ وَإِذَا فَرَغَ الرَّجُلُ مِنْ سَجْدَتَيِ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ يُمْنَاهُ وَوَجَّهَ أَصَابِعَهَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَبَسَطَ أَصَابِعَهُ وَالْمَرْأَةُ تَتَوَرَّكُ۔

ترجمہ: اور نمازوں کے بعد تسبیح سے فراغت کے وقت (دعا مانگنے کے لئے) اور جب مرد دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے تو بچھائے اپنے بائیں پیر کو اور اس پر بیٹھ جائے اور اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو بچھائے اور عورت تورک کرے گی۔

سوال: دوسری رکعت سے قعدۂ آخیرہ میں تشہد پڑھنے سے پہلے تک کا طریقہ بیان کریں۔

جواب: اب دوسری رکعت میں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم" پڑھ کر الحمد اور سورت پڑھئے اور پہلے کی طرح رُکوع اور سجدے کیجئے، دوسرے سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد سیدھا قدم کھڑا کر کے اُلٹا قدم بچھا کر بیٹھ جایئے دو ۲ رَکعت کے دوسرے سَجدے کے بعد بیٹھنا قَعدَہ کہلاتا ہے۔

سوال: ہاتھوں کو کن کن جگہوں میں اٹھانا سنت ہے اور کس جگہ پر نہیں؟

جواب: ہاتھوں کو ان گیارہ جگہوں کے علاوہ اور کسی جگہ پر اٹھانا مسنون نہیں ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جس وقت نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ کہی جائے خواہ کوئی سی بھی نماز ہو۔(۲) وتر میں دعائے قنوت پڑھنے کے لئے۔(۳) عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کے وقت۔(۴) جس وقت کعبہ شریف پر نظر پڑے۔ لیکن یہاں پر دعا مانگنے کے لئے ہے نہ کہ اور کسی عرض سے۔(۵) جس وقت حجرۂ اسود کو بوسہ دے، اس طرح کہ ہتھیلیوں کے باطن سے حجرۂ اسود کا استقبال کرے جس کو استلام کہتے ہیں۔(۶) جس وقت صفا و مروہ کی سعی کے لئے صفا پر کھڑا ہو تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔(۷) عرفات۔(۸) مزدلفہ میں وقوف کے وقت دعا مانگنے کے لئے۔(۹) جمرۂ اولی۔(۱۰) جمرۂ وسطی کی رمی کے وقت۔(۱۱) نمازوں سے فارغ ہو کر دعا مانگنے کے لئے۔

اور رکوع میں جاتے وقت رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت کے شروع میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں ہے۔

وَقَرَأَ تَشَهُّدَ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ وَأَشَارَ بِالۡمُسَبِّحَةِ فِي الشَّهَادَةِ يَرۡفَعُهَا عِنۡدَ النَّفۡيِ وَيَضَعُهَا عِنۡدَ الۡإِثۡبَاتِ وَلَا يَزِيۡدُ عَلَى التَّشَهُّدِ فِي الۡقُعُوۡدِ الۡأَوَّلِ۔

ترجمہ: اور ابن مسعود والا تشہد پڑھے اور مسبحہ سے شہادت میں اشارہ کرے کہ نفی کے وقت اس کو اٹھائے اور اثبات کے وقت اس کو رکھ دے اور پہلے قعدہ میں تشہد پر زیادہ نہ کرے۔

وَهُوَ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيۡنَ أَشۡهَدُ أَنۡ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشۡهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ۔

ترجمہ: اور ابن مسعود کا تشہد یہ ہے:

وَقَرَأَ الْفَاتِحَةَ فَقَطْ فِيْمَا بَعْدَ الْأُوْلَيَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ وَقَرَأَ التَّشَهُّدَ ثُمَّ صَلّٰى عَلٰى سَيِّدِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَا بِمَا يُشْبِهُ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ ثُمَّ سَلَّمَ يَمِيْنًا وَيَسَارًا فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ نَاوِيًا مَنْ مَعَهٗ كَمَا تَقَدَّمَ۔

ترجمہ: اور سورہ فاتحہ پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں پڑھے پھر آخری رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر دعاء مانگے ایسے کلمات سے جو قرآن و سنت کے مشابہ ہوں پھر سلام پھیرے دائیں اور بائیں، پس السلام علیکم و رحمتہ اللہ کہے نیت کرتے ہوئے ان لوگوں کی جو اس کے ساتھ ہیں جیسے کہ پہلے گزرا۔

سوال: تشہد پڑھنے سے لے کر سلام پھیرنے تک کا طریقہ بیان کریں۔

جواب: اب قَعدہ میں تشہد (تَ۔شَہ۔ہُد) پڑھئے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

جب تشہد میں لفظ "لا" کے قریب پہنچیں تو سیدھے ہاتھ کی بیچ کی اُنگلی اور اَنگوٹھے کا حلقہ بنالیجئے اور چھنگلیا (یعنی چھوٹی اُنگلی) اور بِنْصَر یعنی اس کے برابر والی اُنگلی کو ہتھیلی سے ملادیجئے اور (اَشْهَدُ اَنْ کے فوراً بعد) لفظِ "لا" کہتے ہی کلمے کی اُنگلی اٹھائیے مگر اس کو اِدھر اُدھر مت ہلائیے اور لفظ "اِلَّا" پر گرادیجئے اور فوراً سب اُنگلیاں سیدھی کرلیجئے۔ اب اگر دو سے زِیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیے۔ اگر فرض نماز پڑھ رہے ہیں تو تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" اور "اَلْحَمْد" شریف پڑھئے! سورت ملانے کی ضرورت نہیں۔ باقی اَفعال اِسی طرح بجالائیے اور اگر سُنَّت و نَفْل ہوں تو "سورۂ فاتحہ" کے بعد سُورت بھی مِلائیے (ہاں اگر اِمام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو کسی بھی رَکعت کے قِیام میں قراءت نہ کیجئے خاموش کھڑے رہیے) پھر چار رَکعتیں پوری کرکے قعدۂ اخیرہ میں تَشَہُّد کے بعد دُرُودِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھئے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ پھر کوئی

سی دُعائے ماثُورہ پڑھئے، مَثَلًا یہ دُعا پڑھ لیجئے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پھر نماز ختم کرنے کے لئے پہلے دائیں کندھے کی طرف منہ کرکے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ'' کہئے اور اسی طرح بائیں طرف، اب نَماز ختم ہوئی۔

سوال: عورتوں کی نماز میں مردوں کی بنسبت کیا فرق ہے؟

جواب: مذکورہ نماز کا طریقہ امام یا تنہا مرد کا ہے۔ اسلامی بہنیں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اُٹھائیں اور چادَر سے باہر نہ نکالیں۔ (الھدایۃ معہ فتح القدیر ، ۱/۲۴۶.) قیام میں اُلٹی ہتھیلی دونوں چھاتیوں یعنی پستانوں پر رکھ کر اس کے اُوپر سیدھی ہتھیلی رکھیں۔ رُکوع میں تھوڑا جھکیں یعنی اتنا کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیں زور نہ دیں اور گھٹنوں کو نہ پکڑیں اور اُنگلیاں ملی ہوئی اور پاؤں جھکے ہوئے رکھیں مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کریں۔ سجدہ سِمٹ کر کریں یعنی بازو کروٹوں سے پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا دیں، سجدے اور قعدے دونوں میں پاؤں سیدھی طرف نکال دیں۔ قعدے میں اُلٹی سرین پر بیٹھیں اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران کے بیچ میں اور اُلٹا ہاتھ اُلٹی ران کے بیچ میں رکھیں۔ باقی سب طریقہ اُسی طرح ہے۔ (رد المحتار ، ۲/۲۵۹، الفتاوی الھندیۃ ، ۱/۷۴.)

بَابُ الْاِمَامَةِ

یہ امامت کا باب ہے

حُكْمُهَا

هِيَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَذَانِ وَالصَّلَاةُ بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ الْاَحْرَارِ بِلَا عُذْرٍ۔

ترجمہ: امامت اذان سے افضل ہے اور نماز جماعت کے ساتھ سنت ہے آزاد مردوں کے لئے جن کو کوئی عذر نہ ہو۔

شُرُوْطُ صِحَّتِهَا

وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الْإِمَامَةِ لِلرِّجَالِ الْأَصِحَّاءِ سِتَّةُ أَشْيَاءَ اَلْإِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَالذُّكُوْرَةُ وَالْقِرَاءَةُ وَالسَّلَامَةُ مِنَ الْأَعْذَارِ كَالرُّعَافِ وَالْفَأْفَأَةِ وَالتَّمْتَمَةِ وَاللَّثَغِ وَفَقْدِ شَرْطٍ كَطَهَارَةٍ وَسَتْرِ عَوْرَةٍ۔

ترجمہ: اور تندرست مردوں کے لئے امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں:(۱) مسلمان ہونا۔(۲) بالغ ہونا۔(۳) عاقل ہونا۔(۴)مذکر ہونا(۵) قراءت۔(۶) اعذار سے سالم ہونا جیسے نکسیر اور فافاۃ (گفتگو میں فاء زیادہ نکلے) اور تمتمہ (گفتگو میں تاء زیادہ نکلے) اور لثغ (سین کی جگہ ث اور ر کی جگہ غین نکلے) اور کسی شرط کا نہ پایا جانا جیسے طہارت اور ستر عورت۔

سوال: نماز کی امامت کا مطلب کیا ہے؟

جواب: نماز کی امامت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی نماز کا اس کی نماز کے ساتھ وابستہ ہونا۔یعنی مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ مل جاتی ہے اسی کا نام امامت ہے۔

سوال: امامت کرنا اذان دینے سے افضل کیوں ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ امامت میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین سے اس پر ہمیشگی ثابت ہے۔

سوال: جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عاقِل، بالغ، آزاد، قادر پر جماعت واجب ہے، بلاعذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے، تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی، اگر پروسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ (غنية المتملي"، فصل في الإمامة و فيها مباحث، ص۵۰۸.)

مصنف نے جماعت سے نماز پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے حالانکہ واجب ہے، اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے، جیسے عید کی نماز کو بعض ائمہ سنت کہتے ہیں حالانکہ وہ واجب ہے۔

سوال: امام کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: مرد غیر معذور کے امام کے لئے چھ شرطیں ہیں: (۱) امام کا مسلمان ہونا: لہذا کافر و مشرک اور وہ بد مذہب جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچ گئی ہو، جیسے رافضی اگرچہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحبت سے انکار کرتا ہو، یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ اقدس میں تبرّا کہتا ہو۔ قدری، جہمی، مشبہ اور وہ جو قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور وہ جو شفاعت یا دیدار الٰہی یا عذابِ قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے، ان کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ ("غنية المتملي"، الأولیٰ بالإمامة، ص۵۱۴.) اس سے سخت تر حکم وہابیہ زمانہ کا ہے کہ اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔

مسئلہ: جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز، مکروہ تحریمی ہے۔
("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۴.)

(۲) امام کا بالغ ہونا: لہذا نابالغ لڑکے کے پیچھے بالغ مرد کی نماز نہیں ہو گی خواہ تراویح و نوافل ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) امام کا عاقِل ہونا: لہذا مجنون وغیرہ کے پیچھے نماز نہیں ہو گی۔

(۴) امام کا مرد ہونا: لہذا عورت کا امام بننا جبکہ مقتدی مرد ہو درست نہیں خواہ کوئی بھی نماز ہو۔ اور اگر عورتیں ہی مقتدی ہوں تو عورت کو امام بننا درست تو ہے مگر مکروہِ تحریمی ہے۔

(۵) قراءت: یعنی اتنی مقدار میں قرآن کا یاد ہونا جس سے نماز جائز ہو جائے، اور وہ کم سے کم ایک آیت ہے۔

(۶) امام کا معذور نہ ہونا: یعنی کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جس سے اس کا شمار معذورین میں ہو، جیسے نکسیر (ناک سے

خون) کا جاری رہنا، یا فافاۃ (گفتگو میں فاء زیادہ نکلے) یعنی کوئی کلمہ ادا کرتے وقت مشقت کی وجہ سے پہلے فاء کی سی آواز نکال کر پھر اصل کلمہ نکالتا ہو۔ یا تمتمہ (گفتگو میں تاء زیادہ نکلے) اور لثغ: یعنی جو بعض حروف کی ادائیگی میں قادر نہ ہو مثلاً سین کی جگہ ث اور ر کی جگہ غین ادا کرتا ہو۔

اسی طرح جس امام کے اندر نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو، اس کے پیچھے ایسے شخص کی نماز نہیں ہو گی جس میں نماز کی سب شرطیں موجود ہوں مثلاً طہارت والے کی نماز غیر طاہر کے پیچھے یا کپڑا پہننے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہ ہو گی۔

سوال: عورتوں کے امام کے لئے کیا مرد ہونا شرط ہے؟

جواب: عورتوں کے امام کے لئے مرد ہونا شرط نہیں، عورت بھی امام ہو سکتی ہے، اگرچہ مکروہ ہے۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: شروط الإمامۃ الکبری، ج۲، ص۳۳۷، ۳۶۵.)

سوال: نابالغوں کے امام کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: نابالغوں کے امام کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، بلکہ نابالغ بھی نابالغوں کی اِمامت کر سکتا ہے، اگر سمجھ والا ہو۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: شروط الإمامۃ الکبری، ج۲، ص۳۳۷.)

شُرُوْطُ صِحَّةِ الْإِقْتِدَاءِ

وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الْإِقْتِدَاءِ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئًا نِيَّةُ الْمُقْتَدِي الْمُتَابَعَةَ مُقَارِنَةً لِتَحْرِيْمَتِهِ وَنِيَّةُ الرَّجُلِ الْإِمَامَةَ شَرْطٌ لِصِحَّةِ اقْتِدَاءِ النِّسَاءِ بِهِ وَتَقَدُّمُ الْإِمَامِ بِعَقِبِهِ عَنِ الْمَأْمُوْمِ وَأَنْ لَّا يَكُوْنَ أَدْنٰى حَالاً مِنَ الْمَأْمُوْمِ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ الْإِمَامُ مُصَلِّيًا فَرْضًا غَيْرَ فَرْضِهِ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ الْإِمَامُ مُقِيْمًا لِمُسَافِرٍ بَعْدَ الْوَقْتِ فِيْ رُبَاعِيَّةٍ وَلَا مَسْبُوْقًا۔

ترجمہ: اور اقتدا کے صحیح ہونے کی چودہ شرطیں ہیں: (۱) مقتدی کا اقتدا کی نیت کرنا اس حال میں کہ اقتدا کی نیت تحریمہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ (۲) اور مرد کا عورت کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی اقتدا کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ (۳) امام کا آگے ہونا مقتدی کی ایڑی سے۔ (۴) اور امام کی حالت کا مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہونا۔ (۵) اور امام کسی ایسے فرض

کو نہ پڑھ رہا ہو جو مقتدی کے فرض کے علاوہ ہو۔(۶) چار رکعت والی نماز میں وقت کے بعد (قضا میں) مسافر کے لئے امام کا مقیم نہ ہونا اور نہ امام مسبوق ہو۔

وَأَنْ لَا يَفْصِلَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ صَفٌّ مِنَ النِّسَاءِ وَأَنْ لَا يَفْصِلَ نَهْرٌ يَمُرُّ فِيْهِ الزَّوْرَقُ وَلَا طَرِيْقٌ تَمُرُّ فِيْهِ الْعَجَلَةُ وَلَا حَائِطٌ يَشْتَبِهُ مَعَهُ الْعِلْمُ بِانْتِقَالَاتِ الْإِمَامِ فَإِنْ لَمْ يَشْتَبِهْ لِسِمَاعٍ أَوْ رُؤْيَةٍ صَحَّ الْإِقْتِدَاءُ فِي الصَّحِيْحِ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ الْإِمَامُ رَاكِبًا وَالْمُقْتَدِيْ رَاجِلًا أَوْ رَاكِبًا غَيْرَ دَابَّةِ إِمَامِهِ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ فِيْ سَفِيْنَةٍ وَالْإِمَامُ فِيْ أُخْرٰى غَيْرِ مُقْتَرِنَةٍ بِهَا وَأَنْ لَا يَعْلَمَ الْمُقْتَدِيْ مِنْ حَالِ إِمَامِهِ مُفْسِدًا فِيْ زَعْمِ الْمَأْمُوْمِ كَخُرُوْجِ دَمٍ اَوْقَيْءٍ لَمْ يُعِدْ بَعْدَهٗ وُضُوْءَهٗ۔

ترجمہ: (۷) اور امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا فاصل نہ ہونا۔(۸) اور ایسی نہر کا فاصل نہ ہونا جس میں چھوٹی کشتی گزر سکے۔(۹) اور نہ کوئی ایسا راستہ ہو جس میں گاڑی گزر سکے۔(۱۰) اور نہ کوئی دیوار ہو جس کے ساتھ امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے پس اگر سننے یا دیکھنے کی وجہ سے اشتباہ نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق اقتدا صحیح ہو جائے گی۔(۱۱) اور امام کا سوار اور مقتدی کا پیدل نہ ہونا۔(۱۲) یا مقتدی سوار ہو اپنے امام کی سواری کے علاوہ پر۔(۱۳) اور مقتدی کا ایک کشتی میں اور امام کا دوسری کشتی میں سوار نہ ہونا جو مقتدی کی کشتی کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔(۱۴) اور مقتدی کا اپنے امام کے حال میں سے کوئی ایسی چیز کا نہ جاننا جو مقتدی کے گمان میں مفسد ہو جیسے خون یا قے کا خارج ہونا کہ اس کے بعد امام نے اپنا وضو نہ لوٹایا ہو۔

سوال: اقتدا صحیح ہونے کی کتنی شرائط ہیں؟

جواب: اقتدا کے صحیح ہونے کی مصنف نے ۱۴ شرائط ذکر کی ہیں، حالانکہ بہار شریعت میں تیرہ شرطیں مذکور ہیں۔

سوال: اقتدا کی پہلی شرط متابعت کی نیت اور اس کا تحریمہ سے ملے ہوئے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مقتدی کو امام کی متابعت یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا (مثلاً پیچھے اس امام کے) کہنا تحریمہ کے ساتھ ہو یا تحریمہ سے اس طرح پہلے ہو کہ دونوں کے بیچ میں نیت توڑنے والی کوئی چیز نہ پائی گئی ہو

جسے فعلِ اجنبی کہتے ہیں ورنہ پھر سے نیت کرنی پڑے گی، جیسے کھانا، پینا، کلام کرنا وغیرہ۔ہاں نماز کے لئے جانا، وضو بنانا وغیرہ فعلِ اجنبی نہیں۔

سوال: اگر جماعت میں عورتیں شریک ہوں تو کیا امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگر امام مرد ہو اور اس کے پیچھے عورتیں بھی نماز میں شریک ہوں تو مرد امام کے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کی امامت کی نیت کرے اور اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی تو عورتوں کی اقتدا درست نہیں ہوگی اور یہ اقتدا کی دوسری شرط ہے، ہاں مرد امام کو مردوں کی امامت اور عورت امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے مگر بغیر نیت کے امام کو امامت کا ثواب نہیں ملے گا لہذا نیّت کرلینا افضل ہے۔

سوال: اقتدا کی تیسری شرط امام کا مقتدی سے آگے ہونا ہے اس کی وضاحت کریں۔

جواب: اقتدا کی تیسری شرط کی وضاحت یہ ہے کہ مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس آگے ہونے میں گٹے کا اعتبار ہے یعنی مقتدی کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ ہو لہذا اگر مقتدی کا گٹا امام کے گٹے سے پیچھے ہو لیکن مقتدی کا پنجہ امام کے پنجے سے آگے ہو تو اقتدا صحیح ہو جائے گی کیوں کہ اعتبار گٹوں کا ہے نہ کہ پنجوں کا۔

سوال: امام کی حالت مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے یہ مراد ہے کی امام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ نہ ہو جیسے امام کی نفل اور مقتدی کی فرض بلکہ دونوں کی نماز ایک ہو مثلا دونوں آج کی ظہر کے فرض پڑھ رہے ہوں یا امام کی نماز اعلی ہو اور مقتدی کی نماز ادنی ہو جیسے امام کی فرض اور مقتدی کی نفل ہے تو نماز ہو جائے گی، اس کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ امام کی نماز نماز مقتدی کو متضمن ہو، پس فرض اپنے ضمن میں فرض سنت نفل کو تو لئے ہوئے ہے مگر نفل و سنت، فرض کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے نہیں ہوتے اور یہ اقتدا کی چوتھی شرط ہے۔

یا حالت سے مراد یہ ہے کہ امام کی حالت مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہو یعنی امام معذور ہو اور مقتدی غیر معذور ہو تو اقتدا درست نہیں ہو گی، بلکہ غیر معذور مقتدی کے امام کا غیر معذور ہونا ضروری ہے۔

سوال: اقتدا کی پانچویں شرط کی وضاحت کریں۔

جواب: اقتدا کی پانچوی شرط چوتھی شرط کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے یعنی امام مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو مثلا دونوں آج کی ظہر کے فرض پڑھ رہے ہوں لہذا اگر فرض مختلف ہوئے کہ امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر ہے یاامام کی آج کی ظہر اور مقتدی کی گزشتہ کل کی ظہر ہے تو نماز نہ ہو گی۔

سوال:اقتدا کی چھٹی شرط کی وضاحت تام کریں۔

جواب: اس کی وضاحت یہ ہے کہ چار رکعت والی نماز مثلا ظہر، عصر، اور عشاء میں وقت گزر جانے کے بعد یعنی نماز کے قضا ہونے کے بعد مسافر مقتدی کا امام مقیم شخص نہیں بن سکتا کیوں کہ مسافر کو قصر کی وجہ سے دو رکعت قضا پڑھنی واجب ہے اور مقیم کو چار رکعت پڑھنی واجب ہے، ہاں! وقت کے اندر جائز ہے کہ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور اپنے امام کی متابعت میں مسافر اب پوری رکعت یعنی ۴ پڑھے گا۔یوں ہی اقتدا کے درست ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسافر مقتدی کا امام مسبوق نہ ہو کیونکہ مسبوق جب اپنی باقی ماندہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ وہ خود دوسرے کا مقتدی تھا بعد میں منفرد ہوا۔

سوال:امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف حائل ہو گی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اقتدا کی ساتویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف حائل نہ ہو لہذا اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہو تو ان عورتوں کے پیچھے مردوں کی جتنی بھی صفیں ہوں گی، سب کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ عورتوں کی صف بڑی دیوار کی منزل میں ہے اور پوری صف سے مراد تین سے زیادہ عورتیں ہیں پس اگر تین عورتیں ہوں تو ان کے پیچھے والی صفوں میں سے ہر صف کے ان تین آدمیوں کی نماز جو ان عورتوں کے سیدھ میں پیچھے ہوں گے اخیر صفوں تک فاسد ہو جائے گی، اور بقیہ لوگوں کی نماز صحیح ہو گی اور اگر دو عورتیں ہوں تو ان کے پیچھے والی صرف پہلی صف کے ان دو مردوں کی نماز فاسد ہو گی جو ان کے عین پیچھے ہیں اور اگر ایک ہو تو پیچھے والی صرف پہلی صف کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہو گی جو اس کے عین پیچھے ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ عورت کی صف میں کوئی مرد نہ ہو اور اگر عورت مردوں کی صف میں کھڑی ہو تو اس کا حکم اگلے سوال میں آرہا ہے۔

سوال:اگر مردوں کی صف میں ایک یا دو یا تین عورتیں کھڑی ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک عورت مرد کے برابر کھڑی ہو تو تین مردوں کی نماز جاتی رہے گی، دو دہنے بائیں اور ایک پیچھے والے کی۔ اور دو عورتیں ہوں تو چار مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، دو دہنے بائیں دو پیچھے اور تین عورتیں ہوں تو دو دہنے بائیں اور پیچھے کی ہر صف سے تین تین شخص کی اور اگر عورتوں کی پوری صف ہو تو پیچھے جتنی صفیں ہیں، ان سب کی نماز نہ ہو گی۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأوّل، ج۲، ص۳۸۰.)

سوال: عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی۔ اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

جواب: عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی اس کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) عورت مشتہات ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے، اگرچہ نابالغہ ہو اور مشتہات میں سن کا اعتبار نہیں نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی، جب کہ اُس کا جُثہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں، تو نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو۔ بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہات ہے، وہ عورت اگر اس کی زوجہ ہو یا محارم میں ہو، جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی، (۲) کوئی چیز اُنگلی برابر موٹی اور ایک ہاتھ اونچی حائل نہ ہو، نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے، نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے کسی عضو سے محاذی نہ ہو، (۳) رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہو، اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہو گی، (۴) وہ نماز دونوں میں تحریمۃً مشترک ہو یعنی عورت نے اس کی اقتدا کی ہو یا دونوں نے کسی امام کی، اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو، تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں تو فاسد نہ ہو گی، مکروہ ہو گی، (۵) ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں، حقیقۃً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور مسبوق امام کے پیچھے، نہ حقیقۃً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے، (۶) دونوں ایک ہی جہت کو متوجہ ہوں اگر جہت بدل جائے، جیسے تاریک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو ایک طرف امام کا منہ ہے اور دوسری طرف مقتدی کا یا کعبہ معظمہ میں پڑھی اور جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی، (۷) عورت عاقلہ ہو، مجنونہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہو گی، (۸) امام نے اِمامت زناں (عورتوں کی امامت) کی نیّت کرلی ہو، اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر اِمامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت ہی کی فاسد ہو گی مرد کی نہیں، (۹) اتنی دیر تک محاذات رہے کہ ایک کامل رکن ادا ہو جائے یعنی بقدر تین تسبیح کے، (۱۰) دونوں

نماز پڑھنا جانتے ہوں،(۱۱)مرد عاقِل بالغ ہو۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس في الإمامۃ، الفصل الخامس، ج۱، ص۸۹.)

سوال: اقتدا کی آٹھویں شرط بیان کریں۔

جواب: اقتدا کی آٹھویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی نہر حائل نہ ہو جس میں چھوٹی کشتیاں چل سکیں، پس اگر ایسی صورت ہے تو اقتدا درست نہیں ہوگی کیونکہ اتصالِ صفوف نہ پایا جائے گا اور اگر نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں چھوٹی کشتیاں نہ گزر سکیں تو اقتدا درست ہے۔

سوال: اقتدا کی نوین شرط بیان کریں۔

جواب: اقتدا کی نویں شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان ایسا کشادہ راستہ نہ ہو جس میں سے بیل گاڑی گزر جائے اور اس کی مقدار مفتی بہ قول کے مطابق دو صف کے برابر ہے پس اگر کشادہ راستہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی کہ یہ اتصال صفوف سے مانع ہے۔

سوال: اگر امام و مقتدی کے درمیان ایسی دیوار ہو جس کے سبب امام کے انتقالات کا علم نہ ہو سکے تو کا کیا حکم ہے؟

جواب: اقتدا کی دسویں شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان ایسی دیوار حائل نہ ہو جس کے سبب امام کی نقل و حرکت مثلا رکوع قومہ جلسہ سجدہ وغیرہ مقتدی پر مشتبہ ہو جائے یعنی معلوم نہ ہو سکے پس اگر امام کے انتقالات کا علم مقتدی کو نہ ہو سکے تو اقتدا درست نہیں ہے خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہاں اگر مکبر کی تکبیر وغیرہ سے انتقالات کا علم ہو جائے تو اقتدا درست ہے کہ اب امام کا حال مشتبہ نہ رہا۔

سوال: امام سوار ہو اور مقتدی پیدل تو کیا اقتدا ہو جائے گی؟

جواب: اقتدا کی ایک شرط امام و مقتدی کا ایک مکان میں ہونا ہے، لہذا اگر امام سوار ہو اور مقتدی پیدل یا امام پیدل اور مقتدی سوار تو اقتدا درست نہیں کہ دونوں کا مکان ایک نہ رہا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: الواجب کفایۃ ھل یسقط... إلخ، ج۲، ص۳۹۵.)

اور مصنف نے اس کو اقتدا کی گیارہویں شرط شمار کی ہے۔

سوال: اگر امام و مقتدی دونوں سوار ہوں مگر دونوں کی سواری الگ الگ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام و مقتدی دونوں دو سواریوں پر ہیں تو اقتدا نہ ہوئی کہ دونوں کے مکان مختلف ہیں۔ اور اگر دونوں ایک سواری پر سوار ہوں، تو پیچھے والا اگلے کی اقتدا کر سکتا ہے کہ مکان ایک ہے۔
("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، مطلب: الواجب كفاية هل يسقط... إلخ، ج٢، ص٣٩٥.)

اور مصنف نے اس کو اقتدا کی بارہویں شرط شمار کی ہے۔

سوال: اگر امام و مقتدی دونوں الگ الگ کشتی میں سوار ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: دو کشتیاں باہم بندھی ہوں ایک پر امام ہے، دوسری پر مقتدی تو اقتدا صحیح ہے کہ اتصال کی بنا پر مکانِ واحد کے حکم میں ہے، اور جدا ہوں تو نہیں۔ اور اگر کشتی کنارے پر رُکی ہوئی ہے اور امام کشتی پر ہے اور مقتدی خشکی میں تو اگر درمیان میں راستہ ہو یا بڑی نہر کے برابر فاصلہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں، ورنہ ہے۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، مطلب في الصلاۃ في السفينة، ج٢، ص٦٩١.) اور مصنف نے اس کو اقتدا کی تیرہویں شرط شمار کی ہے۔

سوال: اقتدا کی ١۴ویں شرط کی وضاحت کریں۔

جواب: اقتدا کی ١۴ ویں شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کے بارے میں کسی ایسی چیز کا علم نہ رکھتا ہو جو مقتدی کے مذہب کے مطابق اس کی نماز کو فاسد کر دیتی ہو، اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مذہب کے مطابق صحیح ہو مثلا امام شافعی المذہب ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز تب درست ہو گی جبکہ مقتدی کے علم میں امام کے اندر کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جس سے حنفی مذہب کے مطابق نماز فاسد ہو جاتی ہو مثلا حنفی مقتدی نے شافعی المذہب امام کے بدن سے خون نکلتے دیکھا اور اس امام نے اس کے بعد بغیر وضو کئے نماز پڑھانی شروع کر دی تو اب حنفی مقتدی کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہو گی کیونکہ شافعی المذہب امام حنفی مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے بے وضو ہو گیا اور بے وضو شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ عند الاحناف بدن کے کسی حصے سے خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ عند الشوافع نہیں ٹوٹتا۔

امام کی نماز خود اس کے گمان میں صحیح ہے اور مقتدی کے گمان میں صحیح نہ ہو تو جب بھی اقتدا صحیح نہ ہوئی، مثلاً شافعی المذہب امام کے بدن سے خون نکل کر بہہ گیا جس سے حنفیہ کے نزدیک وضو ٹوٹتا ہے اور بغیر وضو کئے اِمامت کی، حنفی اس کی

اقتدا نہیں کر سکتا، اگر کرے گا نماز باطل ہو گی اور اگر امام کی نماز خود اس کے طور پر صحیح نہ ہو مگر مقتدی کے طور پر صحیح ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہے، جب کہ امام کو اپنی نماز کا فساد معلوم نہ ہو مثلاً شافعی امام نے عورت یا عضو تناسل چھونے کے بعد بغیر وضو کئے بھول کر امامت کی، حنفی اس کی اقتدا کر سکتا ہے، اگر چہ اس کو معلوم ہو کہ اس سے ایسا واقعہ ہوا تھا اور اس نے وضو نہ کیا۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، مطلب: شروط الإمامة الکبرٰی، ج۲، ص۳۳۹.)

شافعی یا دوسرے مقلد کی اقتدا اس وقت کر سکتے ہیں، جب وہ مسائل طہارت و نماز میں ہمارے فرائض مذہب کی رعایت کرتا ہو یا معلوم ہو کہ اس نماز میں رعایت کی ہے یعنی اس کی طہارت ایسی نہ ہو کہ حنفیہ کے طور پر غیر طاہر کہا جائے، نہ نماز اس قسم کی ہو کہ ہم اُسے فاسد کہیں پھر بھی حنفی کو حنفی کی اقتدا افضل ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ ہمارے مذہب کی رعایت کرتا ہے یا نہیں، نہ یہ کہ اس نماز میں رعایت کی ہے یا نہیں تو جائز ہے، مگر مکروہ، اور اگر معلوم ہو کہ اس نماز میں رعایت نہیں کی ہے، تو باطل محض ہے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۴.)

مُتَفَرِّقَاتٌ فِي الْاِقْتِدَاءِ

وَصَحَّ اِقْتِدَاءُ مُتَوَضِّیءٍ بِمُتَيَمِّمٍ وَغَاسِلٍ بِمَاسِحٍ وَقَائِمٍ بِقَاعِدٍ وَبِأَحْدَبَ وَمُومٍ بِمِثْلِهٖ وَمُتَنَفِّلٍ بِمُفْتَرِضٍ وَإِنْ ظَهَرَ بُطْلَانُ صَلَاةِ إِمَامِهٖ أَعَادَ وَيَلْزَمُ الْإِمَامَ إِعْلَامُ الْقَوْمِ بِإِعَادَةِ صَلَاتِهِمْ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ فِي الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ: اور وضو کرنے والے کی اقتدا تیمم کرنے والے کے پیچھے صحیح ہے اور پیروں کو دھونے والے کی اقتدا مسح کرنے والے کے پیچھے اور کھڑے ہونے والے کی اقتدا بیٹھے ہوئے کے پیچھے اور کبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنے والے کی اقتدا اسی جیسے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کی اقتدا فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے، اور اگر اپنے امام کی نماز کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے تو اعادہ کرے، اور امام پر لازم ہے کہ جس قدر ممکن ہو قوم کو نماز کے لوٹانے کا اعلان کرے مختار مذہب میں۔

سوال: کیا وضو کرنے والا تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! وضو کرنے والا تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ تیمم اور وضو پاکی کے حکم میں برابر ہیں۔

سوال: کیا مسح کرنے والے کے پیچھے پاؤں دھونے والے کی نماز ہو جائے گی؟

جواب: مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزے پر مسح کرتا ہو یا جبیرہ وغیرہ پر، دھونے والے کی اقتدا درست ہے، کیونکہ مسح کرنا اور دھونا ایک درجے کی طہارت ہے۔

سوال: کیا کھڑے ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے اور کبڑے کے پیچھے درست ہے؟

جواب: جو رکوع و سجود سے عاجز ہے یعنی وہ کہ کھڑے یا بیٹھے رکوع و سجود کی جگہ اشارہ کرتا ہو، اس کے پیچھے اس کی نماز نہ ہوگی جو رکوع و سجود پر قادر ہے اور اگر بیٹھ کر رکوع و سجود کر سکتا ہو یا کبڑا ہو تو اس کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی ہو جائے گی۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: الواجب کفایة... إلخ، ج۲، ص۳۹۱.)

کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھنے والے اور کوزہ پشت (کبڑا) کی اقتدا کر سکتا ہے، اگرچہ اس کا کُب حد رکوع کو پہنچا ہو، جس کے پاؤں میں ایسا لنگ ہے کہ پورا پاؤں زمین پر نہیں جمتا اوروں کی اِمامت کر سکتا ہے، مگر دوسرا شخص اَولیٰ ہے۔
("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۵)

سوال: اشارے سے نماز پڑھنے والا کن لوگوں کا امام بن سکتا ہے؟

جواب: اشارے سے پڑھنے والا اپنے مثل کی اقتدا کر سکتا ہے، مگر جب کہ امام لیٹ کر اشارہ سے پڑھتا ہو اور مقتدی کھڑے یا بیٹھے تو نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ج۲، ص۴۰۸.)

سوال: کیا نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے، اگرچہ مفترض پچھلی رکعتوں میں قراءت نہ کرے۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۵)

سوال: مذکورہ تمام مسائل کا قاعدۂ کلیہ کیا ہے؟

جواب: ان تمام مسائل میں قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ اگر مقتدی امام سے حالت میں کم یا برابر ہو گا تو اقتدا درست ہو جائے گی اور اگر مقتدی امام کی حالت سے زیادہ ہو تو اقتدا درست نہیں ہو گی۔

سوال: اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز میں معلوم ہو یا نماز ختم ہونے کے بعد۔ لہذا اس نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ اور اگر اس فساد کا علم مقتدیوں کو نہ ہو پائے تو امام پر لازم ہے کہ اپنے مقتدیوں کو حتی المقدور اس کی اطلاع کر دے تا کہ وہ اپنی اپنی نمازوں کو لوٹا لیں، خواہ بذریعہ قاصد یا بذریعہ تحریر، جبکہ مقتدی چلے گئے ہوں۔ یہ مسئلہ مختار مذہب کے مطابق ہے جبکہ غیر مختار مذہب کے مطابق اگر مقتدی غیر معین ہوں تو امام پر اطلاع دینا ضروری نہیں ہے۔

فَصْلٌ يَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو جاتا ہے

يَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ بِوَاحِدٍ مِنْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا مَطَرٌ وَبَرْدٌ وَخَوْفٌ وَظُلْمَةٌ وَحَبْسٌ وَعَمًى وَفَلَجٌ وَقَطْعُ يَدٍ وَرِجْلٍ وَسَقَامٌ وَإِقْعَادٌ وَوَحَلٌ وَزَمَانَةٌ وَشَيْخُوْخَةٌ وَتَكْرَارُ فِقْهٍ بِجَمَاعَةٍ تَفُوْتُهُ وَحُضُوْرُ طَعَامٍ تَتُوْقُهُ نَفْسُهُ وَإِرَادَةُ سَفَرٍ وَقِيَامُهُ بِمَرِيْضٍ وَشِدَّةُ رِيْحٍ لَيْلًا لَا نَهَارًا وَإِذَا انْقَطَعَ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ مِنْ أَعْذَارِهَا الْمُبِيْحَةِ لِلتَّخَلُّفِ يَحْصُلُ لَهُ ثَوَابُهَا۔

ترجمہ: جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے اٹھارہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے پائے جانے کی وجہ سے (۱) بارش (۲) سخت سردی (۳) خوف (۴) تاریکی (۵) روک (۶) اندھا ہونا (۷) فالج ہونا (۸) ہاتھ اور پیر کا کٹا ہونا (۹) بیماری (۱۰) پیروں کا بے حس ہونا (۱۱) کیچڑ (۱۲) دائمی مرض (۱۳) بڑھاپا (۱۴) جماعت کے ساتھ فقہ کی تکرار جو اس سے فوت ہو جائے گی (۱۵) کھانے کا حاضر ہونا جس کو دل چاہ رہا ہو (۱۶) سفر کا ارادہ (۱۷) اس کا ٹھہرنا کسی بیمار کے پاس (۱۸) ہوا کا تیز ہونا رات کے وقت نہ کہ دن میں، اور جب جماعت سے رک جائے جماعت کے اعذار میں سے کسی عذر کی وجہ سے جو مباح کر دینے والا ہے پیچھے رہنے کو تو اس کو جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

سوال: کس نماز کی جماعت شرط، سنّتِ کفایہ، مستحب اور مکروہ ہے؟

جواب: جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سُنت کفایہ کہ محلہ کے سب لوگوں نے ترک کی تو سب نے بُرا کیا اور کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو باقیوں کے سر سے جماعت ساقط ہو گئی اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، نوافل اور علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ تداعی کے یہ معنی ہیں کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔ سورج گہن میں جماعت سنت ہے اور چاند گہن میں تداعی کے ساتھ مکروہ۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثامن عشر في الصلاة الكسوف، ج۱، ص۱۵۲.)

سوال: جماعت میں حاضری کس کس صورت میں معاف ہے؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: مندرجہ ذیل اٹھارہ چیزوں میں سے اگر کوئی چیز پائی گئی تو جماعت میں حاضری معاف ہے:

(۱) زور کی بارش ہو رہی ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۲) سخت سردی کی وجہ سے کہ باہر نکلنے اور مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۳) مسجد میں جانے سے کسی دشمن یا ظالم کے مل جانے کا خوف ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۴) بہت زیادہ اندھیرا ہو کہ مسجد کی طرف راستہ نہ سوجھتا ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۵) تنگ دست، مدیون کو قرض خواہ نے پکڑ رکھا ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے اسی کو حبس یعنی روکنا کہتے ہیں۔

(۶) اندھا ہونا اگرچہ اس کو کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا ہو تو بھی اس پر جماعت کی حاضری ساقط ہے۔

(۷) فالج زدہ پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے، فالج ایک بیماری ہے جو بدن کی ایک جانب طول میں لاحق ہوتی ہے جس سے اس حصۂ بدن کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور حرکت کرنا بند کر دیتا ہے۔

(۸) جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا ہو تو اس پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے البتہ صرف ایک ہاتھ کا کٹا ہوا ہونا عذر نہیں ہے ہاں ایک پاؤں کا کٹا ہونا عذر ہے۔

(۹) کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکتا ہو اور مسجد تک جانے میں تکلیف ہو تو ایسے شخص پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱۰) جس شخص کے دونوں پاؤں یا صرف ایک پاؤں شل یعنی بے حس ہو یا دونوں ہاتھ شل ہوں تو ایسے شخص پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے، اقعاد کے معنی بے حس پاؤں یا بے حس ہاتھ والا ہونا ہے۔

(۱۱) مسجد کے راستے میں بہت کیچڑ ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱۲) جو شخص مدت سے بیمار ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہو کہ جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو تو اس شخص پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے، زمانۃ کے معنی دائمی مریض ہونے کے ہیں۔

(۱۳) شیخوخت سے مراد بہت بڑھاپا ہونا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو تو ایسے شخص پر جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱۴) فقہ کی تکرار ہو رہی ہو یعنی علم فقہ کے سیکھنے سکھانے میں مشغول ہے یا علما کے درمیان کسی مسئلے میں تکرار ہو رہی ہے اب وہ جماعت میں شریک ہوتا ہے تو وہ رفقاء جو اس کے ساتھ تکرار میں شریک ہیں اس سے جدا ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں جماعت کی حاضری ساقط ہوتی ہے۔ ہاں نحو ولغت کی تکرار عذر نہیں ہے۔

(۱۵) جب کھانا حاضر ہو اور بھوک لگی ہو اور نفس اس کی طرف راغب ہو کہ نماز میں دل نہ لگنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت، جماعت کی حاضری کے ساقط ہونے کا سبب ہے۔

(۱۶) اگر کوئی شخص سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کو خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا یا سواری چھوٹ جائے گی تو یہ صورت بھی جماعت کی حاضری کے ساقط ہونے کا سبب ہے۔

(۱۷) اگر کوئی شخص کسی مریض کی تیمار داری کرتا ہو اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو مریض کو تکلیف یا وحشت ہو گی تو یہ صورت جماعت کی حاضری کے ساقط ہونے کی وجہ ہے۔

(۱۸) اگر رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا چلتی ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے، البتہ دن کے وقت میں آندھی اور تیز ہوا کا چلنا ترک جماعت کے لئے عذر نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہو سکا تو کیا اس کو جماعت کا ثواب ملے گا؟

جواب: اگر اس کی یہ نیت تھی کہ اگر یہ عذر نہ ہوتا تو وہ ضرور جماعت میں شامل ہوتا تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

فَصْلٌ فِيْ بَيَانِ الْأَحَقِّ بِالْإِمَامَةِ

یہ فصل امامت کرنے کے زیادہ حقدار ہونے کے بیان میں ہے

إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَاضِرِيْنَ صَاحِبُ مَنْزِلٍ وَلَا وَظِيْفَةٍ وَلَا ذُوْ سُلْطَانٍ فَالْأَعْلَمُ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ ثُمَّ الْأَقْرَأُ ثُمَّ الْأَوْرَعُ ثُمَّ الْأَسَنُّ ثُمَّ الْأَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ وَجْهًا ثُمَّ الْأَشْرَفُ نَسَبًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْأَنْظَفُ ثَوْبًا فَإِنِ اسْتَوَوْا يُقْرَعُ أَوِ الْخِيَارُ إِلَى الْقَوْمِ فَإِنِ اخْتَلَفُوْا فَالْعِبْرَةُ بِمَا اخْتَارَهُ الْأَكْثَرُ وَإِنْ قَدَّمُوْا غَيْرَ الْأَوْلٰى فَقَدْ أَسَاءُوْا۔

ترجمہ: جب حاضرین میں صاحب خانہ اور صاحب وظیفہ اور صاحب اقتدار نہ ہو تو سب سے زیادہ جاننے والا امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا۔ پھر سب سے زیادہ قاری پھر سب سے زیادہ پرہیز گار، پھر سب سے زیادہ عمر والا، پھر وہ جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہو، پھر وہ جو خوبصورت ہو، پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف ہو، پھر وہ جو اچھی آواز والا ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ صاف ہوں، پس اگر سب کے سب برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے یا قوم کو اختیار ہوگا، پس اگر لوگ اختلاف کریں تو اعتبار اس کا ہوگا جس کو اکثر لوگوں نے پسند کیا ہو، اور اگر لوگوں نے غیر مستحق کو آگے کر دیا تو انہوں نے برا کیا۔

مَنْ تُكْرَهُ إِمَامَتُهُمْ

وَكُرِهَ إِمَامَةُ الْعَبْدِ وَالْأَعْمٰى وَالْأَعْرَابِيِّ وَوَلَدِ الزِّنَا وَالْجَاهِلِ وَالْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَتَطْوِيْلُ الصَّلَاةِ وَجَمَاعَةُ الْعُرَاةِ وَالنِّسَاءِ فَإِنْ فَعَلْنَ يَقِفُ الْإِمَامُ وَسَطَهُنَّ كَالْعُرَاةِ۔

ترجمہ: اور غلام، اندھے، اعرابی، جاہل، ولد الزنا، فاسق اور بدعتی کی امامت مکروہ قرار دی گئی ہے، اور نماز کو لمبا کرنا اور ننگوں اور عورتوں کی جماعت (کو بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے) پس اگر عورتیں جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہوگی ننگوں کی جماعت کی طرح۔

تَرْتِيْبُ الصُّفُوْفِ

وَيَقِفُ الْوَاحِدُ عَنْ يَمِيْنِ الْإِمَامِ وَالْأَكْثَرُ خَلْفَهُ وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخَنَاثٰى ثُمَّ النِّسَاءُ۔

ترجمہ: اور ایک مقتدی امام کے داہنی جانب کھڑا ہو اور ایک سے زیادہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور مرد صف باندھیں پھر بچے پھر خنثی پھر عورتیں۔

سوال: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

جواب: جب حاضرین میں صاحبِ خانہ اور صاحبِ وظیفہ یعنی معین امام اور صاحبِ اقتدار یعنی خلیفہ وغیرہ میں سے کوئی ہو تو یہی لوگ امامت کے حقدار ہیں اگرچہ حاضرین میں کوئی ان سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو جبکہ وہ لوگ جامع شرائط امام ہوں ورنہ وہ لوگ امامت کے اہل نہیں بہتر ہو نادر کنار۔

(۱) ہاں! جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش (بے حیائی کے کاموں) سے بچتا ہو۔

(۲) اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔

(۳) اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں، تو وہ جو زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو۔

(۴) اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا۔

(۵) اس میں بھی برابر ہوں، تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔

(۶) اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔

(۷) پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا۔

(۸) پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو۔

(۹) پھر اچھی آواز والا۔

(۱۰) پھر زیادہ مالدار۔

(۱۱) پھر زیادہ عزت والا۔

(۱۲) پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ اِمامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنایا، تو بُرا کیا، مگر گنہگار نہ ہوئے۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج۲، ص۳۵۰۔ ۳۵۴، وغيره.)

سوال: کن لوگوں کی امامت مکروہِ تحریمی ہے؟

جواب: بد مذہب کہ جس کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو اور فاسق معلن جیسے شرابی، جواری، زناکار، سود خور، چغل خور، وغیرہم جو کبیرہ گناہ بالاعلان کرتے ہیں، ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

("الدر المختار" و"ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج۲، ص۳۵٦۔۳٦۰)

سوال: فاسق کی اقتدا کس نماز میں کر سکتے ہیں؟

جواب: فاسق کی اقتدا نہ کی جائے مگر صرف جمعہ میں کہ اس میں مجبوری ہے، باقی نمازوں میں دوسری مسجد کو چلا جائے اور جمعہ اگر شہر میں چند جگہ ہوتا ہو تو اس میں بھی اقتدا نہ کی جائے، دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، ج۲، ص۳۵۵.)

سوال: کن لوگوں کی امامت مکروہِ تنزیہی ہے؟

جواب: غلام، دہقانی (جاہل)، اندھے، ولد الزنا، امرد، کوڑھی، فالج کی بیماری والے، برص والے کی جس کا برص ظاہر ہو، سفیہ (یعنی بے وقوف کہ تصرّفات مثلاً بیع و شرا (خرید و فروخت) میں دھوکے کھاتا ہو) کی اِمامت مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت اس وقت ہے کہ اس جماعت میں اور کوئی ان سے بہتر نہ ہو اور اگر یہی مستحق اِمامت ہیں تو کراہت نہیں اور اندھے کی اِمامت میں تو بہت خفیف کراہت ہے۔ ("غنية المتملي شرح منية المصلي"، ص۵۱۴.)

مسئلہ: جس کو کم سوجھتا ہے، وہ بھی اندھے کے حکم میں ہے۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج۲، ص۳۵۵.)

سوال: عبد، اعمی، اعرابی، جاہل اور ولد الزنا کی امامت مکروہ کیوں ہے؟

جواب: (۱)غلام کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ وہ آزاد کر دیا گیا ہو کیونکہ آقا کی خدمت میں مشغولی کی وجہ سے بے علم رہ جاتے ہیں لیکن اگر غلام عالم ہو متقی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

(۲)نابینا کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ اندھا ہونے کی وجہ سے نجاست سے نہیں بچ سکتا اور قبلہ کی سمت پر خود قادر نہیں ہو سکتا اور اگر وہ عالم ہو اور اس سے افضل اور کوئی موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۳)اعرابی (گنوار گاؤں کے رہنے والے) کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور یہاں پر اعرابی جاہل اور شہری جاہل دونوں حکم میں برابر ہیں اور اگر یہ عالم ہوں تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۴) جاہل ولد الزنا (حرامی) کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس کا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تربیت نہیں ہو پائی جس کی وجہ سے اس پر جہالت کا غلبہ ہوگا نیز اس کو آگے کرنے سے لوگ نفرت کریں گے جو کہ تقلیل جماعت کا باعث ہے اور جو تقلیل جماعت کا باعث ہو وہ مکروہ ہے اور اگر یہ عالم ہو تو مکروہ نہیں ہے۔اور اگر مذکورہ افراد قوم میں زیادہ علم و فضل والے ہوں تو ان کو امام بنانا اولی ہے۔

سوال: نماز کو لمبا کرنا کیسا ہے؟

جواب: امام کا لوگوں کو لمبی نماز پڑھانا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی مقدارِ مسنون سے زائد لمبا کرنا۔بہار شریعت جلد ا ص ۵۶۸ پر ہے: امام کو چاہیے کہ جماعت کی رعایت کرے اور قدر مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۷)

سوال: ننگوں اور عورتوں کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ننگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اسی طرح اگر صرف عورتیں جماعت کریں تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اس لئے کہ صرف عورتوں کی جماعت ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص:۸۰ میں ہے: ''يُكْرَهُ إِمَامَةُ الْمَرْأَةِ لِلنِّسَاءِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ إِلَّا فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ هَكَذَا فِي النِّهَايَةِ''۔(''الفتاوى الهندية''، كتاب الصلاة، الباب الخامس، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما لغيره، ج۱، ص۸۵)

پس اگر کراہت کے باوجود ننگے اور عورتوں نے جماعت کی تو ان کا امام ان کے بیچ میں کھڑا ہو گا نہ کہ مردوں کی طرح آگے۔

سوال: کن لوگوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟

جواب: وہ بدمذہب جس کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچ گئی ہو، جیسے رافضی اگرچہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحبت سے انکار کرتا ہو، یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ اقدس میں تبرّا کہتا ہو۔ قدری، جہمی، مشبہ اور وہ جو قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور وہ جو شفاعت یا دیدار الٰہی یا عذابِ قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے، ان کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ ("غنية المتملي"، الأولى بالإمامة، ص۵۱۴.) اس سے سخت تر حکم وہابیۂ زمانہ کا ہے کہ اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔ یا جس کی قراءت اتنی غلط ہو جس سے معنی فاسد ہو جائیں۔

سوال: امام کے پیچھے ایک، دو، یا دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو کہاں کھڑے ہوں؟

جواب: اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کے برابر دہنی جانب کھڑا ہو، بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں، برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، دو سے زائد کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی۔

("الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج۲، ص۳۷۰.)

امام کی برابر کھڑے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی اس کے پاؤں کا گِٹّا اُس کے گِٹّے سے آگے نہ ہو، سر کے آگے پیچھے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، تو اگر امام کے برابر کھڑا ہوا اور چونکہ مقتدی امام سے دراز قد ہے لہٰذا سجدے میں مقتدی کا سر امام سے آگے ہوتا ہے، مگر پاؤں کا گِٹّا گِٹّے سے آگے نہ ہو تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر مقتدی کے پاؤں بڑے ہوں کہ اُنگلیاں امام سے آگے ہیں جب بھی حرج نہیں، جب کہ گِٹّا آگے نہ ہو۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: إذا صلى الشافعي... إلخ، ج۲، ص۳۶۸.)

سوال: ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو اب کیا کریں گے؟

جواب: ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے خود یا آنے والے نے اس کو کھینچا، خواہ تکبیر کے بعد یا پہلے یہ سب صورتیں جائز ہیں، جو ہو سکے کرے اور سب ممکن ہیں تو اختیار ہے، مگر مقتدی جبکہ ایک ہو تو اس کا پیچھے ہٹنا افضل ہے اور دو ہوں تو امام کا آگے بڑھنا، اگر مقتدی کے کہنے سے امام آگے بڑھا یا مقتدی پیچھے ہٹا اس نیت سے کہ یہ کہتا ہے اس کی مانوں، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور حکم شرع بجالانے کے لئے ہو تو کچھ حرج نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: هل الاساءۃ... إلخ، ج۲، ص۳۷۰.)

سوال: صفوں کی ترتیب کیا ہونی چاہئے؟

جواب: مرد اور بچے اور خنثیٰ (ہجڑے) اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، ج۲، ص۳۷۷.)

فَصْلٌ فِيمَا يَفْعَلُهُ الْمُقْتَدِي بَعْدَ فَرَاغِ إِمَامِهِ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کو مقتدی اپنے امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا

لَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِيْ مِنَ التَّشَهُّدِ يُتِمُّهُ وَلَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ قَبْلَ تَسْبِيحِ الْمُقْتَدِيْ ثَلَاثًا فِي الرُّكُوعِ أَوِ السُّجُوْدِ يُتَابِعُهُ وَلَوْ زَادَ الْإِمَامُ سَجْدَةً أَوْ قَامَ بَعْدَ الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ سَاهِيًا لَا يَتْبَعُهُ الْمُؤْتَمُّ وَإِنْ قَيَّدَهَا سَلَّمَ وَحْدَهُ وَإِنْ قَامَ الْإِمَامُ قَبْلَ الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ سَاهِيًا اِنْتَظَرَهُ الْمَأْمُوْمُ فَإِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِيْ قَبْلَ أَنْ يُقَيِّدَ إِمَامُهُ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ فَسَدَ فَرْضُهُ وَكُرِهَ سَلَامُ الْمُقْتَدِيْ بَعْدَ تَشَهُّدِ الْإِمَامِ قَبْلَ سَلَامِهِ۔

ترجمہ: اگر امام مقتدی کے تشہد سے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدی تشہد کو پورا کرے گا اور اگر امام رکوع یا سجدے میں مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح پڑھنے سے پہلے اپنے سر کو اٹھالے تو مقتدی اپنے امام کی متابعت کرے گا اور گر ایک سجدہ زیادہ کیا یا قعدہ ٔاخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی امام کی اتباع نہیں کرے گا۔ اور اگر امام اس قعدہ ٔاخیرہ کے بعد کی رکعت کو(سجدے کے ساتھ) مقید کر دیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے۔ اور اگر امام قعدہ ٔاخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کا انتظار کرے گا پس اگر اس سے پہلے کہ امام زائد رکعت کو سجدے کے ساتھ مقید کرے مقتدی سلام پھیر دے تو اس کا فرض فاسد ہو جائے گا۔ اور مکروہ قرار دیا گیا ہے مقتدی کا سلام پھیر لینا امام کے تشہد پڑھنے کے بعد امام کے سلام سے پہلے۔

سوال: اگر امام نے مقتدی کے تشہد پڑھنے سے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا مقتدی امام کی متابعت کرے گا یا نہیں؟

جواب: قعدہ ٔاخیرہ میں ابھی مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ مقتدی اپنی تشہد پوری کر کے سلام پھیرے کیونکہ تشہد پڑھنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی

واجب ہے۔ اور دونوں کو جمع کرنا بھی ممکن ہے اور اگر مقتدی نے تشہد پوری نہ پڑھی بلکہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔

سوال: اور اگر امام نے رکوع و سجود میں مقتدی کے تین بار تسبیح پڑھنے سے پہلے اپنا سر اٹھالیا تو مقتدی کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام نے رکوع یا سجدے سے سر اٹھالیا اور مقتدی نے ابھی تین مرتبہ تسبیح پوری نہیں کی تو اس صورت میں مقتدی امام کی متابعت کرے گا یعنی تسبیح کو ترک کر کے امام کا ساتھ دے، کیونکہ امام کی متابعت واجب ہے اور تین بار تسبیح پڑھنا سنت ہے اور ترک سنت تاخیر واجب سے اولیٰ ہے۔

سوال: اگر امام دو سے زیادہ سجدہ کرے یا قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام دو سجدے کرنے کے بعد تیسرے سجدے کے لئے چلا جائے تو مقتدی امام کی اتباع نہ کرے۔ اسی طرح اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے مثلاً چار رکعت والی نماز میں چوتھی رکعت میں تشہد پڑھنے کے بعد پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں بھی مقتدی امام کی متابعت نہ کرے یعنی کھڑا نہ ہو بلکہ انتظار کرے، اگر امام پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آئے تو مقتدی اس کے ساتھ ہو جائے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے سجدہ سہو کے ساتھ، اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا ہی سلام پھیرے مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔ اب امام کا انتظار نہ کرے۔

سوال: اور اگر قعدۂ اخیرہ کئے بغیر بھول کر امام اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اور اگر امام چار رکعت والی نماز میں قعدۂ اخیرہ کئے بغیر بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں بھی مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ قعدہ میں ہی انتظار کرے اگر پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے امام لوٹ آئے تو مقتدی اس کی متابعت کرے اور اگر مقتدی نے امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو امام و مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو گئی۔

سوال: اگر مقتدی نے امام کے تشہد پڑھ لینے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: امام نے تشہد پڑھ لی لیکن امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا کہ مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے نماز واجب الاعادہ ہوگی کہ امام کی متابعت جو کہ واجب ہے ترک ہوگئی۔

فَصْلٌ فِيْ صِفَةِ الْأَذْكَارِ

یہ فصل اذکار کی صفت کے بیان میں ہے

اَلْقِيَامُ اِلَى السُّنَّةِ مُتَّصِلًا بِالْفَرْضِ مَسْنُوْنٌ وَعَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيْ لَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْأَوْرَادِ بَيْنَ الْفَرِيْضَةِ وَالسُّنَّةِ وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ بَعْدَ سَلَامِهٖ أَنْ يَتَحَوَّلَ اِلٰى يَسَارِهٖ لِتَطَوُّعٍ بَعْدَ الْفَرْضِ وَأَنْ يَسْتَقْبِلَ بَعْدَهُ النَّاسَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ وَيَقْرَءُوْنَ آيَةَ الْكُرْسِيْ وَالْمُعَوَّذَاتِ۔

ترجمہ: فرض نماز کے بعد متصلاً سنت کی جانب (سنت کے لئے) کھڑا ہو جانا مسنون ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام کے لئے اپنے سلام پھیرنے کے بعد مستحب ہے فرض کے بعد نفل پڑھنے کے لئے بائیں طرف گھوم جانا اور نفل کے بعد لوگوں کا استقبال کرنا۔ اور اللہ سے استغفار (بخشش چاہیں) تین بار کریں۔ اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھیں۔

وَيُسَبِّحُوْنَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَيَحْمَدُوْنَهٗ كَذٰلِكَ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ كَذٰلِكَ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ثُمَّ يَدْعُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ رَافِعِيْ أَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ فِيْ آخِرِهٖ۔

ترجمہ: اور ۳۳بار سبحن اللہ کہیں اور اتنی ہی بار الحمد للہ کہیں اور اتنی ہی بار اللہ اکبر کہیں۔ پھر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير کہیں۔ اور پھر اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں۔ پھر دعا کے آخر میں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیں۔

سوال: فرض نماز پڑھنے کے بعد کیا کریں؟

جواب: فرض نماز کے بعد امام بلا کسی تاخیر کے فوراً سنتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے کہ یہ مسنون ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد طویل دعا و اوراد و وظائف میں مشغول نہ ہو بلکہ مستحب ہے کہ فرض و سنت کے

درمیان مختصر سا فصل کرے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تھے تو "اللهم انت والسلام ومنك السلام والیك یعود السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام" کہنے کی مقدار ٹھہرتے تھے پھر سنت ادا کرنے کھڑے ہوتے تھے۔

جبکہ شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ فرض و سنت کے درمیان اوراد و ظائف کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اوراد و ظائف کو سنتوں کے بعد پڑھے۔

سوال: امام فرض کے بعد کس جانب کو گھومے؟

جواب: فرض نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کے لئے امام بائیں طرف کو ہٹ جائے اور جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہیں جیسے فجر و عصر تو ان کے بعد، اور جن نماز کے بعد سنت ہیں تو سنت و نفل کے بعد امام لوگوں کی طرف اپنا رخ کرے جبکہ سامنے کوئی نماز نہ پڑھتا ہو ورنہ دائیں جانب یا بائیں جانب گھوم جائے اور مندرجہ ذیل وظائف امام مقتدی دونوں پڑھیں کہ مستحب ہے۔

۳ بار استغفر اللہ۔۔ ا بار آیۃ الکرسی۔۔ ا بار سورۂ فلق۔۔ ا بار سورۂ ناس۔۔ ۳۳ بار سبحٰن اللہ۔۔ ۳۳ بار الحمدللہ۔۔ ۳۳ بار اللہ اکبر۔۔ ا بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شيئ قدير۔ پھر دعا مانگیں اور دعا کے وقت ہاتھ سینے تک اٹھائیں اور اپنے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کریں، پھر دعا کے بعد اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیں۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں

وَهُوَ ثَمَانِيَةٌ وَسِتُّوْنَ شَيْئًا اَلْكَلِمَةُ وَلَوْ سَهْوًا أَوْ خَطأً وَالدُّعَاءُ بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَنَا وَالسَّلَامُ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ وَلَوْ سَاهِيًا وَرَدُّ السَّلَامِ بِلِسَانِهِ أَوْ بِالْمُصَافَحَةِ وَالْعَمَلُ الْكَثِيْرُ وَتَحْوِيْلُ الصَّدْرِ عَنِ الْقِبْلَةِ وَأَكْلُ شَيْءٍ مِنْ خَارِجِ فَمِهِ وَلَوْ قَلَّ۔

ترجمہ: اور وہ ۶۸ چیزیں ہیں۔(۱) بات کرنا اگرچہ بھول کر یا غلطی سے ہو۔(۲) اور دعا کرنا ایسی چیز کی جو ہمارے کلام کے مشابہ ہو۔(۳) اور تحیت (تعظیم) کی نیت سے سلام کرنا اگرچہ بھول کر ہو۔(۴) اور سلام کا جواب دینا اپنی زبان سے یا مصافحہ سے۔(۵) اور عمل کثیر کرنا۔(۶) اور قبلے سے سینے کا پھر جانا۔(۷) اپنے منہ کے باہر سے کسی چیز کا کھانا اگرچہ وہ کم ہو۔

وَأَكْلُ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَهُوَ قَدْرُ الْحِمَّصَةِ وَشُرْبُهُ وَالتَّنَحْنُحُ بِلَا عُذْرٍ وَالتَّأْفِيْفُ وَالْأَنِيْنُ وَالتَّأَوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيْبَةٍ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ وَتَشْمِيْتُ عَاطِسٍ بِيَرْحَمُكَ اللهُ۔

ترجمہ: (۸) اور ایسی چیز کا کھانا جو اس کے دانتوں کے درمیان ہو اور وہ چنے کے برابر ہو۔(۹) اور پینا۔(۱۰) اور بغیر عذر کے کھنکھارنا۔(۱۱) اور اف اف کرنا۔(۱۲) اور آہ آہ کرنا۔(۱۳) اور اوہ اوہ کرنا۔(۱۴) اور درد یا مصیبت کی وجہ سے رونے کی آواز کا بلند ہو جانا نہ کہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے۔(۱۵) اور یرحمك الله کے ذریعہ چھینکنے والے کو جواب دینا۔

سوال: نماز کو توڑنے والی کتنی چیزیں ہیں؟

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق نماز کو توڑنے والی ۶۸ چیزیں ہیں۔

سوال: مفسدات نماز میں سے ۱۵ بیان کریں۔

جواب: (۱) نماز کے اندر کلام کرنا عمداً ہو یا خطأً یا سہواً ہو خواہ مفید یا غیر مفید۔

(۲) نماز میں ایسی دعا مانگنا جو بندوں کے کلام کے مشابہ ہو یعنی جس کا بندوں سے مانگنا محال نہ ہو جیسے اللهم البسنی ثوب کذا۔ اللهم اطعمنی کذا وغیرہ۔

(۳) کسی شخص کو سلام کرنے کے ارادے سے السلام علیکم کہنا یا صرف السلام کہنا خواہ عمداً ہو یا سھواً۔

(۴) نماز میں کسی کے سلام کا زبان سے جواب دینا خواہ عمداً ہو یا سھواً۔ اسی طرح سلام کا جواب دینے کی نیت سے مصافحہ کرنا۔

(۵) عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے جبکہ نہ نماز کے اعمال سے ہو نہ ہی اصلاح نماز کے لئے کیا گیا ہو۔

(٦) بلا عذر سینے کو سمت قبلہ سے ۴۵ درجہ یا اس سے زیادہ پھیرنا مفسد نماز ہے اور اگر عذر سے ہو تو مفسد نہیں مثلاً حدث یعنی وضو ٹوٹ جانے کا گمان ہوا اور منہ پھیرا ہی تھا کہ گمان کی غلطی ظاہر ہوئی تو اگر مسجد سے خارج نہ ہوا ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

(۷) نماز شروع کرنے کے بعد منہ کے باہر سے معمولی سا بھی کھانا مثلاً تل بغیر چبائے نگل لیا تو نماز فساد ہو گئی۔

(۸) نماز شروع کرنے سے پہلے ہی کوئی چیز دانتوں میں موجود تھی اسے نگل لیا تو اگر وہ چنے کے برابر یا اس سے زیادہ تھی تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر چنے سے کم تھی تو مکروہ ہے۔

(۹) نماز شروع کرنے کے بعد منہ کے باہر سے پیا مثلاً قطرہ منہ میں گرا اور نگل لیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

(۱۰) بغیر عذر کے کھنکھارنا کہ کھنکھارنے میں جب دو حروف ظاہر ہوں جیسے اخ تو مفسد نماز ہے۔ ہاں اگر عذر یا صحیح مقصد ہو مثلاً طبیعت کا تقاضا ہو یا آواز صاف کرنے کے لئے ہو یا امام کو لقمہ دینا مقصود ہو یا کوئی آگے سے گزر رہا ہو اس کو متوجہ کرنا ہو ان وجوہات کی بنا پر کھنکھارنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۱۱)(۱۲)(۱۳)(۱۴) آہ، اوہ، اف تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے، ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی، اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں، نیز جنت و دوزخ کی یاد میں اگر یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ اسی طرح امام کا پڑھنا پسند آیا اس پر رونے لگا اور ارے، نعم، ہاں زبان سے نکلا کوئی حرج نہیں، کہ یہ خشوع کے باعث ہے، اور اگر خوش گلوئی کے سبب کہا تو نماز جاتی رہی۔

(۱۵) کسی کے چھینک کا جواب دینا یعنی یرحمك الله کے ذریعہ۔ اور اگر نماز میں خود کو چھینک آئے تو خاموش رہے اگر الحمدلله کہہ لیا تب بھی حرج نہیں، اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو نماز سے فارغ ہو کر کہے۔

سوال: عمل کثیر اور عمل قلیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے سے ایسا لگے کہ یہ نماز میں نہیں ہے بلکہ اگر گمان بھی غالب ہو کہ نماز میں نہیں تب بھی عمل کثیر ہے اور اگر دور سے دیکھنے والے کو شک وشبہ ہے کہ نماز میں ہے یا نہیں تو عمل قلیل ہے اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

وَجَوَابُ مُسْتَفْهِمٍ عَنْ نِدٍّ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَخَبَرٍ سُوْءٍ بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَسَارٍّ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَجَبٍ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَوْ سُبْحَانَ اللهِ وَكُلُّ شَيْءٍ قُصِدَ بِهِ الْجَوَابُ كَيَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ وَرُؤْيَةُ مُتَيَمِّمٍ مَاءً وَتَمَامُ مُدَّةِ مَاسِحِ الْخُفِّ وَنَزْعُهُ وَتَعَلُّمُ الْأُمِّيِّ آيَةً۔

ترجمہ: (١٦) اور اللہ کے شریک کے متعلق پوچھنے والے کا جواب لا الہ الا اللہ سے دینا۔ اور بری خبر کا جواب انا للہ وانا الیہ راجعون سے دینا۔ اور اچھی خبر کا جواب الحمدللہ سے دینا۔ اور عجیب خبر کا جواب لا الہ الا للہ یا سبحن اللہ سے دینا۔ (١٧) اور ہر ایسی چیز جس سے جواب کا قصد کیا گیا ہو جیسے یا یحییٰ خذ الکتاب۔ (١٨) اور تیمم کرنے والے کا پانی کو دیکھ لینا۔ (١٩) اور موزے پر مسح کرنے والے کی مدت کا ختم ہو جانا۔ (٢٠) اور موزے کا نکل جانا۔ (٢١) اور امی کا کسی آیت کو سیکھ لینا۔

وَوِجْدَانُ الْعَارِيْ سَاتِرًا وَقُدْرَةُ الْمُوْمِيْ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَتَذَكُّرُ فَائِتَةٍ لِذِي تَرْتِيْبٍ وَاِسْتِخْلَافُ مَنْ لَا يَصْلُحُ إِمَامًا وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ فِي الْفَجْرِ وَزَوَالُهَا فِي الْعِيْدَيْنِ وَدُخُوْلُ وَقْتِ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ وَسُقُوْطُ الْجَبِيْرَةِ عَنْ بُرْءٍ وَزَوَالُ عُذْرِ الْمَعْذُوْرِ۔

ترجمہ: (٢٢) اور ننگے کا کسی ستر چھپانے والی چیز کو پالینا۔ (٢٣) اور اشارے سے نماز پڑھنے والے کا رکوع وسجود پر قادر ہو جانا۔ (٢٤) اور صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز کا یاد آجانا۔ (٢٥) اور اس شخص کو خلیفہ بنانا جو امام بننے کے قابل نہ ہو۔ (٢٦) اور نماز فجر میں سورج کا نکل آنا۔ (٢٧) اور عیدین میں سورج کا ڈھل جانا۔ (٢٨) اور جمعہ میں عصر کے وقت کا داخل ہو جانا۔ (٢٩) اور اچھا ہونے کی وجہ سے جبیرہ کا گر جانا۔ (٣٠) اور معذور کے عذر کا ختم ہو جانا۔

سوال: مفسدات نماز میں سے ۱۵ بیان کریں۔

جواب: **(۱۶)** کسی نے پوچھا کہ کیا خدا کا کوئی شریک ہے تو اس کے جواب میں نمازی نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو نماز فساد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں کوئی بری خبر سنی مثلاً موت کی اور نمازی نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں کوئی خوشی کی خبر سنی مثلاً بیٹے کی ولادت کی اور نمازی نے الحمدللہ کہا نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں کوئی تعجب کی خبر سنی اور اس کے جواب میں نمازی نے لا الہ الا اللہ یا سبحن اللہ کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۷) نماز میں ہر ایسی بات جس سے جواب مقصود ہو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مثلا یحییٰ نامی شخص نے نمازی سے کتاب مانگی اس پر نمازی نے جواب دیا یا یحییٰ خذ الکتاب تو نماز فساد ہو گئی۔

(۱۸) اگر تیمم کر کے نماز پڑھنے والے کو حالتِ نماز میں پانی مل جائے جسے وہ استعمال کر سکتا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(۱۹) اگر کوئی شخص موزے پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور دوران نماز مسح کی مدت پوری ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۰) اسی طرح اگر نماز کے درمیان میں موزہ اتر گیا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۱) اگر امی نماز میں کوئی آیت سیکھ جائے خواہ سن کر یا بھولی ہوئی آیت یاد آ گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۲) جو شخص کسی عذر کی وجہ سے ننگے نماز پڑھ رہا تھا اور دوران نماز ستر چھپانے کے لئے کپڑا مل جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۳) اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے اشارہ سے نماز پڑھ رہا تھا اور دوران نماز رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۴) اگر کوئی شخص صاحب ترتیب ہو اور اس کو دوران نماز قضا نماز یاد آ گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۵) اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے اور اس نے ایسے شخص کو خلیفہ بنا دیا جو امامت کے لائق نہ ہو مثلاً امی یا معذور کو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۶) اگر کسی شخص نے نماز فجر ایسے وقت میں شروع کی کہ آفتاب نکلنے کے قریب تھا اور دوران نماز آفتاب نکل آیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

(۲۷) عیدین کی نماز ایسے وقت میں شروع کی کہ ابھی وقت تھا لیکن دوران نماز آفتاب ڈھل گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

(۲۸) جمعہ کی نماز ایسے وقت میں شروع کی کہ دوران نماز عصر کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۹) اگر کسی نے زخم پر جبیرہ (پٹی) باندھی تھی اور اس پر مسح کر کے نماز شروع کی اور دوران نماز زخم کے اچھا ہونے کی وجہ سے وہ جبیرہ گر گئی تو نماز فساد ہو گئی، اور اگر ابھی زخم اچھا نہیں ہوا تو فاسد نہ ہوئی۔

(۳۰) اگر کوئی شخص معذور ہو اور دوران نماز اس کا عذر جاتا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَالْحَدَثُ عَمْدًا أَوْ بِصُنْعِ غَيْرِهٖ وَالْإِغْمَاءُ وَالْجُنُوْنُ وَالْجَنَابَةُ بِنَظَرٍ أَوْ اِحْتِلَامٍ وَمُحَاذَاةُ الْمُشْتَهَاةِ فِيْ صَلَاةٍ مُطْلَقَةٍ مُشْتَرِكَةٍ تَحْرِيْمَةً فِيْ مَكَانٍ مُتَّحِدٍ بِلَا حَائِلٍ وَنَوٰى إِمَامَتَهَا وَظُهُوْرُ عَوْرَةِ مَنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ وَلَوْ اضْطَرَّ اِلَيْهِ كَكَشْفِ الْمَرْأَةِ ذِرَاعَهَا لِلْوُضُوْءِ وَقِرَاءَتُهٗ ذَاهِبًا أَوْ عَائِدًا لِلْوُضُوْءِ وَمَكْثُهٗ قَدْرَ أَدَاءِ رُكْنٍ بَعْدَ سَبْقِ الْحَدَثِ مُسْتَيْقِظًا وَمُجَاوَزَتُهٗ مَاءً قَرِيْبًا لِغَيْرِهٖ وَخُرُوْجُهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ بِظَنِّ الْحَدَثِ۔

ترجمه: (۳۱) اور جان بوجھ کر حدث کرنا یا کسی دوسرے کے فعل سے (۳۲) اور بے ہوش ہو جانا۔ (۳۳) اور پاگل ہو جانا۔ (۳۴) اور دیکھنے یا احتلام کی وجہ سے جنبی ہو جانا۔ (۳۵) اور قابل شہوت عورت کا مطلق نماز میں برابر میں آجانا جو تحریمہ کے اعتبار سے مشترک ہو ایک ہی جگہ میں بلا کسی آڑ کے اور امام نے اس عورت کی نیت بھی کی ہو۔ (۳۶) اور اس شخص کے ستر کا ظاہر ہو جانا جس کو حدث پیش آیا ہو اگرچہ وہ اس کی طرف مجبور ہو جیسے وضو کے لئے عورت کا اپنی کلائیوں کو کھولنا۔ (۳۷) اور اس کا قراءت کرنا وضو کے لئے جانے یا لوٹنے کی حالت میں۔ (۳۸) اور اس کا ٹھہر جانا ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر حدث لاحق ہونے کے بعد بیداری کی حالت میں۔ (۳۹) اور اس کا قریب پانی سے آگے بڑھ جانا اس کے علاوہ کی طرف۔ (۴۰) اور اس کا نکل جانا مسجد سے حدث کے گمان سے۔

سوال: مفسدات نماز میں سے ۱۰ بیان کریں۔

جواب: (۳۱) اگر کوئی شخص نماز کے دوران جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالے مثلا دوران نماز عمداً منہ بھر قے کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر بلا اختیار ہوئی تو وضو ٹوٹا نماز نہ ٹوٹی، بناء کر سکتا ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے کے فعل سے حدث ہوا مثلاً کسی نے پتھر مارا جس سے خون بہنے لگا تو نماز فاسد ہو گئی اور بنا بھی نہیں کر سکتا۔

(۳۲) اگر کوئی شخص دوران نماز بے ہوش ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

(۳۳) اگر کوئی شخص دوران نماز پاگل ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

(۳۴) نمازی کے سامنے سے خوبصورت عورت گزری اور اس کی اس پر نظر پڑی جس کی وجہ سے نمازی کو جنابت لاحق ہو گئی یا نماز میں اونگھ آگئی اور احتلام ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی۔

(۳۶) اگر کسی شخص کو نماز میں حدث پیش آیا اور وضو کے لئے گیا اور وضو میں اس کا ستر کھل گیا خواہ خود کھولا یا خود بخود کھلا خواہ ضرورتاً ہو یا بلا ضرورت مثلا عورت نے وضو کے لئے اپنی کلائیوں کو کھولا تو نماز فاسد ہو گئی۔

(۳۷) اگر حدث پیش آنے کے بعد وضو کے لئے جاتے ہوئے یا آتے ہوئے قراءت کی تو نماز فاسد ہو گئی اور بناء جائز نہیں ہو گی، کیونکہ بناء کے لئے شرط ہے کہ کوئی رکن چلتے ہوئے ادا نہ کرے، اور قراءت ایک رکن ہے۔

(۳۸) اگر نماز میں حدث پیش آنے کے بعد بیداری کی حالت میں بلا عذر اس قدر ٹھہرا رہا کہ اس وقفے میں ایک رکن ادا کر لیتا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر عذر کی وجہ سے یا سونے کی حالت میں ٹھہرا تو فاسد نہیں ہو گی۔

(۳۹) دورانِ نماز حدث پیش آنے کے بعد وضو کے لئے گیا تو قریب میں جو پانی تھا اس کو چھوڑ کر دور والے پانی کی طرف گیا اور دو صفوں سے زیادہ بڑھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر دو صفوں سے زیادہ نہیں بڑھا تو فاسد نہ ہوئی۔

(۴۰) کسی کو نماز میں حدث کا گمان ہوا اور مسجد سے باہر نکل آیا پھر معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر مسجد سے نہ نکلا تو فاسد نہ ہو گی۔

سوال: عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی۔ اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

جواب: عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی اس کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) عورت مشتہات ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے، اگرچہ نابالغہ ہو اور مشتہات میں سن کا اعتبار نہیں نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی، جب کہ اُس کا جُثہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں، تو نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو۔ بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہات ہے، وہ عورت اگر اس کی زوجہ ہو یا محارم میں ہو، جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی، (۲) کوئی چیز اُنگلی برابر موٹی اور ایک ہاتھ اونچی حائل نہ ہو، نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے، نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے کسی عضو سے محاذی نہ ہو، (۳) رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہو، اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہو گی، (۴) وہ نماز دونوں میں تحریمۃً مشترک ہو یعنی عورت نے اس کی اقتدا کی ہو یا دونوں نے کسی امام کی، اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو، تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں تو فاسد نہ ہو گی، مکروہ ہو گی، (۵) ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں، حقیقۃً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور مسبوق امام کے پیچھے، نہ حقیقۃً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے، (۶) دونوں ایک ہی جہت کو متوجہ ہوں اگر جہت بدل جائے، جیسے تاریک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو ایک طرف امام کا منہ ہے اور دوسری طرف مقتدی کا یا کعبہ معظمہ میں پڑھی اور جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی، (۷) عورت عاقلہ ہو، مجنونہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہو گی، (۸) امام نے اِمامت زناں (عورتوں کی امامت) کی نیّت کر لی ہو، اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر اِمامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت ہی کی فاسد ہو گی مرد کی نہیں، (۹) اتنی دیر تک محاذات رہے کہ ایک کامل رکن ادا ہو جائے یعنی بقدر تین تسبیح کے، (۱۰) دونوں نماز پڑھنا جانتے ہوں، (۱۱) مرد عاقِل بالغ ہو۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس، ج۱، ص۸۹)

وَمُجَاوَزَتُهُ الصُّفُوْفَ فِيْ غَيْرِهٖ بِظَنِّهٖ وَانْصِرَافُهُ ظَانًّا اَنَّهُ غَيْرُ مُتَوَضِّىءٍ أَوْ أَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهٖ انْقَضَتْ أَوْ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً أَوْ نَجَاسَةً وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ۔ وَفَتْحُهُ عَلٰى غَيْرِ إِمَامِهٖ وَالتَّكْبِيْرُ بِنِيَّةِ الْاِنْتِقَالِ لِصَلَاةٍ أُخْرٰى غَيْرَ صَلَاتِهٖ إِذَا حَصَلَتْ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتُ قَبْلَ الْجُلُوْسِ الْأَخِيْرِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ۔

ترجمہ: (۴۱) اور مسجد کے علاوہ میں اس کا صفوں سے گزر جانا حدث کے گمان سے۔ (۴۲) اور اس کا پھر جانا اس گمان سے کہ وہ وضو سے نہیں ہے یا یہ کہ اس کے مسح کی مدت پوری ہو گئی یا یہ کہ اس پر کوئی فوت شدہ نماز ہے یا اس پر کوئی ناپاکی ہے

اگرچہ وہ مسجد سے نہ نکلا ہو۔(۴۳)اور اپنے امام کے علاوہ کو اس کا لقمہ دینا۔(۴۴)اور تکبیر کہنا اپنی نماز کے علاوہ دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کی نیت سے، جبکہ حاصل ہوئی ہوں یہ مذکورہ چیزیں آخری قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے۔

وَيُفْسِدُهَا أَيْضًا مَدُّ الْهَمْزَةِ فِي التَّكْبِيْرِ وَقِرَاءَةُ مَا لَا يَحْفَظُهُ مِنْ مُصْحَفٍ وَأَدَاءُ رُكْنٍ أَوْ إِمْكَانُهُ مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ أَوْ مَعَ نَجَاسَةٍ مَانِعَةٍ وَمُسَابَقَةُ الْمُقْتَدِيْ بِرُكْنٍ لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ إِمَامُهُ وَمُتَابَعَةُ الْإِمَامِ فِيْ سُجُوْدِ السَّهْوِ لِلْمَسْبُوْقِ وَعَدَمُ إِعَادَةِ الْجُلُوْسِ الْأَخِيْرِ بَعْدَ أَدَاءِ سَجْدَةٍ صُلْبِيَّةٍ تَذَكَّرَهَا بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔

ترجمه:(۴۵)اور تکبیر میں ہمزہ کو کھینچنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔(۴۶)اور قرآن میں سے اس حصہ کا پڑھنا جو اس کو یاد نہ ہو۔(۴۷)اور ایک رکن کا ادا کرنا یا اس کا امکان ہونا کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ساتھ۔(۴۸)کسی رکن کو مقتدی کا پہلے کر لینا جس میں اس کا امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا۔(۴۹)اور مسبوق کا سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا۔(۵۰) اور قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا سجدہ صلبیہ کے ادا کرنے کے بعد جس کو قعدہ کے بعد یاد کیا۔

سوال: مفسدات نماز میں سے ۱۰ بیان کریں۔

جواب: (۴۱) اگر مسجد کے علاوہ میدان وغیرہ میں نماز پڑھتا ہو اور حدث کے گمان سے نماز سے پھر گیا اور آخری صف سے باہر ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدث نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

مسئله: مسجد ہو تو مسجد سے اور مسجد نہ ہو تو آخری صف سے باہر ہو جانا بغیر عذر متحقق کے مفسد نماز ہے۔

(۴۲) اگر کسی شخص کو نماز میں گمان ہوا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کر دی ہے، یا کسی نے موزوں پر مسح کر کے نماز شروع کی تھی اور اس کو دوران نماز یہ گمان ہوا کہ مسح کی مدت پوری ہو گئی یا نماز میں صاحب ترتیب کو یہ گمان ہوا کہ اس کی کوئی قضا نماز باقی ہے، یا اپنے کپڑے میں داغ دیکھا اور اس کو نجاست سمجھ لیا اور نماز سے نکل گیا تو ان تمام صورتوں میں نکلتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو۔ کیونکہ یہ نکلنا نماز کو چھوڑنے کے لئے ہے۔

(۴۳) اگر نمازی نے اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے کو لقمہ دیا تو دینے اور لینے والے کی نماز فاسد ہو گئی۔

(۴۴) اگر ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف اللہ اکبر کہہ کر منتقل ہوگیا تو پہلی نماز فاسد ہوگئی۔ مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا تھا اور دوران نماز نئی تکبیر کہہ کر عصر کے فرض یا اور کوئی دوسری نماز شروع کردی تو ظہر کے فرض فاسد ہوگئے۔

سوال: ''اذاحصلت ھذہ المذکورات قبل الجلوس الخیر مقدار التشہد'' سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفسدات نماز کی جتنی صورتیں بیان ہوئی ہیں ان سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جبکہ قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد نہ بیٹھا ہو اور اگر قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد مفسدات نماز میں سے کوئی صورت پیش آئی تو اس کی نماز ہوگئی مگر سلام کے چھوٹ جانے سے ترک واجب ہوا، اس لئے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔

(۴۵) تکبیرات انتقالات میں اللہ اکبر کے الف کو دراز کیا یعنی آللہ یا آکبر کہا یا ب کے بعد الف بڑھایا یعنی اکبار کہا تو نماز فاسد ہوگئی، اور اگر تکبیر تحریمہ میں ایسا ہوا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔ اکثر مکبر یہ غلطیاں زیادہ کرتے ہیں اور یوں اپنی اور دوسروں کی نمازیں غارت کرتے ہیں لہذا جو ان احکام کو اچھی طرح نہ جانتا ہو اسے مکبر نہیں بننا چاہئے۔

(۴۶) مصحف شریف سے یا کسی کاغذ سے یا محراب وغیرہ میں لکھا ہوا دیکھ کر قرآن پڑھنا مفسد نماز ہے، ہاں اگر یاد پر پڑھ رہا ہے اور مصحف یا محراب وغیرہ پر صرف نظر ہے تو حرج نہیں، اور اگر کسی کاغذ وغیرہ پر آیات لکھی ہیں اسے دیکھا اور سمجھا مگر پڑھا نہیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴۷) اگر نمازی کا ستر عورت بقدر چوتھائی عضو کے کھل گیا اور اس نے اسی حالت میں کوئی رکن ادا کرلیا یا رکن تو ادا نہیں کیا لیکن اس حالت میں اتنا عرصہ گزر گیا کہ کم سے کم اس میں ایک رکن ادا ہوسکتا ہے جس کی مقدار تین بار سبحن اللہ کہنے کے برابر ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

اسی طرح اگر نماز میں کہیں سے ایسی ناپاکی لگ گئی جو مانع صلوۃ ہے اور اس کے ساتھ ایک رکن ادا کرلیا یا تین بار سبحن اللہ کہنے کی مقدار گزر گئی تو نماز فاسد ہوگئی۔

(۴۸) مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کو ادا کرلینا مفسد نماز ہے۔ جیسے مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کرلیا اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے مقتدی نے اپنا سر اٹھالیا کہ اس طرح امام شریک نہ ہو سکا۔

(۴۹) اگر مسبوق نے سجدۂ سہو میں اپنے امام کی پیروی اس وقت کی جبکہ وہ امام سے الگ ہو چکا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً جب امام نے سلام پھیر دیا اور مسبوق اپنی باقی ماندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور سجدہ بھی کرلیا اب امام کو یاد آیا کہ سجدۂ سہو باقی ہے چنانچہ امام نے سجدۂ سہو کیا اور مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کیا تو اس صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۵۰) ایک آدمی نے قعدۂ اخیرہ کرلیا پھر اس کو یاد آیا کہ میرا نماز کا ایک سجدہ باقی ہے چنانچہ اس نے وہ سجدہ کرلیا اور پھر قعدہ کا اعادہ نہیں کیا بلکہ سجدہ کرکے فوراً سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال: سجدۂ صلبیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: سجدہ صلبیہ وہ سجدہ ہے جو نماز کا رکن ہو یعنی ہر رکعت کے دو سجدے۔

وَعَدَمُ إِعَادَةِ رُكْنٍ أَدَّاهُ نَائِمًا وَقَهْقَهَةُ إِمَامِ الْمَسْبُوْقِ وَحَدَثُهُ الْعَمْدُ بَعْدَ الْجُلُوْسِ الْأَخِيْرِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَأْسِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ غَيْرِ الثُّنَائِيَّةِ ظَانًّا أَنَّهُ مُسَافِرٌ أَوْ أَنَّهَا الْجُمُعَةُ أَوْ أَنَّهَا التَّرَاوِيْحُ وَهِيَ الْعِشَاءُ أَوْ كَانَ قَرِيْبَ عَهْدٍ بِالْإِسْلَامِ فَظَنَّ الْفَرْضَ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ: (۵۱) اور اس رکن کا اعادہ نہ کرنا جس کو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو۔ (۵۲) اور مسبوق کے امام کا قہقہہ لگانا یا امام کا قصداً حدث کرلینا آخیری قعدہ کے بعد۔ (۵۳) دو رکعت والی نماز کے علاوہ میں دو رکعت کے سر پر سلام پھیرنا گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے۔ (۵۴) یا یہ کہ وہ نماز جمعہ ہے۔ (۵۵) یا یہ کہ وہ تراویح ہے حالانکہ وہ عشا کی نماز تھی۔ (۵۶) یا وہ قریب زمانہ میں مسلمان ہوا تھا پس اس نے فرض کو دو رکعت گمان کرلیا۔

سوال: مفسدات نماز میں سے 6 بیان کریں۔

جواب: **(۵۱)** جب کسی رکن کو نیند کی حالت میں ادا کیا اور جاگنے پر اس کو دوبارہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ نماز کے ارکان کو بیداری میں ادا کرنا شرط ہے۔

(۵۲) اگر قعدۂ اخیرہ کے بعد امام آواز سے ہنس پڑا یا امام نے قصداً حدث کر لیا تو امام کی نماز تو ہو جائے گی کیونکہ اس کے تمام ارکان ادا ہو گئے ایک سلام باقی رہ گیا تھا اور لفظ سلام سے نماز ختم کرنا واجب ہے لہذا اس کے ترک سے نماز مکروہ تحریمی ہوئی مگر مسبوق کی نماز کے ارکان ابھی باقی ہیں اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۵۳) ایک شخص نے عشاء کی نماز شروع کی اور دو رکعت کے بعد اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا۔ (۵۴) یا ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد جمعہ کے گمان سے سلام پھیر دیا۔ **(۵۵)** یا عشا کی نماز میں دو رکعت کے بعد تراویح سمجھ کر سلام پھیر دیا۔ **(۵۶)** یا کوئی قریب زمانہ میں مسلمان ہوا اور ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اس گمان سے کہ ظہر کی نماز دو رکعت ہے، تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے دو رکعت پر نماز قطع کرنے کا قصد کیا۔

نوٹ: مصنف نے مفسدات نماز کی تعداد ۶۸ شمار فرمائی ہے لیکن ہمارے شمار کے اعتبار سے ۵۶ بنتے ہیں کیونکہ ہم نے اصول کو لیا ہے جبکہ مصنف نے ایک مفسد کے ضمن میں کئی کئی بیان کئے ہیں مثلاً مفسد نمبر **(۱۶) اور اللہ کے شریک کے متعلق پوچھنے والے کا جواب لا الہ الا اللہ سے دینا۔ اور بری خبر کا جواب انا للہ وانا الیہ راجعون سے دینا۔ اور اچھی خبر کا جواب الحمدللہ سے دینا۔ اور عجیب خبر کا جواب لا الہ الا اللہ یا سبحن اللہ سے دینا۔**

فَصْلٌ فِيمَا لَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو نماز کو فاسد نہیں کرتیں

لَوْ نَظَرَ الْمُصَلِّي إِلىٰ مَكْتُوْبٍ وَفَهِمَهُ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ دُوْنَ الْحِمَّصَةِ بِلَا عَمَلٍ كَثِيْرٍ أَوْ مَرَّ مَارٌّ فِيْ مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ لَا تَفْسُدُ وَإِنْ أَثِمَ الْمَارُّ وَلَا تَفْسُدُ بِنَظَرِهٖ إِلىٰ فَرْجِ الْمُطَلَّقَةِ بِشَهْوَةٍ فِي الْمُخْتَارِ وَإِنْ ثَبَتَ بِهِ الرَّجْعَةُ۔

ترجمہ: اگر مصلی نے کسی لکھی ہوئی چیز کی طرف دیکھا اور اس کو سمجھا یا اس چیز کو کھایا جو اس کے دانتوں کے درمیان ہے اور وہ چنے سے کم ہو بغیر عمل کثیر کے، یا نمازی کے موضع سجود سے کوئی گزنے والا گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔ اور نماز فاسد نہیں ہوتی نمازی کے دیکھنے سے مطلقہ کی فرض کی طرف شہوت کے ساتھ مختار مذہب کے مطابق، اگرچہ اس (دیکھنے) سے رجعت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: کن چیزوں سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے؟

جواب: (۱) اگر نماز میں کسی لکھی ہوئی چیز پر نظر پڑ گئی اور اس کو دل ہی دل میں سمجھ لیا لیکن زبان سے نہیں بولا تو نماز فاسد نہ ہوئی خواہ وہ مکتوب قرآن ہو یا غیر قرآن مگر مکروہ ہے اور اگر دنیوی مضمون ہو تو زیادہ کراہت ہے لہذا نماز میں اپنے قریب کتابیں یا تحریر والے شاپنگ بیگ موبائل فون وغیرہ اس طرح رکھے کہ ان کی لکھائی پر نظر نہ پڑے۔

(۲) اگر نمازی کے دانتوں میں کچھ کھانا لگا رہ گیا تھا اور نماز کی حالت میں اس کو نگل گیا اور وہ چنے سے کم تھی تو مکروہ ہے مگر نماز فاسد نہ ہوئی۔ بشرطیکہ عمل قلیل کے ذریعہ کھایا ہو، اور اگر عمل کثیر ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳) اگر کوئی شخص یا جانور نمازی کے سامنے سے گزرا یعنی موضع سجود سے اگر میدان وغیرہ میں ہو اور مسجد میں ہو تو دیوار قبلہ تک تو نماز فاسد نہ ہوئی اگرچہ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

(۴) جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دے چکا ہو اس شوہر نے اگر دوران نماز شہوت سے اس مطلقہ بیوی کی فرج کو دیکھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ اس دیکھنے سے رجعت ثابت ہو جائے گی۔ اور یہی مسئلہ اجنبی عورت کے

فرج کو دیکھنے کا بھی ہے۔ ہاں اگر اس دیکھنے سے انزال ہوا یا دوران نماز عورت کا بوسہ لیا یا اس کو چھوا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ جماع کے معنی میں ہیں اور جماع عمل کثیر ہے۔

فَصۡلٌ فِيۡ مَكۡرُوۡهَاتِ الصَّلَاةِ

یہ فصل نماز کے مکروہات کے بیان میں ہے

يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي سَبْعَةٌ وَسَبْعُوْنَ شَيْئًا تَرْكُ وَاجِبٍ أَوْ سُنَّةٍ عَمْدًا كَعَبَثِهِ بِثَوْبِهِ وَبَدَنِهِ وَقَلْبُ الْحَصَا إِلَّا لِلسُّجُوْدِ مَرَّةً وَفَرْقَعَةُ الْأَصَابِعِ وَتَشْبِيْكُهَا وَالتَّخَصُّرُ وَالْاِلْتِفَاتُ بِعُنُقِهِ وَالْاِقْعَاءُ وَافْتِرَاشُ ذِرَاعَيْهِ وَتَشْمِيْرُ كُمَّيْهِ عَنْهُمَا۔

ترجمہ: نمازی کے لئے ۷۷ چیزیں مکروہ قرار دی گئی ہیں۔ (۱) کسی واجب یا (۲) کسی سنت کو قصداً چھوڑ دینا۔ جیسے (۳) نمازی کا اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا۔ (۴) اور کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنا مگر سجدے کے لئے ایک مرتبہ۔ (۵) اور انگلیوں کو چٹخانا۔ (۶) اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا۔ (۷) اور کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ (۸) اور اپنی گردن سے متوجہ ہونا۔ (۹) اور کتے کی طرح بیٹھنا۔ (۱۰) اور اپنی دونوں کلائیوں کو بچھا دینا۔ (۱۱) اور دونوں کلائیوں سے اپنی آستینوں کو چڑھا لینا۔

وَصَلَاتُهُ فِي السَّرَاوِيْلِ مَعَ قُدْرَتِهِ عَلٰى لُبْسِ الْقَمِيْصِ وَرَدُّ السَّلَامِ بِالْإِشَارَةِ وَالتَّرَبُّعُ بِلَا عُذْرٍ وَعَقْصُ شَعْرِهِ وَالْاِعْتِجَارُ وَهُوَ شَدُّ الرَّأْسِ بِالْمِنْدِيْلِ وَتَرْكُ وَسْطِهَا مَكْشُوْفًا وَكَفُّ ثَوْبِهِ وَسَدْلُهُ وَالْاِنْدِرَاجُ فِيْهِ بِحَيْثُ لَا يُخْرِجُ يَدَيْهِ۔

ترجمہ: (۱۲) اور قمیص کے پہننے پر اس کی قدرت کے باوجود پاجامے میں نماز پڑھنا۔ (۱۳) اور اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ (۱۴) اور بلا عذر چار زانو بیٹھنا۔ (۱۵) اور اپنے بالوں کو باندھنا۔ (۱۶) اور اعتجار اور وہ رومال سے سر کو باندھنا اور بیچ کے حصے کو کھلا چھوڑ دینا ہے۔ (۱۷) اور اپنے کپڑے کو سمیٹنا۔ (۱۸) اور کپڑے کو لٹکانا۔ (۱۹) اور کپڑے میں لپٹ جانا اس طور سے کہ اپنے ہاتھوں کو نہ نکال سکے۔

سوال: نماز کے مکروہات کتنے ہیں؟ اور یہاں مکروہات سے کون سا مکروہ مراد ہے؟

جواب: مصنف نے یہاں پر ۷۷ نماز کے مکروہات شمار کئے ہیں، لیکن یہ عدد حصر کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس سے زائد بھی ہوسکتے ہیں۔ اور یہاں مکروہات سے مراد تحریمی اور تنزیہی دونوں ہیں کہ مصنف نے دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ پس بعض مکروہات تحریمہ ہیں اور بعض تنزیہہ ہیں۔

سوال: مکروہات نماز کو مفصل بیان کریں۔

جواب: (۱) نماز کے کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے جیسے تعدیل ارکان کو ترک کر دینا، امام سے سبقت لے جاناوغیرہ۔

(۲) نماز کی کسی سنت کو ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے جیسے تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ نہ اٹھانا، رکوع و سجود کے لئے تکبیرات انتقالات نہ کہناوغیرہ۔

(۳) لباس یا بدن کے ساتھ کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ کہ یہ خشوع کے منافی ہے اور خشوع نماز کی روح ہے۔

(۴) دوران نماز کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر سنت کے مطابق سجدہ ادا نہ ہو سکتا ہو تو ایک بار ہٹانے کی اجازت ہے اور اگر بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہو تا ہو تو ہٹاناواجب ہے چاہے ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

(۵) نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے اور خارج نماز میں بغیر حاجت کے مکروہ تنزیہی ہے اور خارج نماز میں کسی حاجت کے سبب مثلاً انگلیوں کو آرام دینے کے لئے ہے تو مباح۔

(۶) تشبیک یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۷) نماز میں کوکھ یعنی کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور نماز کے علاوہ بھی بلا عذر نہیں رکھنا چاہیے کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے۔

(۸) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ پورا منہ پھیرا یا تھوڑا جبکہ سینہ قبلے سے منحرف نہ ہوا ہو۔

(۹) اقعاء یعنی نماز کے جلسے میں کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اقعاء یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھے اور دونوں رانوں کو کھڑا کرکے پیٹ سے اور دونوں گھٹنے سینے سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے، پس یہ بیٹھنا کتے کے جیسے ہے۔

(۱۰) سجدے کے وقت مردوں کو زمین پر کلائیوں کو بچھانا مکروہ ہے۔

(۱۱) دونوں آستینوں میں سے اگر ایک آستین بھی آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ پہلے سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی ہو۔

(۱۲) دوسرا کپڑا ہونے کے باوجود صرف پاجامہ یا تہبند میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۳) نماز میں ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱۴) نماز میں بلا عذر چار زانو بیٹھنا (چوکڑی مار کر) مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱۵) بالوں کو سر یا گدی پر جمع کر کے کسی ڈوری وغیرہ سے باندھ لینا اور پھر اسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جس کو جوڑا باندھنا کہتے ہیں اور اگر حالت نماز میں باندھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔

(۱۶) اعتجار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۷) کپڑا سمیٹنا جیسا کہ آج کل بعض لوگ سجدے میں جاتے وقت پاجامہ وغیرہ آگے یا پیچھے سے اٹھا لیتے ہیں مکروہ تحریمی ہے، اگر کپڑا بدن سے چپک جائے تو ایک ہاتھ سے چھڑانے میں حرج نہیں ہے۔

(۱۸) سدل یعنی کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا کندھے پر اس طرح سے چادر یا رومال وغیرہ ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر ایک کنارہ دوسرے کندھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ آج کل بعض لوگ ایک کندھے پر اس طرح رومال رکھتے ہیں کہ اس کا ایک سرا پیٹ پر لٹک رہا ہوتا ہے اور دوسرا پیٹھ پر یہ بھی حالت نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۹) چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

وَجَعْلُ الثَّوْبِ تَحْتَ إِبْطِهِ الْأَيْمَنِ وَطَرْحُ جَانِبَيْهِ عَلىٰ عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ وَالْقِرَاءَةُ فِيْ غَيْرِ حَالَةِ الْقِيَامِ وَإِطَالَةُ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى فِي التَّطَوُّعِ وَتَطْوِيْلُ الثَّانِيَةِ عَلَى الْأُوْلٰى فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَوَاتِ وَتَكْرَارُ السُّوْرَةِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ مِنَ الْفَرْضِ۔

ترجمہ:(۲۰)اور کپڑے کو اپنی داہنی بغل کے نیچے سے لینا اور اس کے دونوں کناروں کو اپنے بائیں کندھے پر ڈال لینا۔ (۲۱)اور قیام کی حالت کے علاوہ میں قراءت کرنا۔(۲۲)اور نفل میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا۔(۲۳)اور تمام نمازوں میں پہلی رکعت پر دوسری رکعت کو لمبا کرنا۔(۲۴)اور فرض کی ایک رکعت میں سورت کی تکرار کرنا۔

وَقِرَاءَةُ سُوْرَةٍ فَوْقَ الَّتِيْ قَرَأَهَا وَفَصْلُهُ بِسُوْرَةٍ بَيْنَ سُوْرَتَيْنِ قَرَأَهُمَا فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَشَمُّ طِيْبٍ وَتَرْوِيْحُهُ بِثَوْبِهِ أَوْ مِرْوَحَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَتَحْوِيْلُ أَصَابِعِ يَدَيْهِ أَوْ رِجْلَيْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي السُّجُوْدِ وَغَيْرِهِ وَتَرْكُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فِي الرُّكُوْعِ۔

ترجمہ:(۲۵)اور جو سورت پڑھ چکا ہے اس کے اوپر کی سورت کو پڑھنا۔(۲۶)اور نمازی کا ایک سورت کے ذریعہ فصل کرنا ان دو سورتوں کے درمیان جن کو دو رکعتوں میں پڑھا ہے۔(۲۷)اور خوشبو کو سونگھنا۔(۲۸)اور نمازی کا اپنے کپڑے یا پنکھے سے ایک بار یا دو بار ہوا کرنا۔(۲۹)سجدہ وغیرہ میں اپنے ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں کو قبلے سے پھیر لینا۔(۳۰)اور رکوع میں دونوں گھٹنوں پر ہاتھوں کے رکھنے کو ترک کر دینا۔

وَالتَّثَاؤُبُ وَتَغْمِيْضُ عَيْنَيْهِ وَرَفْعُهُمَا لِلسَّمَاءِ وَالتَّمَطِّيْ وَالْعَمَلُ الْقَلِيْلُ وَأَخْذُ قَمْلَةٍ وَقَتْلُهَا وَتَغْطِيَةُ أَنْفِهِ وَفَمِهِ وَوَضْعُ شَيْءٍ فِيْ فَمِهِ يَمْنَعُ الْقِرَاءَةَ الْمَسْنُوْنَةَ وَالسُّجُوْدُ عَلٰى كَوْرِ عِمَامَتِهِ وَعَلٰى صُوْرَةٍ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى الْجَبْهَةِ بِلَا عُذْرٍ بِالْأَنْفِ۔

ترجمہ:(۳۱)اور جماہی لینا۔(۳۲)اور اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لینا۔(۳۳)اور ان دونوں کو آسمان کی طرف اٹھانا۔ (۳۴)اور انگڑائی لینا۔(۳۵)اور عمل قلیل کرنا۔(۳۶)اور جوں پکڑنا(۳۷)اور اس کو مار ڈالنا(۳۸)اور اپنے ناک اور منہ کو چھپالینا۔(۳۹)اور اپنے منہ میں کسی ایسی چیز کا رکھنا جو مسنون قراءت سے روکے۔(۴۰)اور اپنے عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔(۴۱)اور تصویر پر سجدہ کرنا۔(۴۲)ناک میں کسی عذر کے بغیر پیشانی پر اکتفا کرنا۔

سوال:مکروہات نماز کو بالتعیین مفصل بیان کریں۔

جواب: **(۲۰)** کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لے اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے، اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طواف حج وعمرہ کے لئے کرتے ہیں نماز میں اس طرح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲۱) قیام کے علاوہ کسی اور موقع پر قرآن مجید پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یوں ہی رکوع میں پہنچ کر قراءت ختم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۲) نفل کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا مکروہ ہے بلکہ دونوں رکعتوں میں برابر قراءت کرے۔

(۲۳) تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر بقدر تین آیت کے یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲۴) ایک سورت کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے اور نفل میں حرج نہیں۔

(۲۵) الٹا قرآن پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں تبت پڑھی اور دوسری میں اذاجاء مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۶) اگر دو رکعتوں میں دو سورتیں پڑھیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایک سورت کا فصل ہو گیا تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲۷) نماز میں قصداً خوشبو سونگھنا مکروہ ہے جیسے کہ سجدے کی جگہ خوشبو لگائی اور سجدے میں بالقصد اس کو سونگھا تو مکروہ ہے۔

(۲۸) نماز میں اپنے آپ کو کپڑے یا پنکھے سے ہوا کرنے سے نماز مکروہ تنزیہی ہو جاتی ہے جبکہ ایک یا دو مرتبہ ہو اور عمل قلیل سے ہو، ورنہ تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۹) سجدہ اور غیر سجدہ میں ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیر لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳۰) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳۱) قصداً جماہی لینا مکروہ تحریمی ہے اگر خود بخود آئے تو حرج نہیں مگر روکنا مستحب ہے۔

(۳۲) نماز میں آنکھیں بند رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں! اگر خشوع آتا ہو تو آنکھیں بند رکھنا افضل ہے۔

(۳۳) نماز میں نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳۴) نماز میں انگڑائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳۵) ہر وہ عمل قلیل جو نمازی کے لئے مفید ہو جائز ہے اور جو مفید نہ ہو وہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳۶) نماز میں جوں پکڑنا مکروہ ہے۔

(۳۷) نماز میں جوں یا مچھر کو مار ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے، اگر ایذا دیتے ہوں تو پکڑ کر مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ عمل کثیر سے نہ ہو۔

(۳۸) نماز میں کپڑے وغیرہ سے ناک اور منہ چھپانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳۹) منہ میں کوئی چیز لئے ہوئے نماز پڑھنا و پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے جبکہ قراءت سے مانع نہ ہو۔ اور اگر مانع قراءت ہو مثلاً آواز ہی نہ نکلے یا اس قسم کے الفاظ نکلیں کہ قرآن کے نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴۰) عمامہ کے پیچ پر جو کہ پیشانی پر واقع ہو بلا عذر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے تو مکروہ ہے۔

(۴۱) تصویر محل سجود میں ہو اور اس پر سجدہ کرے تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۴۲) ناک میں کسی عذر کے بغیر صرف پیشانی پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کہ سجدے میں ناک کی سخت ہڈی کو لگانا واجب ہے۔

وَالصَّلَاةُ فِي الطَّرِيْقِ وَالْحَمَّامِ وَفِي الْمَخْرَجِ وَفِي الْمَقْبَرَةِ وَاَرْضِ الْغَيْرِ بِلَا رِضَاهُ وَقَرِيْبًا مِنْ نَجَاسَةٍ وَمُدَافِعاً لِأَحَدِ الْأَخْبَثَيْنِ أَوِ الرِّيْحِ وَمَعَ نَجَاسَةٍ غَيْرِ مَانِعَةٍ إِلَّا إِذَا خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ أَوِ الْجَمَاعَةِ وَإِلَّا نُدِبَ قَطْعُهُمَا۔

ترجمہ: (۴۳) اور راستے میں نماز پڑھنا، (۴۴) اور حمام میں، (۴۵) اور پاخانے کی جگہ میں، (۴۶) اور قبرستان میں، (۴۷) اور دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی رضامندی کے، (۴۸) اور کسی ناپاکی کے قریب، (۴۹) اور پیشاب (۵۰) پاخانہ

یا(۵۱) ریح کے دباؤ کے وقت، (۵۲) اور ایسی ناپاکی کے ساتھ جو مانع نہ ہو مگر جبکہ وقت یا جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو ورنہ ان سے فراغت حاصل کرنا مستحب ہے۔

وَالصَّلَاةُ فِيْ ثِيَابِ الْبَذْلَةِ وَمَكْشُوْفَ الرَّأْسِ لَا لِلتَّذَلُّلِ وَالتَّضَرُّعِ وَبِحَضْرَةِ طَعَامٍ يَمِيْلُ إِلَيْهِ وَمَا يُشْغِلُ الْبَالَ وَيُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ وَعَدُّ الآيِ وَالتَّسْبِيْحُ بِالْيَدِ وَقِيَامُ الْإِمَامِ فِي الْمِحْرَابِ أَوْ عَلٰى مَكَانٍ أَوِ الْأَرْضِ وَحْدَهٗ وَالْقِيَامُ خَلْفَ صَفٍّ فِيْهِ فُرْجَةٌ۔

ترجمہ: (۵۳) اور معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا۔ (۵۴) اور سر کھول کر نماز پڑھنا نہ کہ تذلّل اور عاجزی کے لئے (۵۵) اور اس کھانے کی موجودگی میں جس کی طرف میلان ہو۔ (۵۶) اور جو دل کو مشغول کر دے اور خشوع میں خلل ڈالے۔ (۵۱) اور آیتوں اور تسبیح کو ہاتھ سے شمار کرنا۔ (۵۸) اور امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔ (۵۹) یا اونچی جگہ پر (۶۰) یا زمین میں تنہا۔ (۶۱) اور کھڑا ہونا ایسی صف کے پیچھے جس میں کشادگی ہو۔

سوال: مکروہات نماز کو بالتعیین مفصل بیان کریں۔

جواب: **(۴۳)** عام راستے میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ اس سے حقوق عامہ میں کمی ہوگی اور لوگوں کے گزرنے سے مانع ہے۔

(۴۴) غسل خانہ میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۴۵) استنجاء خانے کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۴۶) قبرستان میں نماز پڑھنا یعنی قبر کے سامنے مکروہ تحریمی ہے، جبکہ قبر اور نمازی کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔

(۴۷) دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر مغصوبہ زمین ہو یعنی ایسی زمین جس پر ناجائز قبضہ کیا ہو یا پرایا کھیت جس میں زراعت موجود ہو اور جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴۸) نجاست کے قریب اور کوڑا ڈالنے کی جگہ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۴۹) پیشاب **(۵۰)** پاخانہ **(۵۱)** یا ریح کی شدت کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی شدت ہو تو وقت میں وسعت ہونے کی صورت میں نماز شروع کرنا ہی گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا ہے کہ فراغت اور وضو کے بعد نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز پڑھ لے اور اگر دوران نماز یہ حالت پیدا ہوئی تو اگر وقت میں گنجائش ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے اگر اسی طرح پڑھ لی تو گنہگار ہو گا۔

(۵۲) ایسی ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھنا جو قدر مانع سے کم ہو یعنی غلیظہ درہم سے کم ہو اور خفیفہ چوتھائی سے کم ہو مکروہ ہے۔

(۵۳) دوسرے کپڑے میسر ہونے کے باوجود کام کاج کے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵۴) سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، نماز میں ٹوپی یا عمامہ گر پڑا تو اٹھا لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی حاجت نہ پڑے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، اور بار بار اٹھانا پڑے تو چھوڑ دیں، اور نہ اٹھانے سے خشوع وخضوع مقصود ہو تو نہ اٹھانا افضل ہے اور اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھ رہا ہو یا اس کی ٹوپی گر پڑی ہو تو اس کو دوسرا شخص ٹوپی نہ پہنائے اور اگر عاجزی وخشوع ظاہر کرنے کے لئے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔

(۵۵) جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو ایسی حالت میں بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۵۶) ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جس سے دھیان بٹے مثلاً زینت اور لہو ولعب وغیرہ کے سامان کے پاس مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵۷) نماز میں انگلیوں پر آیتوں اور سورتوں اور تسبیحات کا گنّا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵۸) امام کو تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر باہر کھڑا ہوا سجدہ محراب میں کیا یا وہ تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں تو حرج نہیں یوں ہی اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو بھی محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

(۵۹) امام کا تنہا بلند جگہ کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، بلندی کی مقدار یہ ہے کہ دیکھنے میں اس کی اونچائی ظاہر وممتاز ہو، پھر یہ بلندی اگر قلیل ہو تو کراہت تنزیہہ ورنہ ظاہر تحریم، اور اس کی مقدار ۱۲ انگل ہے۔

(٦٠) امام نیچے ہو اور مقتدی بلند جگہ پر، یہ بھی مکروہ تنزیہی و خلاف سنت ہے۔

(٦١) اگلی صف میں جگہ خالی ہونے کے باوجود پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

وَلُبْسُ ثَوْبٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ وَأَنْ يَكُوْنَ فَوْقَ رَأْسِهِ أَوْ خَلْفَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ بِحِذَائِهِ صُوْرَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَغِيْرَةً أَوْ مَقْطُوْعَةَ الرَّأْسِ أَوْلِغَيْرِ ذِيْ رُوْحٍ وَأَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَنُّوْرٌ أَوْ كَانُوْنٌ فِيْهِ جَمْرٌ أَوْ قَوْمٌ نِيَامٌ وَمَسْحُ الْجَبْهَةِ مِنْ تُرَابٍ لَا يَضُرُّهُ فِيْ خِلَالِ الصَّلَاةِ وَتَعْيِيْنُ سُوْرَةٍ لَا يَقْرَأُ غَيْرَهَا إِلَّا لِيُسْرٍ عَلَيْهِ أَوْ تَبَرُّكًا بِقِرَاءَةِ سَيِّدِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكُ اِتِّخَاذِ سُتْرَةٍ فِيْ مَحَلٍّ يُظَنُّ الْمُرُوْرُ فِيْهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ۔

ترجمہ: (٦٢) اور ایسے کپڑے پہننا جس میں تصاویر ہوں، (٦٣) اور اس کے سر کے اوپر (٦٤) یا پیچھے (٦٥) یا سامنے (٦٦) یا برابر میں تصویر کا ہونا مگر یہ کہ چھوٹی یا سر کٹی ہوئی یا بے جان چیز کی ہو۔ (٦٧) اور اس کے سامنے تنور ہونا (٦٨) یا ایسی بھٹی ہو جس میں چنگاریاں ہوں۔ (٦٩) یا اس کے سامنے کچھ لوگ سوئے ہوں۔ (٧٠) اور پیشانی سے مٹی کو صاف کرنا جو اس کو دوران نماز نقصان نہیں پہنچا رہی ہے۔ (٧١) اور کسی سورت کو متعین کر لینا کہ اس کے علاوہ کو نہ پڑھے، مگر اپنے آپ پر آسانی کے لئے یا نبی ﷺ کی قراءت سے تبرک حاصل کرنے کے لئے (٧٢) اور سترہ بنانے کو چھوڑ دینا ایسی جگہ میں جہاں مصلی کے آگے سے لوگوں کے گزرنے کا گمان ہوتا ہو۔

سوال: مکروہات نماز کو بالتعیین مفصل بیان کریں۔

جواب: (٦٢) جاندار کی تصویر والا لباس پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔

(٦٣)(٦٤)(٦٥)(٦٦) یوں ہی نمازی کے سر پر یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو یا آگے ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ آگے ہونے میں کراہت اس وقت ہے کہ تصویر معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار وغیرہ میں منقوش ہو، اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کراہت نہیں۔

اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پہاڑ دریا وغیرہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ چھوٹی تصویر ہو یعنی اتنی کہ اس کو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نہ دکھائی دے یا پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز مکروہ نہیں۔ تصویر سر کٹی ہوئی یا جس کا چہرہ مٹا دیا ہو مثلاً کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر ہو تو اس پر روشنائی پھیر دی ہو یا اس کے سر یا چہرے کو کھرچ ڈالا ہو یا دھو ڈالا ہو کراہت نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے مطابق تصویر کے دائیں بائیں اور پیچھے ہونے میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

(٦٧) نمازی کے آگے تنور ہونا مکروہِ تنزیہی ہے کہ مجوسیوں کی عبادت کے مشابہ ہے۔

(٦٨) نمازی کے آگے ایسی بھٹی ہو جس میں جلتی چنگاریاں ہوں تو باعث کراہت تنزیہی ہے شمع یا چراغ میں کراہت نہیں۔

(٦٩) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں لوگ سو رہے ہوں مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ بسا اوقات سونے والے سے ایسی چیز کا صدور ہو جاتا ہے جس سے نمازی کو ہنسی آجاتی ہے اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے۔

(٧٠) نماز میں پیشانی سے خاک یا گھاس چھڑانا مکروہ تنزیہی ہے کہ یہ عبث ہے ہاں اگر ضرر دے یا ان کی وجہ سے نماز میں دھیان بٹے تو چھڑانے میں حرج نہیں، یوں ہی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی حرج نہیں۔

(٧١) فاتحہ کے علاوہ دیگر سورتوں کو متعین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے مکروہ ہے، مگر یہ کہ اسے یاد ہی چند سورتیں ہیں یا جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی برکت کے لئے پڑھ لینا مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔

(٧٢) جب امام یا منفرد کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو بغیر سترہ قائم کئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

فَصْلٌ فِيْ اِتِّخَاذِ السُّتْرَةِ

یہ فصل سترہ بنانے کے بیان میں ہے

إِذَا ظَنَّ مُرُوْرَهُ يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يَغْرِزَ سُتْرَةً تَكُوْنُ طُوْلَ ذِرَاعٍ فَصَاعِدًا فِيْ غِلَظِ الْإِصْبَعِ وَالسُّنَّةُ أَنْ يَقْرُبَ مِنْهَا وَيَجْعَلَهَا عَلٰى أَحَدِ حَاجِبَيْهِ وَلَا يَصْمِدُ إِلَيْهَا صَمَدًا وَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَا يَنْصِبُهُ فَلْيَخُطَّ خَطًّا طُوْلًا وَقَالُوْا بِالْعَرْضِ مِثْلَ الْهِلَالِ ـ

ترجمہ: جب نمازی کو کسی کے گزرنے کا گمان ہو تو نمازی کے لئے مستحب ہے ایسا سترہ گاڑنا جو ایک گز یا اس سے زیادہ لمبا ہو، انگلی کی موٹائی میں اور سترہ سے قریب ہونا سنت ہے، اور سترے کو اپنی دونوں بھنؤں میں سے ایک کے مقابل رکھے، اس کی طرف سیدھا رخ نہ کرے، اور اگر وہ نمازی کوئی ایسی چیز نہ پائے جس کو وہ کھڑا کر سکے تو چاہیئے کہ ایک خط لمبائی میں کھینچے اور بعضوں نے کہا ہے کہ چوڑائی میں چاند کی طرح۔

دَفْعُ الْمَارِّ أَمَامَهُ

وَالْمُسْتَحَبُّ تَرْكُ دَفْعِ الْمَارِّ وَرُخِّصَ دَفْعُهُ بِالْإِشَارَةِ أَوْ بِالتَّسْبِيْحِ وَكُرِهَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا وَيَدْفَعُهُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَتَدْفَعُهُ بِالْإِشَارَةِ أَوِ التَّصْفِيْقِ بِظَهْرِ أَصَابِعِ الْيُمْنٰى عَلٰى صَفْحَةِ كَفِّ الْيُسْرٰى وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا لِأَنَّهُ فِتْنَةٌ وَلَا يُقَاتِلُ الْمَارَّ وَمَا وَرَدَ مُؤَوَّلٌ بِأَنَّهُ كَانَ وَالْعَمَلُ مُبَاحٌ وَقَدْ نُسِخَ۔

ترجمہ: اور گزرنے والے کو نہ روکنا مستحب ہے، اور اس کو اشارے سے یا تسبیح سے روکنے کی رخصت دی گئی ہے، اور دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے، اور نمازی اس کو قراءت کی آواز بلند کر کے روک سکتا ہے، اور عورت اس کو اشارے سے روکے گی، یا تصفیق سے یعنی دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے پر تالی بجا کر، اور عورت اپنی آواز کو بلند نہ کرے اس لئے کہ وہ فتنہ ہے، اور گزرنے والے سے قتال نہ کرے، اور جو اس کے بارے میں وارد ہوا ہے اس میں تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ حکم تب تھا جب عمل مباح تھا اور اب منسوخ ہو گیا ہے۔

سوال: سترہ کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔

جواب: سترہ کے لغوی معنی پردہ اور آڑ کے ہیں اور اصطلاح شرع میں سترہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کو نمازی آڑ کرنے کے لئے اپنے سامنے کھڑا کرے۔

سوال: نمازی کو اپنے آگے سترہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام و منفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں، جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سُترہ گاڑیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج۲، ص۴۸۴)

مسجد الحرام شریف میں نماز پڑھتا ہو تو اُس کے آگے طواف کرتے ہوئے لوگ گزر سکتے ہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب إذا قرأ قولہٗ... إلخ، ج۲، ص۴۸۲.)

سوال: سترہ کی مقدار کیا ہے؟

جواب: سُترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج۲، ص۴۸۴.)

سوال: سترہ کہاں ہونا چاہئے؟

جواب: سُترہ نزدیک ہونا چاہیے، سُترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج۲، ص۴۸۴)

سوال: اگر سترہ کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟

جواب: کوئی چیز تو ہے مگر نصب کرنا ناممکن ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے مگر اس کی کیفیت میں اختلاف ہے بعض نے کہا طول میں ہو اور بعض نے کہا عرض میں محراب کی مثل۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، الفصل الأول، ج۱، ص۱۰۴.)

سوال: کیا نمازی گزرنے والے کو روک سکتا ہے؟ اور کن طریقوں سے روک سکتا ہے؟

جواب: نمازی کے سامنے سُترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سُترہ ہے مگر وہ شخص مصلّی اور سُترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے، خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ قراءت

کرے یا ہاتھ، یا سر، یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا، بلکہ اگر عملِ کثیر ہوگیا، تو نماز ہی جاتی رہی۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب إذا قرأ قولہ... إلخ، ج۲، ص۴۸۵.)

سوال: کیا اشارہ اور تسبیح دونوں کو جمع کرسکتے ہیں؟

جواب: تسبیح و اشارہ دونوں کو بلا ضرورت جمع کرنا مکروہ ہے، کہ جب ایک سے کام چل جارہا ہے تو دونوں کو جمع کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج۲، ص۴۸۶.)

سوال: کیا قراءت کی آواز بلند کرکے گزرنے والے کو روک سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! روک سکتا ہے۔

سوال: عورت گزرنے والے کو کس طرح روکے؟

جواب: اگر کوئی شخص عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے، یعنی دہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے کہ تصفیق عورتوں کے لئے ہے، اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح، تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلافِ سُنّت ہوا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج۲، ص۴۸۶.)

سوال: اگر گزرنے والا اشارہ کرنے، تسبیح کرنے یا قراءت کی آواز بلند کرنے سے بھی نہ رکے تو کیا اس سے جھگڑا کرسکتے ہیں؟

جواب: اگر گزرنے والا مذکورہ بالا طریقوں سے نہ رکے تو اس کو چھوڑ دے، اس سے جھگڑا اور لڑائی نہ کرے۔

سوال: "وماورد بہ مؤول بانہ کان والعمل مباح وقد نسخ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے؟ اور وہ سوال یہ ہے کہ آپ نے ما قبل میں کہا کہ گزرنے والے سے لڑائی نہ کرے جبکہ حدیث میں آیا کہ "فلیقاتلہ فانما ھو شیطان" کہ اس سے لڑائی کرو کہ وہ شیطان ہے۔

تو مصنف نے اس سوال کا جواب ''وما ورد به مؤول بانه كان والعمل مباح و تو نسخ'' سے دیا یعنی یہ حدیث جو وارد ہوئی ہے اس کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا جبکہ نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا یعنی عمل کثیر ممنوع نہیں تھا پھر اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا کہ اب نماز میں کوئی کام اور عمل کثیر منع ہے کہ یہ مفسد نماز ہیں۔

فَصْلٌ فِيْمَا لَا يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّيْ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو نمازی کے لئے مکروہ قرار نہیں دی گئیں

لَا يُكْرَهُ لَهٗ شَدُّ الْوَسَطِ وَلَا تَقَلُّدٌ بِسَيْفٍ وَنَحْوِهٖ إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِحَرَكَتِهٖ وَلَا عَدَمُ إِدْخَالِ يَدَيْهِ فِيْ فَرْجِيِّهٖ وَشِقِّهٖ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا التَّوَجُّهُ لِمُصْحَفٍ أَوْ سَيْفٍ مُعَلَّقٍ أَوْ ظَهْرِ قَاعِدٍ يَتَحَدَّثُ أَوْ شَمْعٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَالسُّجُوْدُ عَلٰى بِسَاطٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ لَمْ يَسْجُدْ عَلَيْهَا وَقَتْلُ حَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ خَافَ أَذَاهُمَا وَلَوْ بِضَرَبَاتٍ وَانْحِرَافٍ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي الْأَظْهَرِ۔

ترجمہ: نمازی کے لئے کمر کا باندھنا اور تلوار اور اس جیسی چیز کا لٹکانا مکروہ نہیں ہے جبکہ اس کی حرکت سے اس کا دل مشغول نہ ہو، اور اپنے ہاتھوں کو فرجی اور اپنے شق میں داخل کرنا مکروہ نہیں ہے مختار قول پر اور قرآن پاک یا لٹکی ہوئی تلوار کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور کسی بیٹھے ہوئے کی پشت کی طرف جو بات کر رہا ہو یا شمع یا چراغ کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے صحیح مذہب پر، اور سجدہ کرنا ایسے فرش پر جس میں تصویریں ہوں کہ ان پر سجدہ نہ کر رہا ہو، اور سانپ اور بچھو کو مار ڈالنا کہ خوف کرے ان کے ایذا کا اگرچہ چند ضربوں اور قبلہ سے پھر جانے سے ہو ظاہر مذہب کے مطابق۔

سوال: کمر کو کسی چیز سے باندھ کر اور گلے میں تلوار لٹکا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کمر کو کسی چیز سے باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ ستر کو چھپانے میں مددگار ہے، جبکہ اس کپڑے کے نیچے کوئی کپڑا نہ ہو، اور اگر اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا ہے مثلاً کرتے کے اوپر کوٹ پہنا اور اس کو کمرے سے باندھا ہے تو بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔

اور گلے میں تلوار یا اس جیسی دیگر چیزیں جیسے کمان ترکش وغیرہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن اگر ان کی حرکت سے نماز میں خلل ہوتا تو مکروہ ہے۔

سوال: "ولا عدم ادخال یدیہ فی فرجیہ وشقہ علی المختار" اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: فرجی لمبی آستینوں والے جبے کو کہتے ہیں۔ شق ایک لباس ہے جو آگے سے کھلا ہوتا ہے جیسے شیروانی۔

اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جبہ یا شیروانی وغیرہ جیسے لباس میں سے کسی کو پہنا ہو، اور اپنے ہاتھ آستینوں میں ڈالے ہوں تو مختار قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں ہے۔

سوال: قرآن، لٹکی ہوئی تلوار، بیٹھے ہوئے شخص کی پیٹھ، شمع اور چراغ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر نمازی کے سامنے قرآن ہو یا لٹکی ہوئی تلوار ہو تو کوئی کراہت نہیں، اسی طرح نمازی کے سامنے کوئی شخص بیٹھے باتیں کر رہا ہے تو اس کی پیٹھ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یوں ہی موم بتی یا چراغ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ صحیح مذہب کے مطابق کہ یہ مجوسیوں کی عبادت کے مشابہ نہیں ہے۔

سوال: فرش یا مصلے میں تصویر بنی ہوئی ہے مگر سجدہ اس پر نہیں کرتا تو کیا حکم ہے؟

جواب: فرش یا مصلے میں تصویر بنی ہوئی ہے مگر سجدہ اس پر نہیں کرتا تو کراہت نہیں ہے۔

سوال: دوران نماز سانپ بچھو کو مارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سانپ بچھو کو مارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی جبکہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو ورنہ فاسد ہو جائے گی۔ سانپ بچھو کو مارنا اس وقت مباح ہے جبکہ سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مارنا مکروہ ہے۔ اور متن کی عبارت میں کراہت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو نماز توڑنے کا گناہ نہیں ہو گا۔

وَلَا بَأْسَ بِنَفْضِ ثَوْبِهٖ كَيْلَا يَلْتَصِقَ بِجَسَدِهٖ فِي الرُّكُوْعِ وَلَا بِمَسْحِ جَبْهَتِهٖ مِنَ التُّرَابِ أَوِ الْحَشِيْشِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلَاةِ وَلَا قَبْلَ الْفَرَاغِ إِذَا ضَرَّهٗ أَوْشَغَلَهٗ عَنِ الصَّلَاةِ وَلَا بِالنَّظْرِ بِمُوْقِ عَيْنَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْوِيْلِ الْوَجْهِ وَلَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْفُرُشِ وَالْبُسُطِ وَاللُّبُوْدِ وَالْأَفْضَلُ الصَّلَاةُ عَلَى الْأَرْضِ أَوْ عَلٰى مَا تُنْبِتُهٗ وَلَا بَأْسَ بِتَكْرَارِ السُّوْرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ النَّفْلِ۔

ترجمہ: اور اپنے کپڑے کو جھٹک دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، تاکہ اس کے بدن سے رکوع میں نہ چمٹے، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مٹی یا تنکے سے اپنی پیشانی کو صاف کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ فارغ ہونے سے پہلے جبکہ وہ اس کو تکلیف دے یا نماز سے اس کے دل کو مشغول کرے اور بغیر چہرہ گھمائے اپنی آنکھوں کے گوشے سے دیکھنے میں کوئی

حرج نہیں ہے اور فرش اور بچھونے اور قالین پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور زمین پر یا اس چیز پر جس کو زمین نے اگایا ہے نماز پڑھنا افضل ہے، اور نفل کی دو رکعتوں میں سورت کو مکرر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: دورانِ نماز اگر کپڑا اچمٹ جائے تو کیا اس کو جھٹک سکتے ہیں؟

جواب: دوران نماز اگر کپڑا بدن سے چمٹ جائے تو ایک ہاتھ سے چھڑانے اور جھٹکنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اس کے بدن سے رکوع سجود میں نہ چمٹے ہاں کپڑا اسمیٹنے جیسا کہ آج کل بعض لوگ سجدے میں جاتے وقت پاجامہ وغیرہ آگے سے یا پیچھے سے اٹھالیتے ہیں مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا دورانِ نماز پیشانی سے مٹی وغیرہ صاف کرنا کیسا ہے؟

جواب: پیشانی سے خاک یا گھاس چھڑانا مکروہ ہے، جب کہ ان کی وجہ سے نماز میں تشویش نہ ہو اور تکبّر مقصود ہو تو کراہت تحریمی ہے اور اگر تکلیف دہ ہوں یا خیال بٹتا ہو تو حرج نہیں اور نماز کے بعد چھڑانے میں تو مطلقاً مضایقہ نہیں بلکہ چاہیے، تاکہ ریانہ آنے پائے۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۰۵.)

سوال: نماز کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: اِدھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے اِدھر اُدھر بلا حاجت دیکھے، تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں، نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱ ص ۶۲۶)

سوال: فرش، بچھونے اور قالین پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: فرش بچھونے اور قالین پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ پیشانی اچھی طرح جم جائے مگر زمین پر اور اس پر جس کو زمین نے اگایا ہے نماز پڑھنا افضل ہے کہ اس میں تواضع زیادہ ہے۔

سوال: نفل کی دو رکعتوں میں ایک سورت کی تکرار کرنا کیسا ہے؟

جواب: نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔ ("غنية المتملي"، فيما يكره من القران في الصلاة وما لا يكره... إلخ، ص۴۹۴، موضحاً.)

اور نوافل کے علاوہ میں دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی، تو وہی پہلی پڑھے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل في القراءۃ، و مطلب: السنۃ تکون سنۃ عین... إلخ، ج۲، ص۳۲۹.)

فَصۡلٌ فِیۡمَا یُوۡجِبُ قَطۡعَ الصَّلَاۃِ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو نماز کو توڑنا واجب کرتی ہیں

یَجِبُ قَطۡعُ الصَّلَاۃِ بِاسۡتِغَاثَۃِ مَلۡهُوۡفٍ بِالۡمُصَلِّيۡ لَا بِنِدَاءِ أَحَدِ أَبَوَیۡهِ وَیَجُوۡزُ قَطۡعُهَا بِسَرَقَۃِ مَا یُسَاوِيۡ دِرۡهَمًا وَلَوۡ لِغَیۡرِهٖ وَخَوۡفِ ذِئۡبٍ عَلیٰ غَنَمٍ أَوۡ خَوۡفِ تَرَدِّيۡ أَعۡمٰی فِيۡ بِئۡرٍ وَنَحۡوِهٖ وَإِذَا خَافَتِ الۡقَابِلَۃُ مَوۡتَ الۡوَلَدِ وَإِلَّا فَلَا بَأۡسَ بِتَأۡخِیۡرِهَا الصَّلَاۃَ وَتُقۡبِلَ عَلَی الۡوَلَدِ وَکَذَا الۡمُسَافِرُ إِذَا خَافَ مِنَ اللُّصُوۡصِ أَوۡ قُطَّاعِ الطَّرِیۡقِ جَازَ لَهٗ تَأۡخِیۡرُ الۡوَقۡتِیَّۃِ۔

ترجمہ: مصیبت زدہ کے نمازی سے مدد طلب کرنے کی وجہ سے نماز کو توڑ دینا واجب ہے نہ کہ والدین میں سے کسی کے پکارنے سے اور نماز کو توڑنا جائز ہے ایسی چیز کے چوری ہونے کی وجہ سے جو ایک درہم کے برابر ہو اگرچہ دوسرے کی ہو اور بکریوں پر بھیڑئے کے خوف کی وجہ سے یا اندھے کے کوئیں اور کوئیں کے جیسے دیگر چیز میں گرنے کے خوف سے اور جب دایہ کو بچہ کے مر جانے کا خوف ہو (تو واجب ہے) ورنہ (نماز میں نہ ہو تو) نماز کو مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بچہ پر متوجہ رہے اور ایسے ہی مسافر جب کہ اس کو چوروں یا ڈاکوؤں کا خوف ہو تو اس کے لئے وقتی نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے۔

جَزَاءُ تَارِكِ الصَّلَاۃِ وَالصَّوۡمِ

وَتَارِكُ الصَّلَاۃِ عَمۡدًا کَسَلًا یُضۡرَبُ ضَرۡبًا شَدِیۡدًا حَتّٰی یَسِیۡلَ مِنۡهُ الدَّمُ وَیُحۡبَسُ حَتّٰی یُصَلِّیَهَا وَکَذَا تَارِكُ صَوۡمِ رَمَضَانَ وَلَا یُقۡتَلُ إِلَّا إِذَا جَحَدَ أَوِ اسۡتَخَفَّ بِأَحَدِهِمَا۔

ترجمہ: اور جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑنے والے کو خوب مارا جائے گا یہاں تک کی اس کے بدن سے خون بہنے لگے اور قید کر دیا جائے گا یہاں تک کی نماز پڑھنے لگے اور ایسے ہی رمضان کے روزے چھوڑنے والے کو اور قتل نہیں کیا جائے گا مگر جب کہ انکار کرے یا ان دونوں میں سے کسی کو ہلکا جانے (توہین) کرے۔

سوال: نماز توڑنا کب واجب ہے؟

جواب: کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو، اسی نمازی کو پکار رہا ہو یا مطلقاً کسی شخص کو پکارتا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ سے جل جائے گا یا اندھا راہ گیر کوئیں میں گرا چاہتا ہو، ان سب صورتوں میں توڑ دینا واجب ہے، جب کہ یہ اس کے بچانے پر قادر ہو۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ... إلخ، مطلب في بیان المستحب... إلخ، ج۲، ص۵۱۴.)

سوال: کیا ماں باپ کے بلانے پر بھی نماز توڑ سکتے ہیں؟

جواب: ماں باپ، دادا دادی وغیرہ اصول کے محض بلانے سے نماز قطع کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ان کا پکارنا بھی کسی بڑی مصیبت کے لئے ہو، جیسے اوپر مذکور ہوا تو توڑ دے، یہ حکم فرض کا ہے اور اگر نفل نماز ہے اور ان کو معلوم ہے کہ نماز پڑھتا ہے تو ان کے معمولی پکارنے سے نماز نہ توڑے اور اس کا نماز پڑھنا انہیں معلوم نہ ہو اور پکارا تو توڑ دے اور جواب دے، اگرچہ معمولی طور سے بلائیں۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ... إلخ، مطلب في بیان المستحب... إلخ، ج۲، ص۵۱۴.)

سوال: نماز توڑ دینا کب جائز ہے؟

جواب: سانپ وغیرہ کے مارنے کے لئے جب کہ ایذا کا اندیشہ صحیح ہو یا کوئی جانور بھاگ گیا اس کے پکڑنے کے لئے یا بکریوں پر بھیڑیے کے حملہ کرنے کے خوف سے نماز توڑ دینا جائز ہے۔ یوہیں اپنے یا پرائے ایک درہم کے نقصان کا خوف ہو، مثلاً دُودھ اُبل جائے گا یا گوشت ترکاری روٹی وغیرہ جل جانے کا خوف ہو یا ایک درہم کی کوئی چیز چور اُچکا لے بھاگا، ان صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب في بیان المستحب... إلخ، ج۲، ص۵۱۳.)

سوال: حاجت کے وقت نماز توڑنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نماز توڑنا بغیر عُذر ہو تو حرام ہے اور ضرورتاً نماز توڑنے کے لئے بیٹھنے کی حاجت نہیں، کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر توڑ دے۔ (ہمارا اسلام، جماعت کا بیان، حصہ ۴، ص۲۳۷)

سوال: ایک درہم کا وزن کتنا ہوتا ہے؟

جواب: ایک دِرہَم وَزن میں ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے (یعنی ۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام)۔

سوال: دایہ کو بچے کی جان کا خوف ہو تو کیا نماز توڑ سکتی ہے؟

جواب: اگر دایہ کو بچے کی جان کا خوف غالب ہو تو اگر نماز میں ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے، اور اگر نماز میں نہ ہو تو نماز کو اس وقت سے مؤخر کر دینا واجب ہے۔

سوال: "والا فلا باس بتاخیر ھا الصلوۃ وتقبل علی الولد" اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دایہ کو خوف تو ہو لیکن غالب گمان نہ ہو تو اگر نماز میں ہو تو توڑ دینا جائز ہے اور نماز میں نہ ہو تو نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے، اور بچے کی دیکھ بھال کرے۔

سوال: تارک صوم وصلوۃ کی کیا سزا ہے؟

جواب: نماز کا چھوڑنا حرام اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اسی لئے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑدے تو اس کی خوب پٹائی کی جائے گی یہاں تک کہ اس کے بدن سے خون بہنے لگے پھر اس کے بعد قید کر دیا جائے اور اسے وعظ و نصیحت کی جائے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھنے لگے یا قید کی حالت میں مر جائے اور یہ دنیوی سزا ہے۔ مگر یہ حکم بادشاہِ اسلام کو ہے نہ کہ عام لوگوں کو۔

اسی طرح قصداً سستی سے رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو خوب مارا جائے گا اور قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرکے روزہ رکھنے لگے۔ اور عند الامام اعظم تارک صوم و صلوۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس حال میں کہ وہ ان کی فرضیت کا اقرار کرنے والا ہو۔

سوال: کیا کوئی ایسی بھی صورت ہے کہ تارک صوم وصلوۃ کو قتل کر دینے کا حکم ہو؟

جواب: جی ہاں! اگر صوم وصلوۃ کی فرضیت کا انکار کرے یا ان میں سے کسی کی توہین کرے مثلاً رمضان میں دن کے وقت روزے کو حقیر و معمولی سمجھ کر اور اس کو دین کی ضروریات میں نہ جان کر کھلم کھلا کھائے پیئے تو اس کا حکم مرتد کی طرح ہے کہ اس کو قید کرکے اس کے شبہ کو دور کیا جائے گا پھر بھی اگر باز نہ آئے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

بَابُ الْوِتْرِ

یہ وتر کا باب ہے

حُكْمُهٗ وَكَيْفِيَّتُهٗ

اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ وَهُوَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَيَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْهُ الْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةً وَيَجْلِسُ عَلٰى رَأْسِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْهُ وَيَقْتَصِرُ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَسْتَفْتِحُ عِنْدَ قِيَامِهٖ لِلثَّالِثَةِ وَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ السُّوْرَةِ فِيْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَنَتَ قَائِمًا قَبْلَ الرُّكُوْعِ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ وَلَا يَقْنُتُ فِيْ غَيْرِ الْوِتْرِ۔

ترجمه: وتر کی نماز واجب ہے اور وہ تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے، اور وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے، اور وتر کی پہلی دو رکعت کے آخر (سرے) پر بیٹھ جائے، اور تشہد پر اکتفا کرے، اور تیسری رکعت لے لئے کھڑے ہونے کے وقت ثنا نہ پڑھے، اور جب تیسری رکعت میں سورت کے پڑھنے سے فارغ ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اٹھائے، پھر تکبیر کہے، اور رکوع سے پہلے کھڑے کھڑے قنوت پڑھے پورے سال میں، اور وتر کے علاوہ میں قنوت نہ پڑھے۔

مَعْنَى الْقُنُوْتِ وَصِيْغَتُهٗ

وَالْقُنُوْتُ مَعْنَاهُ اَلدُّعَاءُ وَهُوَ أَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا النَّبِيِّ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمه: اور قنوت کے معنی دعا کے ہیں اور قنوت یہ کہنا ہے: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسا رکھتے ہیں اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور

تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور خدمت کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور تیری رحمت کے امّیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔ اور اللہ ہمارے سردار نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کی آل پر درود و سلام نازل فرمائے۔

سوال: وتر کا لغوی معنیٰ بیان کریں اور اصطلاحِ شرع میں وتر سے کیا مراد ہے؟

جواب: وتر لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں، اور یہ جفت کی ضد ہے، اور شریعت کی اصطلاح میں وتر سے مراد وہ خاص نماز ہے جو عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اور اس کی ایک سلام سے تین رکعتیں ہیں، اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے۔

سوال: نماز وتر کا حکم کیا ہے؟

جواب: وتر واجب ہے اگر سہواً یا قصداً نہ پڑھا تو قضا واجب ہے، اور صاحبِ ترتیب کے لئے اگر یہ یاد ہے کہ نماز وتر نہیں پڑھی ہے اور وقت میں گنجائش بھی ہے تو فجر کی نماز فاسد ہے، خواہ فجر شروع کرنے سے پہلے یاد ہو یا درمیان میں یاد آجائے۔ ("الدرالمختار" معہ "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۲۹۔۵۳۲)

سوال: نماز وتر پڑھنے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: نماز وتر تین رکعت ہے اور اس میں قعدۂ اُولیٰ واجب ہے اور قعدۂ اُولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے، نہ درود پڑھے نہ سلام پھیرے جیسے مغرب میں کرتے ہیں اُسی طرح کرے اور اگر قعدۂ اُولیٰ نہ کیا بلکہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو لوٹنے کی اجازت نہیں بلکہ سجدۂ سہو کرے۔ ("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في منکر الوتر...إلخ، ج۲، ص۵۳۲)

وتر کی تینوں رکعتوں میں مطلقاً قراءت فرض ہے اور ہر ایک میں بعد فاتحہ سورت ملانا واجب اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى یا اِنَّآ اَنْزَلْنَا دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ اور کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھ لے، تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے، دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے

اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے جب بھی حرج نہیں، سب میں زیادہ مشہور دُعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ كُلَّهٗ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ ط اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط۔

پس دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھے نہ کہ رکوع کے بعد جیسے کی شوافع پڑھتے ہیں، اور نماز وتر میں دعائے قنوت سارا سال پڑھنا ہے نہ کہ صرف رمضان میں جیسے کہ شوافع پڑھتے ہیں۔

سوال: کیا غیر وتر میں دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں؟ نیز قنوت کا معنی کیا ہے؟

جواب: نمازِ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو عند الاحناف نمازِ فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوتِ نازلہ پڑھے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۴۱، و"الفتاوی الرضویۃ"، ج ۷، ص ۴۹۰.)

اور قنوت کا معنی دعا ہے لہذا اگر کوئی مختصر دعا پڑھ لے تو واجب ادا ہو جائے گا، مگر متن میں مذکور دعائے قنوت پڑھنا مسنون ہے اور دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

وَالْمُؤْتَمُّ یَقْرَأُ الْقُنُوْتَ كَالْإِمَامِ وَإِذَا شَرَعَ الْإِمَامُ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ مَا تَقَدَّمَ قَالَ أَبُوْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یُتَابِعُوْنَهٗ وَیَقْرَءُوْنَهٗ مَعَهٗ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا یُتَابِعُوْنَهٗ وَلٰكِنْ یُؤَمِّنُوْنَ وَالدُّعَاءُ هُوَ هٰذَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِفَضْلِكَ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا أَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ إِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اور مقتدی امام کی طرح قنوت پڑھے گا اور جب امام (دوسری) دعا پڑھنا شروع کر دے اس قنوت کے بعد جو گزرا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مقتدی امام کی اتباع کریں گے اور امام کے ساتھ دعا کو پڑھیں گے اور امام محمد نے فرمایا کہ

مقتدی امام کی اتباع نہیں کریں لیکن آمین کہیں اور دعا یہ ہے اللھم اھدنا بفضلك۔ اے اللہ اپنے فضل سے ہم کو ہدایت عطا فرما ان نیک بندوں کے ساتھ جن کو تونے ہدایت عطا فرمائی اور ہم کو عافیت عطا فرما ان کے ساتھ جن کو تونے عافیت عطا فرمائی اور ہمارا ولی ہو ان کے ساتھ جن کا تو ولی ہوا، اور جو چیزیں تونے ہمیں عطا فرمائی ان میں تو ہمیں برکت عطا فرما اور ہم کو ان چیزوں سے بچا جن کا تونے فیصلہ فرمالیا ہے بیشک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور تجھ پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا جس کا تو ولی ہو اوہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کا تو مخالف ہو وہ عزت نہیں پا سکتا، اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور بلند و بالا ہے، اور اللہ ہمارے سردار محمد مصطفی ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر درود نازل فرمائے اور سلام۔

مُتَفَرِّقَاتٌ فِيْ اَحْكَامِ الْقُنُوْتِ

وَمَنْ لَمْ يُحْسِنِ الْقُنُوْتَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَوْ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ أَوْ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ۔

ترجمہ: اور جو شخص دعائے قنوت اچھی طرح نہ پڑھ سکے وہ اللھم اغفر لی تین مرتبہ کہے یا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱) پڑھ لے یا یا رب یا رب یا رب تین مرتبہ کہے۔

سوال: کیا رمضان کے وتر میں مقتدی امام کی متابعت کرتے ہوئے قنوت پڑھے گا؟ نیز قنوت کے بعد اگر امام نے دوسری دعا پڑھی تو کیا اس میں بھی متابعت کرے گا؟

جواب: رمضان کے وتر جبکہ جماعت سے پڑھے جارہے ہوں تو مقتدی اپنے امام کی متابعت کرے گا یعنی آہستہ قنوت پڑھے گا، اور اگر قنوت کے بعد امام نے متن میں مذکور دعا شروع کر دی تو عند ابی یوسف مقتدی امام کے ساتھ ساتھ آہستہ پڑھے، جبکہ عند محمد مقتدی نہ پڑھے بلکہ آمین کہتا رہے۔ اور قنوت کے بعد اس دعاء کو پڑھنا بہتر ہے کہ حدیث سے ثابت ہے۔

سوال: جس کو مخصوص دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کون سی دعا پڑھے؟

جواب: جس کو مخصوص دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ تین بار **اللھم اغفرلی** پڑھ لے یا **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** ایک بار کہے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاة، الباب الثامن فی صلاة الوتر، ج۱، ص۱۱۱.) یا تین بار یا ربی، یا ربی، یا ربی پڑھ لے۔ لیکن دعائے قنوت کو جلدی یاد کرنے کی کوشش کرے تاکہ سنت کی فضیلت حاصل ہو۔

وَاِذَا اقْتَدٰی بِمَنْ یَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ قَامَ مَعَهٗ فِيْ قُنُوْتِهٖ سَاکِتًا فِي الْأَظْهَرِ وَيُرْسِلُ يَدَيْهِ فِيْ جَنْبَيْهِ وَاِذَا نَسِيَ الْقُنُوْتَ فِي الْوِتْرِ وَتَذَكَّرَهٗ فِي الرُّكُوْعِ أَوِ الرَّفْعِ مِنْهُ لَا يَقْنُتُ وَلَوْ قَنَتَ بَعْدَ رَفْعِ رَأْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يُعِيْدُ الرُّكُوْعَ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِزَوَالِ الْقُنُوْتِ عَنْ مَحَلِّهِ الْأَصْلِيِّ وَلَوْ رَكَعَ الْإِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِيْ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ أَوْ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِيْهِ وَخَافَ فَوْتَ الرُّكُوْعِ تَابَعَ إِمَامَهٗ ـ

ترجمہ: اور جب اقتدا کرے ایسے شخص کی جو فجر کی نماز میں قنوت پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ قنوت میں خاموش کھڑا رہے ظاہر مذہب کے مطابق اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں میں چھوڑ دے۔ اور جب نمازی نماز وتر میں قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں قنوت یاد آئے یا رکوع سے اٹھنے کے وقت تو اب قنوت نہ پڑھے اور اگر رکوع سے اپنا سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھ لی تو رکوع کا اعادہ نہ کرے اور قنوت کے اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا اور اگر امام رکوع کرے مقتدی کے قنوت پڑھنے سے فارغ ہونے سے پہلے یا مقتدی کے قنوت شروع کرنے سے پہلے اور مقتدی کو رکوع کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ اپنے امام کی اتباع کرے۔

وَلَوْ تَرَكَ الْإِمَامُ الْقُنُوْتَ يَأْتِيْ بِهِ الْمُؤْتَمُّ إِنْ أَمْكَنَهٗ مُشَارَكَةُ الْإِمَامِ فِي الرُّكُوْعِ وَإِلَّا تَابَعَهٗ وَلَوْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ فِيْ رُكُوْعِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوِتْرِ كَانَ مُدْرِكًا لِلْقُنُوْتِ فَلَا يَأْتِيْ بِهٖ فِيْمَا سُبِقَ بِهٖ وَيُوْتِرُ بِجَمَاعَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَقَطْ وَصَلَاتُهٗ مَعَ الْجَمَاعَةِ فِيْ رَمَضَانَ أَفْضَلُ مِنْ أَدَائِهٖ مُنْفَرِدًا آخِرَ اللَّيْلِ فِيْ اِخْتِيَارِ قَاضِيْ خَان قَالَ هُوَ الصَّحِيْحُ وَصَحَّحَ غَيْرُهٗ خِلَافَهٗ۔

ترجمہ: اور اگر امام قنوت چھوڑ دے تو مقتدی قنوت بجالائے (پڑھے) اگر اس کو رکوع میں امام کی مشارکت کا امکان ہو، ورنہ تو مقتدی امام کی اتباع کرے گا اور اگر مقتدی نے امام کو وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا تو وہ قنوت کو پانے والا

ہو گا پس قنوت کو بجا نہیں لائے گا (نہیں پڑھے گا) ان رکعتوں میں جن میں وہ مسبوق ہوا ہے، اور وتر جماعت کے ساتھ پڑھے صرف رمضان میں اور اس کا جماعت کے ساتھ پڑھنا رمضان میں اس کو آخر رات میں اکیلے ادا کرنے سے افضل ہے، قاضی خان کے اختیار کے مطابق انہوں نے کہا یہی صحیح ہے اور قاضی خان کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس کے بر خلاف کو صحیح کہا ہے۔

سوال: اگر حنفی مقتدی شافعی المذہب امام کے پیچھے نمازِ فجر پڑھی تو قنوت کے وقت حنفی کیا کرے؟

جواب: اگر حنفی نے نمازِ فجر میں شافعی المذہب امام کی اقتدا کی چونکہ ان کے یہاں نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا سنّت ہے تو جب امام اپنے مذہب کے موافق قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی قنوت نہ پڑھے، بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے (قومہ کی حالت میں) اتنی دیر چپ کھڑا رہے۔("الدر المختار"،کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۳۸،)

یہ طرفین (امام اعظم و امام محمد) کا مذہب ہے، اور اسی پر فتوی ہے، جبکہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ قنوت پڑھے گا۔ اور غیر مفتی بہ قول ہے۔

سوال: اگر نمازی دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

جواب: اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے نہ رکوع میں پڑھے اور اگر قیام کی طرف لوٹ آیا اور قنوت پڑھا اور رکوع نہ کیا، تو نماز فاسد نہ ہو گی، مگر گنہگار ہو گا اور اگر صرف الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تھا تو لوٹے اور سورت و قنوت پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ یو ہیں اگر الحمد بھول گیا اور سورت پڑھ لی تھی تو لوٹے اور فاتحہ و سورت و قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے۔("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ، الباب الثامن في صلاۃ الوتر، ج۱، ص۱۱۱.)

سوال: مقتدی نے قنوت ابھی ختم نہ کی تھی کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: وتر کی قنوت میں مقتدی امام کی متابعت (پیروی) کرے، اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ نہ پڑھا، تو مقتدی کو اگر رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو جب تو رکوع کر دے، ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اُس خاص دعا کی

حاجت نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے، بلکہ مطلقاً کوئی دُعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن في صلاۃ الوتر، ج۱، ص۱۱۱.) جیسے کہ پیچھے ایک سوال کے جواب کے تحت گزرا۔

سوال: اگر کوئی نمازی وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا تو دعائے قنوت کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں ملا ہے تو اسے وہ رکعت مل گئی لہذا بعد کو جو رکعتیں پڑھے گا اس میں قنوت نہ پڑھے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن في صلاۃ الوتر، ج۱، ص۱۱۱.) کہ وہ امام کے ساتھ قنوت کو پانے والا ہے۔

سوال: نمازِ وتر جماعت کے ساتھ کب پڑھی جائے گی؟

جواب: رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۶۰۴.)

اور قاضی خان کے نزدیک رمضان میں وتر کو آخر شب میں تنہا ادا کرنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، جبکہ قاضی خان کے علاوہ دوسرے حضرات نے آخر شب میں تنہا پڑھنے کی افضلیت کو صحیح قرار دیا ہے۔

فَصْلٌ فِيْ بَيَانِ النَّوَافِلِ

یہ فصل نوافل کے بیان میں ہے

السُّنَنِ الْمُؤَكَّدَةِ

سُنَّ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ وَأَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَبْلَ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا بِتَسْلِيْمَةٍ ۔

ترجمہ: دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت ظہر، مغرب و عشاء کے بعد، اور چار رکعت ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد ایک سلام سے سنت مؤکدہ قرار دی گئی ہے۔

اَلْمَنْدُوْبَاتُ

وَنُدِبَ أَرْبَعٌ قَبْلَ الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَبَعْدَهُ وَسِتٌّ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ۔

ترجمہ: اور چار رکعت عصر و عشاء سے پہلے اور چار رکعت عشاء کے بعد اور چھ رکعت مغرب کے بعد مستحب قرار دی گئی ہے

أَحْكَامُ مُتَفَرِّقَةٍ

وَيَقْتَصِرُ فِي الْجُلُوْسِ الْأَوَّلِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَأْتِيْ فِي الثَّالِثَةِ بِدُعَاءِ الْاِسْتِفْتَاحِ بِخِلَافِ الْمَنْدُوْبَةِ وَإِذَا صَلّٰى نَافِلَةً أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ إِلَّا فِيْ آخِرِهَا صَحَّ اسْتِحْسَاناً لِأَنَّهَا صَارَتْ صَلَاةً وَاحِدَةً وَفِيْهَا الْفَرْضُ الْجُلُوْسُ آخِرَهَا ۔

ترجمہ: اور چار رکعت والی سنت مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا کرے اور تیسری رکعت میں دعائے افتتاح (ثنا) نہ بجالائے (نہ پڑھے) بر خلاف چار رکعت والی مستحب نمازوں کے اور جب نفل نماز دو رکعت سے زیادہ پڑھے اور نہ بیٹھے مگر ان کے آخر میں تو صحیح ہے استحباباً، اس لئے کہ وہ ایک نماز ہوگئی اور ان میں (چار رکعت والی میں) وہی جلسہ فرض ہے جو آخر میں ہو۔

وَكُرِهَ الزِّيَادَةُ عَلىٰ أَرْبَعٍ بِتَسْلِيمَةٍ فِي النَّهَارِ وَعَلىٰ ثَمَانٍ لَيْلًا وَالْأَفْضَلُ فِيهِمَا رُبَاعٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا الْأَفْضَلُ فِي اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَبِهٖ يُفْتٰى وَصَلَاةُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ النَّهَارِ وَطُوْلُ الْقِيَامِ أَحَبُّ مِنْ كَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

ترجمہ: اور دن میں ایک سلام سے چار رکعت پر اور رات میں آٹھ رکعت پر زیادتی کرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے اور امام اعظم کے نزدیک ان دونوں (رات اور دن) میں چار چار رکعت افضل ہے، اور صاحبین کے نزدیک رات میں دو دو افضل ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور رات کی نماز دن کے نماز سے افضل ہے اور قیام کو لمبا کرنا سجدوں کی کثرت سے افضل ہے۔

سوال: نفل کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: نفل کا لغوی معنی زیادتی کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جو فرض وواجب نہ ہو، اور کرنے سے ثواب اور نہ کرنے سے گناہ نہ ہو۔

سوال: کتبِ فقہ میں نفل و سنّت کو اکٹھا کیوں ذکر کیا جاتا ہے؟

جواب: نفل عام ہے کہ سنت پر بھی اس کا اطلاق آیا ہے اور اس کے غیر کو بھی نفل کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام باب النوافل میں سنن کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ نفل ان کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا نفل کے جتنے احکام بیان ہوں گے وہ سنتوں کو بھی شامل ہوں گے، البتہ اگر سنتوں کے لئے کوئی خاص بات ہو گی تو اس مطلق حکم سے اس کو الگ کیا جائے گا، جہاں استثناء نہ ہو، اسی مطلق حکم نفل میں شامل سمجھیں گے۔ پس ہر سنّت نماز نفل ہے مگر ہر نفل نماز سنّت نہیں ہے۔

سوال: سنّت نماز کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کی دو قسمیں ہیں کہ: (۱) بعض سنّتیں مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی۔ بلاعذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ (اس کی گواہی قابل قبول نہیں) اور مستحق نار ہے۔ اور بعض ائمہ نے فرمایا: کہ "وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے، اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔" تلویح میں ہے، کہ اس کا ترک قریب بحرام ہے۔ اس کا تارک اس بات کا مستحق ہے کہ معاذ اللہ! شفاعت سے محروم

ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔" سنت مؤکدہ کو سنن الہدی بھی کہتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم غیر مؤکدہ ہے جس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں۔ اس پر شریعت میں تاکید نہیں آئی، کبھی اس کو مستحب اور مندوب بھی کہتے ہیں۔

سوال: سنّتِ موکدہ کون کون سی نمازیں ہیں؟

جواب: سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ (۱) دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔ (۲) چار ظہر کے پہلے، (۳) دو بعد۔ (۴) دو مغرب کے بعد۔ (۵) دو عشا کے بعد اور (۶) چار جمعہ سے پہلے، (۷) چار جمعہ کے بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۴۵.)

جو سنتیں چار رکعتی ہیں مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں گی یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں، یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوئیں۔ یوہیں اگر چار رکعت کی منت مانی اور دو دو رکعت کر کے چار پڑھیں تو منت پوری نہ ہوئی، بلکہ ضرور ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔
("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۴۵،)

سوال: سب سنّتِ موکدہ میں قوّت کے اعتبار سے کیا ترتیب ہے؟

جواب: سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہہ یا براہ جہل ہو تو خوف کُفر ہے اور اگر دانستہ بلا شبہہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی و لہٰذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر، نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ اس کے بعد پھر مغرب کی سنتیں پھر ظہر کے بعد کی پھر عشا کے بعد کی پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں، اور اصح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا: کہ "جو انہیں ترک کرے گا، اُسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔" ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۸۔۵۵۰.)

سوال: مستحب (سنّتِ غیر موکدہ) نمازیں کون کون سی ہیں؟

جواب: (۱)چار رکعت عشا سے پہلے (۲)چار رکعت عصر کے پہلے (۳)عشا کے بعد چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا مستحب ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ عشا کے بعد دو ہی پڑھے مستحب ادا ہو جائے گا۔ یو ہیں ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے کہ حدیث میں فرمایا: "جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار پر محافظت کی، اللہ تعالیٰ اُس پر آگ حرام فرما دے گا۔" ("جامع الترمذي"، أبواب الصلاة، الحدیث: ۴۲۷، ج۱، ص۴۳۵.)

(۴) بعد مغرب چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلاۃ الاوّابین کہتے ہیں، خواہ ایک سلام سے سب پڑھے یا دو سے یا تین سے اور تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في السنن والنوافل، ج۲، ص۵۴۷.)

سوال: چار رکعت والی سنّتِ مؤکدہ اور نفل نماز ادا کرنے میں کیا فرق ہے؟

جواب: جو سنت مؤکدہ چار رکعتی ہے اس کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو **سُبْحٰنَكَ** اور **اَعُوْذُ** بھی نہ پڑھے اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والے نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں **سُبْحٰنَكَ** اور **اَعُوْذُ** بھی پڑھے، بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ پہلا **سُبْحٰنَكَ** اور **اَعُوْذُ** کافی ہے، منت کی نماز کے بھی قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں ثناو تعوذ۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۵۲)

سوال: اگر کوئی شخص دو رکعت سے زیادہ نفل نماز پڑھے اور درمیانی قعدہ میں نہ بیٹھے تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر کسی شخص نے دو رکعت سے زیادہ مثلاً چار رکعت نفل پڑھی اور درمیانی قعدہ میں نہیں بیٹھا بلکہ چار رکعت کے آخر میں قعدہ کیا تو سجدۂ سہو کے ساتھ اس کی نماز عند الشیخین استحساناً جائز ہے اگرچہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے کیونکہ نفل نماز کی ہر دو رکعت علیحدہ نماز ہے لہٰذا اس کا ہر قعدہ فرض ہوا اور وہ یہاں پر ترک ہو گیا پس جب پہلی دو فاسد ہو گئی تو دوسری دو کا شروع ہونا بھی درست نہ ہوا اس لئے پوری نماز فاسد ہو گی اور یہی قول امام زفر و محمد کا ہے اور قیاس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلا قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے کل نماز کو نماز واحد بنا لیا اور

یہ فرض کے مشابہ ہو گئی اور قعدۂ اولی فرض سے واجب ہو گیا لہذا واجب کے ترک کی وجہ سے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے نماز ہو گئی۔ جیسے کہ بہارِ شریعت میں ہے۔

چار رکعت نفل پڑھے اور قعدۂ اولیٰ فوت ہو گیا بلکہ قصداً بھی ترک کر دیا تو نماز باطل نہ ہوئی اور بھول کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو عود نہ کرے اور سجدۂ سہو کر لے نماز کامل ادا ہو گی، اگر تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری پر نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہو گی اور اگر دو رکعت کی نیت باندھی تھی اور بغیر قعدہ کئے تیسری کے لئے کھڑا ہو گیا تو عود کرے ورنہ فاسد ہو جائے گی۔ ("الفتاوی الهندية"، کتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، ج۱، ص۱۱۳.)

سوال: اکٹھے کتنی رکعات نوافل بلا کراہت پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور امامِ اعظم کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۵۰.)

اور صاحبین کے نزدیک دن میں چار چار اور رات میں دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ مصنف کے قول کے مطابق صاحبین کے قول پر فتوی ہے جبکہ اب امامِ اعظم کے قول پر فتوی ہے، اور ایسے ہی بہار شریعت میں لکھا ہے۔

سوال: رات کے نوافل افضل ہیں یا دن کے؟

جواب: رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں مرفوعاً ہے فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ ("صحيح مسلم"، کتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم، الحديث:۱۱۶۳، ص۵۹۱.)

اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر میں بکری دُوہ لیتے ہیں اور عشا کے فرض کے بعد جو نماز پڑھی وہ صلاۃ اللیل ہے۔ ("المعجم الكبير"، باب الألف، الحديث:۷۸۷، ج۱، ص۲۷۱.)

سوال: طولِ قیام افضل ہے یا کثرتِ رکعات؟

جواب: نماز میں قیام طویل ہونا کثرتِ رکعات سے افضل ہے یعنی جب کہ کسی وقت معین تک نماز پڑھنا چاہے مثلاً دو رکعت میں چار رکعت کے برابر وقت صرف کر دینا چار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاة، باب

الوتر والنوافل، مطلب: قولھم کل شفع من النفل الصلاۃ لیس مطردا، ج۲، ص ۵۵۴.) کیونکہ: حضرتِ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے پوچھا گیا کہ "کون سی نَماز سب سے افضل ہے؟" ارشاد فرمایا، "طویل قیام والی نَماز۔"

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم ۷۵۶، ص ۳۸۰)

اور اس لئے بھی کہ طویل قیام سے قراءت زیادہ ہوتی ہے جبکہ کثرتِ سجود سے تسبیحات زیادہ ہوتی ہیں اور قراءت تسبیحات سے افضل ہے۔

فَصْلٌ فِيْ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ وَصَلَاةِ الضُّحٰى وَإِحْيَاءِ اللَّيَالِيْ

یہ فصل تحیۃ المسجد اور چاشت اور راتوں کو زندہ کرنے کے بیان میں ہے

تَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ

سُنَّ تَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْجُلُوْسِ وَأَدَاءُ الْفَرْضِ يَنُوْبُ عَنْهَا وَكُلُّ صَلَاةٍ أَدَّاهَا عِنْدَ الدُّخُوْلِ بِلَا نِيَّةِ التَّحِيَّةِ وَنُدِبَ رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ قَبْلَ جَفَافِهِ وَأَرْبَعٌ فَصَاعِدًا فِي الضُّحٰى وَنُدِبَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَصَلَاةُ الْاِسْتِخَارَةِ وَصَلَاةُ الْحَاجَةِ۔

ترجمہ: مسجد کا تحیت ادا کرنا دو رکعتوں سے بیٹھنے سے پہلے سنت قرار دیا گیا ہے، اور فرض نماز کو ادا کرنا تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور ہر وہ نماز جس کو مسجد میں داخل ہونے کے وقت ادا کرے تحیۃ المسجد کی نیت کے بغیر اور وضو کے بعد وضو کے خشک ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے، اور چار رکعت یا زیادہ چاشت کے وقت مستحب ہے، اور رات کی نماز اور استخارہ کی نماز اور حاجت کی نماز کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

إِحْيَاءُ اللَّيَالِيْ

وَنُدِبَ إِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ الْأَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَإِحْيَاءُ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ وَلَيَالِيْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَيُكْرَهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلٰى إِحْيَاءِ لَيْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ اللَّيَالِيْ فِي الْمَسَاجِدِ۔

ترجمہ: اور رمضان کی آخری عشرے کی راتوں کو زندہ کرنا اور دونوں عیدوں کی راتوں کو اور عشرہ ذی الحجہ کی راتوں کو اور نصف شعبان کی رات کو زندہ کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے اور ان راتوں میں سے کسی رات کو زندہ کرنے کے لئے مسجدوں میں جمع ہونا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال: نمازِ تحیّۃ المسجد کب ادا کی جاتی ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: تحیۃ المسجد جو شخص مسجد میں آئے اُسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی تحیۃ المسجد، ج ۲، ص ۵۵۵.)

تحیّۃالمسجد کا معنی ہے مسجد کی تعظیم بجالانا۔ بخاری و مسلم ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:"جو شخص مسجد میں داخل ہو، بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔"

("صحیح البخاري"،کتاب الصلاۃ،باب إذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین،الحدیث:۴۴۴،ج۱،ص۱۷۰.)

مسئلہ: ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حق مسجد ادا ہو جائے گا۔

("ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحیۃ المسجد،ج۲،ص۵۵۵.)

مسئلہ: فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ اس نماز کا حکم اس کے لئے ہے جو بہ نیت نماز نہ گیا بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لئے گیا ہو۔ اگر فرض یا اقتدا کی نیت سے مسجد میں گیا تو یہی قائم مقام تحیۃ المسجد ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر کچھ دیر کے بعد فرض پڑھے گا تو تحیۃ المسجد پڑھے۔("ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحیۃ المسجد،ج۲،ص۵۵۵.)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر پڑھے بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے۔

("الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،ج۲،ص۵۵۷.)

مسئلہ: ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں اور اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا یا اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو چار بار **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ** کہے۔

("الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،ج۲،ص۵۵۷.)

سوال: نماز تحیّۃ الوضو کب ادا کی جاتی ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: تحیۃ الوضو کہ وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

("تنویر الأبصار"و"الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،ج۲،ص۵۶۳.)

صحیح مسلم میں ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

("صحیح مسلم"،کتاب الطھارۃ،باب الذکر المستحب عقب الوضوء،الحدیث:۲۳۴،ص۱۴۴.)

مسئلہ: غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو قائم مقام تحیۃ الوضو کے ہو جائیں گے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب: سنۃ الوضوء، ج۲، ص۵۶۳.)

سوال: صلاۃ الضحی کب ادا کی جاتی ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: ضحی کا معنی دن کا چڑھنا ہے، لہذا آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی کے وقت میں جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نمازِ ضحی یعنی چاشت کی نماز کہتے ہیں، اور یہ مستحب ہے، اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع في النوافل، ج۱، ص۱۱۲.)

کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع في النوافل، ج۱، ص۱۱۲.) اور افضل بارہ ہیں کہ حدیث میں ہے، جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، "اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔" ("جامع الترمذي"، أبواب الوتر، باب ماجاء في صلاۃ الضحی، الحدیث: ۴۷۲، ج۲، ص۱۷.) نیز مسلم شریف میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہنا صدقہ ہے اور **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔ ("صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی... إلخ، الحدیث: ۷۲۰، ص۳۶۳.)

سوال: صلاۃ اللیل کس نماز کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: رات میں بعد نماز عشا جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاۃ اللیل کہتے ہیں، اور اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں مرفوعاً ہے فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ ("صحیح مسلم"، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۱۱۶۳، ص۵۹۱.)

اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر میں بکری دُوہ لیتے ہیں اور فرض عشا کے بعد جو نماز پڑھی وہ صلاۃ اللیل ہے۔ ("المعجم الکبیر"، باب الألف، الحدیث: ۷۸۷، ج۱، ص۲۷۱.)

سوال: نمازِ استخارہ کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: استخارہ کرنے کے لئے جو نماز پڑھی جائے اسے نمازِ استخارہ کہتے ہیں، اور یہ مستحب ہے۔ پس جب کوئی کسی امر کا قصد کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ۔** اور اپنی حاجت کا ذکر کرے خواہ بجائے **ھٰذَا الْاَمْرَ** کے حاجت کا نام لے یا اُس کے بعد۔ **اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ** میں اَوْ شک راوی ہے، فقہا فرماتے ہیں کہ جمع کرے یعنی یوں کہے: **وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ**

سوال: نمازِ حاجت کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: جو نماز قضائے حاجت کے لئے پڑھی جائے اسے نمازِ حاجت کہتے ہیں، اور یہ مستحب ہے۔ کہ ابو داود حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: "جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی اہم امر پیش آتا تو نماز پڑھتے۔ ("سنن أبي داود"، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبي صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل، الحدیث:۱۳۱۹، ج۲، ص۵۲.)

اس کے لئے دو رکعت یا چار پڑھے۔ حدیث میں ہے: "پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور **قُلْ ھُوَ اللّٰهُ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** ایک ایک بار پڑھے، تو یہ ایسی ہیں جیسے شبِ قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔" مشائخ فرماتے ہیں: کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں۔ ایک حدیث میں ہے جس کو ترمذی و ابن ماجہ نے عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس کی کوئی حاجت اللہ (عزوجل) کی طرف ہو یا کسی بنی آدم کی طرف تو اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ عزوجل کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ پڑھے: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ**

وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ ("جامع الترمذي"، أبواب الوتر، باب ماجاء في صلاۃ الحاجۃ، الحدیث:٤٧٨، ج٢، ص٢١.)

ترمذی بافادۂ تحسین و تصحیح وابن ماجہ و طبرانی وغیرہم عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ ایک صاحب نابینا حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی، اللہ (عزوجل) سے دُعا کیجئے کہ مجھے عافیت دے، ارشاد فرمایا: "اگر تو چاہے تو دُعا کروں اور چاہے صبر کر اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔" انھوں نے عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) دُعا کریں، انہیں حکم فرمایا: کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: "خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے، گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔" ("سنن ابن ماجہ"، کتاب إقامۃ الصلوات والسنۃ فیھا، باب ماجاء في صلاۃ الحاجۃ، الحدیث:١٣٨٥، ج٢، ص١٥٦)

نیز قضائے حاجت کے لئے ایک مجرب نماز جو علما ہمیشہ پڑھتے آئے یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزارِ مبارک پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور امام کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے سوال کرے، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: کہ میں ایسا کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

("الخیرات الحسان"، الفصل الخامس والثلاثون...إلخ، ص٢٣٠. و"تاریخ بغداد"، باب ماذکر في مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزھاد، ج١، ص١٣٥.)

سوال: راتوں کو زندہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ نیز کن کن راتوں کو زندہ کرنا مستحب ہے؟

جواب: راتوں کو زندہ کرنے سے مراد ان میں اللہ عزوجل کی عبادت کرنا ہے یعنی چاہے نفل پڑھے یا تلاوتِ قرآن کرے یا ذکر و تسبیح و تہلیل کرے یا درود شریف پڑھے۔ عیدین اور پندرہویں شعبان کی راتوں اور رمضان کی آخری دس راتوں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں شب بیداری مستحب ہے اکثر حصہ میں جاگنا بھی شب بیداری ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج٢، ص٥٦٨.)

عیدین کی راتوں میں شب بیداری یہ ہے کہ عشا و صبح دونوں جماعت اولیٰ سے ہوں۔ کہ صحیح حدیث میں فرمایا: "جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی، اُس نے آدھی رات عبادت کی اور جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی، اس نے ساری رات عبادت کی۔" ("صحیح مسلم"، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ العشاء... إلخ، الحدیث: ۶۵۶، ص ۳۲۹.)

اور ان راتوں میں اگر جاگے گا تو نماز عید و قربانی وغیرہ میں دقت ہوگی۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرے اور اگر ان کاموں میں فرق نہ آئے تو جاگنا بہت بہتر۔ ان راتوں میں تنہا نفل نماز پڑھنا اور تلاوت قرآن مجید اور حدیث پڑھنا اور سُننا اور درود شریف پڑھنا شب بیداری ہے نہ کہ خالی جاگنا۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في إحیاء لیالی العیدین... إلخ، ج ۲، ص ۵۶۹.)

سوال: کیا مسجد میں جمع ہو کر ان راتوں کو زندہ کر سکتے ہیں؟

جواب: مسجد میں جمع ہو کر ان راتوں کو زندہ کرنا مصنف نے مکروہ لکھا ہے اور یہی قول اکثر علماء حجاز، فقہائے اہل مدینہ کا ہے کہ ایسا کرنا نہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منقول ہے اور نہ صحابہ سے جبکہ علمائے شام نے شعبان کی پندرھویں رات کے متعلق اختلاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ زندہ کرنا مستحب ہے اور تابعین کے ایک گروہ کا اس پر عمل رہا ہے اور اعلیٰ حضرت فتوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنا بر سبیل تداعی مکروہ تنزیہی ہے اور تداعی کے معنی اعلان کے ساتھ بلانا ہے۔

فَصْلٌ فِيْ صَلَاةِ النَّفْلِ جَالِسًا

یہ فصل بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بیان میں ہے

يَجُوْزُ النَّفْلُ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ لٰكِنْ لَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَيَقْعُدُ كَالْمُتَشَهِّدِ فِي الْمُخْتَارِ وَجَازَ إِتْمَامُهٗ قَاعِدًا بَعْدَ افْتِتَاحِهٖ قَائِمًا بِلَا كَرَاهَةٍ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: نفل نماز بیٹھ کر قیام پر قدرت کے باوجود جائز ہے لیکن اس کے لئے کھڑے ہونے والے کے ثواب کا آدھا ہے مگر عذر سے، اور تشہد پڑھنے والے کی طرح بیٹھے مختار مذہب میں، اور اس کو کھڑے ہو کر شروع کرنے کے بعد اس کو بیٹھ کر پورا کرنا جائز ہے بغیر کراہت کے اصح قول کے مطابق۔

اَلتَّنَفُّلُ عَلَى الدَّابَّةِ

وَيَتَنَفَّلُ رَاكِبًا خَارِجَ الْمِصْرِ مُوْمِيًا إِلٰى أَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ دَابَّتُهٗ وَبَنٰى بِنُزُوْلِهٖ لَا بِرُكُوْبِهٖ وَلَوْ كَانَ بِالنَّوَافِلِ الرَّاتِبَةِ وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى أَنَّهٗ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِأَنَّهَا آكَدُ مِنْ غَيْرِهَا وَجَازَ لِلْمُتَطَوِّعِ الْاِتِّكَاءُ عَلٰى شَيْءٍ إِنْ تَعِبَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ عُذْرٍ كُرِهَ فِي الْأَظْهَرِ لِإِسَاءَةِ الْأَدَبِ وَلَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ نَجَاسَةٌ عَلَيْهَا وَلَوْ كَانَتْ فِي السَّرْجِ وَالرِّكَابَيْنِ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَا تَصِحُّ صَلَاةُ الْمَاشِيْ بِالْإِجْمَاعِ۔

ترجمہ: اور نفل پڑھ سکتا ہے سوار ہو کر شہر کے باہر اشارے سے جس جہت کی طرف اس کی سواری چل رہی ہو، اور اس سے اتر کر بناء کر سکتا ہے نہ کہ سوار ہو کر اگرچہ وہ سنت مؤکدہ ہو اور امام اعظم سے منقول ہے کہ وہ فجر کی سنت کے لئے اترے گا اس لئے کہ وہ دیگر سنتوں سے زیادہ مؤکد ہے، اور جائز ہے نفل پڑھنے والے کے لئے کسی چیز پر ٹیک لگانا اگر وہ تھک گیا ہو بغیر کسی کراہت کے، اور اگر بغیر عذر کے ہو تو مکروہ ہے ظاہر مذہب کے مطابق بے ادبی کی وجہ سے، اور جانور پر نماز پڑھنے کے صحیح ہونے کو جانور پر کسی نجاست کا ہونا مانع نہیں ہے اگرچہ وہ نجاست زین اور رکابوں میں ہو اصح قول کے مطابق، اور بالاجماع پیدل چلنے والے کی نماز صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں! تو کس طرح؟

جواب: کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو جب بھی بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۸۴.)

مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے کہ حدیث میں فرمایا: "بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔" (۔" صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا...إلخ، الحدیث:۷۳۵، ص۳۷۰.)

اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو ثواب میں کمی نہ ہوگی۔ یہ جو آج کل عام رواج پڑ گیا ہے کہ نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں، ایسا ہے تو ان کا خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور اس میں اُس حدیث سے دلیل لانا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے۔ (" صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب صلاۃ اللیل... إلخ، الحدیث: ۱۲۶۔(۷۳۸)، ص۳۷۲.) صحیح نہیں کہ یہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مخصوصات میں سے ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز سے آدھی ہے۔ اس کے بعد میں حاضر خدمتِ اقدس ہوا تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا، سرِ اقدس پر میں نے ہاتھ رکھا (کہ بیمار تو نہیں) ارشاد فرمایا: کیا ہے اے عبداللہ؟ عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تو ایسا فرمایا ہے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، فرمایا: "ہاں ولیکن میں تم جیسا نہیں۔" (" صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا...إلخ، الحدیث:۷۳۵، ص۳۷۰.)

امام ابراہیم حلبی و صاحب درمختار و صاحب ردالمحتار نے فرمایا: کہ یہ حکم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خصائص سے ہے اور اسی حدیث سے استناد کیا۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث المسائل ستۃ عشریۃ، ج۲، ص۵۸۵.)

اور نفل کی بیٹھک کی کیفیت میں اختلاف ہے لیکن مختار قول جس پر فتوی ہے وہ یہ ہے: نفل بیٹھ کر پڑھے تو اس طرح بیٹھے جیسے تشہد میں بیٹھا کرتے ہیں مگر قراءت کی حالت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے رہے جیسے قیام میں باندھتے ہیں۔("الدر المختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مبحث المسائل ستۃ عشریۃ،ج۲،ص۵۸۷.)

اوردوسرے اقوال یہ ہیں: شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد دونوں ہاتھ باندھ کر پڑھے کہ یہ قیام کے مشابہ ہے۔اور امام اعظم سے منقول ہے کہ جس طرح چاہے بیٹھے کہ جب اصل قیام کا ترک کرنا جائز ہو گیا تو بیٹھنے کی کیفیت کو ترک کرنا بھی جائز ہو گا۔

سوال: اگر کسی نے نفل کھڑے ہو کر شروع کی تو کیا درمیان میں بیٹھ کر مکمل کر سکتا ہے؟

جواب: اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی تھی پھر بیٹھ گیا یا بیٹھ کر شروع کی تھی پھر کھڑا ہو گیا تو اصح قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں، خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھی ایک بیٹھ کر یا ایک ہی رکعت کے ایک حصہ کو کھڑے ہو کر پڑھا اور کچھ حصہ بیٹھ کر۔("الدر المختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مبحث المسائل الستۃ عشریۃ،ج۲،ص۵۸۴.)

مگر دوسری صورت یعنی کھڑے ہو کر شروع کی پھر بیٹھ گیا اس میں اِختلاف ہے، لہٰذا بچنا اَولیٰ۔(۱)امامِ اعظم کا مذہب جائز کا ہے۔جبکہ (۲) صاحبین اس کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔

سوال: کیا نفل نماز سواری پر پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بیرون شہر سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں استقبالِ قبلہ شرط نہیں بلکہ سواری جس رُخ کو جارہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر اُدھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہیں اور شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں بلکہ سواری جدھر جارہی ہے اُس طرف ہو اور رکوع و سجود اشارہ سے کرے اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست ہو۔("الدر المختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ،ج۲،ص۵۸۸.)

سواری پر نفل پڑھنے میں اگر ہانکنے کی ضرورت ہو اور عملِ قلیل سے ہانکا مثلاً ایک پاؤں سے ایڑ لگائی یا ہاتھ میں چابک ہے اُس سے ڈرایا تو حرج نہیں اور بلا ضرورت جائز نہیں۔("ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ،ج۲،ص۵۸۹.)

سوال: اگر نفل سواری پر شروع کی اور درمیان نماز سواری سے نیچے اتر گیا تو کیا بناء کر سکتا ہے؟

جواب: سواری پر نماز شروع کی پھر عملِ قلیل کے ساتھ اتر آیا تو اسی پر بناء کر سکتا ہے خواہ کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر مگر قبلہ کو منہ کرنا ضروری ہے، اور عملِ قلیل کی صورت یہ ہے کہ پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۸۹.)

سوال: کیا زمین پر شروع کی ہوئی نماز کی بناء سواری پر کر سکتا ہے؟

جواب: زمین پر شروع کی تھی پھر سوار ہوا تو بناء نہیں کر سکتا نماز جاتی رہی، از سرے نو پڑھے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۸۹.)

سوال: (لو کان بالنوافل الراتبۃ) سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سواری پر نماز پڑھنے کے جو احکام ما قبل میں مذکور ہوئے وہ صرف نفل کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ وہ احکام سنّتِ موٴکدہ کے لئے بھی ہیں یہاں تک کہ سنّتِ فجر بھی شامل ہے یعنی سواری پر نفل و سنّت موٴکدہ و سنّتِ فجر پڑھنا جائز ہے۔ لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سنّتِ فجر کے لئے سواری سے اترے گا کیونکہ اس کی تاکید آئی ہے کہ یہ مثلِ واجب ہے، لہذا سنّتِ فجر بلا عذر سواری پر جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا نفل پڑھنے والا کسی چیز پر ٹیک لگا سکتا ہے؟

جواب: کھڑے ہو کر نفل پڑھتا تھا اور تھک گیا تو عصا یا دیوار پر ٹیک لگا کر پڑھنے میں حرج نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، ج۱، ص۱۱۴.)

اور بغیر تھکے بھی اگر ایسا کرے تو کراہت تنزیہی ہے کہ ادب کے خلاف ہے مگر نماز ہو جائے گی۔

سوال: جس سواری پر نماز پڑھ رہا ہے اگر اس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سواری کے جانور پر نجاست لگی ہو خواہ زین پر ہو یا رقاب پر ہو تب بھی اس پر نماز ہو جائے گی اگرچہ وہ نجاست درہم سے زیادہ ہو، ضرورت کی بنا پر معاف ہے۔

سوال: چلتے چلتے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: چلتے چلتے نماز پڑھنا بالاجماع درست نہیں ہے خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو۔

فَصْلٌ فِي الصَّلَاةِ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ عَلَى الدَّابَّةِ

یہ فصل فرض اور واجب نماز سواری پر پڑھنے کے بیان میں ہے

لَا يَصِحُّ عَلَى الدَّابَّةِ صَلَاةُ الْفَرَائِضِ وَ الْوَاجِبَاتِ كَالْوِتْرِ وَالْمَنْذُوْرِ وَمَا شَرَعَ فِيْهِ نَفْلًا فَأَفْسَدَهُ وَلَا صَلَاةُ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةٌ تُلِيَتْ آيَتُهَا عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَخَوْفِ لِصٍّ عَلٰى نَفْسِهٖ أَوْ دَابَّتِهٖ أَوْ ثِيَابِهٖ لَوْ نَزَلَ وَخَوْفِ سَبُعٍ وَطِيْنِ الْمَكَانِ وَجُمُوْحِ الدَّابَّةِ وَعَدَمِ وِجْدَانِ مَنْ يُرْكِبُهٗ لِعِجْزِهٖ ۔

ترجمہ: سواری پر فرض اور واجب نمازیں صحیح نہیں ہوتی ہیں جیسے وتر اور منّت کی نماز اور وہ نفل جس کو شروع کیا پھر اس کو فاسد کر دیا اور نہ جنازے کی نماز اور نہ وہ سجدہ جس کی آیت زمین پر پڑھی گئی ہو مگر ضرورت کی وجہ سے جیسے اپنی جان یا سواری یا کپڑوں پر چور کا خوف ہو اگر وہ اترا اور درندے کا خوف ہو کیچڑ ہو اور جانور کی سرکشی اور اس شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کو سوار کر سکے اس کے عاجز ہونے کی وجہ سے۔

اَلصَّلَاةُ فِي الْمَحْمَلِ

وَالصَّلَاةُ فِي الْمَحْمَلِ عَلَى الدَّابَّةِ كَالصَّلَاةِ عَلَيْهَا سَوَاءٌ كَانَتْ سَائِرَةً أَوْ وَاقِفَةً وَلَوْ جَعَلَ تَحْتَ الْمَحْمَلِ خَشَبَةً حَتّٰى بَقِيَ قَرَارُهٗ إِلَى الْأَرْضِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْأَرْضِ فَتَصِحُّ الْفَرِيْضَةُ فِيْهِ قَائِمًا۔

ترجمہ: اور سواری کے کجاوے میں نماز پڑھنا سواری پر نماز پڑھنے کی طرح ہے خواہ سواری چل رہی ہو یا ٹھہری ہو اور اگر کجاوے کے نیچے لکڑی لگا دی یہاں تک کہ زمین کی جانب اس کا قرار ثابت ہو گیا (زمین پر ٹھہر گئی) تو وہ زمین کی منزل میں ہے، پس اس میں فرض نماز کھڑے ہو کر صحیح ہو گی۔

سوال: سواری پر فرض اور واجب نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سنت فجر و تمام واجبات جیسے وتر و نذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدۂ تلاوت جب کہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کر سکتا، زمین پر اترنا ضروری ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القادر بقدرۃ غیرہ، ج ۲، ص ۵۹۴)

سوال: کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سواری پر فرض وواجب نمازیں پڑھنا جائز ہو؟

جواب: جی ہاں! اگر عذر کی وجہ سے ہو تو جائز ہے اور اعادہ کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن اُن سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو سواری کو قبلہ رُو کھڑا کر کے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في القادر بقدرۃ غیرہ، ج ۲، ص ۵۹۴)

گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لئے یہ عذر ہیں۔ (۱) مینہ برس رہا ہے، (۲) اس قدر کیچڑ ہے کہ اُتر کر پڑھے گا تو منہ دھنس جائے گا یا کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھا یا جائے گا وہ بالکل لتھڑ جائے گا اور اس صورت میں سواری نہ ہو تو کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے (۳) ساتھی چلے جائیں گے، (۴) یا سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہو گی مددگار کی ضرورت ہو گی اور مددگار موجود نہیں، (۵) یا وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اُتر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم عورت کا ہے، (۶) یا مرض میں زیادتی ہو گی، (۷) جان (۸) یا مال، (۹) یا عورت کو آبرو کا اندیشہ ہو۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب في القادر بقدرۃ غیرہ، ج ۲، ص ۵۹۲.)

سوال: کیا کجاوے پر فرض وواجب نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: کجاوے پر نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض وواجب نمازیں اس پر بغیر عذر کے جائز نہیں ہیں۔ خواہ جانور چل رہا ہو یا رکا ہوا ہو۔ ہاں اگر ٹھہرا ہوا ہو اور اس کے نیچے لکڑیاں اس طرح لگا دیں جیسے پائے ہوتے ہیں جس سے کجاوہ زمین پر قائم ہو گیا تو جائز ہے کہ اب یہ زمین کے حکم میں ہو گیا۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۹۰)

فَصْلٌ فِي الصَّلَاةِ فِي السَّفِيْنَةِ

یہ فصل کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں ہے

صَلَاةُ الْفَرْضِ فِيْهَا وَهِيَ جَارِيَةٌ قَاعِدًا بِلَا عُذْرٍ صَحِيْحَةٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَقَالَا لَا تَصِحُّ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَهُوَ الْأَظْهَرُ وَالْعُذْرُ كَدَوَرَانِ الرَّأْسِ وَعَدَمِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْخُرُوْجِ وَلَا تَجُوْزُ فِيْهَا بِالْإِيْمَاءِ اِتِّفَاقًا وَالْمَرْبُوْطَةُ فِيْ لُجَّةِ الْبَحْرِ وَتُحَرِّكُهَا الرِّيْحُ شَدِيْدًا كَالسَّائِرَةِ وَإِلَّا فَكَالْوَاقِفَةِ عَلَى الْأَصَحِّ وَإِنْ كَانَتْ مَرْبُوْطَةً بِالشَّطِّ لَا تَجُوْزُ صَلَاتُهُ قَاعِدًا بِالْإِجْمَاعِ فَإِنْ صَلّٰى قَائِمًا وَكَانَ شَيْءٌ مِنَ السَّفِيْنَةِ عَلٰى قَرَارِ الْأَرْضِ صَحَّتِ الصَّلَاةُ وَإِلَّا فَلَا تَصِحُّ عَلَى الْمُخْتَارِ إِلَّا إِذَا لَمْ يُمْكِنْهُ الْخُرُوْجُ۔

ترجمہ: کشتی میں فرض نماز پڑھنا اس حال میں کہ وہ چل رہی ہو بلا عذر بھی بیٹھ کر صحیح ہے امام اعظم کے نزدیک رکوع اور سجود کے ساتھ، اور صاحبین نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہے مگر عذر سے اور یہی ظاہر مذہب ہے، اور عذر جیسے سر کا چکرانا اور باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا ہے اور کشتی میں اشارے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے بالاتفاق، اور وہ کشتی جو سمندر کے بیچ میں باندھ دی گئی ہو اور ہوا اس کو سخت حرکت دے رہی ہو تو وہ چلنے والی کشتی کی طرح ہے ورنہ تو ٹھہری ہوئی کشتی کی طرح اصح قول کے مطابق، اور اگر کنارے پر باندھ دی گئی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے پس اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر جما ہوا ہے تو نماز صحیح ہوگی ورنہ تو صحیح نہیں ہوگی مختار قول کے مطابق، مگر جب اس کو باہر نکلنا ممکن نہ ہو۔

قِبْلَتُهٗ

وَيَتَوَجَّهُ الْمُصَلِّيْ فِيْهَا اِلَى الْقِبْلَةِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَكُلَّمَا اسْتَدَارَتْ عَنْهَا يَتَوَجَّهُ إِلَيْهَا فِيْ خِلَالِ الصَّلَاةِ حَتّٰى يُتِمَّهَا مُسْتَقْبِلًا۔

ترجمہ: اور نمازی کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کرے گا نماز شروع کرنے کے وقت اور جب جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو وہ بھی قبلہ کی طرف مڑتا رہے نماز کے بیچ میں یہاں تک کہ نماز کو پورا کرے اس حال میں کہ وہ قبلہ کا استعمال کرنے والا ہے۔

سوال: کشتی میں فرض وواجب نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کشتی چل رہی ہو تو امامِ اعظم کے نزدیک بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر فرض وواجب نماز پڑھنا صحیح ہے البتہ بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں ضروری ہے کہ رکوع و سجود کے ساتھ پڑھے، اشارے سے درست نہیں ہوگی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ غالب گمان ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر چکرائے اور غالب متحقق کی طرح ہے۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بلا عذر بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور مصنف فرماتے ہیں کہ صاحبین کا قول ظاہر المذہب ہے ہاں! اگر نمازی کو کوئی عذر ہو مثلاً سر چکراتا ہو یا قدم نہ جمتے ہوں اور کشتی سے باہر نہ نکل سکتا ہو تو ایسی صورت میں بالاتفاق بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

اور بہار شریعت کی عبارت یوں ہے کہ: کشتی پر سوار ہے اور وہ چل رہی ہے، تو بیٹھ کر اس پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ یعنی جب کہ چکر آنے کا گمان غالب ہو اور کنارے پر اُتر نہ سکتا ہو۔ (بہار شریعت جلد ۱ ص ۵۱۱)

سوال: اگر کشتی کو بیچ سمندر یا کنارے پر باندھ دی گئی ہو تو نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: وہ کشتی جس کو سمندر کے بیچ میں لنگر وغیرہ ڈال کر باندھ دیا گیا ہو لیکن ہوا کی وجہ سے بہت زیادہ ہلتی ہو تو اب اس کشتی کا حکم چلتی کشتی کی طرح ہے جس کا حکم سوال نمبر ۲۷۲ کے جواب میں مذکور ہوا۔ اور اگر بہت زیادہ نہ ہلتی ہو تو اس کا حکم ٹھہری ہوئی کشتی کا ہے اور اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

اور اگر سمندر کے کنارے پر باندھ دی گئی ہو تو اب اس پر قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے کیونکہ یہ زمین کے مثل ہے لہذا کھڑے ہو کر پڑھے، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو بیٹھ کر جائز ہے۔

سوال: اگر کشتی کا کچھ حصہ زمین پر جما ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جب کشتی کنارے پر بندھی ہو اور اس کا کچھ حصہ زمین پر جما ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے بیٹھ کر پڑھے گا تو نہیں ہو گی۔ اور اگر کشتی کا کچھ حصہ زمین سے لگا ہوا نہ ہو تو مختار قول کے مطابق اس پر کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھنا درست نہیں ہے بلکہ نیچے اتر کر نماز پڑھنا ضروری ہے کہ وہ سواری کے حکم میں ہے، ہاں اگر کشتی سے باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو پھر کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے۔ اور غیر مختار قول یہ ہے کہ صاحب ہدایہ ونہایہ نے کنارے پر بندھی ہوئی کشتی میں مطلق کھڑے ہو کر پڑھنے کو درست کہا ہے خواہ اس کا کچھ حصہ زمین پر جما ہو یا نہ ہو۔

سوال: کیا کشتی پر نماز پڑھنے والے کے لئے استقبال قبلہ ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! کشتی میں جب نماز شروع کرے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف ہونا ضروری ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل، اور اگر درمیان نماز میں کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو نمازی بھی اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لے، یعنی کشتی جب جب گھومے تب تب یہ بھی گھومتا جائے یہاں تک کہ نماز قبلہ کی طرف پوری کرلے۔ اور اگر باوجود قدرت قبلہ کی طرف نہیں گھوما تو نماز صحیح نہیں ہو گی۔

فَصْلٌ فِي التَّرَاوِيْحِ

یہ فصل تراویح کے بیان میں ہے

حُکْمُهَا

اَلتّرَاوِيْحُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَصَلَاتُهَا بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ كِفَايَةً وَ وَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَيَصِحُّ تَقْدِيْمُ الْوِتْرِ عَلَى التَّرَاوِيْحِ وَتَأْخِيْرُهُ عَنْهَا وَيُسْتَحَبُّ تَأْخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ وَلَا يُكْرَهُ تَأْخِيْرُهَا إِلٰى مَا بَعْدَهُ عَلَى الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے سنت ہے اور تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ سنت کفایہ ہے اور اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور تراویح پر وتر کو مقدم کرنا اور وتر کو تراویح سے مؤخر کرنا دونوں صحیح ہے اور تہائی رات یا نصف رات تک تراویح کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور نصف رات کے بعد تک تراویح کو مؤخر کرنا مکروہ نہیں ہے صحیح قول کے مطابق۔

عَدَدُهَا وَأَدَاؤُهَا

وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيْمَاتٍ وَيُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ بَعْدَ كُلِّ أَرْبَعٍ بِقَدْرِهَا وَكَذَا بَيْنَ التَّرْوِيْحَةِ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ وَسُنَّ خَتْمُ الْقُرْآنِ فِيْهَا مَرَّةً فِي الشَّهْرِ عَلَى الصَّحِيْحِ وَإِنْ مَلَّ بِهِ الْقَوْمُ قَرَأَ بِقَدْرِ مَا لَا يُؤَدِّي إِلٰى تَنْفِيْرِهِمْ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الصَّلَاةَ عَلٰى سَيِّدِنَا النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ كُلِّ تَشَهُّدٍ مِنْهَا وَلَوْ مَلَّ الْقَوْمُ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الثَّنَاءَ وَتَسْبِيْحَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَا يَأْتِيْ بِالدُّعَاءِ إِنْ مَلَّ الْقَوْمُ وَلَا تُقْضَى التَّرَاوِيْحُ بِفَوَاتِهَا مُنْفَرِدًا وَلَا بِجَمَاعَةٍ۔

ترجمہ: اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں کے ساتھ اور ہر چار رکعت کے بعد اسی کے بقدر بیٹھنا مستحب ہے، اور ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان، اور تراویح کے اندر ایک مہینہ میں ایک قرآن کا ختم کرنا سنت قرار دیا گیا ہے صحیح قول کے مطابق- اور اگر قوم اس سے اکتائے تو اتنی مقدار پڑھے جو ان کو نفرت کی حد تک نہ پہنچائے مختار قول کے

مطابق- اور تراویح کے ہر تشہد میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھنا ترک نہ کرے اگرچہ قوم اکتائے مختار قول کے مطابق- اور نہ ترک کرے ثنا، رکوع، سجود کی تسبیح- اور دعا نہ پڑھے اگر قوم اکتائے اور تراویح کے فوت ہونے کی وجہ سے تراویح کی قضا نہیں کی جائے گی نہ اکیلے اور نہ جماعت کے ساتھ۔

سوال: تراویح کا معنی بیان کریں۔

جواب: تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی آرام کرنا ہے چونکہ تراویح کی نماز میں ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرنا مشروع ہے اس لئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔

سوال: تراویح کا حکم کس کو اور کیا ہے؟

جواب: تراویح مرد و عورت سب کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۵۹۶، وغیرہ.)

اس پر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مداومت فرمائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ "میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔" ("جامع الترمذي"، أبواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة... إلخ، الحديث:۲۶۸۵، ج۴، ص۳۰۸.) اور خود حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، ارشاد فرماتے ہیں: "جو رمضان میں قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور ثواب طلب کرنے کے لئے، اس کے اگلے سب گناہ بخش دئے جائیں گے یعنی صغائر۔

(" صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب في قیام رمضان وهو التراویح، الحدیث:۷۵۹، ص۳۸۲.)

پھر اس اندیشہ سے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے ترک فرمائی پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ایک رات مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا، کہ کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، اور کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں، فرمایا: میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں تو بہتر ہو، سب کو ایک امام ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دیا پھر دوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یہ اچھی بدعت ہے۔ ("صحیح البخاري"، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، الحدیث:۲۰۱۰، ج۱، ص۶۵۸.)

سوال: تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا کیا ہے؟

جواب: تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح،ج۱،ص۱۱۶.)

تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت کے ترک کا گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح،ج۱،ص۱۱۶.)

سوال: تراویح کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

جواب: اس کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد بھی تو اگر کچھ رکعتیں اس کی باقی رہ گئیں کہ امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر باقی ادا کر لے جب کہ عشا کے فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور یہ افضل ہے، اوراگر تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھے تو بھی جائز ہے، اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عشا بغیر طہارت پڑھی تھی اور تراویح و وتر طہارت کے ساتھ تو عشا و تراویح پھر پڑھے وتر ہو گئی۔

("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح،ج۱،ص۱۱۵.)

مستحب یہ ہے کہ تہائی رات تک تاخیر کریں اور آدھی رات کے بعد پڑھیں تو بھی کراہت نہیں۔

("الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،ج۲،ص۵۹۸.)

سوال: تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔

("الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل، مبحث صلاۃ التراویح،ج۲،ص۵۹۹.)

اور یہی احادیث سے ثابت، بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ لوگ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

("معرفۃ السنن والآثار"للبیہقی،کتاب الصلاۃ،باب قیام رمضان،رقم ۱۳۶۵،ج۲،ص۳۰۵.)

اور عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد میں بھی یوہیں تھا۔("فتح باب العنایۃ شرح النقایۃ"،کتاب الصلاۃ، فصل في صلاۃ التراویح، ج۱، ص۳۴۲.)

اور موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے، کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس ۲۳ رکعتیں پڑھتے۔("الموطأ" لإمام مالک، کتاب الصلاۃ في رمضان، باب ماجاء في قیام رمضان، رقم ۲۵۷، ج۱، ص۱۲۰.) بیہقی نے کہا اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں۔("السنن الکبری"، کتاب الصلاۃ، باب ماروي في عدد رکعات القیام في شھر رمضان، الحدیث:۴۶۱۸، ج۲، ص۶۹۹.) اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا: کہ رمضان میں لوگوں کو بیس ۲۰ رکعتیں پڑھائے۔("السنن الکبری"، کتاب الصلاۃ، باب ماروي في عدد رکعات القیام في شھر رمضان، الحدیث:۴۶۲۱، ج۲، ص۶۹۹.) نیز اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض وواجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض وواجب کی ہر روز بیس ۲۰ رکعتیں ہیں، لہٰذا مناسب کہ یہ بھی بیس ہوں کہ مکمل و مکمل برابر ہوں۔

تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں دس سلام سے پڑھے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر قعدہ نہ کیا تھا تو دو رکعت کے قائم مقام ہوئیں۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاۃ التراویح، ج۲، ص۵۹۹.)

احتیاط یہ ہے کہ جب دو دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے اور اگر ایک ساتھ بیسوں رکعت کی نیت کرلی تو بھی جائز ہے۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاۃ التراویح، ج۲، ص۵۹۷.)

سوال: ترویحہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر چار رکعت پر اتنی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں، اور اسے ترویحہ کہتے ہیں۔ اور ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو نہ بیٹھے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح، ج۱، ص۱۱۵، وغیرہ.)

اس بیٹھنے میں اسے اختیار ہے کہ چپ بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا چار رکعتیں تنہا نفل پڑھے جماعت سے مکروہ ہے یا یہ تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ نَسْتَغْفِرُ اللهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔ ("غنیۃ المتملي"، تراویح، ص۴۰۴)

سوال: تراویح میں قرآن ختم کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا سستی کی وجہ اسے ترک کیا جاسکتا ہے؟

جواب: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہ کرے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج۲، ص۶۰۱. و"الفتاوی الرضویۃ"، ج۷، ص۴۵۸.)

جبکہ مصنف نے فرمایاہے کہ اگر قوم ختمِ قرآن سے اکتائے تو اسی قدر قرآن پڑھا جائے جو ان کو اکتاہٹ کی حد تک نہ لے جائے۔ جس کو ہمارے یہاں سوریٰ تراویح کہتے ہیں یعنی قرآن کی آخری دس سورتوں کے ذریعے تراویح ادا کرنا۔ جیسے کہ بہارِ شریعت جلد ا ص ۶۹۴ میں ہے: اگر کسی وجہ سے ختم نہ ہو تو سورتوں کی تراویح پڑھیں اور اس کے لئے بعضوں نے یہ طریقہ رکھاہے کہ **الم ترکیف** سے آخر تک دوبار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہو جائیں گی۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح، ج۱، ص۱۱۸.)

سوال: کیا قوم کے اکتانے پر درودِ ابراہیمی، ثنااور رکوع وسجود کی تسبیحات ترک کرسکتے ہیں؟

جواب: تراویح کی ہر دوسری رکعت کے قعدہ میں تشہد کے بعد درودِ ابراہیمی کو ترک نہ کرے اگرچہ قوم اکتاہٹ محسوس کرے کہ عند الاحناف سنّتِ موکّدہ اور عند الشوافع فرض ہے۔ اور ایسے ہی ثنا اور رکوع و سجود کی تسبیحات کو بھی ترک نہ کرے کہ یہ بھی سنّتِ موکّدہ ہیں ہاں درودِ ابراہیمی کے بعد دعائے ماثورہ پڑھنا امام ترک کر سکتا ہے اگر قوم کو دشوار معلوم ہوتا ہو۔ جبکہ بہارِ شریعت جلد ا ص ۶۹۰ میں یوں ہے: امام و مقتدی ہر دو رکعت پر ثنا پڑھیں اور بعد تشہد دُعا بھی، ہاں اگر مقتدیوں پر گرانی ہو تو تشہد کے بعد **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ** پر اکتفا کرے۔

سوال: اگر تراویح فوت ہو جائے تو کیا بعد مین اس کی قضا کرنی ہوگی؟

جواب: اگر تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں اور اگر قضا تنہا پڑھ لی تو تراویح نہیں بلکہ نفل مستحب ہیں، جیسے مغرب وعشا کی سنتیں۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاۃ التراویح، ج۲، ص۵۹۸.)

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

یہ باب کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ہے

صَحَّ فَرْضٌ وَنَفْلٌ فِيْهَا وَكَذَا فَوْقَهَا وَإِنْ لَمْ يَتَّخِذْ سُتْرَةً لٰكِنَّهُ مَكْرُوْهٌ لِإِسَاءَةِ الْأَدَبِ بِاسْتِعْلَائِهٖ عَلَيْهَا وَمَنْ جَعَلَ ظَهْرَهٗ اِلٰى غَيْرِ وَجْهِ إِمَامِهٖ فِيْهَا أَوْ فَوْقَهَا صَحَّ وَإِنْ جَعَلَ ظَهْرَهٗ اِلٰى وَجْهِ إِمَامِهٖ لَا يَصِحُّ وَصَحَّ الْاِقْتِدَاءُ خَارِجَهَا بِإِمَامٍ فِيْهَا وَالْبَابُ مَفْتُوْحٌ وَإِنْ تَحَلَّقُوْا حَوْلَهَا وَالْإِمَامُ خَارِجَهَا صَحَّ إِلَّا لِمَنْ كَانَ أَقْرَبَ إِلَيْهَا فِيْ جِهَةِ إِمَامِهٖ۔

ترجمہ: کعبہ میں فرض اور نفل نماز پڑھنا صحیح ہے اور ایسے ہی اس کے اوپر اگرچہ سترہ قائم نہ کیا ہو (بنایا نہ ہو) لیکن یہ مکروہ ہے کعبہ کے اوپر چڑھنے کی بے ادبی کی وجہ سے اور جس شخص نے کعبے میں یا کعبے کے اوپر اپنی پشت اپنے امام کے چہرے کے علاوہ کی طرف کی تو صحیح ہے اور اگر اپنی پشت اپنے امام کے چہرے کی طرف کی تو صحیح نہیں ہوگی اور صحیح ہے اقتدا کرنا کعبہ سے باہر اس امام کی جو کعبے کے اندر ہو اس حال میں کہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور اگر لوگ کعبہ کے ارد گرد حلقہ بنالیں اور امام بھی کعبہ کے باہر ہو تو اقتدا صحیح ہے مگر اس شخص کی جو کعبہ کی طرف زیادہ قریب ہو اپنے امام کی جہت میں۔

سوال: کیا کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: کعبۂ معظمہ کے اندر ہر نماز جائز ہے، فرض ہو یا نفل تنہا پڑھے یا باجماعت۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ص۱۴۵.)

سوال: کیا کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: کعبۂ معظمہ کی چھت پر نماز پڑھی جب بھی یہی صورتیں ہیں، یعنی جائز ہے اگرچہ اپنے آگے سترہ نہ بنائے مگر اُس کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اوپر چڑھنا اس کی تعظیم کے خلاف ہے۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ج۲، ص۱۹۸.)

سوال: اگر کعبہ کے اندر یا اس کی چھت پر جماعت سے نماز پڑھیں تو کھڑے ہونے کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور کس صورت میں اقتدا درست نہیں ہوگی؟

جواب: اگر کعبہ کے اندر یا اس کے اوپر جماعت سے نماز پڑھیں اور امام کے آس پاس اس طرح کھڑے ہوں کہ امام کا رُخ اور طرف ہو اور مقتدی کا اور طرف تو نماز ہو جائے گی مگر جب کہ مقتدی کی پشت امام کے سامنے ہو تو مقتدی کی نماز نہ ہو گی کہ وہ امام سے مقدم ہو گیا اور اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو تو ہو جائے گی، مگر کوئی چیز اگر درمیان میں حائل نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر مقتدی کا منہ امام کی کروٹ کی طرف ہو تو بلا کراہت جائز۔
("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ في الکعبۃ، ص۱۴۵.)

سوال: امام کعبہ کے اندر ہو اور مقتدی کعبہ کے باہر تو کیا اقتدا درست ہے؟

جواب: امام کعبہ کے اندر ہے اور مقتدی باہر تو اقتدا صحیح ہے، خواہ امام تنہا اندر ہو یا اس کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں، مگر دروازہ کھلا ہونا چاہیے کہ امام کے رکوع و سجود کا حال معلوم ہوتا رہے اور اگر دروازہ بند ہے مگر امام کی آواز آتی ہے جب بھی حرج نہیں مگر جس صورت میں امام تنہا اندر ہو کراہت ہے کہ امام تنہا بلندی پر ہو گا اور یہ مکروہ ہے۔ ("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ في الکعبۃ، ج۲، ص۲۰۰.) اور کعبہ کے دروازے کے کھلے ہونے کی قید اتفاقی ہے، پس مقصد یہ ہے کہ امام کے انتقالات کی خبر اگر مقتدیوں کو ہو رہی ہو تو اقتدا درست ورنہ نہیں۔

سوال: اگر امام و مقتدی کعبہ کے باہر ہوں اور مقتدی کعبہ کے گرد حلقہ بنائے ہوں تو کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب: مسجد الحرام شریف میں کعبۂ معظمہ کے گرد جماعت کی اور مقتدی کعبۂ معظمہ کے چاروں طرف ہوں جب بھی جائز ہے اگرچہ مقتدی بہ نسبت امام کے کعبہ سے قریب تر ہو، بشرطیکہ یہ مقتدی جو بہ نسبت امام کے قریب تر ہے ادھر نہ ہو جس طرف امام ہو بلکہ دوسری طرف ہو اور اگر اسی طرف ہے جس طرف امام ہے اور بہ نسبت امام کے قریب تر ہے تو اُس کی نماز نہ ہوئی کیونکہ وہ امام سے آگے بڑھنے والا کہلائے گا۔ ("تنویر الأبصار" و "ردالمحتار" کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ في الکعبۃ، ج۲، ص۱۹۹)

بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

یہ مسافر کی نماز کا باب ہے

اَلسَّفَرُ الشَّرْعِيُّ

أَقَلُّ سَفَرٍ تَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ بِسَيْرٍ وَسْطٍ مَعَ الْاِسْتِرَاحَاتِ وَالْوَسْطُ سَيْرُ الْإِبِلِ وَمَشْيُ الْأَقْدَامِ فِي الْبَرِّ وَفِي الْجَبَلِ بِمَا يُنَاسِبُهُ وَفِي الْبَحْرِ اِعْتِدَالُ الرِّيْحِ۔

ترجمہ: کم سے کم سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں وہ سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن کی مسافت (فاصلہ) ہے درمیانی رفتار سے آرام لینے کے ساتھ اور درمیانی چال اونٹ کی چال اور قدموں کی چال ہے خشکی میں اور پہاڑ میں اس چیز کی چال ہے جو اس کے مناسب ہو اور سمندر میں ہوا کے اعتدال کے ساتھ۔

قَصْرُ الصَّلَاةِ

فَيَقْصُرُ الْفَرْضَ الرُّبَاعِيَّ مَنْ نَوَى السَّفَرَ وَلَوْ كَانَ عَاصِيًا بِسَفَرِهٖ إِذَا جَاوَزَ بُيُوْتَ مَقَامِهٖ وَجَاوَزَ أَيْضًا مَا اِتَّصَلَ بِهٖ مِنْ فِنَائِهٖ وَإِنِ انْفَصَلَ اَلْفِنَاءُ بِمَزْرَعَةٍ أَوْ قَدْرِ غَلْوَةٍ لَا يُشْتَرَطُ مُجَاوَزَتُهٗ ، وَالْفِنَاءُ اَلْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِمَصَالِحِ الْبَلَدِ كَرَكْضِ الدَّوَابِّ وَدَفْنِ الْمَوْتٰى۔

ترجمہ: پس قصر کرے گا چار رکعت والی فرض نماز میں وہ شخص جس نے سفر کی نیت کی ہو اگرچہ وہ اپنے سفر میں گنہگار ہو- جبکہ اپنے مقام کے گھروں سے گزر جائے اور اس سے گزر جائے جو اس مقام سے متصل ہے یعنی اس کی فنا ہے اور اگر فنا ایک کھیت یا ایک غلوہ کی مقدار جدا ہو تو اس سے تجاوز کرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی اور فنا وہ جگہ ہے جو شہر کی ضرورتوں کے لئے تیار کی گئی ہو جیسے گھوڑوں کو دوڑانے اور مردوں کو دفن کرنے کی جگہ۔

سوال: سفر کا لغوی و شرعی معنی بیان کریں۔

جواب: سفر کا لغوی معنی مسافت طے کرنا ہے جبکہ اصطلاح شرع میں سفر وہ ہے جس سے احکام بدل جاتے ہیں مثلاً نماز کا قصر کرنا، رمضان میں افطاری کی اجازت، جمعہ، عیدین و قربانی کے وجوب کا ساقط ہونا وغیرہ۔

سوال: شرعاً مسافر کسے کہتے ہیں؟ نیز مسافتِ سفر کی کتنی مقدار ہے؟

جواب: شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۸، ص۲۴۳.) دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضروری ہی ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یوہیں کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رُکی ہو نہ تیز۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۸.) سال کا چھوٹا دن اس جگہ کا معتبر ہے جہاں دن رات معتدل ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں لہٰذا جن شہروں میں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار کہ وہاں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے، لہٰذا وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۵.)

کوس کا اعتبار نہیں کہ کوس کہیں چھوٹے ہوتے ہیں کہیں بڑے بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور فقہانے خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے ستاون میل اور کلومیٹر کے حساب سے ۹۲ کلومیٹر بتائی ہے۔

("فتاویٰ رضویہ" (جدید)، ج۸، ص۲۷۰)

تین دن کی راہ کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن سے کم کے راستہ کو زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹.)

تین دن کی راہ کو کسی ولی نے اپنی کرامت سے بہت تھوڑے زمانہ میں طے کیا تو ظاہر یہی ہے کہ مسافر کے احکام اس کے لئے ثابت ہوں مگر امام ابن ہمام نے اس کا مسافر ہونا مستبعد فرمایا۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۶)

سوال: مسافر پر نماز کے بارے میں کیا احکام ہیں؟

جواب: مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار و مستحق نار ہوا کہ واجب ترک کیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہو گئی ہاں اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر اقامت کی نیت کر لی تو فرض باطل نہ ہوں گے مگر قیام و رکوع کا اعادہ کرنا ہو گا اور اگر تیسری کے سجدہ میں نیت کی تو اب فرض جاتے رہے، یوہیں اگر پہلی دونوں یا ایک میں قراءت نہ کی نماز فاسد ہو گئی۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹.)

سُنّتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی البتہ خوف اور رواروی (خوف و گھبراہٹ) کی حالت میں معاف ہیں اور امن کی حالت میں پڑھی جائیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹.)

سوال: اگر مسافر کا سفر معصیت کے لئے ہو تو کیا تب بھی قصر واجب ہے؟

جواب: یہ رخصت جو مسافر کے لئے ہے، مطلق ہے اس کا سفر جائز کام کے لئے ہو یا ناجائز کے لئے بہر حال مسافر کے احکام اس کے لئے ثابت ہوں گے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹)

سوال: جس نے مسافتِ سفر پر جانے کا ارادہ کیا، تو کیا وہ نیت کرنے سے ہی مسافر ہو جائے گا؟

جواب: محض نیت سفر سے مسافر نہ ہو گا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۲.)

فنائے شہر سے جو گاؤں متصل ہے شہر والے کے لئے اس گاؤں سے باہر ہو جانا ضروری نہیں۔ یوہیں شہر کے متصل باغ ہوں اگرچہ ان کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں ان باغوں سے نکل جانا ضروری نہیں۔

("رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۲.)

آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔ ("غنیۃ المتملي"، فصل في صلاۃ المسافر، ص۵۳۶.)

کوئی محلہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا مگر اب جدا ہو گیا تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے اور جو محلہ ویران ہو گیا خواہ شہر سے پہلے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۳.)

سوال: فنائے شہر کسے کہتے ہیں؟

جواب: فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہوں تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔ اور اگر شہر و فنا کے درمیان فاصلہ ہو تو ضروری نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۲)

سوال: غلوہ کسے کہتے ہیں نیز (وإن انفصل الفناء بمزرعة أو قدر غلوة لا يشترط مجاوزته سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: غلوہ تین سے چار سو قدم کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ مصنف اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر شہر اور فنا کے درمیان ایک کھیت ہو یا تین سو سے چار سو قدم کا فاصلہ ہو تو اب فنا سے باہر ہو جانا ضروری نہیں ہے اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو وہ شہر سے متصل ہونے کے حکم میں ہے اس سے باہر ہو جانا شرط ہو گا۔

شُرُوْطُ السَّفَرِ

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ السَّفرِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ اَلْاِسْتِقْلَالُ بِالْحُكْمِ وَالْبُلُوْغُ وَعَدَمُ نُقْصَانِ مُدَّةِ السَّفَرِ عَنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا يَقْصُرُ مَنْ لَمْ يُجَاوِزْ عُمْرَانَ مَقَامِهٖ أَوْ جَاوَزَ وَكَانَ صَبِيًّا أَوْ تَابِعًا لَمْ يَنْوِ مَتْبُوْعُهُ السَّفَرَ كَالْمَرْأَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَالْعَبْدِ مَعَ مَوْلَاهُ وَالْجُنْدِيِّ مَعَ أَمِيْرِهٖ أَوْ نَاوِيًا دُوْنَ الثَّلَاثَةِ وَتُعْتَبَرُ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ وَالسَّفَرِ مِنَ الْأَصْلِ دُوْنَ التَّبَعِ إِنْ عَلِمَ نِيَّةَ الْمَتْبُوْعِ فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزوں کی شرط لگائی جاتی ہے: (۱) حکم میں مستقل ہونا۔ (۲) بالغ ہونا۔ (۳) سفر کی مدت کا تین دن سے کم نہ ہونا- پس وہ شخص قصر نہیں کرے گا جو اپنے مقام کی آبادی سے آگے نہ بڑھا ہو یا آگے بڑھ گیا ہو اور وہ بچہ ہو یا تابع ہو کہ اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہ کی ہو جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام

اپنے آقا کے ساتھ اور فوجی اپنے امیر کے ساتھ یا تین دن سے کم کی نیت کرنے والا ہو، اور اقامت اور سفر کی نیت اصل کی معتبر ہے نہ کہ تابع کی اگر متبوع کی نیت معلوم ہو جائے اصح قول کے مطابق۔

حُكْمُ الْقَصْرِ

وَالْقَصْرُ عَزِيْمَةٌ عِنْدَنَا فَإِذَا أَتَمَّ الرُّبَاعِيَةَ وَقَعَدَ الْقُعُوْدَ الْأَوَّلَ صَحَّتْ صَلَاتُهُ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَإِلَّا فَلَا تَصِحُّ إِلَّا إِذَا نَوَى الْإِقَامَةَ لَمَّا قَامَ لِلثَّالِثَةِ۔

ترجمہ: اور قصر ہمارے نزدیک عزیمت (اصل) حکم ہے پس جب چار رکعت والی نماز کو پوری پڑھی اور پہلے قعدہ میں بیٹھا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو گئی ورنہ تو نہیں مگر جب کہ نیتِ اقامت کی نیت کر لے جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو۔

سوال: سفر کی نیت کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: سفر کی نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔ (۲) بالغ ہو لہذا نابالغ لڑکے کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (۳) کم سے کم تین دن یعنی 92 کلو میٹر کے سفر کا ارادہ ہو لہذا اس سے کم کی نیت ہوئی تو مسافر نہیں ہو گا۔

سوال: ان تینوں شرطوں کے معدوم ہونے کی مثالیں وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: مذکورہ شرائط کی تفریعات بیان کرتے ہوئے مصنف فرماتے ہیں کہ: وہ شخص جو اپنے شہر کی آبادی سے باہر نہیں نکلا، یا نکلا تو مگر وہ بچہ ہے، یا تابع ہے کہ اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی تو یہ لوگ مسافر نہیں ہیں لہذا قصر بھی نہیں کریں گے کہ پہلی اور دوسری شرط مفقود ہے۔

یا کوئی شخص سفر کے ارادے سے آبادی سے باہر تو نکل گیا لیکن اس کا ارادہ تین دن کے سفر سے کم کا ہے تو یہ بھی مسافر نہیں ہے اور قصر نہیں کرے گا کہ تیسری شرط مفقود ہے۔

سوال: تابع کسے کہتے ہیں؟

جواب: تابع وہ ہے جو دوسرے کے ماتحت ہو مثلاً عورت جس کا مہر معجل شوہر کے ذمّہ باقی نہ ہو کہ شوہر کے تابع ہے اس کی اپنی نیت بیکار ہے، اور غلام غیر مکاتب کہ اپنے مالک کا تابع ہے، اور لشکری جس کو بیت المال یا بادشاہ کی طرف سے خوراک ملتی ہے کہ یہ اپنے سردار کا تابع ہے اور نوکر کہ یہ اپنے آقا کا تابع ہے اور قیدی کہ یہ قید کرنے والے کا تابع ہے، اور مکرَہ اپنے مکرِہ کا اور اجیر اپنے مستاجر کا اور شاگرد جس کو استاذ کے یہاں سے کھانا ملتا ہے کہ یہ اپنے استاذ کا تابع ہے اور نیک بیٹا اپنے باپ کا تابع ہے، ان سب کی اپنی نیت بے کار ہے بلکہ جن کے تابع ہیں ان کی نیتوں کا اعتبار ہے، ان کی نیت اقامت کی ہے تو تابع بھی مقیم ہیں ان کی نیت اقامت کی نہیں تو یہ بھی مسافر ہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ج۱، ص۱۴۱.)

سوال: تابع پھر کیا کرے؟

جواب: تابع کو چاہئے کہ متبوع سے سوال کرے وہ جو کہے اس کے بموجب عمل کرے اور اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو دیکھے کہ مقیم ہے یا مسافر اگر مقیم ہے تو اپنے کو مقیم سمجھے اور مسافر ہے تو مسافر اور یہ بھی نہ معلوم ہو، تو تین دن کی راہ طے کرنے کے بعد قصر کرے اس سے پہلے پوری پڑھے۔ اور اگر سوال نہ کرے تو وہی حکم ہے کہ سوال کیا اور کچھ جواب نہ ملا۔

("ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي... إلخ، ج۲، ص۷۴۳.)

سوال: تابع کب تابع نہیں رہتا؟

جواب: عورت کا مہر معجل باقی ہے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے نفس کو روک لے لہٰذا اس وقت تابع نہیں۔ یوہیں مکاتب غلام کو بغیر مالک کی اجازت کے سفر کا اختیار ہے لہٰذا تابع نہیں اور جو سپاہی بادشاہ یا بیت المال سے خوراک نہیں لیتا وہ تابع نہیں اور اجیر جو ماہانہ یا برسی پر نوکر نہیں بلکہ روزانہ اس کا مقرر ہے وہ دن بھر کام کرنے کے بعد اجارہ فسخ کر سکتا ہے لہٰذا تابع نہیں اور جس مسلمان کو دشمن نے قید کیا اگر معلوم ہے کہ تین دن کی راہ کو لے جائے گا تو قصر کرے اور معلوم نہ ہو تو اس سے دریافت کرے، جو بتائے اس کے موافق عمل کرے اور نہ بتایا تو اگر معلوم ہے کہ وہ دشمن مقیم ہے تو پوری پڑھے اور مسافر ہے تو قصر کرے اور یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو جب تک تین دن کی راہ طے نہ کر لے، پوری پڑھے اور جس پر تاوان

لازم آیا وہ سفر میں تھا اور پکڑا گیا اگر نادار ہے تو قصر کرے اور مالدار ہے اور پندرہ دن کے اندر دینے کا ارادہ ہے یا کچھ ارادہ نہیں جب بھی قصر کرے اور یہ ارادہ ہے کہ نہیں دے گا تو پوری پڑھے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، مطلب في الوطن الأصلي...إلخ، ج۲، ص۷۴۲، وغیرہ.)

جو سپاہی سردار کا تابع تھا اور لشکر کو شکست ہوئی اور سب متفرق ہو گئے تو اب تابع نہیں بلکہ اقامت و سفر میں خود اس کی اپنی نیت کا لحاظ ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، مطلب في الوطن الأصلي...إلخ، ج۲، ص۷۴۴.)

سوال: اقامت و سفر کی نیت تابع کی معتبر ہے یا متبوع کی؟

جواب: اقامت و سفر کی نیت اصل (متبوع) کی معتبر ہے نہ کہ تابع کی اور تابع کا مسافر یا مقیم ہونا متبوع کی نیت پر موقوف ہے پس تابع کو جب متبوع کی نیت اقامت یا نیت سفر کا علم ہو جائے تو وہ اپنے متبوع کے ساتھ مقیم یا مسافر ہو گا اور اگر متبوع کی نیت تابع کو معلوم نہ ہو تو تابع پر واجب ہے کہ دریافت کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے۔

سوال: مسافر کو قصر کرنی تھی مگر پوری پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار و مستحق نار ہوا کہ واجب ترک کیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہو گئی ہاں اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر اقامت کی نیت کر لی تو فرض باطل نہ ہوں گے مگر قیام و رکوع کا اعادہ کرنا ہو گا اور اگر تیسری کے سجدہ میں نیت کی تو اب فرض جاتے رہے، یوہیں اگر پہلی دونوں یا ایک میں قراءت نہ کی نماز فاسد ہو گئی۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹.)

مدة القصر ونية الإقامة

وَلَا يَزَالُ يَقْصُرُ حَتّٰى يَدْخُلَ مِصْرَهٗ أَوْ يَنْوِيَ إِقَامَتَهٗ نِصْفَ شَهْرٍ بِبَلَدٍ أَوْ قَرْيَةٍ وَقَصَرَ إِنْ نَوٰى أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ لَمْ يَنْوِ وَبَقِيَ سِنِيْنَ وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ بِبَلْدَتَيْنِ لَمْ يُعَيِّنِ الْمَبِيْتَ بِإِحْدَاهُمَا وَلَا فِيْ مَفَازَةٍ لِغَيْرِ أَهْلِ الْأَخْبِيَةِ وَلَا لِعَسْكَرِنَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَلَا بِدَارِنَا فِيْ مُحَاصَرَةِ أَهْلِ الْبَغْيِ۔

ترجمہ: اور قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے یا نصف ماہ کسی شہر یا گاؤں میں ٹھہرنے کی نیت کر لے، اور قصر کرے گا اگر نصف ماہ سے کم کی نیت کی یا کچھ نیت ہی نہ کی اور کئی سال رہ گیا، اور دو شہروں میں اقامت کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے ایک میں رات گزارنے کی تعیین نہ کی ہو، اور نہ جنگل میں خیموں والوں کے علاوہ کے لئے اور نہ ہمارے لشکر دار حرب میں اور نہ ہمارے دار میں باغیوں کا محاصرہ کرنے میں۔

اِقْتِدَاءُ الْمُسَافِرِ بِمُقِيْمٍ وَعَكْسُهٗ

وَإِنِ اقْتَدٰى مُسَافِرٌ بِمُقِيْمٍ فِي الْوَقْتِ صَحَّ وَأَتَمَّهَا أَرْبَعًا وَبَعْدَهٗ لَا يَصِحُّ وَبِعَكْسِهٖ صَحَّ فِيْهِمَا۔

ترجمہ: اور اگر مسافر وقت کے اندر کسی مقیم کی اقتدا کرے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی اور اس نماز کی چار رکعت پوری کرے اور وقت کے بعد اقتدا صحیح نہیں ہو گی اور اس کے بر عکس دونوں صورتوں میں صحیح ہو جائے گی۔

سوال: مسافر کب تک مسافر رہتا ہے؟

جواب: مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے، یہ اس وقت ہے جب تین دن کی راہ چل چکا ہو اور اگر تین منزل پہنچنے سے پیشتر واپسی کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۲۸.)

سوال: مسافر نے کسی جگہ ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی بلکہ یہ ذہن ہے کہ کام دو چار دن میں ہو جائے گا تو چلا جائے گا مگر کام نہ ہوا یہاں تک کہ ۱۵ سے زیادہ دن گزر گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر کسی کام کے لئے یا ساتھیوں کے انتظار میں دو چار روز یا تیرہ چودہ دن کی نیت سے ٹھہرا، یا یہ ارادہ ہے کہ کام ہو جائے گا تو چلا جائے گا اور دونوں صورتوں میں اگر آجکل آجکل کرتے برسیں گزر جائیں تو مسافر ہی ہے، نماز قصر پڑھے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۳۹، وغیرہ.)

سوال: مسافر نے دو جگہ ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو کیا مقیم ہو جائے گا؟

جواب: اگر مسافر نے دو جدا جدا بستیوں میں ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت کی، اس طرح کہ دن میں ایک بستی میں رہوں گا اور رات میں دوسری بستی میں یعنی رات گزارنے کی تعیین کر دی مثلاً رات مکے میں گزارے گا اور دن منیٰ میں تو

اقامت کی نیت درست ہے، پس جہاں رات کو رہنے کا قصد ہے وہاں کے حساب سے ۱۵ دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا اور دونوں جگہ نمازیں پوری پڑھے گا۔

اور اگر جدا جدا مقامات میں ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت اس طرح کی کہ کسی ایک جگہ مستقل ۱۵ دن قیام نہیں رہے گا بلکہ دونوں جگہ رات گزارے گا یعنی رات گزارنے کی تعیین نہ کی یا ایک جگہ ۱۰ رات اور دوسری جگہ ۵ رات ٹھہرنے کی نیت ہے تو اس صورت میں بھی مقیم نہیں ہو گا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور قصر کرے گا۔

اس مسئلہ میں اعتبار رات گزارنے کا ہے اگر مستقل ۱۵ راتیں ایک ہی جگہ گزارنے کا ارادہ ہے تو مقیم ورنہ مسافر رہے گا۔

اور اگر دو بستیاں جدا جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں تو پھر ۱۵ دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔ بہار شریعت میں اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

یہ نیت کی کہ ان دو بستیوں میں پندرہ روز ٹھہرے گا ایک جگہ دن میں رہے گا اور دوسری جگہ رات میں تو اگر پہلے وہاں گیا جہاں دن میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو مقیم نہ ہوا اور اگر پہلے وہاں گیا جہاں رات میں رہنے کا قصد ہے تو مقیم ہو گیا، پھر یہاں سے دوسری بستی میں گیا جب بھی مقیم ہے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر، ج۱، ص۱۴۰.)

یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو اگر دو موضعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو، مثلاً ایک میں دس دن دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہو گا۔

سوال: کن کن لوگوں کی اقامت کی نیت درست نہیں ہے اگر چہ ۱۵ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو؟

جواب: صاحبِ کتاب نے چار قسم کے لوگوں کی نیت کو درست قرار نہیں دیا: (۱) پہلا وہ شخص جو سوال نمبر ۳۰۳ کے جواب میں گزرا یعنی جس نے رات گزارنے کی تعیین نہ کی ہو۔

(۲) دوسرا جنگل میں اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہے کہ جنگل مکان کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا مسلمانوں کا لشکر کسی جنگل میں پڑاؤ ڈال دے اور ڈیرہ خیمہ نصب کر کے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے تو مقیم نہ ہوا اور جو لوگ جنگل

میں خیموں میں رہتے ہیں وہ اگر جنگل میں خیمہ ڈال کر پندرہ دن کی نیت سے ٹھہریں تو مقیم ہو جائیں گے، بشرطیکہ وہاں پانی اور گھاس وغیرہ دستیاب ہوں کہ ان کے لئے جنگل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے لئے شہر اور گاؤں۔

("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب الخامس عشر في صلاۃ المسافر،ج۱،ص۱۳۹.)

(۳) مسلمانوں کا لشکر دارالحرب کو گیا یا دارالحرب میں کسی قلعہ کا محاصرہ کیا تو مسافر ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کی نیت کر لی ہو اگرچہ ظاہر غلبہ ہو کیونکہ ان کے قرار و فرار میں تردد ہے اور حالتِ تردد میں احکام جاری نہیں ہوتے۔

(۴) یوہیں اگر لشکرِ اسلامی دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ کیا ہو تو مقیم نہیں کہ یہاں پر بھی قرار و فرار میں تردد ہے اور حالتِ تردد میں احکام جاری نہیں ہوتے۔("الدرالمختار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ المسافر،ج۲،ص۷۳۱.)

لہذا یہ صورتیں سوال نمبر ۳۰۲ والی ہو گئیں کہ کام ہو جائے گا تو چلا جاؤں گا۔ پس ان چاروں صورتوں میں قصر کا حکم ہے۔

سوال: کیا مسافر مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے؟

جواب: وقت ختم ہونے کے بعد مسافر مقیم کی اقتدا نہیں کر سکتا وقت میں کر سکتا ہے اور اس صورت میں مسافر کے فرض بھی چار ہو گئے یہ حکم چار رکعتی نماز کا ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں ان میں وقت و بعد وقت دونوں صورتوں میں اقتدا کر سکتا ہے وقت میں اقتدا کی تھی نماز پوری کرنے سے پہلے وقت ختم ہو گیا جب بھی اقتدا صحیح ہے۔

("الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ المسافر،ج۲،ص۷۳۶.)

سوال: "وبعکسہ صح فیہما" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے پہلے بیان کئے ہوئے دو مسئلوں کے الٹ کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں اور ما قبل کے دو مسئلے یہ ہیں:

(۱) مسافر مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے۔ الٹ: مقیم مسافر کی اقتدا کر سکتا ہے۔

(۲) مسافر مقیم کی اقتدا وقت میں کر سکتا ہے اور چار رکعتی نماز میں وقت گذرنے کے بعد نہیں کر سکتا۔ الٹ: ادا و قضا دونوں میں مقیم مسافر کی اقتدا کر سکتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی دو رکعتیں پڑھ لے اور ان رکعتوں میں قراءت بالکل نہ کرے بلکہ بقدر فاتحہ چپ کھڑا رہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۳۵، وغیرہ.)

وَنُدِبَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقُوْلَ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَإِنِّيْ مُسَافِرٌ وَيَنْبَغِيْ أَنْ يَقُوْلَ ذٰلِكَ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَقْرَأُ الْمُقِيْمُ فِيْمَا يُتِمُّهٗ بَعْدَ فَرَاغِ إِمَامِهِ الْمُسَافِرِ فِي الْأَصَحِّ ۔

ترجمہ: اور امام کے لئے (آپ اپنی نماز پوری کریں) کہنا مستحب قرار دیا گیا ہے، اور نماز شروع کرنے سے پہلے ان الفاظ کو کہنا مناسب ہے اور مقیم مقتدی قراءت نہیں کرے گا ان رکعتوں میں جس کو اپنے مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد پورا کرے گا اصح قول کے مطابق۔

قَضَاءُ الْفَوَائِتِ

وَفَائِتَةُ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ تُقْضٰى رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا وَالْمُعْتَبَرُ فِيْهِ آخِرُ الْوَقْتِ۔

ترجمہ: اور سفر و حضر کی فوت شدہ نماز قضا کی جائے گی دو رکعت اور چار رکعت اور اس میں آخری وقت کا اعتبار کیا گیا ہے

۔

اَلْوَطَنُ وَاَقْسَامُهٗ وَبُطْلَانُهٗ

وَيَبْطُلُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِمِثْلِهٖ فَقَطْ وَيَبْطُلُ وَطَنُ الْإِقَامَةِ بِمِثْلِهٖ وَ بِالسَّفَرِ وَبِالْأَصْلِيِّ وَالْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ هُوَ الَّذِيْ وُلِدَ فِيْهِ أَوْ تَزَوَّجَ أَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْ وَقَصَدَ التَّعَيُّشَ لَا الْاِرْتِحَالَ عَنْهُ وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ مَوْضِعٌ نَوَى الْإِقَامَةَ فِيْهِ نِصْفَ شَهْرٍ فَمَا فَوْقَهٗ وَلَمْ يَعْتَبِرِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَطَنَ السُّكْنٰى وَهُوَ مَا يَنْوِي الْإِقَامَةَ فِيْهِ دُوْنَ نِصْفِ شَهْرٍ ۔

ترجمہ: اور وطن اصلی صرف اپنے مثل سے باطل ہو جاتا ہے، اور وطن اقامت اپنے مثل سے اور سفر سے اور وطنِ اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، اور وطنِ اصلی وہ ہے جس میں وہ پیدہ ہوا ہو، یا شادی کی ہو یا شادی تو نہیں کی لیکن زندگی بسر کرنے کا

ارادہ کر لیا ہو کہ اس سے کوچ نہیں کرے گا۔ اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جس میں نصف ماہ کی اقامت کی نیت کی ہو یا اس سے زیادہ کی اور محققین نے وطن سُکنی کا اعتبار نہیں کیا اور وطن سکنی وہ جگہ ہے جس میں نصف ماہ سے کم کی اقامت کی نیت کرے۔

سوال: مسافر امام کے لئے چار رکعتی نماز میں کون سا اعلان کرنا مستحب ہے؟

جواب: یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حکم صحت اقتدا کے لئے شرط ہے کہ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو خواہ نماز شروع کرتے وقت معلوم ہوا ہو یا بعد میں، لہٰذا امام کو چاہیے کہ شروع کرتے وقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کر دے اور شروع میں نہ کہا تو بعد نماز کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کر لو میں مسافر ہوں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج۲، ص۷۳۵۔۷۳۶.)

اور شروع میں کہہ دیا ہے جب بھی بعد میں کہہ دے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے انہیں بھی معلوم ہو جائے۔

سوال: مقیم مقتدی اپنی بقیہ نماز مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیسے ادا کرے گا؟

جواب: اصح قول کے مطابق مقیم مقتدی مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعتیں پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا اور بغیر قراءت کے ادا کرے گا۔

سوال: سفر کی فوت شدہ نمازوں کی قضا حالتِ اقامت میں اور حالتِ اقامت کی فوت شدہ نمازوں کی قضا حالتِ سفر میں کرے تو کیسے کرے گا؟

جواب: سفر کی حالت میں اگر رباعی نماز فوت ہو گئی اور حالتِ اقامت میں اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو دو رکعت قضا کرے گا یعنی قصر، اور اقامت کے زمانے میں رباعی نماز فوت ہو گئی اور حالتِ سفر میں اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو چار رکعت قضا کرے گا۔

اور اس میں آخری وقت کا اعتبار ہے یعنی اگر وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا تو اب اگر نماز کے آخری حصہ میں مسافر تھا تو دو رکعت قضا کرے گا اور اگر مقیم ہو گیا تھا تو چار رکعت قضا کرے گا۔ البتہ قضا پڑھنے کے وقت کوئی عذر ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا، مثلاً جس وقت فوت ہوئی تھی اس وقت کھڑا ہو کر پڑھ سکتا تھا اور اب قیام نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھے۔

سوال: وطن کی کتنی اور کون سی قسمیں ہیں؟ مع تعریف بیان کریں۔

جواب: وطن کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وطن اصلی۔ (۲) وطن اقامت۔

وطن اصلی: وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔ ایک جگہ آدمی کا وطنِ اصلی ہے، اب اس نے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہوں تو دونوں اصلی ہیں ورنہ پہلا اصلی نہ رہا، خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الا قامۃ، ج۲، ص۷۳۹.)

وطن اقامت: وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔

سوال: وطنِ اصلی کب باطل ہوتا ہے؟

جواب: وطنِ اصلی صرف وطنِ اصلی سے ہی باطل ہوتا ہے خواہ ان کے درمیان مسافتِ سفر ہو یا نہ ہو مثلاً کسی شخص کا وطنِ اصلی مکہ شریف تھا پھر وہاں سے کوچ کر کے اپنا گھر مدینہ شریف میں بنالیا اور وہیں رہنے لگا تو اب مدینہ شریف وطنِ اصلی ہو گیا اور پہلا وطنِ اصلی باطل ہو گیا۔

سوال: وطنِ اقامت کب باطل ہوتا ہے؟

جواب: وطن اقامت کو تین چیزیں باطل کر دیتی ہیں: (۱) وطنِ اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی، دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ (۲) یوہیں وطن اقامت وطن اصلی۔ (۳) اور سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الا قامۃ، ج۲، ص۷۳۹.)

سوال: کیا عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے؟

جواب: عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچہ یا مَعتُوہ کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ہمراہی میں بالغ محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔ ("الفتاوی الرضویۃ"، ج۱۰، ص۷۵۷.) محرم کے لئے ضروری ہے کہ سخت فاسق بے باک غیر مامون نہ ہو۔

سوال: وطنِ سکنی کسے کہتے ہیں؟ نیز کیا وطنِ سکنی کا اعتبار ہے؟

جواب: وطنِ سکنی وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے ۱۵ دن سے کم قیام کا ارادہ کیا ہو، اور محققین نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ وطن کی صرف دو ہی قسم کرتے ہیں وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت۔

بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ

یہ مریض کی نماز کا باب ہے

كَيْفَ يُصَلِّي الْمَرِيْضُ

إِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيْضِ كُلُّ الْقِيَامِ أَوْ تَعَسَّرَ بِوُجُوْدِ أَلَمٍ شَدِيْدٍ أَوْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ أَوْ بُطْأَهُ بِهٖ صَلّٰى قَاعِدًا بِرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَيَقْعُدُ كَيْفَ شَاءَ فِي الْأَصَحِّ وَإِلَّا قَامَ بِقَدْرِ مَا يُمْكِنُهُ وَإِنْ تَعَذَّرَ الرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ صَلّٰى قَاعِدًا بِالْإِيْمَاءِ وَجَعَلَ إِيْمَاءَهُ لِلسُّجُوْدِ أَخْفَضَ مِنْ إِيْمَائِهٖ لِلرُّكُوْعِ فَإِنْ لَمْ يَخْفِضْهُ عَنْهُ لَا تَصِحُّ وَلَا يُرْفَعُ لِوَجْهِهٖ شَيْءٌ يَسْجُدُ عَلَيْهِ فَإِنْ فَعَلَ وَخَفَضَ رَأْسَهٗ صَحَّ وَإِلَّا لَا ۔

ترجمہ: جب مریض پر پورا قیام مشکل ہو جائے یا سخت تکلیف کے موجود ہونے کی وجہ سے قیام دشوار ہو جائے یا اس کو بیماری کے زیادہ ہونے کا خوف ہو یا مرض کے تادیر رہنے کا، تو بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے، اور بیٹھے جیسے چاہے اصح قول کے مطابق ورنہ کھڑا ہو بقدر امکان، اور اگر رکوع و سجود دشوار ہو جائے تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارے کی بہ نسبت پست کرے، پس اگر سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارے سے پست نہ کیا تو نماز صحیح نہیں ہو گی، اور کوئی چیز اپنے چہرے کی جانب نہ اٹھائے جس پر وہ سجدہ کرے پس اگر ایسا کیا اور اپنے سر کو جھکایا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

وَإِنْ تَعَسَّرَ الْقُعُوْدُ أَوْمَأَ مُسْتَلْقِيًا أَوْ عَلٰى جَنْبِهٖ وَالْأَوَّلُ أَوْلٰى وَيَجْعَلُ تَحْتَ رَأْسِهٖ وِسَادَةً لِيَصِيْرَ وَجْهُهٗ إِلَى الْقِبْلَةِ لَا السَّمَاءِ وَيَنْبَغِيْ نَصْبُ رُكْبَتَيْهِ إِنْ قَدَرَ حَتّٰى لَا يَمُدَّهُمَا إِلَى الْقِبْلَةِ ۔

ترجمہ: اور اگر بیٹھنا مشکل ہو جائے تو چت لیٹ کر اشارہ کرے یا اپنی کروٹ پر اور پہلی صورت بہتر ہے، اور اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھے تاکہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے نہ کہ آسمان کی طرف، اور مناسب ہے اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر لینا اگر قدرت ہو، تاکہ ان کو قبلہ کی طرف نہ پھیلائے۔

سوال: کون شخص فرض یا واجب نماز زمین پر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے؟ نیز بیٹھنے کی کیفیت کیسی ہو؟

جواب: جو شخص بوجہ بیماری کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں کہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے ضرر لاحق ہو گا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا یا چکّر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے سے قطرہ آئے گا یا بہت شدید درد ناقابل برداشت پیدا ہو جائے گا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۱.)

اصح قول کے مطابق بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ مریض پر جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔ ہاں دوزانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بہتر ہے ورنہ جو آسان ہو اختیار کرے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع عشر في صلاۃ المریض، ج۱، ص۱۳۶، وغیرہ.)

اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔

("غنیۃ المتملي"، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص۲۶۱-۲۶۷.)

اور اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ ("غنیۃ المتملي"، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص۲۶۱-۲۶۷.)

سوال: قیام کب ساقط ہوتا ہے؟

جواب: کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہو گا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوہیں کھڑا ہو تو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہو گا یا ناقابلِ برداشت تکلیف ہو گی، تو بیٹھ کر پڑھے۔ ("غنیۃ المتملي"، فرائض الصلاۃ، الثاني، ص۲۶۱-۲۶۷.)

ضروری تنبیہ: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

سوال: اگر بیٹھ کر رکوع سجود کرنا دشوار ہو تو کیسے نماز پڑھے؟

جواب: کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلاً حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے اور اس صورت میں یہ بھی کر سکتا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع کے لئے اشارہ کرے یا رکوع پر قادر ہو تو رکوع کرے پھر بیٹھ کر سجدہ کے لئے اشارہ کرے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۴.)

اشارہ کی صورت میں سجدہ کا اشارہ رکوع سے پست ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ سر کو بالکل زمین سے قریب کر دے، سجدہ کے لئے تکیہ وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے، خواہ خود اسی نے وہ چیز اٹھائی ہو یا دوسرے نے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۵. وغیرہ)

اگر کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ کیا اور سجدہ میں بہ نسبت رکوع کے زیادہ سر جھکایا، جب بھی سجدہ ہو گیا مگر گنہگار ہوا اور سجدہ کے لئے زیادہ سر نہ جھکایا تو ہوا ہی نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض، ج۱، ص۱۳۶.)

سوال: اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہیں تو کیا کرے؟

جواب: اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے، خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کرے خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے مگر پاؤں نہ پھیلائے، کہ قبلہ کو پاؤں پھیلانا مکروہ ہے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کر لے کہ منہ قبلہ کو ہو جائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۶. وغیرہ)

وَإِنْ تَعَذَّرَ الْإِيْمَاءُ أُخِّرَتْ عَنْهُ مَا دَامَ يَفْهَمُ الْخِطَابَ قَالَ فِي الْهِدَايَةِ هُوَ الصَّحِيْحُ وَجَزَمَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِي التَّجْنِيْسِ وَالْمَزِيْدِ بِسُقُوْطِ الْقَضَاءِ إِذَا دَامَ عَجْزُهُ عَنِ الْإِيْمَاءِ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَإِنْ كَانَ يَفْهَمُ الْخِطَابَ وَصَحَّحَهُ قَاضِيْ خَانَ وَمِثْلُهُ فِي الْمُحِيْطِ وَاخْتَارَهُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَفَخْرُ الْإِسْلَامِ وَقَالَ فِي الظَّهِيْرِيَّةِ هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَفِي الْخُلَاصَةِ هُوَ الْمُخْتَارُ وَصَحَّحَهُ فِي الْيَنَابِيْعِ وَالْبَدَائِعِ وَجَزَمَ بِهِ الْوَلْوَالِجِيُّ رَحِمَهُمُ اللهُ۔

ترجمہ: اور اگر اشارہ کرنا دشوار ہو جائے تو اس سے نماز مؤخر ہو جائے گی جب تک کہ وہ بات کو سمجھتا ہے، اور ہدایہ میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب التجنیس والمزید میں پختگی کے ساتھ کہا ہے، قضا کے ساقط ہونے کو جب اس کا اشارے سے عاجز ہونا پانچ نمازوں سے زیادہ ہو اگرچہ وہ بات کو سمجھتا ہو اور اس کو قاضی خان نے صحیح بتایا ہے اور اسی جیسا محیط میں ہے اور اس کو اختیار کیا ہے شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے، اور ظہیریہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خلاصہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور صحیح کہا ہے اس کو الینابیع والبدائع میں، اور اسی پر لوالجی نے جزم کیا ہے

مُتَفَرِّقَاتٌ

وَلَمْ يُوْمِ بِعَيْنِهٖ وَقَلْبِهٖ وَحَاجِبِهٖ وَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَعَجَزَ عَنِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَلّٰى قَاعِدًا بِالْإِيْمَاءِ وَإِنْ عَرَضَ لَهٗ مَرَضٌ يُتِمُّهَا بِمَا قَدَرَ وَلَوْ بِالْإِيْمَاءِ فِي الْمَشْهُوْرِ وَلَوْ صَلّٰى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَصَحَّ بَنٰى وَلَوْ كَانَ مُوْمِيًا لَا وَمَنْ جُنَّ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ قَضٰى وَلَوْ أَكْثَرَ لَا۔

ترجمہ: اور اپنی آنکھ اور دل اور بھوؤں سے اشارہ نہ کرے، اور اگر قیام پر قادر ہو اور رکوع سجود سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے اور اگر اس کو کوئی مرض پیش آجائے تو نماز کو پورا کرے جس طرح پر وہ قادر ہو، اگرچہ اشارے سے ہی ہو مشہور قول کے مطابق اور اگر بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا پھر وہ تندرست ہو گیا تو بناء کرے گا اور اگر اشارے سے پڑھ رہا تھا تو بناء نہیں کر سکتا اور جو شخص مجنون ہو گیا یا اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی پانچ نمازوں تک تو وہ قضا کرے گا اور اگر اس سے زیادہ رہا تو قضا نہیں۔

سوال: اگر مریض کے لئے اشارہ کرنا دشوار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو نماز ساقط ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ یا بھوؤں یا دل کے اشارہ سے پڑھے، پھر اگر چھ وقت اسی حالت میں گزر گئے تو ان کی قضا بھی ساقط، فدیہ کی بھی حاجت نہیں ورنہ بعد صحت ان نمازوں کی قضا لازم ہے اگرچہ اتنی ہی صحت ہو کہ سر کے اشارہ سے پڑھ سکے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج ۲، ص ۶۸۷)

سوال: اگر قیام پر قادر ہو مگر رکوع و سجود سے عاجز ہو تو کیسے پڑھے گا؟

جواب: کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلا حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بیٹھ کر اشارہ سے پڑھے گا۔

سوال: تندرست شخص نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز میں مرض پیدا ہو گیا تو اب کیسے نماز کو مکمل کرے؟

جواب: تندرست شخص نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز میں ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ ارکان کی ادا پر قدرت نہ رہی تو جس طرح ممکن ہو بیٹھ کر لیٹ کر نماز پوری کر لے، سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع عشر في صلاۃ المریض، ج۱، ص۱۳۷.)

سوال: "وجزم صاحب الهداية في التجنيس" سے "وجزم به الولوالجي رحمهم الله" تک کی عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: صاحبِ ہدایہ نے اپنی کتاب التجنیس والمزید (جو کہ ہدایہ کے بعد تصنیف فرمائی) میں لکھا ہے کہ اگر مرض اس قدر بڑھ گیا کہ سر سے اشارہ کرنے کی قدرت بھی نہ رہی تو خواہ عقل سلامت ہو، یا نہ ہو، اگر یہ مرض پانچ نمازوں سے زیادہ رہا تو اس پر ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے، اور اگر کم رہا ہو تو قضا لازم ہے۔

اور اس قول کو قاضی خان نے صحیح بتایا، یہی قول "محیط" نامی کتاب میں بھی موجود ہے، اور شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے اس کو اختیار کیا ہے، اور "ظہیریہ" نامی کتاب میں کہا گیا کہ یہی قول ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے، اور "خلاصہ" نامی کتاب میں ہے کہ یہی قول مختار ہے، اور اسی قول کو "ینابیع" اور "بدائع" نامی کتاب میں صحیح کہا گیا ہے، اور لوالجی نے اسی قول پر جزم کیا ہے۔

سوال: بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز تندرست ہو گیا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو جو باقی ہے کھڑا ہو کر پڑھے اور اشارہ سے پڑھتا تھا اور نماز ہی میں رکوع و سجود پر قادر ہو گیا تو نئے سرے سے پڑھے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۹.)

سوال: قضا نماز کب معاف ہو جاتی ہیں؟

جواب: جنون یا بے ہوشی اگر پورے چھ وقت کو گھیر لے تو ان نمازوں کی قضا بھی نہیں، اگرچہ بے ہوشی آدمی یا درندے کے خوف سے ہو اور اس سے کم ہو تو قضا واجب ہے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۹۲.)

اگر کسی کسی وقت ہوش ہو جاتا ہے تو اس کا وقت مقرر ہے یا نہیں، اگر وقت مقرر ہے اور اس سے پہلے پورے چھ وقت نہ گزرے تو قضا واجب اور وقت مقرر نہ ہو بلکہ دفعتہً ہوش ہو جاتا ہے پھر وہی حالت پیدا ہو جاتی ہے تو اس اِفاقہ کا اعتبار نہیں یعنی سب بے ہوشیاں متصل سمجھی جائیں گی۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۹۲.)

مسئلہ: شراب یا بنگ پی اگرچہ دوا کی غرض سے اور عقل جاتی رہی تو قضا واجب ہے اگرچہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانہ تک ہو۔ یوہیں اگر دوسرے نے مجبور کرکے شراب پلادی جب بھی قضا مطلقاً واجب ہے۔

("الفتاوی الهندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع عشر في صلاۃ المریض، ج۱، ص۱۳۷.)

مسئلہ: سوتا رہا جس کی وجہ سے نماز جاتی رہی تو قضا فرض ہے اگرچہ نیند پورے چھ وقت کو گھیر لے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۹۲.)

فَصْلٌ فِيْ إِسْقَاطِ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ

یہ فصل نماز اور روزے کو ساقط کرنے کے بیان میں ہے

إِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الصَّلَاةِ بِالْإِيْمَاءِ لَا يَلْزَمُهُ الْإِيْصَاءُ بِهَا وَإِنْ قَلَّتْ وَكَذَا الصَّوْمُ إِنْ أَفْطَرَ فِيْهِ الْمُسَافِرُ وَالْمَرِيْضُ وَمَاتَا قَبْلَ الْإِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ۔

ترجمہ: جب بیمار مرنے لگے اور اشارے سے نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو ان نمازوں کی وصیت کرنا اس کو لازم نہیں ہے اگر چہ وہ کم ہوں اور ایسے ہی روزہ ہے کہ اگر رمضان میں مسافر اور مریض افطار کرے اور مقیم ہونے اور تندرست ہونے سے پہلے مر گئے۔

مَتٰى يُوْصِيْ

وَعَلَيْهِ الْوَصِيَّةُ بِمَا قَدَرَ عَلَيْهِ وَبَقِيَ بِذِمَّتِهِ۔

ترجمہ: اور اس پر وصیت کرنا لازم ہے اس مقدار کی جس پر وہ قادر ہو گیا تھا اور باقی رہ گیا اس کے ذمہ۔

كَيْفِيَّةُ الْإِسْقَاطِ

فَيُخْرِجُ عَنْهُ وَلِيُّهُ مِنْ ثُلُثِ مَا تَرَكَ لِصَوْمِ كُلِّ يَوْمٍ وَلِصَلَاةِ كُلِّ وَقْتٍ حَتَّى الْوِتْرِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ قِيْمَتَهُ وَإِنْ لَمْ يُوْصِ وَتَبَرَّعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ جَازَ وَلَا يَصِحُّ أَنْ يَصُوْمَ وَلَا أَنْ يُصَلِّيَ عَنْهُ۔

ترجمہ: پس اس کی جانب سے اس کا ولی اس مال کے تہائی میں سے جو اس نے چھوڑا ہے نکالے گا ہر دن کے روزے کے بدلہ اور وقت کی نماز یہاں تک کہ وتر کے بدلے نصف صاع گندم میں سے یا اس کی قیمت، اور اگر اس نے وصیت نہ کی اور اس کے ولی نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ ولی میت کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ یہ صحیح ہے کہ میت کی جانب سے نماز پڑھے۔

سوال: کیا مرض الموت میں قضا ہونے والی نماز اور روزے کے فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہے؟

جواب: جب کوئی مرض الموت میں ہو اور اشارے سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہیں تو ان نمازوں کے فدیہ کی (جو حالتِ عجز میں قضا ہوئیں) وصیت کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کے لئے حالتِ عجز والی نمازیں معاف ہیں لہذا فدیہ کی ضرورت نہیں رہی، اسی طرح مریض یا مسافر رمضان میں روزے نہیں رکھ رہا تھا اور مسافر مقیم ہونے سے پہلے اور مریض تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو ان پر روزے لازم نہیں ہوئے یعنی معاف ہیں، اس لئے ان روزوں کے فدیے کی وصیت کرنا بھی ان پر لازم نہیں رہا۔

سوال: اپنے قضا نماز و روزے کے فدیے کی وصیت کرنا کن لوگوں پر لازم ہے؟

جواب: اگر کسی کے نماز و روزے عذر کی وجہ سے چھوٹ گئے مثلاً مریض یا مسافر نے روزے نہیں رکھے اور پھر مریض تندرست ہو گیا اور مسافر مقیم ہو گیا اور ان دونوں نے اتنا زمانہ پایا کہ اگر اس میں قضا کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن پھر بھی قضا نہیں کی، تو اب ان کے لئے فدیے کی وصیت کرنا واجب ہے، اور یہی حکم اس کے لئے بھی ہے جو بغیر کسی عذر کے محض سستی کی وجہ سے نماز و روزے ادا نہیں کئے۔

سوال: فدیہ کون نکالے گا؟ اور کتنے مال سے نکالا جائے گا؟

جواب: فدیہ میت کا ولی نکالے گا۔ اور میت نے جو مال چھوڑا ہے اس کے ایک تہائی میں سے نکالا جائے گا۔

سوال: نماز و روزہ کا فدیہ کیا ہے؟

جواب: ہر فرض و وتر اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا اس کی قیمت تصدق کریں یعنی ایک صدقہ فطر۔ پس ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ چھ صدقہ فطر ہوئے۔

بعض ناواقف یوں فدیہ دیتے ہیں کہ نمازوں کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے بدلے میں قرآن مجید دیتے ہیں اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوتا یہ محض بے اصل بات ہے بلکہ صرف اتنا ہی ادا ہو گا جس قیمت کا مصحف شریف ہے۔

سوال: میت نے فدیہ کی وصیت نہیں کی تو کیا اس کا ولی اس کی جانب سے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: میت نے فدیہ کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی تو اس کے ورثہ پر کوئی چیز واجب نہیں، لیکن اگر ورثہ اپنی طرف سے بطورِ احسان ادا کریں تو جائز ہے اور ایسا کرنا بھی چاہئے کہ اس میں میت کا فائدہ ہے۔

سوال: کیاورثہ میت کی طرف سے نماز وروزے کی قضا کر سکتے ہیں؟

جواب: ورثہ کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ میت کی طرف سے نماز وروزے کی قضا کریں اور نہ اس طرح کرنے سے میت کے ذمہ سے قرض اترتا ہے کیونکہ نماز وروزہ بدنی عبادت ہیں جن میں نیابت جاری نہیں ہوتی۔ نیز میت نے ولی کو اپنے بدلے نماز پڑھنے کی وصیّت کی اور ولی نے پڑھ بھی لی تو یہ ناکافی ہے۔ یوہیں اگر مرض کی حالت میں نماز کا فدیہ دیا تو ادا نہ ہوا، کہ تندرست ہونے کا امکان باقی ہے۔("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج۲، ص۶۴۵.)

اَلْحِيْلَةُ لِإِبْرَاءِ ذِمَّةِ الْمَيِّتِ

وَإِنْ لَمْ يَفِ مَا أَوْصٰى بِهٖ عَمَّا عَلَيْهِ يَدْفَعُ ذٰلِكَ الْمِقْدَارَ لِلْفَقِيْرِ فَيَسْقُطُ عَنِ الْمَيِّتِ بِقَدْرِهٖ ثُمَّ يَهَبُهُ الْفَقِيْرُ لِلْوَلِيِّ وَيَقْبِضُهٗ ثُمَّ يَدْفَعُهٗ لِلْفَقِيْرِ فَيَسْقُطُ بِقَدْرِهٖ ثُمَّ يَهَبُهُ الْفَقِيْرُ لِلْوَلِيِّ وَيَقْبِضُهٗ ثُمَّ يَدْفَعُهُ الْوَلِيُّ لِلْفَقِيْرِ وَهٰكَذَا حَتّٰى يَسْقُطَ مَا كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ مِنْ صَلَاةٍ وَصِيَامٍ۔

ترجمہ: اور اگر وہ مال پورا نہ ہو جس کی اس نے وصیت کی تھی اس فدیہ کی طرف سے جو اس پر واجب ہے تو ولی فقیر کو وہ مقدار دے پس میت کی طرف سے فدیہ ساقط ہو جائے گا اس مقدار کے بقدر، پھر وہ مال فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس مال پر قبضہ کرلے پھر ولی وہ مال فقیر کو دے دے تو اس کے بقدر ساقط ہو جائے گا، پھر فقیر وہ مال ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کرے پھر ولی فقیر کو دے اور اس طرح کرتا رہے یہاں تک کہ ساقط ہو جائیں وہ نماز روزے جو میت پر واجب تھے۔

لِمَنْ تُعْطِي الْفِدْيَةُ

وَيَجُوْزُ إِعْطَاءُ فِدْيَةِ صَلَوَاتٍ لِوَاحِدٍ جُمْلَةً بِخِلَافِ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور ایک فقیر کو چند نمازوں کا اکٹھا فدیہ دینا جائز ہے بخلاف قسم کے کفارے کے، اور اللہ سبحانہ و تعالی خوب جانتا ہے۔

سوال: فدیہ کی رقم زیادہ ہے اور مال کم تو کیا کریں؟

جواب: اگر میت کا ترکہ اتنا نہیں کہ سب فدیہ ادا ہو سکے، اور ورثا فدیہ دینا چاہیں تو جتنی رقم ولی کے پاس ہے مسکین پر تصدق کر کے اس کے قبضہ میں دیں اور مسکین اپنی طرف سے اسے ہبہ کر دے اور یہ قبضہ بھی کر لے پھر یہ مسکین کو دے، یوہیں لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کا فدیہ ادا ہو جائے۔ اور اگر مال چھوڑا مگر وہ ناکافی ہے جب بھی یہی کریں اور اگر وصیّت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے اور اگر مال کی تہائی بقدر کافی ہے اور وصیّت یہ کی کہ اس میں سے تھوڑا لے کر لوٹ پھیر کر کے فدیہ پورا کر لیں اور باقی کو ورثا یا اور کوئی لے لے تو گنہگار ہوا۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاۃ عن المیت، ج۲، ص۶۴۳۔۶۴۴.)

سوال: سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دینا کیسا ہے؟

جواب: سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دے دینا جائز ہے لیکن قسم کے کفارے کا فدیہ ایک فقیر کو ایک دن میں ایک سے زیادہ فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ

یہ فوت ہونے والی نمازوں کی قضا کرنے کا باب ہے

حُكْمُ التَّرْتِيبِ

اَلتَّرْتِيبُ بَيْنَ الْفَائِتَةِ وَالْوَقْتِيَّةِ وَبَيْنَ الْفَوَائِتِ مُسْتَحَقٌّ۔

ترجمہ: فوت شدہ نماز اور وقتی نماز کے درمیان اور چند فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب لازم ہے۔

مُسْقِطَاتُهُ

وَيَسْقُطُ بِأَحَدِ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ ضِيقِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ فِي الْأَصَحِّ وَالنِّسْيَانِ وَإِذَا صَارَتِ الْفَوَائِتُ سِتًّا غَيْرَ الْوِتْرِ فَإِنَّهُ لَا يُعَدُّ مُسْقِطًا وَإِنْ لَزِمَ تَرْتِيبُهُ۔

ترجمہ: اور تین چیزوں میں سے کسی ایک سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے (۱) مستحب وقت کے تنگ ہونے سے اصح قول کے مطابق (۲) اور بھول جانے سے (۳) اور جب وتر کے علاوہ فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں کیونکہ وتر کو ترتیب ساقط ہونے والا شمار نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کی ترتیب لازم ہے۔

مُتَفَرِّقَاتُ

وَلَمْ يَعُدِ التَّرْتِيبُ بِعَوْدِهَا اِلَى الْقِلَّةِ وَلَا بِفَوْتِ حَدِيْثَةٍ بَعْدَ سِتٍّ قَدِيْمَةٍ عَلَى الْأَصَحِّ فِيْهِمَا فَلَوْ صَلّٰى فَرْضًا ذَاكِراً فَائِتَةً وَلَوْ وِتْراً فَسَدَ فَرْضُهُ فَسَاداً مَوْقُوْفاً فَإِنْ خَرَجَ وَقْتُ الْخَامِسَةِ مِمَّا صَلَّاهُ بَعْدَ الْمَتْرُوْكَةِ ذَاكِراً لَهَا صَحَّتْ جَمِيْعُهَا فَلَا تَبْطُلُ بِقَضَاءِ الْمَتْرُوْكَةِ بَعْدَهُ۔

ترجمہ: اور کم کی جانب فائتہ کے لوٹنے سے ترتیب نہیں لوٹے گی اور پرانی چھ کے بعد نئی کے فوت ہونے سے اصح قول کے مطابق، ان دونوں مسئلوں میں پس اگر فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے کوئی وقتی فرض نماز پڑھی اگرچہ وہ وتر ہی ہو تو اس کا فرض فاسد ہو جائے گا فسادِ موقوف کے طور پر پس اگر پانچویں نماز کا وقت نکل جائے ان نمازوں میں سے جن کو

متروکہ نماز کے بعد پڑھا ہے اس کے یاد ہوتے ہوئے تو تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور پڑھی ہوئی نمازیں متروکہ نماز کو قضا کرنے سے باطل نہیں ہوں گی پانچویں نماز کے وقت کے نکلنے کے بعد۔

وَإِنْ قَضَى الْمَتْرُوْكَةَ قَبْلَ خُرُوْجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ بَطَلَ وَصْفُ مَا صَلَّاهُ مُتَذَكِّرًا قَبْلَهَا وَصَارَ نَفْلًا وَإِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ يَحْتَاجُ لِتَعْيِيْنِ كُلِّ صَلَاةٍ فَإِنْ أَرَادَ تَسْهِيْلَ الْأَمْرِ عَلَيْهِ نَوٰى أَوَّلَ ظُهْرٍ عَلَيْهِ أَوْ آخِرَهُ وَكَذَا الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلٰى أَحَدِ تَصْحِيْحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَيُعْذَرُ مَنْ أَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ بِجَهْلِهِ الشَّرَائِعَ۔

ترجمہ: اور اگر پانچویں نماز کا وقت نکلنے سے پہلی متروکہ نماز کی قضا کرلی تو ان نمازوں کا وصف (فرضیت) باطل ہو جائے گا جن کو متروکہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے متروکہ سے پہلے پڑھا تھا اور وہ نفل ہو جائے گی، اور جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہو جائیں تو ہر نماز کو متعین کرنے کی ضرورت ہو گی پس اگر اپنے اوپر آسانی کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے ظہر کی نیت کرے جو اس پر واجب ہے یا سب سے آخری ظہر کی اور ایسے ہی دو رمضانوں کے روزے دو مختلف صحیحوں میں سے ایک کے مطابق اور معذور ہو گا وہ شخص جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اس کے شریعت کو نہ جاننے کی وجہ سے۔

سوال: ادا، قضا اور اعادہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس چیز کا بندوں پر حکم ہے اسے وقت میں بجالانے کو ادا کہتے ہیں اور وقت کے بعد عمل میں لانا قضا ہے اور اگر اس حکم کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو دوبارہ وہ خرابی دفعہ کرنے کے لئے کرنا اعادہ ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج۲، ص۶۲۷۔ ۶۳۲.)

سوال: صاحبِ ترتیب کسے کہتے ہیں؟

جواب: صاحبِ ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہ ہو یا پانچ نمازیں یا اس سے کم کی قضا اس کے ذمہ ہو خواہ وہ پانچ نمازیں نئی ہوں یا پرانی یا کچھ نئی اور کچھ پرانی، مسلسل ہوں یا متفرق۔ پس اگر کسی کے ذمہ چھ یا اس سے زیادہ نمازیں قضا باقی ہیں تو وہ صاحبِ ترتیب نہ رہا لہٰذا اس کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں۔

سوال: کیا صاحبِ ترتیب کے لئے ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: صاحبِ ترتیب کے لئے وقتیہ اور قضا نمازوں کے مابین نیز چند قضا نمازوں کے مابین ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا پھر وتر پڑھے، خواہ یہ سب قضا ہوں یا بعض ادا بعض قضا، مثلاً ظہر کی قضا ہو گئی تو فرض ہے کہ اسے پڑھ کر عصر پڑھے یا وتر قضا ہو گئی تو اُسے پڑھ کر فجر پڑھے اگر یاد ہوتے ہوئے عصر یا فجر کی پڑھ لی تو ناجائز ہے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر في قضاء الفوائت، ج۱، ص۱۲۱، وغیرہ.)

سوال: ترتیب کب ساقط ہوتی ہے؟

جواب: تین صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے:

(۱) وقت میں تنگی: اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور قضا نمازیں سب پڑھ لے تو وقتی اور قضا نمازوں میں جس کی گنجائش ہو پڑھے باقی میں ترتیب ساقط ہے، مثلاً نماز عشا و وتر قضا ہو گئے اور فجر کے وقت میں پانچ رکعت کی گنجائش ہے تو وتر و فجر پڑھے اور چھ رکعت کی وسعت ہے تو عشا و فجر پڑھے۔

("شرح الوقایۃ"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج۱، ص۲۱۷.)

مسئلہ: ترتیب کے لئے مطلق وقت کا اعتبار ہے، مستحب وقت ہونے کی ضرورت نہیں تو جس کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور آفتاب زرد ہونے سے پہلے ظہر سے فارغ نہیں ہو سکتا مگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے دونوں پڑھ سکتا ہے تو ظہر پڑھے پھر عصر۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، مطلب في تعریف الإعادۃ، ج۲، ص۶۳۴.)

مسئلہ: اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ مختصر طور پر پڑھے تو دونوں پڑھ سکتا ہے اور عمدہ طریقہ سے پڑھے تو دونوں نمازوں کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں بھی ترتیب فرض ہے اور بقدر جواز جہاں تک اختصار کر سکتا ہے کرے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر في قضاء الفوائت، ج۱، ص۱۲۲.)

مسئلہ: وقت تنگ ہونے نہ ہونے میں اس کے گمان کا اعتبار نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ حقیقتاً وقت تنگ تھا یا نہیں۔

(۲) بھول جانا: قضا نماز یاد نہ رہی اور وقتیہ پڑھ لی پڑھنے کے بعد یاد آئی تو وقتیہ ہو گئی اور پڑھنے میں یاد آئی تو گئی۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر في قضاء الفوائت، ج۱، ص۱۲۲.)

(۳)چھ یا اس سے زیادہ نمازوں کا قضا ہو جانا: چھ نمازیں جس کی قضا ہو گئیں کہ چھٹی کا وقت ختم ہو گیا اس پر ترتیب فرض نہیں، اب اگرچہ باوجود وقت کی گنجائش اور یاد کے وقتی پڑھے گا ہو جائے گی خواہ وہ سب ایک ساتھ قضا ہوئیں مثلاً ایک دم سے چھ وقتوں کی نہ پڑھیں یا متفرق طور پر قضا ہوئیں مثلاً چھ دن فجر کی نماز نہ پڑھی اور باقی نمازیں پڑھتا رہا مگر ان کے پڑھتے وقت وہ قضائیں بھولا ہوا تھا خواہ وہ سب پرانی ہوں یا بعض نئی بعض پرانی مثلاً ایک مہینہ کی نماز نہ پڑھی پھر پڑھنی شروع کی پھر ایک وقت کی قضا ہو گئی تو اس کے بعد کی نماز ہو جائے گی اگرچہ اس کا قضا ہونا یاد ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، مطلب في تعریف الإعادۃ، ج۲، ص۶۴۳۔)

لیکن وتر کی نماز کو ان چھ نمازوں میں شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صاحبین کے نزدیک وہ سنت ہے۔

سوال: چھ نمازیں قضا ہونے کے سبب ترتیب ساقط ہو گئی تو کیا پھر ترتیب لوٹے گی؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)جب چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہونے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تو اب ان میں سے کچھ نمازوں کی قضا کر لینے سے ترتیب نہیں لوٹے گی اس لئے اب وہ باقی نمازیں یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز پڑھ سکتا ہے اور یہی اصح ہے جبکہ بعض لوگوں کے نزدیک ترتیب لوٹ آئے گی مثلاً کسی کی ۱۰ نمازیں قضا ہو گئیں پھر ان کی قضا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ پانچ نمازوں سے کم رہ گئیں تو یہ صاحب ترتیب نہیں بنے گا بلکہ اب بھی ان باقی نمازوں کی قضا کئے بغیر وقتی نماز پڑھنا درست ہو گا۔

(۲)اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہو گئیں تھی اور اس نے ابھی تک ان کی قضا نہیں کی اور کچھ مدت کے بعد پھر ایک نماز قضا ہو گئی تو بھی ترتیب عود نہیں کرے گی مثلاً کسی کی ایک ماہ پہلے چھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں جن کی اب تک قضا نہیں کی اب ایک نماز مثلاً فجر کی اور قضا ہو گئی تو چونکہ یہ پہلے سے صاحب ترتیب نہیں تھا اس لئے اس نئی قضا یعنی فجر کی بھی ترتیب لازم نہیں ہو گی چنانچہ اگر فجر کی قضا کئے بغیر ظہر پڑھے گا تو درست ہو گی۔

مصنف نے انہیں دونوں مسئلوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے (علی الاصح فیھما) کہا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں صحیح قول کے مطابق ترتیب نہیں لوٹے گی ہاں اگر سب قضائیں پڑھ لی تو اب پھر صاحب ترتیب ہو جائے گا۔

سوال: فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے صاحبِ ترتیب نے وقتی نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی صاحبِ ترتیب کی کوئی نماز قضا ہو گئی خواہ وہ وتر ہی کیوں نہ ہو اس کے یاد ہوتے ہوئے اس نے وقتی نماز پڑھ لی تو اس کی وقتی نماز فسادِ موقوف کے طور پر فاسد ہو جائے گی۔

سوال: فسادِ موقوف سے کیا مراد ہے؟

جواب: مصنف نے فسادِ موقوف کا مطلب (فان خرج وقت الخامسۃ) سے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قطعی طور پر ان کو فاسد نہیں کہا جائے گا بلکہ ایک صورت کے پیدا ہونے پر ان کے فساد اور صحت کا حکم موقوف ہو گا جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

صاحب ترتیب شخص کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور وہ اس قضا کے یاد ہوتے ہوئے وقتی نمازیں پڑھتا رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں پڑھ لیں چانکہ یہ صاحب ترتیب تھا اور وہ متروکہ کی قضا کئے بغیر وقتی نماز پڑھتا رہا تو یہ سب نماز فاسد ہو گئیں اور یہ سب مل کر چھ قضا نمازیں ہو گئیں ایک پہلے کی قضا اور پانچ وقتیہ جو اس نے ادا کی ہیں جو کہ فاسد ہو چکی اور جب چھ نمازیں قضا ہو گئیں تو ترتیب بھی ساقط ہو گئی اور چونکہ ان وقتی نمازوں کا فاسد ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے تھا اور اب جب کہ چھ نمازوں کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تو وہ فساد ترتیب ساقط ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور وہ پانچوں وقتی نمازیں صحیح ہو گئیں اب اس پر صرف وہی ایک نماز جو قضا ہوئی تھی باقی رہی۔

اور اگر اس نے پانچ وقتی نمازیں پوری ہونے سے پہلے متروکہ قضا نماز پڑھ لی تو یہ وقتی پڑھی ہوئی نمازیں فرض نہیں رہیں گی، بلکہ نفل ہو جائیں گی اور ان سب کی قضا کرنی ہو گی مثلاً کسی کی فجر قضا ہو گئی اور اس کو قضا کئے بغیر وقتی نمازیں پڑھتا رہا یعنی ظہر عصر مغرب پھر عشا کی وقتی نماز سے پہلے فجر کی قضا نماز پڑھ لی تو ظہر عصر مغرب سب نفل ہو جائیں گی اور اب ان کی قضا کرنی ہو گی۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۶۴۱.)

سوال: جس کے ذمہ قضا نمازیں زیادہ ہوں تو کیا ان کی قضا کے لئے دن اور وقت کی تعیین ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! جس کی بہت سی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں، تو ان میں تعیین یوم اور تعیین نماز ضروری ہے، مثلاً فلاں دن کی فلاں نماز مطلقاً ظہر وغیرہ یا مطلقاً نماز قضا نیت میں ہونا کافی نہیں۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۱۹.)

اگر اس کے ذمہ ایک ہی نماز قضا ہو، تو دن معین کرنے کی حاجت نہیں، مثلاً میرے ذمہ جو فلاں نماز ہے، کافی ہے۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب فی حضور القلب والخشوع، ج۲، ص۱۱۹.)

ہاں! اگر کسی کے ذمہ بہت سی نمازیں ہیں اور دن تاریخ بھی یاد نہ ہو، تو اس کے لئے آسان طریقہ نیت کا یہ ہے کہ سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فلاں نماز جو میرے ذمہ ہے۔("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۱۱۹.) کہہ لے۔

سوال: کیا روزوں کی قضا میں بھی تعیین ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر دو رمضان کے روزوں میں سے کچھ روزے قضا ہو گئے ہوں تو ان کی قضا کے وقت بھی تعیین ضروری ہے کہ فلاں رمضان کے روزے کی قضا کرتا ہوں اور اگر ایک رمضان کے چند روزے قضا ہوئے تو تعیین کی ضرورت نہیں۔

سوال: "علی احد تصحیحین مختلیفین" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دو رمضان کے قضا روزوں کے متعلق دو قول ہیں اور دونوں صحیح ہیں (۱) زیلعی نے تعیین کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۲) اور خلاصہ میں عدم تعیین کو صحیح قرار دیا ہے۔ لہذا اس طرح تصحیح مختلف ہو گئی ہے۔

پس مصنف نے فرمایا کہ دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے کہ اگر دو رمضان کے قضا روزے ہیں تو تعیین ضروری ہے اور اگر ایک رمضان کے ہوں تو تعیین ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا دارالحرب میں مسلمان ہونے والے پر نماز روزوں کی قضا لازم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا، اور دارالحرب میں ہونے کی وجہ سے اس کو نماز و روزہ کا علم نہ ہوا جس کی وجہ سے اس نے ادا نہ کئے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا اور اس پر نماز روزے کی قضا لازم نہیں ہو گی۔

بَابُ اِدْرَاکِ الْفَرِيْضَةِ

یہ فرض نماز کو پانے کا باب ہے

مَتٰى يَقْطَعُ الْمُصَلِّي الصَّلَاةَ وَمَتٰى لَا يَقْطَعُ

اِذَا شَرَعَ فِيْ فَرْضٍ مُنْفَرِدًا فَأُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَطَعَ وَاقْتَدٰى إِنْ لَمْ يَسْجُدْ لَمَّا شَرَعَ فِيْهِ أَوْ سَجَدَ فِيْ غَيْرِ رُبَاعِيَّةٍ وَإِنْ سَجَدَ فِيْ رُبَاعِيَّةٍ ضَمَّ رَكْعَةً ثَانِيَةً وَسَلَّمَ لِتَصِيْرَ الرَّكْعَتَانِ لَهٗ نَافِلَةً ثُمَّ اِقْتَدٰى مُفْتَرِضًا وَإِنْ صَلّٰى ثَلَاثًا أَتَمَّهَا ثُمَّ اِقْتَدٰى مُتَنَفِّلًا إِلَّا فِي الْعَصْرِ وَإِنْ قَامَ لِثَالِثَةٍ فَأُقِيْمَتْ قَبْلَ سُجُوْدِهٖ قَطَعَ قَائِمًا بِتَسْلِيْمَةٍ فِي الْأَصَحِّ ۔

ترجمہ: جب کوئی تنہا فرض نماز شروع کی پھر جماعت قائم کی گئی تو فرض نماز توڑدے اور اقتدا کرے اگر اس نماز کا سجدہ نہ کیا ہو جس کو شروع کر لیا تھا یا غیر رباعی میں سجدہ کر لیا تھا، اور اگر چار رکعت والی نماز میں سجدہ کر لیا تھا تو دوسری رکعت ملائے اور سلام پھیر دے تاکہ اس کے لئے دو رکعت نفل ہو جائیں پھر فرض پڑھنے کے لئے اقتدا کرے۔ اور اگر رباعی نماز میں تین رکعت پڑھ چکا تھا تو اس کو پورا کرلے پھر اقتدا کرے نفل کی نیت سے مگر عصر میں، اور اگر تیسری کے لئے کھڑا ہو ااور اس کے سجدہ کرنے سے پہلے جماعت کھڑی کی گئی تو ایک سلام سے کھڑے کھڑے نماز توڑدے اصح قول کے مطابق۔

وَإِنْ كَانَ فِيْ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ فَخَرَجَ الْخَطِيْبُ أَوْ فِيْ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَأُقِيْمَتْ سَلَّمَ عَلٰى رَأْسِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ الْأَوْجَهُ ثُمَّ قَضَى السُّنَّةَ بَعْدَ الْفَرْضِ وَمَنْ حَضَرَ وَالْإِمَامُ فِيْ صَلَاةِ الْفَرْضِ اِقْتَدٰى بِهٖ وَلَا يَشْتَغِلُ عَنْهُ بِالسُّنَّةِ إِلَّا فِي الْفَجْرِ إِنْ أَمِنَ فَوْتَهٗ وَإِنْ لَمْ يَأْمَنْ تَرَكَهَا۔

ترجمہ: اور اگر جمعہ کی سنت میں تھا کہ خطیب نکل آیا یا ظہر کی سنت میں تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو دو رکعتوں پر سلام پھیر دے اور یہی زیادہ مدلّل ہے، پھر فرض کے بعد سنت کی قضا کرے۔ اور جو شخص حاضر ہوا اس حال میں کہ امام فرض نماز میں تھا تو امام کی اقتدا کرے اور فرض چھوڑ کر سنت میں مشغول نہ ہو مگر فجر میں اگر اس کے فوت ہونے سے امن ہو، اور اگر امن نہ ہو تو سنت کو چھوڑدے۔

سوال: اگر کوئی شخص اکیلا فرض نماز پڑھ رہاہو اور اسی وقت وہاں فرض کی جماعت قائم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) تنہا فرض نماز شروع ہی کی تھی یعنی ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ ("تنویر الأبصار" و"الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، ج ۲، ص ۶۰۶۔ ۶۱۰.)

خواہ کوئی بھی نماز ہو سب کا یہی حکم ہے۔

(۲) فجر یا مغرب کی نماز ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ دوسری رکعت پڑھ رہاہو۔ البتہ دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب ان دو نمازوں میں توڑنے کی اجازت نہیں اور نماز پوری کرنے کے بعد بہ نیت نفل بھی ان میں شریک نہیں ہو سکتا کہ فجر کے بعد نفل جائز نہیں اور مغرب میں اس وجہ سے کہ تین رکعتیں نفل کی نہیں، اور مغرب میں اگر شامل ہو گیا تو برا کیا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت اور ملا کر چار کر لے اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی چار رکعت قضا کرے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب العاشر في إدراک الفریضۃ، ج ۱، ص ۱۱۹،)

(۳) چار رکعت والی نماز شروع کر کے ایک رکعت پڑھ لی یعنی پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو واجب ہے کہ ایک اور پڑھ کر توڑ دے کہ یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور دو پڑھ لی ہیں تو ابھی توڑ دے یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، مطلب: صلاۃ رکعۃ واحدۃ باطلۃ... إلخ، ج ۲، ص ۶۱۰.)

(۴) اور رباعی نماز یعنی ظہر، عصر و عشا کی تین پڑھ لی ہیں اور چوتھی میں ہو تو واجب ہے کہ نہ توڑے، توڑے گا تو گنہگار ہو گا بلکہ حکم یہ ہے کہ پوری کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جماعت کا ثواب پالے گا، مگر عصر میں شامل نہیں ہو سکتا کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، مطلب: صلاۃ رکعۃ واحدۃ باطلۃ... إلخ، ج ۲، ص ۶۱۰.)

اور اگر وہ نماز ظہر و عشا ہو تو اختیار ہے کہ چاہے تو اپنی فرض نماز مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو جائے نفل کی نیت سے اور یہ افضل ہے، اور اگر چاہے تو شامل نہ ہو۔ کیونکہ وہ اپنی فرض نماز ادا کر چکا۔

(۵)اور اگر رباعی میں وہ تیسری رکعت میں تھا اور ابھی تیسری کا سجدہ نہیں کیا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اصح قول کے مطابق کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو جائے، جبکہ شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ قعدہ کرکے سلام پھیرے۔

سوال: جماعت قائم ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: جماعت قائم ہونے سے مؤذن کا تکبیر کہنا مراد نہیں بلکہ جماعت شروع ہو جانا مُراد ہے، مؤذن کے تکبیر کہنے سے قطع نہ کرے گا اگرچہ پہلی رکعت کا سجدہ ابھی تک نہ کیا ہو۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، ج۲، ص۶۰۸.)

سوال: جماعت قائم ہونے سے نماز قطع کرنے کا حکم کس وقت ہے؟

جواب: جماعت قائم ہونے سے نماز قطع کرنا اس وقت ہے کہ جس مقام پر یہ نماز پڑھتا ہو وہیں جماعت قائم ہو، اگر یہ گھر میں نماز پڑھتا ہے اور مسجد میں جماعت قائم ہوئی یا ایک مسجد میں یہ پڑھتا ہے دوسری مسجد میں جماعت قائم ہوئی تو توڑنے کا حکم نہیں اگرچہ پہلی کا سجدہ نہ کیا ہو۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، ج۲، ص۶۰۸.

سوال: جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا کہ امام نکل آیا یا ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جمعہ کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھ رہا تھا اور خطیب نکل آیا یعنی خطبہ شروع ہو گیا یا ظہر سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی تو مصنف کے نزدیک زیادہ اصح یہ ہے کہ دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور بعد میں سنتوں کی قضا کرے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چار رکعت پوری کرکے جماعت میں شامل ہو۔

اور اب فتوی اسی قول پر ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے: جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چار پوری کرلے۔ ("تنویر الأبصار" و"الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضۃ، ج۲، ص۶۱۱.)

سوال: اگر کوئی شخص ایسے وقت میں آیا کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو سنّتِ قبلیہ ادا کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وقتی فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور ابھی اس نے سنت مؤکدہ نہیں پڑھی ہے جیسے ظہر و جمعہ میں تو سنتوں میں مشغول نہ ہو بلکہ امام کی اقتدا کرے اور بعد میں سنّت کی قضا کرے۔

سوال: اگر نمازِ فجر میں اس وقت آیا کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو سنّت قبلیہ ادا کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نماز فجر میں ایسے وقت مسجد میں آیا کہ جماعت ہو رہی تھی تو فجر کی سنت پڑھنے کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو تو پہلے سنت پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر قعدہ ملنے کی امید نہ ہو تو سنت کو چھوڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

قَضَاءُ السُّنَّةِ

وَلَمْ تُقْضَ سُنَّةُ الْفَجْرِ إِلَّا بِفَوْتِهَا مَعَ الْفَرْضِ وَقَضَى السُّنَّةَ الَّتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ فِيْ وَقْتِهٖ قَبْلَ شَفْعِهٖ۔

ترجمہ: اور فجر کی سنت کی قضا نہیں کی جائے گی مگر فرض کے ساتھ فوت ہونے کی وجہ سے، اور قضا کرے اس سنت کی جو ظہر سے پہلے ہے ظہر کے وقت میں دو سنتوں سے پہلے۔

اَلْجَمَاعَةُ وَفَضْلُهَا

وَلَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ جَمَاعَةً بِإِدْرَاكِ رَكْعَةٍ بَلْ أَدْرَكَ فَضْلَهَا وَاُخْتُلِفَ فِيْ مُدْرِكِ الثَّلَاثِ۔

ترجمہ: اور ایک رکعت پالینے سے اس نے ظہر کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ اس نے جماعت کی فضیلت کو پالیا، اور تین رکعتوں کے پانے والے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

مُتَفَرِّقَاتٌ

وَيَتَطَوَّعُ قَبْلَ الْفَرْضِ إِنْ أَمِنَ فَوْتَ الْوَقْتِ وَإِلَّا فَلَا وَمَنْ أَدْرَكَ إِمَامَهٗ رَاكِعًا فَكَبَّرَ وَوَقَفَ حَتّٰى رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهٗ لَمْ يُدْرِكِ الرَّكْعَةَ وَأَنْ رَكَعَ قَبْلَ إِمَامِهٖ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ مَا تَجُوْزُ بِهِ الصَّلَاةُ فَأَدْرَكَهٗ إِمَامُهٗ فِيْهِ صَحَّ وَإِلَّا لَا وَكُرِهَ خُرُوْجُهٗ مِنْ مَسْجِدٍ أُذِّنَ فِيْهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ إِلَّا اِذَا كَانَ مُقِيْمَ جَمَاعَةٍ

أُخْرٰى وَإِنْ خَرَجَ بَعْدَ صَلَاتِهٖ مُنْفَرِدًا لَايُكْرَهُ إِلَّا إِذَا أُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَبْلَ خُرُوْجِهٖ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ فَيَقْتَدِيْ فِيْهِمَا مُتَنَفِّلًا وَلَا يُصَلِّيْ بَعْدَ صَلَاةٍ مِثْلِهَا۔

ترجمہ: اور نفل فرض سے پہلے پڑھے اگر وقت کے فوت سے امن ہو ورنہ نہیں۔ اور جس شخص نے اپنے امام کو رکوع میں پایا پھر اس نے تکبیر کہی اور کھڑا رہا یہاں تک کہ امام نے اپنا سر اٹھالیا تو اس شخص نے اس رکعت کو نہیں پایا، اور اگر متقدی نے اپنے امام سے پہلے رکوع کرلیا امام کی اتنی قراءت کے بعد جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے پھر اس کے امام نے اس کو رکوع میں پالیا تو مقتدی کا رکوع صحیح ہو گیا ورنہ نہیں، اور مکروہ ہے اس کا نکلنا ایسی مسجد سے جس میں اذان دے دی گئی ہو یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ لے مگر جبکہ دوسری جماعت کا قائم کرنے والا ہو، اور اگر اپنی نماز تنہا پڑھ لینے کے بعد نکلا تو مکروہ نہیں ہے مگر جب کھڑی ہو گئی ہو جماعت اس کے نکلنے سے پہلے ظہر وعشا میں، پس اقتدا کرے ان دونوں میں نفل کی نیت سے، اور نہ پڑھی جائے کسی نماز کے بعد اس جیسی نماز۔

سوال: اگر کسی شخص کی فجر کی سنت قضا ہو گئی ہو تو کیا بعد میں اس کی قضا کی جائے گی؟

جواب: اگر کسی شخص کی صرف فجر کی سنت قضا ہو گئی تو شیخین کے نزدیک آفتاب کے بلند ہونے کے بعد ان کی قضا نہیں ہے، اور مصنف نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔ لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک اس کی قضا کرے۔

اور اگر فجر کی فرض و سنت دونوں قضا ہو گئیں تو طلوع آفتاب کے ۲۰ منٹ بعد سے زوال تک اگر قضا کرے تو دونوں قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے۔

سوال: اگر ظہر سے پہلے کی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ظہر سے پہلے کی سنت فوت ہو گئی تو ان کی قضا ظہر کے فرض کے بعد دو سنت سے پہلے کرے، یہ امام محمد کا قول ہے اور مصنف نے اسی کو اختیار کیا ہے، جبکہ امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کے فرض کے بعد دو سنت پڑھے پھر ظہر کی چار رکعت سنت قبلیہ کی قضا کرے اور اب امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہے۔

سوال: جس شخص کو کسی بھی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملی تو کیا جماعت سے نماز پڑھنے والا کہلائے گا؟

جواب: جس شخص کو کسی بھی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملی تو اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ البتہ اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہو گئی۔ اگرچہ تشہد میں شامل ہوا ہو۔

سوال: اگر امام کے ساتھ تین رکعتیں ملی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چار رکعت والی نماز میں امام کے ساتھ تین رکعت ملیں تو اس میں اختلاف ہے، پس شمس الائمہ نے کہا کہ جماعت سے پڑھنے والا کہا جائے گا کہ اکثر کل کا حکم رکھتا ہے اور ایسے ہی تین رکعت والی نماز میں دو رکعت کے ملنے پر۔ اور بعض نے کہا کہ جماعت سے پرھنے ولا نہیں کہا جائے گا۔

دراصل اس مسئلے کا تعلق قسم کے مسئلے سے ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا اور پھر اس نے امام کے ساتھ تین رکعت پڑھی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی یہ بعض کا قول ہے جبکہ شمس الائمہ نے کہا کہ حانث ہو جائے گا۔

سوال: "ویقطوع قبل الفرض ان امن فوت الوقت والا فلا" سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: یہ عبارت مجمل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفل کی دو قسمیں ہیں سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ، اور یہاں نفل سے مراد یہ دونوں نمازیں ہیں۔ پس اگر فرض نماز کے وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ پڑھے گا، اور اگر وقت تنگ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے تاکہ فرض اپنے وقت سے ہٹ نہ جائے۔

سوال: رکعت کو پانے والا کب کہلائے گا؟

جواب: اگر کوئی شخص اس وقت آیا جبکہ امام رکوع میں تھا اور یہ شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اور امام کے ساتھ رکوع نہیں کیا یہاں تک کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو یہ شخص اس رکعت کو پانے ولا شمار نہیں ہو گا۔ اور اگر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں امام کو پالیا اگرچہ ادنی سی شرکت ہوئی تو وہ اس رکعت کو پانے والا ہے۔

سوال: اگر کوئی اپنے امام سے پہے رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام سے پہلے مقتدی رکوع میں چلا گیا تو یہ رکوع دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہوگا۔(۱) امام کے رکوع کرنے تک رکوع میں رہا یہاں تک کہ دونوں رکوع میں شریک ہو گئے۔(۲) امام کی اتنی قراءت کرنے کے بعد رکوع کیا ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے، لہذا اگر امام کے "ما تجوز بہ الصلوۃ" قراءت کرنے سے پہلے مقتدی نے رکوع کر لیا تھا تو چاہے امام نے اس کو رکوع میں پالیا ہو تب بھی اس کا رکوع صحیح نہیں ہوگا۔ اسی طرح امام کے ما تجوز بہ الصلوۃ قراءت کے بعد رکوع کیا تھا مگر امام کے رکوع میں جانے سے پہلے مقتدی نے اپنا سر اٹھا لیا تب بھی اس کا رکوع صحیح نہ ہوگا لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ دوبارہ رکوع کرے اور اگر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔

سوال: اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا کیسا ہے؟

جواب: جب کسی مسجد میں اذان ہو جائے تو جو شخص مسجد میں ہے یا اذان کے بعد مسجد میں آیا اور اس نے ابھی اس وقت کی نماز نہیں پڑھی تو اس کو اس وقت کی نماز اس مسجد میں جماعت سے پڑھے بغیر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: کیا مسجد سے نکلنے کی کچھ جائز صورتیں بھی ہیں؟

جواب: جی ہاں! کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں اس کو مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔(۱) اگر وہ کسی اور مسجد کا امام ہے یا مؤذن ہے تو اس کو اجازت ہے کہ یہاں سے اپنی مسجد کو چلا جائے۔

(۲) جو شخص تنہا فرض نماز پڑھ چکا ہو تو اس کو مسجد سے باہر جانا مکروہ نہیں۔ لیکن بلا عذر تنہا پڑھ لینے اور جماعت کا انتظار نہ کرنے کا اور ترک جماعت کی کراہت کا مرتکب کہلائے گا اور ظہر و عشاء میں چاہیے کہ نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے اور عصر و فجر میں نفل کی نیت سے شامل نہ ہو کہ ان کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں بھی نفل کی نیت سے جماعت میں شامل نہ ہو کہ نفل تین رکعت نہیں ہوتی۔

سوال: "ولا یصلی بعد الصلوۃ مثلھا" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: یہ حدیث پاک کے لفظ ہیں اور مصنف اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اجر و ثواب کے شوق میں یا بلا وجہ محض فساد کے وہم سے بار بار فرض نماز نہ پڑھے مثلاً کسی شخص نے ظہر کے فرض پڑھ لئے پھر اس کو ظہر کی جماعت

میسر ہوئی تو اب اس جماعت میں شریک ہو کر ظہر کے فرض دوبارہ نہ پڑھے، ہاں ظہر و عشاء میں نفل کی نیت کر کے شامل ہو سکتا ہے کہ نفل فرض کے مثل نہیں ہے۔

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

یہ سجدۂ سہو کا باب ہے

حُكْمُهٗ وَسَبَبُهٗ

يَجِبُ سَجْدَتَانِ بِتَشَهُّدٍ وَتَسْلِيْمٍ لِتَرْكِ وَاجِبٍ سَهْوًا وَإِنْ تَكَرَّرَ۔

ترجمہ: اور واجب ہوتے ہیں دو سجدے تشہد اور سلام کے ساتھ کوئی واجب سہوا چھوڑ دینے کی وجہ سے اگر چہ وہ مکرر ہو۔

تَرْكُ الْوَاجِبِ عَمْدًا

وَإِنْ كَانَ تَرْكُهٗ عَمَدًا أَثِمَ وَوَجَبَ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ لِجَبْرِ نَقْصِهَا وَلَا يَسْجُدُ فِي الْعَمَدِ لِلسَّهْوِ قِيْلَ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ تَرْكُ الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ أَوْ تَأْخِيْرُهٗ سَجْدَةً مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى إِلٰى آخِرِ الصَّلَاةِ وَتَفَكُّرُهٗ عَمَدًا حَتّٰى شَغَلَهٗ عَنْ رُكْنٍ۔

ترجمہ: اور اگر قصداً واجب کو چھوڑا ہو تو گنہگار ہو گا اور نماز کا اعادہ کرنا واجب ہو گا نماز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے، اور عمد میں سہو کے لئے سجدہ نہیں کرے گا، اور کہا گیا ہے مگر تین میں (۱) قعدۂ اولیٰ کو چھوڑ دینا (۲) پہلی رکعت کے سجدے کو نماز کے آخر تک مؤخر کر دینا (۳) اور اس کا جان بوجھ کر سوچنے لگ جانا یہاں تک کہ اس کی کسی رکن کی ادائیگی سے غافل کر دے۔

وَقْتُ السُّجُوْدِ

وَيُسَنُّ الْإِتْيَانُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَيَكْتَفِيْ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاحِدَةٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فِي الْأَصَحِّ فَإِنْ سَجَدَ قَبْلَ السَّلَامِ كُرِهَ تَنْزِيْهًا۔

ترجمہ: اور سجدۂ سہو کا سلام کے بعد ادا کرنا سنت قرار دیا گیا ہے، اور اپنی داہنی طرف ایک سلام پر اکتفا کرے اصح قول کے مطابق، پس اگر سلام سے پہلے سجدہ کیا تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مَتٰى يَسْقُطُ

وَيَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ بِطُلُوْعِ الشَّمْسِ بَعْدَ السَّلَامِ فِي الْفَجْرِ وَاِحْمِرَارِهَا فِي الْعَصْرِ وَبِوُجُوْدِ مَا يَمْنَعُ الْبِنَاءَ بَعْدَ السَّلَامِ۔

ترجمہ: اور فجر میں سلام کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے، اور عصر میں سورج کے سرخ ہو جانے سے اور سلام کے بعد ایسی چیز کے پائے جانے سے جو بناء کو مانع ہو۔

سوال: سہو کا لغوی معنی کیا ہے؟ اور اصطلاح شرع میں سجدۂ سہو سے کیا مراد ہے؟

جواب: سہو کا لغوی معنی بھول جانا اور چیز کا ضرورت کے وقت یاد نہ آنا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں سجدۂ سہو کی یہ تعریف ہے کہ جب کبھی نماز میں بھولے سے ایسی کمی یا زیادتی، تقدیم و تاخیر ہو جائے جس سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی لیکن ایسا نقصان آجاتا ہے جس سے نماز ناقص ہو جاتی ہے اور اس کی تلافی نماز میں ہی ہو سکتی ہے، پس اس نقصان کی تلافی کے لئے شریعت نے یہ طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ آخری قعدہ کے تشہد کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ادا کئے جائیں اور ان کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سوال: سجدۂ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے یا فرض و واجب میں تاخیر ہو جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

سوال: ایک نماز میں چند واجب بھولے سے ترک ہوئے تو کتنے سجدے کرنے ہوں گے؟

جواب: ایک نماز میں چند واجب بھولے سے ترک ہوئے تو وہی دو سجدے سب کے لئے کافی ہیں۔
("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۵، وغیرہ.)

سوال: اگر قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے گی؟

جواب: قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا بلکہ اعادہ واجب ہے۔ یوں ہی اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے۔ اور گنہگار بھی ہوا۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۵، وغیرہ.)

سوال: کیا کوئی ایسی بھی صورت ہے کہ قصداً ترکِ واجب پر سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے؟

جواب: جی ہاں! تین صورتوں میں قصداً ترک واجب پر سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے گی (۱) قعدۂ اولی کو قصداً چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے گی نماز کو لوٹانا واجب نہیں۔ (۲) پہلی رکعت کے ایک سجدے کو عمداً دوسری رکعت یا تیسری رکعت یا بلکل آخری رکعت میں ادا کیا تو بھی سجدۂ سہو سے ہو جائے گی۔ (۳) نماز میں قصداً اتنی دیر سوچتا رہا کہ اتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔

سوال: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ ("شرح الوقایۃ"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۱، ص۲۲۰.)

سجدۂ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھنا واجب ہے التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں درود شریف بھی پڑھے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو، ج۱، ص۱۲۵.)

اور یہ بھی اختیار ہے کہ پہلے قعدہ میں التحیات و درود پڑھے اور دوسرے میں صرف التحیات۔

سوال: اگر بغیر سلام پھیرے سجدۂ سہو کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لئے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو، ج۱، ص۱۲۵.)

سوال: کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ جس سے سجدۂ سہو کرنا ساقط ہو جاتا ہو؟

جواب: جی ہاں! مصنف نے تین صورتیں بیان فرمائی ہیں جن سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔

(۱) اگر کسی شخص پر صبح کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا تھا اور اس نے پہلا سلام پھیرا اور ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا تھا کہ سورج نکل آیا تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور اس پر نماز کا اعادہ بھی نہیں، اور یہی مسئلہ جمعہ و عیدین میں ہے۔

(۲) اگر کسی شخص پر عصر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور دہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے سے پہلے سورج متغیر (سرخ) ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کا اعادہ بھی نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۴.)

(۳)جو چیز نماز کو توڑنے والی اور مانع بناء ہو مثلاً عمداً حدث کرنا یا کلام کرنا وغیرہ اگر دہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے سے پہلے پائی گئی تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو، ج۱، ص۱۲۵.)

مسئلہ: سجدۂ سہو کا ساقط ہونا اگر اس کے فعل سے ہے تو اعادہ واجب ہے ورنہ نہیں۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۴.) یہ علامہ شامی کی بحث ہے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے حاشیۂ ردالمحتار میں یہ ثابت کیا کہ بہرحال اعادہ ہے۔

مَنْ يَلْزَمُهُ السُّجُوْدُ

وَيَلْزَمُ الْمَأْمُوْمَ بِسَهْوِ إِمَامِهٖ لَا بِسَهْوِهٖ وَيَسْجُدُ الْمَسْبُوْقُ مَعَ إِمَامِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ لِقَضَاءِ مَا سُبِقَ بِهٖ وَلَوْ سَهَا الْمَسْبُوْقُ فِيْمَا يَقْضِيْهِ سَجَدَ لَهٗ أَيْضًا لَا اللَّاحِقُ وَلَا يَأْتِي الْإِمَامُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ۔

ترجمہ: اور سجدۂ سہو واجب ہو گا مقتدی پر اپنے امام کے سہو سے، نہ کہ اپنے سہو سے اور مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے پھر کھڑا ہو ان رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے جو اس سے چھوٹ گئی ہیں اور اگر مسبوق ان رکعتوں میں بھول جائے جن کو وہ پورا کر رہا ہے سجدۂ سہو کرے گا۔ نہ کہ لاحق، اور امام جمعہ و عیدین میں سجدۂ سہو کو ادا نہیں کرے گا۔

مُتَفَرِّقَاتٌ

وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْأَوَّلِ مِنَ الْفَرْضِ عَادَ إِلَيْهِ مَا لَمْ يَسْتَوِ قَائِمًا فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ وَالْمُقْتَدِيْ كَالْمُتَنَفِّلِ يَعُوْدُ وَلَوِ اسْتَتَمَّ قَائِمًا فَإِنْ عَادَ وَهُوَ إِلَى الْقِيَامِ أَقْرَبُ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِنْ كَانَ إِلَى الْقُعُوْدِ أَقْرَبَ لَا سُجُوْدَ عَلَيْهِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ عَادَ بَعْدَ مَا اسْتَتَمَّ قَائِمًا اخْتَلَفَ التَّصْحِيْحُ فِيْ فَسَادِ صَلَاتِهٖ۔

ترجمہ: اور جو شخص بھول جائے فرض نماز کے قعدۂ اوّل کو تو اس کی طرف لوٹ آئے جب تک کہ سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو ظاہر الروایت کے مطابق اور یہی اصح ہے، اور مقتدی نفل پڑھنے والے کی طرح ہے پس وہ لوٹ آئے گا اگرچہ پورا کھڑا

ہو گیا ہو، پس اگر وہ لوٹا اس حال میں کہ وہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو سجدۂ سہو کرے گا اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اصح قول کے مطابق، اور اگر وہ لوٹا بعد اس کے کہ پورا کھڑا ہو گیا تھا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے بارے میں تصحیح مختلف ہو گئی ہیں۔

سوال: اگر امام سے کوئی سہو ہوا تو کیا مقتدی پر بھی سجدۂ سہو واجب ہو گا؟

جواب: جی ہاں! امام سے سہو ہوا اور سجدۂ سہو کیا تو مقتدی پر بھی سجدہ واجب ہے اگرچہ مقتدی سہو واقع ہونے کے بعد جماعت میں شامل ہوا اور اگر امام سے سجدہ ساقط ہو گیا تو مقتدی سے بھی ساقط پھر اگر امام سے ساقط ہونا اس کے کسی فعل کے سبب ہو تو مقتدی پر بھی نماز کا اعادہ واجب ورنہ معاف۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۸.)

سوال: امام کے پیچھے مقتدی سے سہواً کوئی واجب چھوٹ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مقتدی سے بحالتِ اقتدا سہو واقع ہوا تو سجدۂ سہو نہ امام پر واجب ہے اور نہ مقتدی پر۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۸.) اور مقتدی پر اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔

سوال: کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا؟ اگر کرے گا تو سلام کے ساتھ یا بغیر سلام کے؟

جواب: مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اگرچہ اس کے شریک ہونے سے پہلے امام سے سہو ہوا ہو اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور مابقیہ پڑھنے کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر اس مسبوق سے اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو آخر کے یہی سجدے دونوں کے لئے کافی ہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو، ج۱، ص۱۲۸.)

مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا جائز نہیں اگر قصداً پھیرے گا نماز جاتی رہے گی۔

سوال: مسبوق سے اپنی باقی ماندہ رکعات میں سہو واقع ہوا تو کیا سجدۂ سہو کرے گا؟

جواب: مسبوق نے جب اپنی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس میں سہو ہوا تو اس میں بھی سجدۂ سہو کرے کہ واجب ہے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۵۹، وغیرہ.)

سوال: اگر لاحق کو اپنی لاحقانہ رکعات میں سہو واقع ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر لاحق کو اپنی لاحقانہ نماز میں سہو واقع ہوا تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے کہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اور جو مقتدی امام کے پیچھے ہو اس کے اپنے سہو سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

سوال: اگر جمعہ و عیدین میں امام سے سہو واقع ہوا تو کیا وہ سجدۂ سہو کرے گا؟

جواب: جمعہ و عیدین میں سہو واقع ہوا اور جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو، ج۱، ص۱۲۸.)

اور اگر مجمع قلیل ہو تو کر لے۔ متن میں مذکور حکم اس دور کا ہے جب مائک وغیرہ نہ تھے اور آخری صف تک آواز پہنچانے کے لئے مکبر بنائے جاتے تھے جس کی وجہ سے شبہہ ہوتا تھا اور ہمارے اس دور میں جبکہ مائک کا اچھا انتظام ہوتا ہے لہذا سجدۂ سہو کرے گا اگرچہ مجمع کثیر ہو۔

سوال: اگر امام یا منفرد فرض و وتر میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: امام یا منفرد فرض و وتر میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا، لوٹ آئے اور سجدۂ سہو نہیں کہ یہی اصح قول ہے۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۶۱.)

سوال: امام قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹ آیا تو کیا مقتدی بھی لوٹ آئیں؟

جواب: اگر امام لوٹ آیا لیکن مقتدی بھول کر کھڑا ہو گیا تو ضروری ہے کہ لوٹ آئے، تاکہ امام کی مخالفت نہ ہو۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۶۳.)

کیونکہ مقتدی نفل پڑھنے والے کی طرح ہے کی جس طرح متنفل ہر حال میں قعود کی طرف لوٹے گا کیونکہ نفل کا ہر قعدہ قعدۂ اخیرہ یعنی فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح مقتدی اگر قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا حالانکہ امام قعدہ میں بیٹھا ہوا ہے تو مقتدی پر لازم ہے کہ لوٹ آئے۔

سوال: امام یا منفرد قعدۂ اولیٰ بھول گیا اور کھڑا ہو گیا تو لوٹنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: امام یا منفرد اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدۂ سہو کرے اور صحیح مذہب میں نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوا لہٰذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۶۱.)

سوال: "وان عاد بعد ما استتم قائما اختلف التصحیح فی فساد صلوتہ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر جب سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب اس کو قعدہ کی طرف نہیں لوٹنا چاہیے تھا لیکن اگر وہ لوٹ آیا تو بعض علما نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور بعض علما نے کہا کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اور انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لہذا تصحیح مختلف فیہ ہو گئیں۔ مگر مفتی بہ قول عدم فساد والا ہے اور اس کو بحر الرائق کے مصنف نے حق کہا ہے۔ مگر حکم یہ ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔ اور سجدۂ سہو دونوں صورتوں میں واجب ہو گا۔ چاہے لوٹے یا نہ لوٹے۔

وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْأَخِيْرِ عَادَ مَا لَمْ يَسْجُدْ وَسَجَدَ لِتَأْخِيْرِهٖ فَرْضَ الْقُعُوْدِ فَإِنْ سَجَدَ صَارَ فَرْضُهٗ نَفْلًا وَضَمَّ سَادِسَةً إِنْ شَاءَ وَلَوْ فِي الْعَصْرِ وَرَابِعَةً فِي الْفَجْرِ وَلَا كَرَاهَةَ فِي الضَّمِّ فِيْهِمَا عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَا يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ قَعَدَ الْأَخِيْرَ ثُمَّ قَامَ عَادَ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ إِعَادَةِ التَّشَهُّدِ فَإِنْ سَجَدَ لَمْ يَبْطُلْ فَرْضُهٗ وَضَمَّ إِلَيْهَا أُخْرٰى لِتَصِيْرَ الزَّائِدَتَانِ لَهٗ نَافِلَةً وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ۔

ترجمہ: اور اگر قعدۂ اخیرہ کو بھول گیا تو لوٹ آئے جب تک کہ سجدہ نہ کرے، اور فرض قعدہ کو مؤخر کر دینے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے، پس اگر سجدہ کر لیا تو اس کا فرض نفل ہو جائے گا، اور چھٹی رکعت کو ملائے اگر چاہے اگرچہ عصر میں ہو، اور فجر میں چوتھی رکعت، اور کوئی کراہت نہیں ہے ان دونوں نمازوں کے اندر ملانے میں صحیح قول پر، اور اصح قول کے مطابق سجدۂ سہو بھی نہیں کرے گا۔ اور اگر قعدۂ اخیرہ کر لیا پھر کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور تشہد لوٹائے بغیر سلام پھیر دے، پس اگر سجدہ کر لیا تو اس کا فرض باطل نہیں ہو گا، اور اس کے ساتھ دوسری کو ملائے تاکہ دو زائد رکعتیں اس کے لئے نفل ہو جائیں اور سجدۂ سہو کرے۔

وَلَوْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ فِيْ شَفْعِ التَّطَوُّعِ لَمْ يَبْنِ شَفْعًا آخَرَ عَلَيْهِ اِسْتِحْبَابًا فَإِنْ بَنٰى أَعَادَ سُجُوْدَ السَّهْوِ فِي الْمُخْتَارِ وَلَوْ سَلَّمَ مَنْ عَلَيْهِ سَهْوٌ فَاقْتَدٰى بِهٖ غَيْرُهٗ صَحَّ إِنْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِلَّا فَلَا يَصِحُّ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ

وَإِنْ سَلَّمَ عَامِدًا لِلْقَطْعِ مَا لَمْ يَتَحَوَّلْ عَنِ الْقِبْلَةِ أَوْ يَتَكَلَّمْ وَلَوْ تَوَهَّمَ مُصَلٍّ رُبَاعِيَّةً أَوْ ثُلَاثِيَّةً أَنَّهُ أَتَمَّهَا فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَتَمَّهَا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِنْ طَالَ تَفَكُّرُهُ وَلَمْ يُسَلِّمْ حَتَّى اسْتَيْقَنَ إِنْ كَانَ قَدْرَ أَدَاءِ رُكْنٍ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ وَإِلَّا لَا۔

ترجمہ: اور اگر نفل کی دو رکعتوں میں سجدۂ سہو کر لیا تو مستحب ہے کہ اس پر دوسری دو رکعتوں کو نہ جوڑے پس اگر جوڑ لیا تو سجدۂ سہو کا اعادہ کرے گا مختار قول کے مطابق، اور اگر اس شخص نے سلام پھیر دیا جس پر سجدۂ سہو واجب تھا پس دوسرے نے اس کی اقتدا کی تو اقتدا کرنا صحیح ہے اگر وہ سجدۂ سہو کرے ورنہ صحیح نہیں ہو گی اور سجدۂ سہو کرے گا اگرچہ اس نے نماز ختم کرنے کا قصد کرتے ہوئے سلام پھیرا جب تک کہ قبلہ سے نہ مڑے نہ بات کرے اور اگر وہم ہو گیا چار رکعت یا تین رکعت پڑھنے والے کو کہ اس نے اس کو پورا کر لیا ہے پس اس نے سلام پھیر دیا پھر اس نے جانا کہ اس نے دو رکعت پڑھی ہیں تو اس کو پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر اس کا سوچنا لمبا ہو گیا اور سلام نہیں پھیرا یہاں تک کہ یقین ہو گیا تو اگر سوچنا ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر تھا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے ورنہ نہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ کو بھول گیا اور اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے ؟

جواب: قعدۂ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تھا، مگر بقدر تشہد نہ ہوا تھا کہ کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور وہ جو پہلے کچھ دیر تک بیٹھا تھا محسوب ہو گا یعنی لوٹنے کے بعد جتنی دیر تک بیٹھا یہ اور پہلے کا قعدہ دونوں مل کر اگر بقدر تشہد ہو گئے فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو اس صورت میں بھی واجب ہے۔

سوال: اور اگر اس نے اگلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو کیا حکم ہے ؟

جواب: اور اگر قعدۂ اخیرہ کو چھوڑ کر اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس اگلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا لہٰذا اگر چاہے تو علاوہ مغرب کے اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملالے کہ شفع پورا ہو جائے اور طاق رکعت نہ رہے اگرچہ وہ نماز فجر یا عصر ہو مغرب میں اور نہ ملائے کہ چار پوری ہو گئیں۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج۲، ص۶۶۴.)

سوال: اگر بقدر تشہد قعدۂ اخیرہ کر چکا ہے اور بھول کر اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بقدر تشہد قعدۂ اخیرہ کر چکا ہے یعنی تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو لوٹ آئے اور ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور پھر تشہد و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے نماز ہو گئی اور لوٹنے کے وقت تشہد کا اعادہ نہ کرے، اگر نمازی نے چوتھی رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کیا اور سلام نہیں پھیرا بلکہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور تشہد نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر اسی وقت سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کر کے تشہد و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے نماز ہو جائے گی۔

سوال: اور اگر اگلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب ایک رکعت اور ملا کر چھ پوری کرے، اس صورت میں اس کا فرض باطل نہیں ہو گا بلکہ چار رکعت فرض ہوئے اور آخری دو رکعتیں نفل ہوئیں اور آخر میں سجدۂ سہو کرے نماز ہو جائے گی۔

سوال: "ولو سجد السھو فی شفع القطوع" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے نفل کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں کوئی سہو ہو گیا جس کی وجہ سے سجدہ سہو کیا اب اس نمازی کے لئے مستحب ہے کہ ان دو رکعتوں کے ساتھ دوسری رکعت نہ ملائے بلکہ سلام پھیر کر نماز مکمل کرے اور پھر دوبارہ نئی تحریمہ سے دوسری نماز شروع کرے۔

اور اگر اس کے باوجود بناء کر لیا یعنی اسی نماز میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد دوسرا دوگانہ ادا کر لیا تو صحیح ہے لیکن مختار قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو کا اعادہ کرنا واجب ہو گا۔

سوال: امام پر سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اس نے بھول کر سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟ نیز اس وقت اگر کوئی اقتدا کرنا چاہے تو کیا صورت ہو گی؟

جواب: امام پر سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے بھول کر سلام پھیر دیا، اور ابھی سلام پھیر کر خاموش بیٹھا ہوا تھا اور کوئی ایسا فعل نہیں کیا جو نماز کے منافی ہو، تو یاد آتے ہی سجدۂ سہو کر لے نماز ہو جائے گی، اور امام کے سلام پھیرنے کی حالت

میں دوسرے شخص نے امام کے پیچھے نیت باندھ لی، تو اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو جائے گا اور اگر امام نے سجدۂ سہو نہیں کیا تو یہ اس کی نماز میں شامل نہیں ہو گا۔

سوال: سجدۂ سہو واجب تھا لیکن نماز ختم کرنے کے ارادے سے سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: کسی پر سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے نماز ختم کرنے کے ارادے سے سلام پھیر دیا تو جب تک وہ قبلہ سے نہ پھرا ہو اور نہ کسی سے بات کی ہو تو یاد آنے پر سجدۂ سہو کر لے نماز ہو جائے گی۔

سوال: اگر کسی نے رباعی یا ثلاثی میں تین یا دو رکعت پر بھولے سے سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے چار یا تین رکعت والی نماز میں یہ خیال کر کے کہ چار یا تین رکعتیں پوری ہو گئیں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا پھر اس کو یاد آیا کہ مجھ سے تو غلطی ہو گئی ہے تو جب تک کوئی منافی نماز فعل نہ ہوا ہو کھڑا ہو کر نماز کو پورا کرے کیونکہ بھولے سے سلام پھیرنا مفسد نماز نہیں ہے اور اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی منافی نماز فعل پایا گیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے کہ وہ فاسد ہو گئی۔

سوال: اگر کسی کو قعدۂ اخیرہ میں شبہ ہو جائے کہ کتنی رکعت ہوئیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تشہد اور درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعت پڑھیں یا تین اور اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر سوچنا ایک رکن کی ادائیگی سے کم تھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِي الشَّكِّ فِی الصَّلَاةِ وَالطَّہَارَةِ

یہ فصل پاکی اور نماز میں شک کے بیان میں ہے

مَتٰی تَبْطُلُ الصَّلَاۃُ بِالشَّكِّ

تَبْطُلُ الصَّلَاۃُ بِالشَّكِّ فِيْ عَدَدِ رَکْعَاتِہَا اِذَا کَانَ قَبْلَ إِکْمَالِہَا وَھُوَ أَوَّلُ مَا عَرَضَ لَہٗ مِنَ الشَّكِّ أَوْ کَانَ الشَّكُّ غَیْرَ عَادَۃٍ لَہٗ فَلَوْ شَكَّ بَعْدَ سَلَامِہٖ لَا یُعْتَبَرُ إِلَّا إِنْ تَیَقَّنَ بِالتَّرْكِ۔

ترجمہ: نماز کی رکعات کی تعداد میں شک پڑ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جبکہ شک نماز کو مکمل کرنے سے پہلے ہو، اور یہ پہلا شک ہو جو اس کو پیش آیا، یا شک اس کی عادت نہ ہو، پس اگر اس کے سلام کے بعد شک ہوا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ چھوڑنے کا یقین ہو جائے۔

کَثْرَۃُ الشَّكِّ

وَإِنْ کَثُرَ الشَّكُّ عَمِلَ بِغَالِبِ ظَنِّہٖ فَإِنْ لَمْ یَغْلِبْ لَہٗ ظَنٌّ أَخَذَ بِالْأَقَلِّ وَقَعَدَ بَعْدَ کُلِّ رَکْعَۃٍ ظَنَّھَا آخِرَ صَلَاتِہٖ۔

ترجمہ: اور اگر شک زیادہ ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے، اور اگر اس کو کوئی غالب گمان نہ ہو تو اقل کو لے گا، اور ہر اس رکعت کے بعد بیٹھے جس کو نماز کی آخری رکعت گمان کیا۔

سوال: شک، ظن، وہم اور غلبۂ ظن کی تعریف کیا ہے؟

جواب: شک کے معنی ہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں اس طرح تردد کرنا کہ کسی جانب کو ترجیح حاصل نہ ہو یعنی ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہو، اور اگر دونوں جانبوں میں سے کسی جانب کو ترجیح ہو تو اس کو ظن کہتے ہیں اور اس کے مخالف جانب کو وہم کہتے ہیں، اور اگر ترجیح میں زیادتی ہو مگر یقین کے درجے کو نہ ہو تو اس کو غلبۂ ظن کہتے ہیں۔

سوال: گر نمازی کو دوران نماز، نماز کی رکعات کے متعلق شک ہوا کہ تین ہوئیں یا چار تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نمازی کو دوران نماز، نماز میں یہ شک پیش آیا کہ تین رکعتیں ہوئیں یا چار، اور یہ شک پہلی بار ہوا ہے تو نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ از سر نو پڑھے۔

سوال: پہلی بار شک آنے سے مراد کیا ہے؟

جواب: پہلی بار شک آنے سے مراد میں علما کا اختلاف ہے اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یہ شک پہلی بار پیش آیا ہو، اور بعض نے کہا کہ بھولنا اس کی عادت نہ ہو یہ معنی نہیں کہ عمر میں کبھی سہو نہ ہوا ہو۔ اور یہی درست ہے۔

سوال: اور اگر نماز مکمل کرنے کے بعد یہ شک ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا اعتبار نہیں ہے بلکہ نماز کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ مگر یہ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور منافی نماز کے پائے جانے سے پہلے اس کو یقین ہو گیا کہ اس نے ابھی تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے، نماز ہو جائے گی۔

سوال: اگر نمازی کو ادا کی ہوئی رکعتوں کے متعلق بکثرت شک ہوتا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) یا تو کسی ایک طرف ظن غالب ہو گا(۲) یا ظن غالب نہ ہو گا۔

(۱) اگر کسی ایک طرف ظن غالب ہے کہ اتنی رکعتیں ہوئیں، تو اس پر عمل کرے اور سجدۂ سہو بھی واجب نہیں، مگر سوچنے کی صورت میں ایک رکن کی مقدار تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

(۲) اور اگر اس کو کسی طرف کا ظن غالب نہ ہو بلکہ دونوں طرف برابر ہوں تو کمی کی جانب کو مقرر کر لے یعنی دو ہوئیں یا تین ہوئیں میں شک ہے تو دو کو اختیار کرے اور پھر اس کے آگے سے نماز مکمل کرے۔

سوال: ”وقعدہ بعد کل رکعۃ ظنھا آخر صلوتہ“ سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اقل کو اختیار کرنے کی صورت میں ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ مثلاً رباعی نماز میں نمازی کو یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، لہذا اس نے پہلی کو اختیار کیا تو اب پہلی رکعت کے بعد قعدہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری پر قعدہ کرنا واجب ہے اسی طرح دوسری رکعت

پڑھنے کے بعد قعدہ کرے کیونکہ نمازی کے نزدیک یہ دوسری رکعت ہے اور پھر تیسری رکعت کے بعد بھی قعدہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ چوتھی ہو اور چوتھی پر قعدہ فرض ہے اور پھر چوتھی کے بعد قعدہ کرے کیونکہ نمازی کے نزدیک یہ چوتھی ہے اور چوتھی پر قعدہ فرض ہے اور اسی قعدہ میں سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کرے پس اس طرح ہر رکعت میں قعدہ ادا ہوا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بَابُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

یہ سجدۂ تلاوت کا باب ہے

سَبَبُهٗ وَحُكْمُهٗ وَوَقْتُهٗ

سَبَبُهٗ اَلتِّلَاوَةُ عَلَى التَّالِيْ وَالسَّامِعِ فِي الصَّحِيْحِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى التَّرَاخِيْ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ وَكُرِهَ تَأْخِيْرُهٗ تَنْزِيْهًا وَيَجِبُ عَلٰى مَنْ تَلَا آيَةً وَلَوْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقِرَاءَةُ حَرْفِ السَّجْدَةِ مَعَ كَلِمَةٍ قَبْلَهٗ أَوْ بَعْدَهٗ مِنْ آيَتِهَا كَالْآيَةِ فِي الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا سبب تلاوت کرنا ہے تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر صحیح قول کے مطابق، اور سجدۂ تلاوت تاخیر کی گنجائش کے ساتھ واجب ہے اگر نماز میں نہ ہو، اور اس کو مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور سجدۂ تلاوت اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہو اگرچہ فارسی میں ہو، اور سجدے کے حرف کا پڑھنا کسی کلمہ کے ساتھ چاہے وہ کلمہ حرف سجدہ سے پہلے ہو یا بعد میں پوری آیت (کے پڑھنے کی طرح ہے) صحیح مذہب میں۔

عَدَدُ آيَاتِهَا

وَآيَاتُهَا أَرْبَعَ عَشَرَةَ آيَةً فِي الْأَعْرَافِ وَالرَّعْدِ وَالنَّحْلِ وَالْإِسْرَاءِ وَمَرْيَمَ وَأُوْلَى الْحَجِّ وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ وَالسَّجْدَةِ وَص وَحٰم السَّجْدَةِ وَالنَّجْمِ وَانْشَقَّتْ وَاقْرَأْ۔

ترجمہ: اور سجدے کی آیتیں چودہ ہیں۔ سورۂ اعراف۔ سورۂ رعد۔ سورۂ نحل۔ سورۂ اسراء۔ سورۂ مریم۔ سورۂ حج۔ سورۂ فرقان۔ سورۂ نمل۔ سورۂ سجدہ۔ سورۂ ص۔ سورۂ حم سجدہ۔ سورۂ نجم۔ سورۂ انشقت۔ سورۂ اقراء۔ میں۔

مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ وَمَنْ لَا يَجِبُ

وَيَجِبُ السُّجُوْدُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ وَإِنْ لَمْ يَقْصِدِ السِّمَاعَ إِلَّا الْحَائِضَ وَالنُّفَسَاءَ وَالْإِمَامَ وَالْمُقْتَدِیْ بِهٖ وَلَوْ سَمِعُوْهَا مِنْ غَيْرِهٖ سَجَدُوْا بَعْدَ الصَّلَاةِ وَلَوْ سَجَدُوْا فِيْهَا لَمْ تُجْزِهِمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمْ فِيْ

ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَيَجِبُ بِسِمَاعِ الْفَارِسِيَّةِ إِنْ فَهِمَهَا عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فِيْ وُجُوبِهَا بِالسِّمَاعِ مِنْ نَائِمٍ وَمَجْنُوْنٍ وَلَا تَجِبُ بِسِمَاعِهَا مِنَ الطَّيْرِ وَالصَّدٰی۔

ترجمہ: اور سجدہ ہر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو اسے سنے اگرچہ سننے کا قصد نہ کیا ہو مگر حیض و نفاس والی عورت اور امام اور اس کا مقتدی اور اگر امام اور مقتدیوں نے سجدے کی آیت کو اپنے علاوہ سے سنا تو یہ لوگ نماز کے بعد سجدہ کریں گے۔ اور اگر نماز میں سجدہ کرلیں گے تو ان کو کافی نہ ہوگا اور ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی ظاہر روایت میں۔ اور فارسی میں سننے سے واجب ہوجاتا ہے اگر اس کو سمجھ لے معتمد مذہب پر۔ اور سونے والے یا مجنون سے سننے کی صورت میں سجدہ کے واجب ہونے میں تصحیح مختلف ہوگئی ہیں، اور پرندے اور آواز کی گونج سے آیت سجدہ کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

سوال: سجدۂ تلاوت کا سبب کیا ہے؟ نیز یہ کن پر واجب ہوتا ہے؟

جواب: سجدۂ تلاوت کا سبب آیتِ سجدہ کو تلاوت کرنا ہے، آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سُن سکے، سننے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بالقصد سنی ہو، بلا قصد سُننے سے بھی سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔ ("الهدایۃ"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۱، ص۷۸.)

سوال: آیتِ سجدہ بیرونِ نماز پڑھی تو کیا سجدۂ تلاوت فوراً کرنا واجب ہے؟

جواب: آیت سجدہ بیرون نماز پڑھی تو فوراً سجدہ کرلینا واجب نہیں ہاں! بہتر ہے کہ فوراً کرلے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہِ تنزیہی۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص۷۰۳.)

سوال: آیتِ سجدہ کا ترجمہ پڑھنے یا سننے سے کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟

جواب: فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگیا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اسے نامعلوم ہو تو بتادیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوۃ، ج۱، ص۱۳۳.)

سوال: کیا سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت کا پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے صحیح قول کے مطابق۔ اور غیر صحیح قول میں واجب نہیں ہوتا بلکہ پوری آیت کا پڑھنا ضروری ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص۶۹۴.)

اعلیٰ حضرت، امامِ احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: سجدہ واجِب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضَروری ہے لیکن بعض عُلَمائے مُتَأَخِّرین کے نزدیک وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادّہ پایا جاتا ہے اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھا تو سجدۂ تلاوت واجِب ہو جاتا ہے لہٰذا اِحتیاط یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں سجدۂ تلاوت کیا جائے۔
(فتاویٰ رضویہ، ج۸، ص۲۲۳۔۲۳۳ مُلَخَّصاً).

سوال: آیتِ سجدہ کتنی اور کن کن سورتوں میں ہیں؟

جواب: سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) سورۂ اعراف کی آخر آیت

(اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوۡنَہٗ وَلَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾) (پ۹، الاعراف:۲۰۶.)

(۲) سورۂ رعد میں یہ آیت

(وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡہًا وَّ ظِلٰلُہُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۱۵﴾) (پ۱۳، الرعد:۱۵.)

(۳) سورۂ نحل میں یہ آیت

(وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾) (پ۱۴، النحل:۴۹.)

(۴) سورۂ بنی اسرائیل میں یہ آیت

(اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَ یَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾) (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۱۰۷۔۱۰۹.)

(۵) سورۂ مریم میں یہ آیت

(اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿۵۸﴾) (پ۱۶، مریم:۵۸.)

(٦)سورۂ حج میں پہلی جگہ جہاں سجدہ کا ذکر ہے یعنی یہ آیت

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَ الۡجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیۡرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَکَثِیۡرٌ حَقَّ عَلَیۡهِ الۡعَذَابُ ؕ وَمَنۡ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّکۡرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۱۸﴾﴾ (پ۱۷،الحج:۱۸.)

(٧)سورۂ فرقان میں یہ آیت

﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ ۚ قَالُوۡا وَ مَا الرَّحۡمٰنُ ٭ اَنَسۡجُدُ لِمَا تَاۡمُرُنَا وَ زَادَهُمۡ نُفُوۡرًا ﴿۶۰﴾﴾ (پ۱۹،الفرقان:۶۰.)

(٨)سورۂ نمل میں یہ آیت

﴿اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾﴾ (پ۱۹،النمل:۲۵۔۲۶.)

(٩)سورۂ الم تنزیل میں یہ آیت

﴿اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ هُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ (پ۲۱،السجدۃ:۱۵.)

(١٠)سورۂ ص میں یہ آیت

﴿فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاکِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِکَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَ حُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾﴾ (پ۲۳،ص : ۲۴۔۲۵.)

(١١)سورۂ حم السجدۃ میں آیت

﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهِ الَّیۡلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَ لَا لِلۡقَمَرِ وَ اسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فَالَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ یُسَبِّحُوۡنَ لَهٗ بِالَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَهُمۡ لَا یَسۡـَٔمُوۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ (پ۲۴،حم السجدۃ:۳۷۔۳۸.)

(١٢)سورۂ نجم میں

﴿فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ وَ اعۡبُدُوۡا ﴿۶۲﴾﴾ (پ۲۷،النجم:۶۲.)

(۱۳)سورۂ انشقاق میں آیت

﴿ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ ﴾ (پ۳۰،الانشقاق:۲۰۔۲۱.)

(۱۴)سورۂ اقراء میں آیت ﴿ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۝ ﴾ (پ۳۰،العلق:۱۹.)

سوال: کن لوگوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں؟

جواب: جو شخص کسی انسان سے آیت سجدہ سنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو گا خواہ سننے کا قصد کیا یا نہ کیا ہو اور ایسی عورت جو حیض و نفاس میں ہو اور وہ کسی سے آیت سجدہ سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہو گا اسی طرح مقتدی نے آیت سجدہ پڑھی تو نہ خود اس پر سجدہ واجب ہے نہ امام پر نہ اور مقتدیوں پر نہ نماز میں نہ بعد میں، البتہ اگر دوسرے نمازی نے کہ اس کے ساتھ نماز میں شریک نہ تھا آیت سُنی خواہ وہ منفرد ہو یا دوسرے امام کا مقتدی یا دوسرا امام ان پر بعد نماز سجدہ واجب ہے۔ یوہیں اس پر واجب ہے جو نماز میں نہ ہو۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۷۲۹)

سوال: حیض و نفاس والی عورت پر سجدۂ تلاوت کیوں واجب نہیں ہو رہا ہے؟

جواب: آیت سجدہ پڑھنے والے پر اس وقت سجدہ واجب ہوتا ہے کہ وہ وجوب نماز کا اہل ہو یعنی ادا یا قضا کا اسے حکم ہو، لہٰذا اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حیض و نفاس والی عورت نے آیت پڑھی تو ان پر سجدہ واجب نہیں اور مسلمان عاقل بالغ اہل نماز نے ان سے سُنی تو اس پر واجب ہو گیا اور جنون اگر ایک دن رات سے زیادہ نہ ہو تو مجنون پر پڑھنے یا سننے سے واجب ہے، بے وضو یا جنب نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے، نشہ والے نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے۔ یوہیں سوتے میں آیت پڑھی بعد بیداری اسے کسی نے خبر دی تو سجدہ کرے، نشہ والے یا سونے والے نے آیت پڑھی تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔ ("الدر المختار"،کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص۷۰۰۔۷۰۲.)

سوال: اگر امام و مقتدی نے کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام و مقتدی نے کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے تو امام و مقتدی پر سجدہ واجب ہو جائے گا مگر یہ لوگ نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریں بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں

اور اگر انہوں نے نماز کے دوران سجدہ کر لیا تو وہ معتبر نہ ہو گا بلکہ بعد نماز اس کا اعادہ کرنا ضروری ہو گا۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق دوران نماز سجدہ تلاوت کرنے سے ان کی نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ سجدہ نماز کی جنس سے ہے جبکہ بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گا۔

چنانچہ اس مسئلے کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: جو شخص نماز میں نہیں اور آیت سجدہ پڑھی اور نمازی نے سُنی تو بعد نماز سجدہ کرے نماز میں نہ کرے اور نماز ہی میں کر لیا تو کافی نہ ہو گا، بعد نماز پھر کرنا ہو گا مگر نماز فاسد نہ ہو گی ہاں اگر تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا اور اتباع کا قصد بھی کیا تو نماز جاتی رہی۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۷۲۹)

سوال: اگر کسی نے آیت سجدہ کا ترجمہ فارسی میں سنا تو کیا سننے والے پر سجدہ واجب ہو گا؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک سننے والے پر واجب ہو جائے گا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے۔ البتہ اگر اس کو معلوم نہ ہو تو بتا دیا جائے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک سننے والے پر سجدہ اس وقت واجب ہو گا جبکہ وہ سمجھتا ہو یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی تو وہ معذور ہے۔ مصنف نے متن میں صاحبین کے قول کو معتمد قرار دیا ہے اور اب امام اعظم کے قول پر عمل ہے۔ اور یہ حکم دیگر زبانوں کے ترجمہ کا بھی ہے۔

سوال: "واختلف التصحیح فی وجوبھا بالسماع من نائم او مجنون" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی سوتے ہوئے شخص سے یا پاگل سے آیت سجدہ سنی تو اس صورت میں وجوب سجدہ کے متعلق صحیح مذہب معین کرنے میں علما کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب ہو گا، اور بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں ہو گا۔ لیکن درست یہ ہے کہ واجب نہیں ہو گا۔

سوال: اگر کسی نے کسی پرندے یا صدائے بازگشت سے آیتِ سجدہ سنی تو کیا سجدہ واجب ہو گا؟

جواب: اگر کسی نے کسی پرند جیسے کہ طوطا، مینا وغیرہ سے آیت سجدہ سُنی یا صدائے بازگشت یعنی گنبد کے اندر یا جنگل اور پہاڑ وغیرہ میں آواز گونجی اور بجنسہ آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ج۱، ص۱۳۲، ۱۳۳.)

اور یہی حکم رکارڈ شدہ تلاوت سننے کا ہے کہ اس سے بھی واجب نہیں ہو گا البتہ کر لینا اچھا ہے۔ کہ حکم خداوندی موجود ہے۔

بِمَ تُؤَدّٰی وَمَتٰی

وَتُؤَدّٰی بِرُكُوعٍ أَوْسُجُوْدٍ فِي الصَّلَاةِ غَيْرَ رُكُوعِ الصَّلَاةِ وَسُجُوْدِهَا وُيُجزِئُ عَنْهَا رُكُوعُ الصَّلَاةِ إِنْ نَوَاهَا وَسُجُوْدُهَا وَإِنْ لَمْ يَنْوِهَا إِذَا لَمْ يَنْقَطِعْ فَوْرُ التِّلَاوَةِ بِأَكْثَرَ مِنْ آيَتَيْنِ وَلَوْ سَمِعَ مِنْ إِمَامٍ فَلَمْ يَأْتَمَّ بِهٖ أَوِ ائْتَمَّ فِيْ رَكْعَةٍ أُخْرٰى سَجَدَ خَارِجَ الصَّلَاةِ فِي الْأَظْهَرِ۔

ترجمہ: اور سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع و سجود کے علاوہ نماز کے دوران رکوع و سجود کے ذریعہ ادا ہو جائے گا، اور سجدۂ تلاوت کی طرف سے نماز کا رکوع بھی کافی ہے اگر سجدہ کی نیت کی ہو۔ اور نماز کا سجدہ بھی کافی ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو جبکہ تلاوت کا تسلسل دو آیتوں سے زیادہ پڑھ لینے سے منقطع نہ ہوا ہو۔ اور اگر امام سے آیتِ سجدہ سنا پھر امام کی اقتدا نہ کی یا دوسری رکعت میں اقتدا کی تو نماز سے باہر سجدۂ تلاوت ادا کرے گا ظاہر روایت کے مطابق۔

وَإِنِ ائْتَمَّ قَبْلَ سُجُوْدِ إِمَامِهٖ لَهَا سَجَدَ مَعَهٗ وَإِنِ اقْتَدٰى بِهٖ بَعْدَ سُجُوْدِهَا فِيْ رَكْعَتِهَا صَارَ مُدْرِكًا لَهَا حُكْمًا فَلَا يَسْجُدُهَا أَصْلًا وَلَمْ تُقْضَ الصَّلَاتِيَّةُ خَارِجَهَا وَلَوْ تَلَا خَارِجَ الصَّلَاةِ فَسَجَدَ ثُمَّ أَعَادَ فِيْهَا سَجَدَ أُخْرٰى وَإِنْ لَمْ يَسْجُدْ أَوَّلًا كَفَتْهُ وَاحِدَةٌ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَمَنْ كَرَّرَهَا فِيْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ لَا مَجْلِسَيْنِ۔

ترجمہ: اور اگر امام کے سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے امام کی اقتدا کر لی تو امام کے ساتھ سجدہ کرے گا۔ اور اگر امام کے سجدہ کر لینے کے بعد اسی رکعت میں امام کی اقتدا کر لی تو حکماً سجدہ کو پانے والا ہو جائے گا۔ بس بالکل بھی بعد میں سجدہ نہیں کرے گا۔ اور نماز کا سجدہ نماز کے باہر ادا نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر نماز کے باہر تلاوت کی اور سجدہ کر لیا پھر نماز میں اس کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ کرے گا، اور اگر پہلی مرتبہ سجدہ نہیں کیا تو ایک ہی سجدہ اس کو کافی ہو گا ظاہر روایت میں، جیسے کہ وہ شخص جس نے ایک ہی مجلس میں سجدہ کی آیت مکرر پڑھا نہ کہ دو مجلسوں میں۔

مَا يَتَبَدَّلُ بِهِ الْمَجْلِسُ

وَيَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ بِالْاِنْتِقَالِ مِنْهُ وَلَوْ مُسَدِّيًا وَبِالْاِنْتِقَالِ مِنْ غُصْنٍ اِلٰى غُصْنٍ وَعَوْمٍ فِيْ نَهْرٍ أَوْ حَوْضٍ كَبِيْرٍ فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور مجلس سے منتقل ہو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے اگرچہ تانا تنتے ہوئے منتقل ہوا ہو، اور ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونے سے، اور نہر یا بڑے حوض میں تیرنے سے اصح قول کے مطابق۔

سوال: کیا نماز کے اندر رکوع و سجدہ کرنے سے سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا؟

جواب: اگر کسی نمازی نے نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کی اور نماز میں ہی سجدۂ تلاوت کے لئے نماز کے رکوع کے علاوہ رکوع کیا یا نماز کے سجدہ کے علاوہ سجدہ کیا تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا، لیکن سجدہ کرنا رکوع کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ سجدہ اصل ہے۔

اور سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع سے بھی ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کی ہو۔ اور نماز کے سجدے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور اس میں نیت کرنا ضروری نہیں، لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ یہ کہ آیت سجدہ کے پڑھنے کے بعد فوراً رکوع کر کے سجدہ کرے اور فوراً سے مراد یہ ہے کہ دو آیتوں سے زیادہ کا فصل نہ ہوا ہو، لہٰذا اگر آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لیں تو اب نماز کے سجدہ سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہو گا اور الگ سے سجدہ کرنا لازم ہو گا۔

سوال: اگر امام نے آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کو ایسے آدمی نے سنا جو امام کے ساتھ شریک نماز نہ تھا تو سجدۂ تلاوت کے متعلق کیا احکام ہیں؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر امام نے پہلی رکعت میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کو ایسے شخص نے سنا جو امام کے ساتھ شریک نماز نہ تھا تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہو گا۔

(۲)۔۔۔ یا امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہوا تو ظاہر مذہب کے مطابق نماز سے فراغت کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے، جبکہ بعض نے کہا کہ دوسری صورت یعنی دوسری رکعت میں شریک ہونے سے اس پر نہ نماز میں اور نہ خارج نماز میں واجب ہے کہ اقتدا کی وجہ سے سجدہ ساقط ہو گیا۔

(۳)۔۔۔ اور اگر امام کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے امام کے ساتھ شریک نماز ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ کرے یہ اس کے لئے کافی ہے۔

(۴)۔۔۔ اور اگر امام کے سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد اسی رکعت میں جس میں آیتِ سجدہ تلاوت کی گئی تھی شامل ہوا تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہو گا نہ اندرون نماز نہ بیرون نماز، کیونکہ رکعت کو پالینے کی وجہ سے حکماً سجدہ پانے والا ہو گیا۔

سوال: نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کی اور نماز میں سجدۂ تلاوت نہ کیا تو کیا بعد میں کرنا واجب ہے؟

جواب: اگر کسی شخص نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز میں سجدۂ تلاوت نہ کیا تو نماز کے باہر ادا کرنے سے ادا نہ ہو گا کہ وہ ساقط ہو گیا لہذا اگر قصداً ترک کیا تو گنہگار ہوا توبہ کرے، اور اگر سہواً ترک ہوا تو معاف ہے۔

سوال: اگر کسی نے نماز کے باہر آیت سجدہ پڑھی اور پھر نماز میں داخل ہو کر اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو کیا حکم ہو گا؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر کسی نے نماز کے باہر آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر اسی جگہ نماز میں داخل ہو کر اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اس پر نماز کے اندر تلاوت کرنے کی وجہ سے پھر سے سجدہ کرنا واجب ہو گا، لہذا دوبارہ پھر کرے۔

(۲)۔۔۔ اور اگر کسی نے نماز کے باہر آیت سجد پڑھی اور سجدہ نہ کیا پھر اسی جگہ نماز میں داخل ہو کر اسی آیت کی تلاوت کی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں کی طرف سے کافی ہو گا یہ مسئلہ ظاہر الروایت کے مطابق ہے جبکہ بعض کے نزدیک ایک ہی سجدہ ادا ہو گا اور بعد نماز دوسرا سجدہ کرنا ضروری ہو گا۔

مصنف نے اس مسئلہ کو ایک دوسرے مسئلہ سے تشبیہ دی ہے اور کہاہے کہ جس طرح ایک مجلس میں ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھنے سے صرف ایک سجدہ تمام تلاوتوں کی جانب سے کافی ہے اسی طرح اوپر والے مسئلے میں دونوں کی طرف سے ایک سجدہ کافی ہے۔

سوال: ایک مجلس میں آیتِ سجدہ بار بار پڑھی یا سنی تو کتنے سجدے واجب ہوئے؟

جواب: ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار پڑھا یاسنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا، اگر چہ چند شخصوں سے سناہو۔ یوہیں اگر آیت پڑھی اور وہی آیت دوسرے سے سنی جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہو گا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص ۷۱۲.)

ہاں اگر ایک مجلس میں چند آیتِ سجدہ پڑھی یا سنی تو اتنے ہی سجدے واجب ہوئے۔ یوں ہی ایک آیت کو دو مجلسوں میں پڑھا یاسنا تو دو سجدے واجب ہوئے۔

مسئلہ: بخلاف دُرود شریف کے کہ نام اقدس لیا یاسنا تو ایک بار دُرود شریف واجب اور ہر بار مستحب۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص ۷۱۲، ۷۱۷.)

سوال: مجلس کب بدلتی ہے؟

جواب: پہلی مجلس سے اٹھ کر کہیں چلا جائے تو مجلس بدلنے کا حکم لگا دیا جائے گا اگر چہ کپڑے کا تانا تننے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا ہو، اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اگر دو تین قدم چلا تو مجلس نہیں بدلی اور اگر اس سے زیادہ چلا تو مجلس بدل جائے گی۔ اور یہ حکم صحراء اور راستوں کا ہے۔ اسی طرح درخت کے ایک شاخ سے دوسرے شاخ میں چلے جانے سے مجلس بدل جاتی ہے۔ اسی طرح نہر یا بڑے تالاب میں تیرنے سے مجلس بدل جاتی ہے۔

اسی طرح ہل جوتنا، چکی کے بیل کے پیچھے پھرنا، عورت کا بچہ کو دُودھ پلانا، ان سب صورتوں میں مجلس بدل جاتی ہے جتنی بار پڑھے گا یا سُنے گا اتنے سجدے واجب ہوں گے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص ۷۱۴.)

مسئلہ: ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تانا تن رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے اگر چہ فتح القدیر میں اس کے خلاف لکھا، اس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص ۷۱۶.)

مَا لَا یَتَبَدَّلُ بِهِ الْمَجْلِسُ

وَلَا يَتَبَدَّلُ بِزَوَايَا الْبَيْتِ وَالْمَسْجِدِ وَلَوْ كَبِيْرًا وَلَا بِسَيْرِ سَفِيْنَةٍ وَلَا بِرَكْعَةٍ وَبِرَكْعَتَيْنِ وَشَرْبَةٍ وَأَكْلِ لُقْمَتَيْنِ وَمَشْيِ خُطْوَتَيْنِ وَلَا بِاتِّكَاءٍ وَقُعُوْدٍ وَقِيَامٍ وَرُكُوْبٍ وَنُزُوْلٍ فِيْ مَحَلِّ تِلَاوَتِهٖ وَلَا بِسَيْرِ دَابَّتِهٖ مُصَلِّيًا وَيَتَكَرَّرُ الْوُجُوْبُ عَلَى السَّامِعِ بِتَبْدِيْلِ مَجْلِسِهٖ وَقَدِ اتَّحَدَ مَجْلِسُ التَّالِيْ لَا بِعَكْسِهٖ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور کمرہ اور مسجد کے گوشوں سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ مسجد بڑی ہو، اور نہ کشتی کے چلنے سے اور نہ ایک دو رکعت پڑھنے سے، اور نہ پانی پینے سے، اور نہ دو لقموں کے کھانے سے، اور نہ دو قدموں کے چلنے سے، اور نہ تکیہ لگانے سے، اور نہ بیٹھنے اور کھڑے ہونے سے، اور نہ تلاوت کی جگہ میں سوار ہونے اور اترنے سے، اور نہ اس کی سواری کے چلنے سے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو۔ اور سننے والے پر وجوب مکرر ہوتا ہے اس کی مجلس کے بدل جانے سے اس حال میں کہ تلاوت کرنے والے کی مجلس ایک ہو، اس کے عکس کی صورت میں نہیں اصح قول کے مطابق۔

مُتَفَرِّقَاتٌ

وَكُرِهَ أَنْ يَقْرَأَ سُوْرَةً وَيَدَعَ آيَةَ السَّجْدَةِ لَا عَكْسُهٗ وَنُدِبَ ضَمُّ آيَةٍ أَوْ أَكْثَرَ إِلَيْهَا وَنُدِبَ إِخْفَاؤُهَا عَنْ غَيْرِ مُتَأَهِّبٍ لَهَا وَنُدِبَ الْقِيَامُ ثُمَّ السُّجُوْدُ لَهَا وَلَا يَرْفَعُ السَّامِعُ رَأْسَهٗ مِنْهَا قَبْلَ تَالِيْهَا وَلَا يُؤْمَرُ التَّالِيْ بِالتَّقَدُّمِ وَلَا السَّامِعُوْنَ بِالْاِصْطِفَافِ فَيَسْجُدُوْنَ كَيْفَ كَانُوْا۔

ترجمہ: اور سورت کو پڑھنا اور آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ قرار دیا گیا ہے، اس کا عکس مکروہ نہیں۔ اور آیت سجدہ کے ساتھ ایک آیت یا زیادہ آیتوں کا ملانا مستحب قرار دیا گیا ہے، اور آیت سجدہ کو آہستہ پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے اس شخص کے سامنے جو سجدے کے لئے تیار نہ ہو، اور مستحب ہے کھڑا ہونا پھر تلاوت کا سجدہ کرنا، اور سامع سجدے سے پہلے اپنا سر تالی سے پہلے نہ اٹھائے۔ اور پڑھنے والے کو آگے بڑھنے کا اور سننے والوں کو صف لگانے کا حکم نہیں دیا جائے گا، پس وہ لوگ سجدہ کرلیں جیسے بھی ہوں۔

شُرُوطُهَا وَكَيْفِيَّتُهَا

وَشُرِطَ لِصِحَّتِهَا شَرَائِطُ الصَّلَاةِ إِلَّا التَّحْرِيمَةَ- وَكَيْفِيَّتُهَا أَنْ يَسْجُدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً بَيْنَ تَكْبِيرَتَيْنِ هُمَا سُنَّتَانِ بِلَا رَفْعِ يَدٍ وَلَا تَشَهُّدٍ وَلَا تَسْلِيمٍ -

ترجمہ: اور سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کے لئے وہ شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے ہیں مگر تحریمہ۔ اور سجدے کی کیفیت یہ ہے کہ ایک سجدہ دو تکبیروں کے درمیان کرے، یہ دونوں تکبریں سنت ہیں بغیر ہاتھ اٹھائے اور بغیر تشہد و سلام کے۔

سوال: مجلس نہ بدلنے کی صورتیں بیان کریں۔

جواب: مجلس نہ بدلنے کی چند صورتیں یہ ہیں:

(۱) مسجد یا گھر کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ وہ گھر یا مسجد بڑے ہوں۔ (۲) کشتی کے چلنے سے سوار کی مجلس نہیں بدلتی۔ (۳) ایک دو رکعت نماز کے پڑھنے سے مجلس نہیں بدلتی۔ (۴) ایک دو گھونٹ پانی پینے سے۔ (۵) ایک دو لقمے کھالینے سے۔ (۶) دو قدم چلنے سے۔ (۷) بیٹھنے کے بعد ٹیک لگانے سے۔ (۸) بیٹھا تھا پھر کھڑا ہو گیا۔ (۹) کھڑا تھا پھر بیٹھ گیا۔ (۱۰) سوار تھا پھر اس جگہ اتر گیا۔ (۱۱) سواری سے اترا ہوا تھا پھر اسی جگہ سوار ہو گیا۔ (۱۲) سواری کو روک کر اس کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا کہ سواری چل پڑی، پس ان سورتوں میں مجلس نہیں بدلتی۔ جبکہ بہار شریعت میں یوں مذکور ہے:

دو ایک لقمہ کھانے، دو ایک گھونٹ پینے، کھڑے ہو جانے، دو ایک قدم چلنے، سلام کا جواب دینے، دو ایک بات کرنے، مکان کے ایک گوشہ سے دوسرے کی طرف چلے جانے سے مجلس نہ بدلے گی، ہاں اگر مکان بڑا ہے جیسے شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے میں جانے سے مجلس بدل جائے گی حالانکہ مصنف نے فرمایا کی اگرچہ مکان اور مسجد بڑی ہو مجلس نہیں بدلے گی۔ کشتی میں ہے اور کشتی چل رہی ہے، مجلس نہ بدلے گی۔ ریل کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے، جانور پر سوار ہے اور وہ چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے ہاں اگر سواری پر نماز پڑھ رہا ہے تو نہ بدلے گی، تین لقمے کھانے، تین

گھونٹ پینے، تین کلمے بولنے، تین قدم میدان میں چلنے، نکاح یا خرید و فروخت کرنے، لیٹ کر سو جانے سے مجلس بدل جائے گی۔("الفتاوی الهندية"،کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، ج۱، ص۱۳۴.)

مصنف نے فرمایا کہ ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلے گی اگرچہ وہ مکان بڑا ہو، جبکہ صاحبِ بہارِ شریعت نے اس کے خلاف فرمایا ہے اور اب فتوی صاحب بہار شریعت کے قول پر ہے۔

سوال: پڑھنے والے کی مجلس نہیں بدلی مگر سننے والے کی مجلس بدل گئی تو ایک آیت کے مکرر سننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک، اور اگر اس کا عکس ہے یعنی پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا رہا اور سننے والے کی مجلس بدلتی رہی تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہو گا اور سننے والے پر اتنے جتنی مجلسوں میں سُنا۔("الفتاوی الهندية"،کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، ج۱، ص۱۳۴.)

سوال: پوری سورت پڑھنا اور آیتِ سجدہ چھوڑ دینا کیسا ہے؟

جواب: پوری سورت پڑھنا اور آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے اور صرف آیت سجدہ کے پڑھنے میں کراہت نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ دو ایک آیت پہلے یا بعد کی ملا لے۔("الدر المختار"،کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج۲، ص۷۱۷، وغیرہ.)

سوال: آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھنا کب مستحب ہے؟

جواب: سامعین سجدہ کرنے پر آمادہ ہوں اور سجدہ ان پر بار نہ ہو تو آیت بلند آواز سے پڑھنا اولٰی ہے ورنہ آہستہ اور سامعین کا حال معلوم نہ ہو کہ آمادہ ہیں یا نہیں جب بھی آہستہ پڑھنا بہتر ہونا چاہیے۔

("ردالمحتار"،کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج۲، ص۷۱۸.)

سوال: "وندب القيام ثم سجود لها" اور "ولا يرفع السامع راسه منها قبلنا ليها" اور "ولا يؤمر الفاظ بلتقدم ولا سامعون بلا صطفاف" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: "ندب القیام" سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس نے بیٹھ کر سجدہ کی آیت پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا مستحب ہے اور پھر سجدے کے بعد کھڑا ہونا، یہ دونوں قیام مستحب ہیں، پس اگر کوئی بیٹھے بیٹھے ہی اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدۂ تلاوت کر لیا تب بھی درست ہے۔

"ولا یرفع" سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے نماز کے باہر کسی سے آیت سجدہ سنی تو مستحب ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور سامع تالی سے پہلے اپنا سر نہ اٹھائے۔

ولا یؤمر سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر سامع نے تالی کے ساتھ سجدہ کیا تو تالی کا سامع سے اگے ہونا اور سامعین کو صف بندی کرکے کھڑا ہونا لازم نہیں ہے بلکہ اپنی اپنی جگہ پر سجدہ کر لیں۔

سوال: سجدۂ تلاوت کے لئے کیا شرائط ہیں؟

جواب: سجدۂ تلاوت کے لئے تحریمہ کے سوا تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لئے ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، نیت، وقت، ستر عورت، لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تیمم کرکے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص۶۹۹.)

مسئلہ: اس کی نیت میں یہ شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بلکہ مطلقاً سجدۂ تلاوت کی نیت کافی ہے۔

("رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۲، ص۶۹۹.)

سوال: سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوۃ، ج۱، ص۱۳۵)

فَصْلٌ فِيْ سَجْدَةِ الشُّكْرِ

یہ فصل سجدۂ شکر کے بیان میں ہے

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مَكْرُوْهَةٌ عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ لَا يُثَابُ عَلَيْهَا وَتَرْكُهَا وَقَالَا هِيَ قُرْبَةٌ يُثَابُ عَلَيْهَا وَهَيْئَتُهَا مِثْلُ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ۔

ترجمہ: سجدۂ شکر امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اس پر ثواب نہیں دیا جائے گا، اور صاحبین نے فرمایا سجدۂ شکر عبادت ہے جس پر ثواب دیا جاتا ہے، اور اس کی صورت سجدۂ تلاوت کے جیسے ہے۔

فَائِدَةٌ مُهِمَّةٌ لِدَفْعِ كُلِّ مُهِمَّةٍ

قَالَ الْإِمَامُ النَّسَفِيُّ فِي الْكَافِيْ مَنْ قَرَأَ آيَ السَّجْدَةِ كُلَّهَا فِيْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ وَسَجَدَ لِكُلِّ مِنْهَا كَفَاهُ اللهُ مَا أَهَمَّهُ۔

ترجمہ: ہر پریشانی کو دور کرنے کے لئے عظیم الشان فائدہ امام نسفی نے کافی (نامی کتاب) میں فرمایا کہ جو شخص سجدے کی تمام آیتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر آیت کے لئے سجدہ کرے تو اللہ اس کو ہر معاملے میں کافی ہو گا جو اس کو پریشان کئے ہوئے ہے۔

سوال: سجدۂ شکر کرنا کیسا ہے؟ مع دلیل بیان کریں۔

جواب: امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدۂ شکر ادا کرنا مکروہ ہے اور کرنے والے کو اس پر کوئی ثواب نہیں ملتا، جبکہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے، اور اب اسی قول پر فتویٰ ہے۔

اور بعض لوگوں نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے جواب دیا کہ امامِ اعظم نے سجدۂ شکر کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ وجوب کا انکار کیا ہے کہ ہر نعمت کے بدلے سجدۂ شکر ادا کرنا واجب نہیں ہے ورنہ تو بندہ ساری زندگی ہر نعمت کے بدلے سجدۂ شکر کرتا رہے گا کہ اللہ عزوجل کی نعمتیں بے شمار ہیں لہذا حرج لازم آئے گا جس کی وجہ سے واجب نہیں ہے۔

اور بعض نے کہا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مراد نفی سے پورے شکر کی نفی ہے اس لئے کہ پورا شکر دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کرنا ہے نہ کہ صرف ایک سجدہ۔

اور بعض نے یہ کہا کہ جو ایک رکعت سے کم ہو وہ عبادت نہیں لہذا سجدۂ شکر بھی عبادت نہیں کہ وہ ایک رکعت سے کم ہے۔

سوال: سجدۂ شکر کب کیا جاتا ہے اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدۂ شکر مثلاً اولاد پیدا ہوئی یا مال پایا یا گمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی یا مُسافر واپس آیا غرض کسی نعمت پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور اس کا طریقہ وہی ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے اور اس کا طریقہ سوال نمبر ۴۱۰ کے جواب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوۃ، ج۱، ص۱۳۶.)

سوال: تمام آیات سجدہ ایک مجلس میں پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: امام نسفی نے اپنی کتاب الکافی شرح الوافی میں لکھا ہے کہ جس مقصد کے لئے ایک مجلس میں سجدہ کی سب آیتیں پڑھ کر سجدے کرے اللہ عزوجل اس کا مقصد پورا فرمادے گا۔ خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے یا سب کو پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرلے۔ ("غنیۃ المتملي"، سجدۃ التلاوۃ، ص۵۰۷.)

بَابُ صَلوٰةِ الْجُمُعَةِ

یہ جمعہ کی نماز کا باب ہے

حُكْمُهَا

صَلَاةُ الْجُمُعَةِ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى مَنْ اِجْتَمَعَ فِيْهِ سَبْعَةُ شَرَائِطَ۔

ترجمہ: جمعہ کی نماز فرض عین ہے ہر اس شخص پر جس میں سات شرطیں جمع ہوں:

شُرُوْطُ وُجُوْبِهَا

اَلذُّكُوْرَةُ وَالْحُرِّيَةُ وَالْإِقَامَةُ بِمِصْرٍ أَوْ فِيْمَا هُوَ دَاخِلٌ فِيْ حَدِّ الْإِقَامَةِ بِهَا فِي الْأَصَحِّ والصِّحَّةُ وَالْأَمْنُ مِنْ ظَالِمٍ وَسَلَامَةُ الْعَيْنَيْنِ وَسَلَامَةُ الرِّجْلَيْنِ۔

ترجمہ: (۱) مذکر ہونا۔ (۲) آزاد ہونا۔ (۳) مقیم ہونا شہر میں یا ایسی جگہ میں جو مقیم ہونے کی حد میں شہر میں داخل ہو اصح قول کے مطابق۔ (۴) تندرست ہونا۔ (۵) ظالم سے امن ہونا۔ (۶) دونوں آنکھوں کا سالم ہونا۔ (۷) دونوں پاؤں کا سالم ہونا۔

شُرُوْطُ صِحَّتِهَا

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّتِهَا سِتَّةُ أَشْيَاءَ اَلْمِصْرُ أَوْ فِنَاؤُهُ وَالسُّلْطَانُ أَوْ نَائِبُهُ وَوَقْتُ الظُّهْرِ فَلَا تَصِحُّ قَبْلَهُ وَتَبْطُلُ بِخُرُوْجِهِ وَالْخُطْبَةُ قَبْلَهَا بِقَصْدِهَا فِيْ وَقْتِهَا وَحُضُوْرُ أَحَدٍ لِسِمَاعِهَا مِمَّنْ تَنْعَقِدُ بِهِمِ الْجُمُعَةُ وَلَوْ وَاحِدًا فِي الصَّحِيْحِ وَالْإِذْنُ الْعَامُ۔

ترجمہ: اور جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں: (۱) شہر یا فنائے شہر۔ (۲) سلطان یا اس کا نائب۔ (۳) ظہر کا وقت، پس وقت ظہر سے پہلے جمعہ صحیح نہیں ہے اور نماز جمعہ وقت ظہر کے نکل جانے سے باطل ہو جائے گی۔ (۴) خطبہ نماز جمعہ سے پہلے جمعہ کے ارادے سے جمعہ کے وقت میں اور خطبہ سننے کے لئے کسی شخص کا حاضر ہونا ان میں سے جن سے جمعہ منعقد ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی ہو صحیح قول کے مطابق۔ (۵) اور عام اجازت۔

وَالْجَمَاعَةُ وَهُمْ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ غَيْرَ الْإِمَامِ وَلَوْ كَانُوْا عَبِيْدًا أَوْ مُسَافِرِيْنَ أَوْ مَرْضٰى وَالشَّرْطُ بَقَاؤُهُمْ مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَسْجُدَ فَإِنْ نَفَرُوْا بَعْدَ سُجُوْدِهٖ أَتَمَّهَا وَحْدَهٗ جُمُعَةً وَإِنْ نَفَرُوْا قَبْلَ سُجُوْدِهٖ بَطَلَتْ وَلَا تَصِحُّ بِامْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ مَعَ رَجُلَيْنِ وَجَازَ لِلْعَبْدِ وَالْمَرِيْضِ أَنْ يَؤُمَّ فِيْهَا۔

ترجمہ: (٦) اور جماعت اور وہ امام کے سوا تین مرد ہیں اگرچہ وہ غلام ہوں یا مسافر ہوں یا بیمار ہوں اور ان تین کا باقی رہنا امام کے ساتھ سجدے تک شرط ہے، پس اگر یہ لوگ امام کے سجدے کے بعد چلے جائیں تو امام جمعہ کو تنہا ادا کرلے جمعہ کی حیثیت سے اور اگر وہ لوگ امام کے سجدہ سے پہلے چلے جائیں تو جمعہ کی نماز باطل ہو جائے گی، اور دو مردوں کے ساتھ ایک عورت یا ایک بچہ سے نماز جمعہ صحیح نہیں ہے اور غلام اور بیمار کے لئے جمعہ میں امامت کرنا جائز ہے۔

سوال: جمعہ کی لغوی تحقیق بیان کریں۔

جواب: جمعہ ج اور م کے پیش سے، جُمُعٌ سے بنا، بمعنی مجتمع ہونا، اکٹھا ہونا۔ چونکہ اس دن میں تمام مخلوقات وجود میں مجتمع ہوئی کہ تکمیلِ خلق اسی دن ہوئی، نیز حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی اس دن ہی جمع ہوئی، نیز اس دن میں لوگ نماز جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں ان وجوہ سے اسے جمعہ کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عروبہ کہتے تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل تھے: **اوّل، اَھْوَن، جُبار، دبار، مونس، عروبہ، شیاء۔**

(مرآۃ المناجیح جلد ۲ باب الجمعہ ص ۵۸۴)

سوال: جمعہ کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

جواب: جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیّت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۵.)

سوال: جمعہ کے واجب ہونے کی کتنی شرطیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

جواب: مصنف نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ جس شخص میں سات شرطیں پائی جائیں گی اس پر جمعہ فرضِ عین ہے، جبکہ دیگر کتب میں گیارہ شرطیں بیان ہوئی ہیں۔ پس ان میں سے اگر ایک بھی شرط نہ پائی گئی تو اس پر جمعہ فرض نہیں، ہاں! فرض نہ ہونے کے باوجود اگر کوئی پڑھے گا تو ہو جائے گا، شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مرد ہونا: لہٰذا عورت پر جمعہ فرض نہیں۔

(۲) آزاد ہونا: لہٰذا غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔ مکاتب غلام پر جمعہ واجب ہے۔ یوہیں جس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہو باقی کے لئے سعایت کرتا ہو یعنی بقیہ آزاد ہونے کے لئے کما کر اپنے آقا کو دیتا ہو اس پر بھی جمعہ فرض ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۱.)

نوکر اور مزدور کو ان کا سیٹھ جمعہ پڑھنے سے نہیں روک سکتا، البتہ اگر مسجد جامع دور ہے تو جتنا حرج ہوا ہے اس کی مزدوری میں کم کر سکتا ہے اور مزدور اس کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۴.)

(۳) شہر یا ایسی جگہ میں مقیم ہونا جہاں کے ٹھہرنے کو شہر میں ٹھہرنا کہا جاسکے: لہٰذا مسافر پر اور ایسے شخص پر جو گاؤں میں مقیم ہو جمع فرض نہیں اصح قول کے مطابق، اور غیر اصح قول یہ ہے کہ جو شہر سے باہر ہو اگر اس کے لئے جمعہ میں حاضر ہونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو تو اس پر جمعہ واجب ہے۔

(۴) تندرست ہونا: لہٰذا مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ مریض سے مراد وہ ہے جو مسجدِ جمعہ تک نہ جاسکتا ہو یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا۔ ("غنیۃ المتملي"، فصل في صلاۃ الجمعۃ، ص۵۴۸.) شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۱.) جو شخص مریض کا تیمار دار ہو، جانتا ہے کہ جمعہ کو جائے گا تو مریض دِقتوں میں پڑ جائے گا اور اس کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو گا تو اس تیمار دار پر جمعہ فرض نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۱.)

(۵) ظالم سے امن ہونا: یعنی بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا، مفلس قرضدار کو اگر قید کا اندیشہ ہو تو اس پر فرض نہیں۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص۳۳.)

(۶)دونوں آنکھوں کا سالم ہونا: لہٰذا ایک آنکھ کا کانا اور نابینا پر جمعہ فرض نہیں اگرچہ اس کو لے جانے والا کوئی موجود ہو عند الامام الاعظم۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک ان پر فرض ہے، اور اب فتوی صاحبین کے قول پر ہے جیسے کہ بہار شریعت میں مذکور ہے:

صحیح قول یہ ہے کہ یک چشم اور جس کی نگاہ کمزور ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔ یوہیں جو اندھا مسجد میں اذان کے وقت باوضو ہو اس پر جمعہ فرض ہے اور وہ نابینا جو خود مسجد جمعہ تک بلا تکلّف نہ جا سکتا ہو اگرچہ مسجد تک کوئی لے جانے والا ہو، اُجرتِ مثل پر لے جائے یا بلا اُجرت اس پر جمعہ فرض نہیں۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲.)

بعض نابینا بلا تکلّف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں، راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بلا پُوچھے جا سکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲.)

(۷)دونوں پاؤں کا سالم ہونا: یعنی چلنے پر قادر ہونا۔ اپاہج پر جمعہ فرض نہیں، اگرچہ کوئی ایسا ہو کہ اسے اٹھا کر مسجد میں رکھ آئے گا۔ ("رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲.)

جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو یا فالج سے بیکار ہو گیا ہو، اگر مسجد تک جا سکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص ۳۲،)

سوال: جمعہ کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: جمعہ کے صحیح ہونے (پڑھنے) کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہو گا ہی نہیں۔

(۱)شہر یا فنائے شہر کا ہونا: اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲)سلطان یا اس کے نائب کا ہونا: سُلطان عادل ہو یا ظالم جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ یوہیں اگر زبردستی بادشاہ بن بیٹھا یعنی شرعاً اس کو حق امامت نہ ہو، مثلاً قرشی نہ ہو یا اور کوئی شرط مفقود ہو تو یہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ یوہیں اگر عورت بادشاہ بن بیٹھی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہو گا، یہ خود نہیں قائم کر سکتی۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في صحۃ الجمعۃ... إلخ، ج۳، ص۹،)

(۳) ظہر کا وقت: پس وقت ظہر سے پہلے جمعہ صحیح نہیں ہے اور نماز جمعہ وقت ظہر کے نکل جانے سے باطل ہو جائے گی۔ یعنی وقت ظہر میں نماز پوری ہو جائے تو اگر اثنائے نماز میں اگرچہ تشہد کے بعد عصر کا وقت آ گیا جمعہ باطل ہو گیا ظہر کی قضا پڑھیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۶.)

(۴) خطبہ کا ہونا: جمعہ کے خطبے میں شرط یہ ہے، کہ: (۱) وقت میں ہو اور (۲) نماز سے پہلے اور (۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور (۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھا یا تنہا پڑھا یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوا اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافر یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو ہو جائے گا۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في نیۃ آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعۃ، ج۳، ص۲۱.)

(۵) اور عام اجازت: یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کی روک ٹوک نہ ہو، اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۸.)

(۶) جماعت: یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مردوں کا ہونا، اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا اَن پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۸)

سوال: اگر وہ لوگ امام کے سجدہ کرنے سے پہلے چلے جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: پہلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر سب مقتدی بھاگ گئے یا صرف 2 مقتدی رہ گئے تو جمعہ باطل ہو گیا سرے سے ظہر کی نیت باندھے اور اگر سب بھاگ گئے مگر تین مرد باقی ہیں یا سجدہ کے بعد بھاگے یا تحریمہ کے بعد بھاگ گئے

تھے مگر پہلے رکوع میں آکر شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد بھاگ گئے اور امام نے دوسرے تین مردوں کے ساتھ جمعہ پڑھا تو ان سب صورتوں میں جمعہ جائز ہے۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في قول الخطيب ... إلخ، ج۳، ص۲۷.)

سوال: اگر نمازِ جمعہ میں دو مرد کے ساتھ ایک عورت یا ایک بچہ ہو تو کیا جمعہ کی نماز صحیح ہو گی؟

جواب: اگر نمازِ جمعہ میں دو مرد کے ساتھ ایک عورت یا ایک بچہ ہو تو جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہو گی کیونکہ تینوں کا بالغ اور مرد ہونا شرط ہے۔ہاں اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا اَن پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۸.)

سوال: کیا غلام اور مریض جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! غلام اور مریض پر اگرچہ جمعہ فرض نہیں لیکن ان کو جمعہ کا امام بنانا جائز ہے۔ جمعہ کی امامت ہر مرد کر سکتا ہے جو اور نمازوں میں امام ہو سکتا ہو اگرچہ اس پر جمعہ فرض نہ ہو جیسے مریض، مسافر، غلام۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۳.)

یعنی جبکہ سلطان اسلام یا اس کا نائب یا جس کو اس نے اجازت دی بیمار ہو یا مسافر تو یہ سب نماز جمعہ پڑھا سکتے ہیں یا انہوں نے کسی مریض یا مسافر یا غلام یا کسی لائق امامت کو اجازت دی ہو یا بضرورت عام لوگوں نے کسی ایسے کو امام مقرر کیا ہو جو امامت کر سکتا ہو، یہ نہیں کہ بطور خود جس کا جی چاہے جمعہ پڑھاوے کہ یوں جمعہ نہ ہو گا۔

وَالْمِصْرُ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهٗ مُفْتٍ وَأَمِيْرٌ وَقَاضٍ يُنَفِّذُ الْأَحْكَامَ وَيُقِيْمُ الْحُدُوْدَ وَبَلَغَتْ أَبْنِيَتُهٗ مِنٰى فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَإِذَا كَانَ الْقَاضِيْ أَوِ الْأَمِيْرُ مُفْتِيًا أَغْنٰى عَنِ التَّعْدَادِ وَجَازَتِ الْجُمُعَةُ بِمِنٰى فِي الْمَوْسِمِ لِلْخَلِيْفَةِ أَوْ أَمِيْرِ الْحِجَازِ ۔

ترجمہ: اور مصر وہ جگہ ہے جس کے لئے کوئی مفتی امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو اور شہر کی عمارتیں منیٰ کی عمارتوں کی مقدار کو پہنچ گئی ہوں ظاہر روایت کے مطابق۔اور جب قاضی یا امیر مفتی ہو تو تعداد سے بے نیاز کر دیگا اور خلیفہ اور امیر حجاز کے لئے موسم حج میں منیٰ میں جمعہ جائز ہے۔

اَلْخُطْبَةُ وَسُنَنُهَا

وَصَحَّ الْإِقْتِصَارِ فِي الْخُطْبَةِ عَلٰى نَحْوِ تَسْبِيْحَةٍ أَوْ تَحْمِيْدَةٍ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَسُنَنُ الْخُطْبَةِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا اَلطَّهَارَةُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِي الْخُطْبَةِ وَالْاَذَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالْإِقَامَةِ ثُمَّ قِيَامُهٗ وَالسَّيْفُ بِيَسَارِهٖ مُتَّكِئًا عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَبِدُوْنِهٖ فِيْ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ صُلْحًا وَاِسْتِقْبَالُ الْقَوْمِ بِوَجْهِهٖ وَبِدَاءَتُهٗ بِحَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ وَالشَّهَادَتَانِ وَالصَّلَاةُ عَلٰى سَيِّدِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: اور خطبہ میں ایک تسبیح یا تحمید پر اکتفاء کرنا صحیح ہے کراہت کے ساتھ اور خطبہ کی سنتیں اٹھارہ ہیں ۔(۱) پاکی۔(۲) ستر عورت۔(۳) خطبہ شروع کرنے سے پہلے ممبر پر بیٹھنا۔(۴) اقامت کی طرح امام کے سامنے اذان دینا۔(۵) پھر امام کا کھڑا ہونا اس حال میں کہ تلوار اس کی بائیں ہاتھ میں ہو اور وہ اس پر سہارا دیئے ہوئے ہو ہر ایسے شہر میں جو غلبہ سے فتح کیا گیا ہو اور تلوار کے علاوہ (یعنی لکڑی وعصا وغیرہ) ایسے شہر میں جو صلح سے فتح کیا گیا ہو۔(۶) اپنا رخ قوم کی طرف کرنا۔(۷) خطبہ کو اللہ کی حمد سے شروع کرنا اور ایسی ثنا سے جس کا وہ اہل ہے ۔(۸) شہادتین کہنا۔(۹) نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر درود پڑھنا۔

وَالْعِظَةُ وَالتَّذْكِيْرُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَخُطْبَتَانِ وَالْجُلُوْسُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ وَإِعَادَةُ الْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ اِبْتِدَاءِ الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ وَالدُّعَاءُ فِيْهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَأَنْ يَسْمَعَ الْقَوْمُ الْخُطْبَةَ وَتَخْفِيْفُ الْخُطْبَتَيْنِ بِقَدْرِ سُوْرَةٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَيُكْرَهُ التَّطْوِيْلُ وَتَرْكُ شَيْءٍ مِنَ السُّنَنِ۔

ترجمہ: (۱۰) وعظ کرنا۔(۱۱) نصیحت کرنا۔(۱۲) قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا۔(۱۳) دو خطبوں کا ہونا۔(۱۴) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا۔(۱۵) حمد و ثنا اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر درود کا اعادہ کرنا دوسرے خطبے کے شروع میں ۔(۱۶) خطبے میں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا۔(۱۷) قوم کا خطبے کو سننا۔(۱۸) دونوں خطبوں کو مختصر کرنا طوال مفصل کی ایک سورت کے بقدر اور خطبے کو لمبا کرنا اور خطبے کی سنتوں میں سے کسی سنت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

سوال: مصر سے کون سی جگہ مراد ہے؟

جواب: مصنف نے ظاہر الروایت کے حوالے سے فرمایا کہ: مصر وہ جگہ ہے جہاں مفتی، امیر اور قاضی رہتے ہوں اور احکام جاری کریں اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہوں، اور اس کی کم سے کم آبادی منیٰ شریف کی آبادی کے برابر ہو۔

جبکہ بہار شریعت میں یوں مذکور ہے اور اسی پر اب فتویٰ ہے: مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کُوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا حصہ۔) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سَطوَت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے مصر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔ لہٰذا جمعہ شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔ (بہار شریعت جلد۔ا۔ ص ۷۶۲)

یہ شرائط امامِ اعظم کے نزدیک تھیں لیکن اب فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے جو کہ یہ ہے:

آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل و بالغ کہ جن پر جمعہ ہو سکے، آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں، تو وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہے کیونکہ ایسی جگہ امام ابو یوسف سے مروی ایک روایت کے مطابق جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شہر سمجھی جاتی ہے، اگرچہ یہ اصل مذہب کے خلاف ہے، مگر فی زمانہ تعامل اور دفعِ حرج کی بناء پر علماء کی اکثریت اس روایت پر عمل کرنے میں حرج نہیں جانتی، بلا کراہت ایسی جگہوں میں بسنے والوں کے جمعہ و عیدین کو درست قرار دیتی ہے، لہٰذا اس تعریف پر پورے اترنے والے قصبات میں قائم ہونے والی نمازِ جمعہ و عیدین درست ہے۔

اور جو آبادیاں اس تعریف پر بھی پوری نہیں اترتیں وہاں جمعہ و عیدین مذہبِ حنفی میں ضرور ناجائز و گناہ ہے۔

سوال: اگر قاضی یا امیر، مفتی بھی ہو تو کیا کافی ہوگا؟

جواب: اگر ایک ہی شخص قاضی بھی ہو اور مفتی بھی ہو یا ایک ہی شخص امیر بھی ہو اور مفتی بھی ہو تو وہی کافی ہوگا، کیونکہ مدار احکام کی معرفت پر ہے نہ کہ اشخاص کی کثرت پر۔

سوال: ایّامِ حج میں منیٰ شریف کے اندر نمازِ جمعہ ادا کرنے کی کیا شرط ہے؟

جواب: حج کے دنوں میں منیٰ میں جمعہ پڑھا جائے گا جبکہ یا خلیفۃ المسلمین بذاتِ خود یا امیر حجاز (یعنی شریف مکّہ) وہاں موجود ہو اور امیر موسم یعنی وہ کہ حاجیوں کے لئے حاکم بنایا گیا ہے جمعہ نہیں قائم کر سکتا۔ موسمِ حج کے علاوہ اور دنوں میں منیٰ شریف میں جمعہ نہیں ہو سکتا اور عرفات میں مطلقاً نہیں ہو سکتا، نہ حج کے زمانہ میں، نہ اور دنوں میں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۵.) کیونکہ وہاں مستقل آبادی نہیں ہے۔

سوال: خطبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے اگرچہ صرف ایک بار **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا سُبْحٰنَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہا اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۲۲، وغیرہ.)

سوال: خطبے کی کتنی اور کون کون سی سنتیں ہیں؟ بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق خطبے کی 18 سنتیں ہیں لیکن یہ عدد حصر کے لئے نہیں بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتی ہیں جیسے کہ دیگر کتب میں اس کی تعداد 22 تک بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) خطیب کا حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا سنت ہے فرض نہیں۔ کیونکہ خطبہ نماز نہیں ہے۔ (۲) ستر عورت اگرچہ یہ فرض ہے خواہ نماز میں ہو نماز کے باہر، لیکن خطبہ میں اس کے سنت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے بغیر خطبہ مکروہ ہو گا۔ (۳) خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا۔ (۴) جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو اذان ثانی امام کے سامنے دینا جیسے کہ اقامت خطبہ کے بعد امام کے سامنے دی جاتی ہے اور سامنے سے مراد مسجد کے اندر نہیں بلکہ مسجد کے باہر امام کے بالمقابل دیں۔ (۵) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اور جو شہر تلوار سے فتح ہوا اس میں اگر خطیب امام المسجد یا اس کا نائب ہو تو خطبے کے وقت اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر اس پر سہارا کر لے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر تم اسلام سے پھرے تو تلوار ابھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہ تم سے قتال کریں گے، اور جو شہر صلح سے فتح ہوا ہو وہاں تلوار لے کر خطبہ نہ پڑھے بلکہ عصا یا لکڑی وغیرہ لے کر پڑھے۔ (۶) امام کا سامعین کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کو پیٹھ کرنا۔ (۷) اللہ کی حمد و ثنا سے خطبہ کو شروع کرنا۔ (۸) اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت کی شہادتین کے ذریعے گواہی دینا۔ (۹) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھیجنا۔ (۱۰) معاصی سے زجر کرتے ہوئے اور اللہ کے خوف سے ڈراتے ہوئے پہلے خطبے میں وعظ

کرنا۔(۱۱) جن اعمال کے کرنے سے نجات ملے گی ان اعمال کی نصیحت کرنا۔(۱۲) قرآن پاک کی کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔(۱۳) خطیب کا دو خطبے پڑھنا۔(۱۴) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا، اور اس کی مقدار تین آیات پڑھنے کے بقدر ہے۔(۱۵) حمد و ثناء اور درود کا دوسرے خطبے میں اعادہ کرنا۔ نیز خلفائے راشدین و حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنا مستحسن ہے۔(۱۶) دوسرے خطبے میں مسلمان مرد و عورت کے لئے بخشش کی دعا، دشمنوں پر مدد کی دعا اور امراض و بلیلات سے حفاظت کی دعا کرنا۔(۱۷) خطبہ اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ بالخصوص خطبہ ثانیہ۔(۱۸) خطبہ کو زیادہ لمبا نہ کرنا، دونوں خطبے طوال مفصل کی کسی سورت کے برابر ہوں۔

سوال: خطبے کے مکروہات بیان کریں۔

جواب: خطبے کو طوالِ مفصل کی کسی سورت سے زیادہ لمبا کرنا اور خطبے کی سنتوں میں سے کسی سنت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

متفرقات

وَيَجِبُ السَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالْاَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ وَ لَا يَرُدُّ سَلَاماً وَلَا يُشَمِّتُ عَاطِسًا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَكُرِهَ لِحَاضِرِ الْخُطْبَةِ الْاَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْعَبَثُ وَالْاِلْتِفَاتُ وَلَا يُسَلِّمُ الْخَطِيْبُ عَلَى الْقَوْمِ اِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ۔

ترجمہ: اور پہلی اذان سے جمعہ کے لئے سعی کرنا اور خرید و فروخت کو چھوڑ دینا واجب ہے اصح قول کے مطابق۔ اور جب امام نکلے تو نماز پڑھنا اور بات کرنا جائز نہیں ہے اور نہ سلام کا جواب دے اور نہ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دے یہاں تک کہ امام اپنی نماز سے فارغ ہو جائے۔ اور خطبے میں حاضر ہونے والے کے لئے کھانا، پینا، کھیلنا اور ادھر ادھر دیکھنا مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور خطیب لوگوں کو سلام نہ کرے جب منبر پر چڑھ جائے۔

وَكُرِهَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمِصْرِ بَعْدَ النِّدَاءِ مَا لَمْ يُصَلِّ وَمَنْ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِ إِنْ أَدَّاهَا جَازَ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ وَمَنْ لَا عُذْرَ لَهٗ لَوْ صَلَّى الظُّهْرَ قَبْلَهَا حَرُمَ فَإِنْ سَعٰى إِلَيْهَا وَالْإِمَامُ فِيْهَا بَطَلَ ظُهْرُهٗ وَإِنْ لَمْ

يُدْرِكُهَا وَكُرِهَ لِلْمَعْذُوْرِ وَالْمَسْجُوْنِ أَدَاءُ الظُّهْرِ بِجَمَاعَةٍ فِي الْمِصْرِ يَوْمَهَا وَمَنْ أَدْرَكَهَا فِي التَّشَهُّدِ أَوْ سُجُوْدِ السَّهْوِ أَتَمَّ جُمُعَةً۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور اذان کے بعد شہر سے نکلنا مکروہ ہے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لے، اور جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر اس نے جمعہ ادا کرلیا تو وقت کے فرض (ظہر) کی طرف سے جائز ہے، اور جس شخص کے لئے کوئی عذر نہ ہو اگر اس نے ظہر کی نماز جمعہ سے پہلے پڑھ لی تو حرام ہے، پس اگر (ظہر پڑھنے کے بعد) جمعہ کے لئے سعی کی اس حال میں کہ امام جمعہ میں مشغول تھا تو اس کی ظہر باطل ہو جائے گی اگرچہ اس نے جمعہ کو نہ پایا ہو۔ اور معذور اور قیدی کے لئے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا شہر میں جمعہ کے دن مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اور جس نے جمعہ کو تشہد یا سجدہ سہو میں پالیا تو وہ جمعہ کو پورا کرے اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

سوال: جمعہ کے لئے سعی کب واجب ہوتی ہے؟

جواب: پہلی اذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید و فروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید و فروخت تو سخت گناہ ہے, اور کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی، اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے، جمعہ کے لئے اطمینان و وقار کے ساتھ جائے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۹.)

سوال: خطبے میں کیا چیزیں حرام ہیں؟

جواب: جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جواب سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے، جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۹.)

اور یہی اصح قول ہے، جبکہ غیر اصح قول یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں اذانِ ثانی سے منع ہوتی ہیں۔

سوال: جب امام خطبہ دینے کے لئے منبر کی طرف چلے تو کون کون سے کام منع ہو جاتے ہیں؟

جواب: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے، البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یو ہیں جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔

("جد الممتار" علی "رد المحتار" کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۱، ص۳۷۸.)

سوال: اذانِ جمعہ کے بعد شہر سے نکلنا کیسا ہے؟

جواب: جس شخص پر جمعہ پڑھنا واجب ہے اس کو اذان اوّل کے بعد شہر سے نکلنا مکروہِ تحریمی ہے جب تک جمعہ نہ پڑھ لے۔

سوال: جس پر جمعہ فرض نہیں لیکن اس نے پڑھ لیا تو کیا ظہر کی نماز بھی اس کو پڑھنی ہو گی؟

جواب: جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر اس نے جمعہ کی نماز پڑھ لی تو جمعہ ہو جائے گا اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، اب ظہر کی نماز پڑھنا اس کے ذمہ نہیں رہا۔

سوال: غیر معذور شخص نے نمازِ جمعہ سے پہلے نمازِ ظہر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس پر جمعہ فرض ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حرام ہے اور پڑھ لیا جب بھی جمعہ کے لئے جانا فرض ہے اور جمعہ ہو جانے کے بعد ظہر پڑھنے میں کراہت نہیں، بلکہ اب تو ظہر ہی پڑھنا فرض ہے، اگر جمعہ دوسری جگہ نہ مل سکے، مگر جمعہ ترک کرنے کا گناہ اس کے سر رہا۔ ("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب في شروط وجوب الجمعۃ، ج۳، ص۳۳.)

سوال: اگر ظہر ادا کرنے کے بعد نمازِ جمعہ کے لئے نکلا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس شخص نے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر پڑھ لیا تھا، پھر نادم ہو کر گھر سے جمعہ کی نیت سے نکلا اگر اس وقت امام نماز میں ہو تو نماز ظہر جاتی رہی، جمعہ مل جائے تو پڑھ لے ورنہ ظہر کی نماز پھر پڑھے اگرچہ مسجد دور ہونے کے سبب جمعہ نہ ملا ہو۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۴.)

سوال: جن پر جمعہ فرض نہیں ان کا شہر میں ظہر باجماعت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مریض یا مسافر یا قیدی یا کوئی اور جس پر جمعہ فرض نہیں ان لوگوں کو بھی جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، خواہ جمعہ ہونے سے پیشتر جماعت کریں یا بعد میں۔ یوہیں جنہیں جمعہ نہ ملا وہ بھی بغیر اذان و اقامت ظہر کی نماز تنہا تنہا پڑھیں، جماعت ان کے لئے بھی ممنوع ہے۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۶.)

علما فرماتے ہیں جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا، ان مسجدوں کو جمعہ کے دن ظہر کے وقت بند رکھیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۶.)

سوال: اگر کسی نے امام کو نمازِ جمعہ کے تشہد یا سجدۂ سہو میں پایا تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

جواب: جس نے جمعہ کا قعدہ پالیا یا سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا اسے جمعہ مل گیا۔ لہٰذا اپنی دو ہی رکعتیں پوری کرے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر في صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۹.)

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

بَابُ اَحْکَامِ الْعِیْدَیْنِ

یہ عیدین کے احکام کا باب ہے

حُکْمُهَا وَشُرُوطُهَا

صَلَاةُ الْعِيْدِ وَاجِبَةٌ فِي الْأَصَحِّ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ بِشَرَائِطِهَا سِوَى الْخُطْبَةِ فَتَصِحُّ بِدُوْنِهَا مَعَ الْإِسَاءَةِ كَمَا لَوْ قُدِّمَتِ الْخُطْبَةُ عَلٰى صَلَاةِ الْعِيْدِ۔

ترجمہ: دونوں عیدوں کی نماز واجب ہے اصح قول کے مطابق اس شخص پر جس پر جمعہ واجب ہوتا ہے جمعہ کی شرطوں کے ساتھ سوائے خطبہ کے پس نماز عید خطبہ کے بغیر اساءت کے ساتھ صحیح ہو جاتی ہے جیسے کہ اگر نمازِ عید پر خطبہ کو مقدم کر دیں۔

مَا يُنْدَبُ فِيْ عِيْدِ الْفِطْرِ

وَنُدِبَ فِي الْفِطْرِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَيْئًا أَنْ يَأْكُلَ وَأَنْ يَكُوْنَ الْمَأْكُوْلُ تَمْرًا وَوِتْرًا وَيَغْتَسِلَ وَيَسْتَاكَ وَيَتَطَيَّبَ وَيَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيُؤَدِّيَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَيُظْهِرَ الْفَرَحَ وَالْبَشَاشَةَ وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ حَسْبَ طَاقَتِهٖ وَالتَّبْكِيْرُ وَهُوَ سُرْعَةُ الْاِنْتِبَاهِ وَالْاِبْتِكَارُ وَهُوَ الْمُسَارَعَةُ اِلَى الْمُصَلّٰى۔

ترجمہ: اور عید الفطر میں تیرہ چیزیں مستحب قرار دی گئی ہے۔(۱) کھانا۔(۲)اور جو چیز کھائی جائے وہ چھوہارا ہو۔(۳)اور تاک ہو۔(۴) اور غسل کرے۔(۵) اور مسواک کرے۔(۶)اور خوشبو لگائے۔(۷) اور اپنے کپڑوں میں سے سب سے اچھے کپڑے پہنے۔(۸) اور صدقہ فطر ادا کرے اگر اس پر واجب ہو۔(۹) اور خوشی اور بشاشت کو ظاہر کرے۔(۱۰) اور اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کی کثرت کرنا۔(۱۱) اور تبکیر، اور یہ جلدی صبح سویرے اٹھنا ہے۔(۱۳) اور ابتکار، اور یہ عید گاہ کی جانب جلدی جانا ہے۔

وَصَلَاةُ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ حَيِّهٖ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى الْمُصَلّٰى مَاشِيًا مُكَبِّرًا سِرًّا وَيَقْطَعُهٗ اِذَا انْتَهٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فِيْ رِوَايَةٍ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَيَرْجِعُ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ۔

ترجمہ: اور صبح کی نماز اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا پھر عید گاہ کی جانب متوجہ ہو پیدل آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے اور تکبیر کو بند کر دے جب عید گاہ پہنچ جائے ایک روایت کے مطابق اور دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرے ،اور دوسرے راستے سے لوٹے۔

سوال: عید کو عید کیوں کہتے ہیں؟

جواب: عید عوْدٌ سے بنا، بمعنی لوٹنا، چونکہ یہ خوشی کا دن ہے اس لئے نیک فالی کے لئے اسے عید کہا گیا یعنی بار بار لوٹنے والی، اب ہر خوشی کے اجتماع کو عید کہہ دیتے ہیں جیسے عید میلاد، عید معراج۔ ہر مذہب و ملت میں چند ایام خوشی کے ہوتے ہیں اسلام نے سال میں خوشی کے لئے دو یوم مقرر کئے ہیں (۱) شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور (۲) ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ۔

سوال: عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین (عید الفطر و عید الاضحی) کی نماز اصح قول کے مطابق واجب ہے، جبکہ غیرِ اصح قول کے مطابق سنّتِ موکّدہ ہے۔ بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ص۱۱۹.)

سوال: عیدین کی نماز کن لوگوں پر واجب ہے؟

جواب: عیدین کی نماز سب پر واجب نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔

سوال: عیدین کی ادا کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: عیدین کی نماز کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت، اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور عید میں نہ پڑھا تو نماز ہو گئی مگر بُرا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز، اگر پہلے پڑھ لیا تو بُرا کیا، مگر نماز ہو گئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، صرف دوبار اتنا کہنے کی اجازت ہے۔ **اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔**

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع عشر في صلاۃ العیدین، ج۱، ص۱۵۰.)

سوال: عید الفطر مین کتنے اور کون کون سے مستحبات ہیں؟

جواب: مصنف نے عید الفطر کے 13 مستحبات بیان فرمائے ہیں۔ جو کہ یہ ہیں:

عید کے دن یہ امور مستحب ہیں: (۱) حجامت بنوانا۔ (۲) ناخن ترشوانا۔ (۳) غسل کرنا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) اچھے کپڑے پہننا، نیا ہو تو نیا ورنہ دُھلا ہوا۔ (۶) انگوٹھی پہننا۔ (۷) خوشبو لگانا۔ (۸) صبح کی نماز مسجد محلّہ میں پڑھنا۔ (۹) عید گاہ جلد چلا جانا۔ (۱۰) نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔ (۱۱) عید گاہ کو پیدل جانا۔ (۱۲) دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ (۱۳) نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھالینا۔ تین، پانچ، سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے، نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوا مگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب (سرزنش) کی جائے گی۔

("الفتاوى الهندية"، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج۱، ص۱۴۹.)

وَيُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيدِ فِي الْمُصَلّٰى وَالْبَيْتِ وَبَعْدَهَا فِي الْمُصَلّٰى فَقَطْ عَلٰى اِخْتِيَارِ الْجُمْهُوْرِ۔

ترجمہ: عید کی نماز سے پہلے عید گاہ اور گھر میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عید کی نماز کے بعد صرف عید گاہ میں مکروہ ہے جمہور کے اختیار کردہ فتوی کے مطابق۔

وَقْتُ صَلَاةِ الْعِيْدِ

وَ وَقْتُ صِحَّةِ صَلَاةِ الْعِيْدِ مِنْ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ قَدْرَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ اِلٰى زَوَالِهَا ۔

ترجمہ: اور عید کی نماز کے صحیح ہونے کا وقت سورج کے ایک یا دو نیزے کے بقدر بلند ہونے سے زوال تک ہے۔

كَيْفِيَّةُ صَلَاةِ الْعِيْدِ

وَكَيْفِيَّةُ صَلَاتِهِمَا أَنْ يَنْوِىَ صَلَاةَ الْعِيْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ لِلتَّحْرِيْمَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّنَاءَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ مِنْهَا ثُمَّ يَتَعَوَّذُ ثُمَّ يُسَمِّي سِرًّا ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ ثُمَّ سُوْرَةً وَنُدِبَ أَنْ تَكُوْنَ { سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى } ثُمَّ يَرْكَعُ فَاِذَا قَامَ لِلثَّانِيَةِ اِبْتَدَأَ بِالْبَسْمَلَةِ ثُمَّ بِالْفَاتِحَةِ ثُمَّ بِالسُّوْرَةِ۔

ترجمہ: اور دونوں عیدوں کی نماز کی ترکیب یہ ہے کہ نماز عید کی نیت کرے پھر تحریمہ کے لئے تکبیر کہے پھر ثنا پڑھے پھر زائد تکبیریں تین مرتبہ کہے اور ہر تکبیر میں اپنے ہاتھ کو اٹھائے پھر تعوذ پھر بسم اللہ آہستہ سے پڑھے پھر سورۂ فاتحہ اور

سورت پڑھے اور سبح اسم ربك الاعلی کے ہونے کو مستحب قرار دیا گیا ہے پھر رکوع کرے پس جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو بسم اللہ سے شروع کرے پھر فاتحہ پھر سورت سے۔

وَنُدِبَ أَنْ تَكُوْنَ سُوْرَةَ الْغَاشِيَةَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْهَا كَمَا فِي الْأُوْلٰى وَهٰذَا أَوْلٰى مِنْ تَقْدِيْمِ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَإِنْ قَدَّمَ التَّكْبِيْرَاتِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فِيْهَا جَازَ ثُمَّ يَخْطُبُ الْإِمَامُ بَعْدَ الصَّلَاةِ خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ فِيْهِمَا أَحْكَامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ۔

ترجمہ: اور سورہ غاشیہ کا ہونا مستحب قرار دیا گیا ہے پھر تین مرتبہ زائد تکبیریں کہے اور ہر تکبیر میں اپنے ہاتھ کو اٹھائے جیسے کہ پہلی رکعت میں اور یہ اولی ہے دوسری رکعت میں تکبیر زوائد کو قراءت پر مقدم کرنے سے، پس اگر دوسری رکعت میں تکبیرِ زوائد کو قراءت پر مقدم کیا تو جائز ہے، پھر نماز کے بعد امام دو خطبہ پڑھے اور ان دونوں میں صدقہ فطر کے احکام سکھائے۔

سوال: نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں، یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو عید کی نماز ہو جانے کے بعد پڑھے، اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔

یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے پہلے اگرچہ عید گاہ میں انہیں منع نہ کیا جائے۔
("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص۵۷۔۶۰.)

سوال: نمازِ عید کا وقت کب سے کب تک ہے؟

جواب: نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے، مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحی میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے پہلے زوال ہو گیا ہو تو نماز جاتی رہی۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص۶۰، وغیرہ.) زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے، جس کا بیان باب الاوقات میں گزرا۔

سوال: نمازِ عید کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت واجب عید الفطر یا عید الاضحی کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھے، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لے۔ اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، پھر امام **اعوذ** اور **بسم اللہ** آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع و سجدہ کرے، دوسری رکعت میں پہلے الحمد و سورت پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اس سے معلوم ہو گیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں، تین پہلی میں قراءت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری میں قراءت کے بعد، اور تکبیر رکوع سے پہلے اور ان چھوؤں تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی قدر سکتہ کرے اور عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون پڑھے یا پہلی میں **سَبِّحِ اسْمَ** اور دوسری میں **هَلْ اَتٰكَ**۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۶۱، وغیرہ.)

نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے عید الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام کی تعلیم کرے، اور وہ پانچ باتیں ہیں:
(۱) کس پر واجب ہے؟ (۲) اور کس کے لئے؟ (۳) اور کب؟ (۴) اور کتنا؟ (۵) اور کس چیز سے؟
بلکہ مناسب یہ ہے کہ عید سے پہلے جو جمعہ پڑھے اس میں بھی یہ احکام بتا دیے جائیں کہ پیشتر سے لوگ واقف ہو جائیں، اور عید الاضحی کے خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیرات تشریق کی تعلیم کی جائے۔
("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۶۷،)

وَمَنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ لَا يَقْضِيهَا وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ إِلَى الْغَدِ فَقَطْ۔

ترجمہ: اور جس شخص کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ اس کی قضا نہیں کرے گا اور کسی عذر کی وجہ سے صرف اگلے روز تک نماز عید مؤخر کی جاسکتی ہے۔

اَحْكَامُ الْأَضْحٰى

وَأَحْكَامُ الْأَضْحٰى كَالْفِطْرِ لٰكِنَّهٗ فِي الْأَضْحٰى يُؤَخِّرُ الْأَكْلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَيُكَبِّرُ فِي الطَّرِيْقِ جَهْرًا وَيُعَلِّمُ الْأُضْحِيَةَ وَتَكْبِيْرَ التَّشْرِيْقِ فِي الْخُطْبَةِ وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ إِلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَالتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ: اور عید الاضحی کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں لیکن عید الاضحی میں کھانے کو نماز سے مؤخر کرے گا اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہے گا اور امام خطبے میں قربانی اور تکبیر تشریق کو سکھائے گا اور نماز عید الاضحی کسی عذر کی وجہ سے تین دن تک مؤخر کی جاسکتی ہے، اور عرفہ منانا کوئی چیز نہیں ہے۔

حُكْمُ تَكْبِيْرِ التَّشْرِيْقِ وَمُدَّتُهٗ وَمَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ

وَيَجِبُ تَكْبِيْرُ التَّشْرِيْقِ مِنْ بَعْدِ فَجْرِ عَرَفَةَ إِلٰى عَصْرِ الْعِيْدِ مَرَّةً فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ أُدِّيَ بِجَمَاعَةٍ مُتَسَحَبَّةٍ عَلٰى إِمَامٍ مُقِيْمٍ بِمِصْرٍ وَعَلٰى مَنْ اِقْتَدٰى بِهٖ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا أَوْ رَقِيْقًا أَوْ أُنْثٰى عِنْدَ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَقَالَا تَجِبُ فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ عَلٰى مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ مُنْفَرِدًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ قَرَوِيًّا إِلٰى عَصْرِ الْخَامِسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَبِهٖ يُعْمَلُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَلَا بَأْسَ بِالتَّكْبِيْرِ عَقِبَ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ۔

ترجمہ: اور تکبیر تشریق واجب ہے عرفہ کی فجر کے بعد سے عید کی عصر تک ایک مرتبہ ہر ایسی فرض نماز کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایسے امام پر جو شہر میں مقیم ہو اور اس شخص پر جس نے اقتدا کی اگرچہ مقتدی مسافر ہو یا غلام ہو یا عورت ہو (یہ مسئلہ) امام اعظم کے نزدیک (ہے)، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ تکبیر تشریق واجب ہے ہر فرض نماز کے بعد اس شخص پر جس نے اس فرض نماز کو پڑھا ہو اگرچہ وہ منفرد ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو عرفہ کے دن سے پانچویں دن کی عصر تک اور اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور عیدین کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صِيْغَةُ التَّكْبِيْرِ

وَالتَّكْبِيْرُ أَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

ترجمہ: اور تکبیر یہ کہنا ہے: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد۔

سوال: عید کی جماعت نہ ملے تو کیا کرے؟

جواب: امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا، ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔
("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص٦٧.)

سوال: کیا عید الفطر کی نماز کو اگلے دن مؤخر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! کسی عذر کے سبب عید کے دن نماز نہ ہو سکی (مثلاً سخت بارش ہوئی یا ابر کے سبب چاند نہیں دیکھا گیا اور گواہی ایسے وقت گزری کہ نماز نہ ہو سکی یا ابر تھا اور نماز ایسے وقت ختم ہوئی کہ زوال ہو چکا تھا) تو دوسرے دن پڑھی جائے، اور دوسرے دن بھی نہ ہوئی تو عید الفطر کی نماز تیسرے دن نہیں ہو سکتی اور دوسرے دن بھی نماز کا وہی وقت ہے جو پہلے دن تھا یعنی ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے نصف النہار شرعی تک اور بلا عذر عید الفطر کی نماز پہلے دن نہ پڑھی تو دوسرے دن نہیں پڑھ سکتے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین، ج۱، ص ۱۵۲،۱۵۱.)

سوال: عید الاضحیٰ کے احکام بیان کریں۔

جواب: عید اضحی تمام احکام میں عید الفطر کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے، (۱) اس میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرے اور کھا لیا تو کراہت نہیں اور (۲) راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتا جائے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین، ج۱، ص ۱۵۲، وغیرہ.)

(۳) امام عید الاضحی کے خطبے میں لوگوں کو قربانی اور تکبیرِ تشریق کے احکام سکھلائے مثلاً قربانی کس پر واجب ہے؟ کن جانوروں کی قربانی واجب ہے؟ ان کی عمریں کتنی ہوں؟ قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟ کون ذبح کرے؟ گوشت کے احکام، تکبیرِ تشریق کب سے کب تک پڑھی جائے گی؟ اور اس کے پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

سوال: کیا نمازِ عید الاضحیٰ کو مؤخر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! عید الاضحی کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تک بلا کراہت مؤخر کر سکتے ہیں، بارہویں کے بعد پھر نہیں ہو سکتی اور بلا عذر دسویں کے بعد مکروہ ہے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین، ج۱، ص ۱۵۲، وغیرہ.)

سوال: "التعریف لیس بشیئ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو لوگوں کا کسی جگہ جمع ہو کر حاجیوں کی طرح وقوف کرنا اور ذکر و دُعا میں مشغول رہنا کوئی چیز نہیں یعنی یہ نہ کیا جائے۔

حالانکہ صحیح یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں جبکہ لازم و واجب نہ جانے اور اگر کسی دوسری غرض سے جمع ہوئے، مثلاً نماز استسقا پڑھنی ہے، جب تو بلا اختلاف جائز ہے اصلاً حرج نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۷۰،)

سوال: تکبیرِ تشریق کا حکم کیا ہے؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک نویں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک پڑھنا واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ ایسی فرض نماز کے بعد واجب ہے جو جماعتِ مستحبہ کے ساتھ پڑھی گئی ہو اور امام شہر کے اندر مقیم ہو۔لہذا امام پر اور جو لوگ امام کی اقتداء کریں اگرچہ مقتدی مسافر ہو یا غلام ہو یا عورت ہو۔اور منفرد پر واجب نہیں۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک پڑھنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ جماعت سے یا اکیلے، مسافر ہو یا مقیم، شہری ہو یا دیہاتی۔ اور اب صاحبین کے قول پر عمل ہے۔اور اسی پر فتوی ہے۔ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل، اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۷۱، ۷۴،)

تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو کہ اس نماز پر بناء نہ کر سکے، اگر مسجد سے باہر ہو گیا یا قصداً وضو توڑ دیا یا کلام کیا اگرچہ سہواً تو تکبیر ساقط ہو گئی اور بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو کہہ لے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، مطلب: المختار أن الذبیح إسماعیل، ج۳، ص۷۳.)

سوال: تکبیرِ تشریق کیا ہے؟ نیز نمازِ عید کے بعد اس تکبیر کو پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: وہ یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اور نمازِ عید کے بعد بازار وغیرہ میں تکبیرِ تشریق کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اللہ کا ذکر ہے ثواب دیا جائے گا۔ان تاریخوں میں اگر عام لوگ بازاروں میں باعلان تکبیریں کہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۷۵.)

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ وَالْافْزَاعِ

یہ سورج گرہن اور چاند گرہن اور گھبراہٹ کے وقت کی نماز کا باب ہے

صَلَاةُ الْكُسُوفِ

سُنَّ رَكْعَتَانِ كَهَيْئَةِ النَّفْلِ لِلْكُسُوفِ بِإِمَامِ الْجُمُعَةِ أَوْ مَأْمُوْرِ السُّلْطَانِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ وَلَا جَهْرٍ وَلَا خُطْبَةٍ بَلْ يُنَادِىْ '' اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ '' وَسُنَّ تَطْوِيْلُهُمَا وَتَطْوِيْلُ رُكُوْعِهِمَا وَسُجُوْدِهِمَا ثُمَّ يَدْعُوْ الْإِمَامُ جَالِسًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ إِنْ شَاءَ أَوْ قَائِمًا مُسْتَقْبِلَ النَّاسِ وَهُوَ أَحْسَنُ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ حَتّٰى يَكْمُلَ اِنْجِلَاءُ الشَّمْسِ۔

ترجمہ: نفل کی طرح دو رکعتیں سنت قرار دی گئی ہیں سورج گرہن کے لئے امام جمعہ یا سلطان کے مامور کے ساتھ بغیر اذان و اقامت کے اور بغیر جہر اور بغیر خطبہ کے بلکہ یہ آواز لگائی جائے الصلاۃ جامعۃ اور ان دو رکعتوں کو لمبا کرنا اور ان کے رکوع و سجود کو لمبا کرنا مسنون ہے، پھر امام اگر چاہے تو بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگے یا کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کرکے اور یہ لوگوں کی طرف رخ کرنا بہتر ہے اور نمازی امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں یہاں تک کہ آفتاب کا کھلنا مکمل ہو جائے

اَلْخُسُوْفُ وُالْفَزْعُ وَمَا إِلَيْهِمَا

وَإِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْإِمَامُ صَلُّوْا فُرَادٰى كَالْخُسُوْفِ وَالظُّلْمَةِ الْهَائِلَةِ نَهَارًا وَالرِّيْحِ الشَّدِيْدَةِ وَالْفَزَعِ۔

ترجمہ: اور اگر امام موجود نہ ہو تو تنہا تنہا نماز پڑھ لیں جیسے چاند گرہن میں، اور دن کے وقت خوفناک تاریکی میں، اور سخت ہواؤں میں، اور پریشانی میں۔

سوال: کسوف، خسوف اور افزاع کا معنی کیا ہے؟

جواب: کسوف کے لغوی معنی تغیر کے ہیں پھر یہ لفظ سورج گرہن کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں۔ اور افزاع فزع کی جمع ہے جس کے معنی خوف و گھبراہٹ کے ہیں جیسے زلزلے یا سخت اندھیرے کے وقت خوف و گھبراہٹ کا طاری ہو جانا۔

سوال: سورج گرہن کی نماز کتنی رکعت اور کیسے ادا کی جائے گی؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: یہ نماز اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں نہ اس میں اذان ہے، نہ اقامت، نہ بلند آواز سے قراءت اور نماز کے بعد دُعا کریں یہاں تک کہ آفتاب کھل جائے اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں، خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار پر۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۷۸.)

اگر لوگ جمع نہ ہوئے تو ان لفظوں سے پکاریں، **اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ**۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۷۹.)

افضل یہ ہے کہ عید گاہ یا جامع مسجد میں اس کی جماعت قائم کی جائے اور اگر دوسری جگہ قائم کریں جب بھی حرج نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن عشر فی صلاۃ الکسوف، ج۱، ص۱۵۳.)

اگر یاد ہو تو سورۂ بقرہ اور آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھیں اور رکوع و سجود میں بھی طول دیں اور بعد نماز دُعا میں مشغول رہیں یہاں تک کہ پورا آفتاب کھل جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز میں تخفیف کریں اور دُعا میں طول، خواہ امام قبلہ رُو دُعا کرے یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور یہ بہتر ہے اور سب مقتدی آمین کہیں، اگر دُعا کے وقت عصا یا کمان پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو تو یہ بھی اچھا ہے، دُعا کے لئے منبر پر نہ جائے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۷۹. وغیرہ)

سورج گرہن اور جنازہ کا اجتماع ہو تو پہلے جنازہ پڑھے۔ ("الجوھرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الکسوف، ص۱۲۴.) سورج گرہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی مستحب۔ سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور تنہا تنہا بھی ہو سکتی ہے اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لئے شرط ہیں، وہی شخص اس کی جماعت قائم کر سکتا ہے جو جمعہ کی کر سکتا ہے، وہ نہ ہو تو تنہا تنہا پڑھیں، گھر میں یا مسجد میں۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۷۷۔۸۰.)

سوال: چاند گرہن اور خوف کے وقت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: چاند گرہن کی نماز میں جماعت نہیں، امام موجود ہو یا نہ ہو بہر حال تنہا تنہا پڑھیں۔ ("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۸۰، وغیرہ.) امام کے علاوہ دو تین آدمی جماعت کر سکتے ہیں۔

تیز آندھی آئے یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے یا رات میں خوفناک روشنی ہو یا لگاتار کثرت سے مینہ برسے یا بکثرت اولے پڑیں یا آسمان سُرخ ہو جائے یا بجلیاں گریں یا بکثرت تارے ٹوٹیں یا طاعون وغیرہ وبا پھیلے یا زلزلے آئیں یا دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی دہشت ناک امر پایا جائے ان سب کے لئے دو رکعت نماز مستحب ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن عشر فی صلاۃ الکسوف، ج۱، ص۱۵۳)

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

یہ استسقاء کا باب ہے

لَهُ صَلَاةٌ مِنْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ وَلَهُ اِسْتِغْفَارٌ۔

ترجمہ: استسقاء کے لئے بغیر جماعت کے نماز ہے اور اس کے لئے استغفار بھی ہے۔

مَا يُعْمَلُ لِأَجْلِهِ

وَيُسْتَحَبُّ الْخُرُوْجُ لَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُشَاةً فِيْ ثِيَابٍ خَلِقَةٍ غَسِيْلَةٍ أَوْ مُرَقَّعَةٍ مُتَذَلِّلِيْنَ مُتَوَاضِعِيْنَ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى نَاكِسِيْنَ رُؤُوْسَهُمْ مُقَدِّمِيْنَ الصَّدَقَةَ كُلَّ يَوْمٍ قَبْلَ خُرُوْجِهِمْ وَيُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُ الدَّوَابِّ وَالشُّيُوْخِ الْكِبَارِ وَالْأَطْفَالِ وَفِيْ مَكَّةَ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ فَفِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى يَجْتَمِعُوْنَ وَيَنْبَغِيْ ذٰلِكَ أَيْضًا لِأَهْلِ مَدِيْنَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ۔

ترجمہ: استسقاء کے لئے پرانے کپڑے جو دھلے ہوئے ہوں یا پیوند لگے ہوئے ہوں میں تین دن پیدل نکلنا مستحب ہے اس حال میں کہ اللہ کے سامنے عاجزی، تواضع و خشوع ظاہر کر رہے ہوں اپنے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں اور روزانہ نکلنے سے پہلے صدقہ دے رہے ہوں اور جانوروں اور بڑے بوڑھوں اور بچوں کو لے جانا مستحب ہے اور مکہ اور بیت المقدس والے مسجد الحرام اور مسجد اقصی میں جمع ہوں اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہر مدینہ والوں کے لئے یہی مناسب ہے (مسجد نبوی میں جمع ہونا)۔

اَلدُّعَاءُ وَكَيْفِيَّتُهُ

وَيَقُوْمُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ وَالنَّاسُ قُعُوْدٌ مُسْتَقْبِلِيْنَ الْقِبْلَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا وَمَا أَشْبَهَهُ سِرًّا أَوْ جَهْرًا وَلَيْسَ فِيْهِ قَلْبُ رِدَاءٍ وَلَا يَحْضُرُهُ ذِمِّيٌّ۔

ترجمہ: اور امام کھڑا ہو اس حال میں کہ قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہو اور لوگ قبلہ کو رخ کرکے بیٹھیں، اور امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں اور امام یہ دعا پڑھے اے اللہ ہمیں ایسی بارش سے سیر اب کردے جو سختی سے نجات دینے والی ہو مبارک و خوشگوار ہو شاداب کرنے والی ہو موسلا دھار ہو چھا جانے والی تیز زمین کو گھیرنے والی ہمیشہ نفع دینے والی ہو۔ اور جو دعا اس کے مشابہ ہو آہستہ یا آواز سے مانگے، اور استسقا میں چادر کا پلٹنا نہیں ہے، اور استسقا میں ذِمّی حاضر نہ ہو۔

سوال: استسقا کے لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

جواب: استسقا کے لغوی معنی بارش طلب کرنا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں خشک سالی کے وقت اللہ عزوجل سے بارش طلب کرنے کے لئے کیفیتِ مخصوصہ کے ساتھ استغفار و دعا کرنا ہے۔

سوال: استسقا کے احکام اختصاراً بیان کریں۔

جواب: استسقا کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلّل و خشوع و خضوع و تواضع کے ساتھ سَر برہنہ پیدل جائیں اور پابرہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں۔ کفّار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے۔ تین دن پیشتر سے روزے رکھیں اور توبہ و استغفار کریں پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے، کمزوروں، بُوڑھوں، بُڑھیوں بچوں کے توسّل سے دُعا کرے اور سب آمین کہیں۔ کہ صحیح بخاری شریف میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعہ سے ملتی ہے۔"

("صحیح البخاري"، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء... إلخ، الحدیث: ۲۸۹۶، ج۲، ص۲۸۰.)

اور ایک روایت میں ہے، "اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدّت سے عذاب کی بارش ہوتی۔"

("السنن الکبری"، کتاب صلاۃ الإستسقاء، باب استحباب الخروج بالضعفاء... إلخ، الحدیث: ۶۳۹۰، ج۳، ص۴۸۱.)

اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں۔ غرض یہ کہ توجہ رحمت کے تمام اسباب مہیّا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دُعا کریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دُعا و تسبیح و استغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال ہو، خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دُعا کرے۔ بہتر وہ دُعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں اور دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشتِ دست جانبِ آسمان رکھے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع عشر في الإستسقاء، ج۱، ص۱۵۳۔۱۵۴.)

اگر جانے سے پیشتر بارش ہو گئی، جب بھی جائیں اور شکر الٰہی بجا لائیں اور مینہ کے وقت حدیث میں جو دُعا ارشاد ہوئی پڑھے اور بادل گرجے تو اس کی دُعا پڑھے اور بارش میں کچھ دیر ٹھہرے کہ بدن پر پانی پہنچے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الإستسقاء، ج۳، ص۸۵.)

کثرت سے بارش ہو کہ نقصان کرنے والی معلوم ہو تو اس کے روکنے کی دُعا کر سکتے ہیں اور اس کی دُعا حدیث میں یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

("صحیح البخاري"، کتاب الإستسقاء، باب الاستسقاء في المساجد الجامع، الحدیث:۱۰۱۳، ج۱، ص۳۴۷.)

اور مکہ شریف والے مسجد الحرام میں، بیت المقدس والے مسجدِ اقصیٰ میں اور مدینہ منورہ والے مسجدِ نبوی میں جمع ہو کر بارش طلب کریں۔

سوال: "ولیس فیہ قلب ردا" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صاحبین کے نزدیک نمازِ استسقا کے بعد امام خطبہ دے گا، پھر امامِ محمد کے نزدیک امام دو خطبے دے گا اور دونوں کے درمیان مثلِ جمعہ جلسہ بھی کرے گا۔ اور امامِ ابو یوسف کے نزدیک امام صرف ایک خطبہ دے گا اور جب کچھ خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے اور یہ چادر کا پلٹنا تفاؤلاً (اچھی فال لینا) ہے کہ جس حالت پر آئے تھے اس حالت پر واپس نہیں جائیں گے۔ جبکہ امامِ اعظم کے نزدیک استسقا میں چادر پلٹنے کا عمل

مسنون نہیں ہے، اور مصنف نے امامِ اعظم کے قول کو بیان کیا کہ چادر پلٹنا نہیں ہے۔ لیکن اب فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

یہ خوف کی نماز کا باب ہے

حُكْمُهَا وَسَبَبُهَا

هِيَ جَائِزَةٌ بِحُضُوْرِ عَدُوٍّ وَبِخَوْفِ غَرْقٍ أَوْ حَرَقٍ۔

ترجمہ: دشمن کے موجود ہونے اور ڈوبنے یا جلنے کے خوف سے خوف کی نماز جائز ہے۔

اَلْإِمَامَةُ فِيْهَا

وَإِذَا تَنَازَعَ الْقَوْمُ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ إِمَامٍ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُهُمْ طَائِفَتَيْنِ وَاحِدَةً بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ وَيُصَلِّي بِالْأُخْرٰى رَكْعَةً مِنَ الثُّنَائِيَّةِ وَرَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ أَوِ الْمَغْرِبِ وَتَمْضِيْ هٰذِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ مُشَاةً وَجَاءَتْ تِلْكَ فَصَلّٰى بِهِمْ مَا بَقِيَ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ فَذَهَبُوْا اِلَى الْعَدُوِّ ثُمَّ جَاءَتِ الْأُوْلٰى وَأَتَمُّوْا بِلَا قِرَاءَةٍ وَسَلَّمُوْا وَمَضَوْا ثُمَّ جَاءَتِ الْأُخْرٰى إِنْ شَاءُوْا وَصَلُّوْا مَا بَقِيَ بِقِرَاءَةٍ۔

ترجمہ: اور جب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں تو امام ان کو دو جماعت کر دے ایک دشمن کے مقابلہ میں ہو اور دوسری کو دو رکعتوں والی نماز میں ایک رکعت یا چار رکعت والی یا مغرب میں دو رکعت پڑھائے پھر یہ جماعت دشمن کی طرف پیدل چلی جائے اور وہ جماعت آجائے پس امام ان کو باقی نماز پڑھادے اور امام تنہا سلام پھیر دے پھر یہ لوگ دشمن کی طرف چلے جائیں پھر پہلی جماعت آجائے اور بلا قراءت (اپنی باقی نماز) پوری کرلے اور سلام پھیر دیں اور چلے جائیں، پھر دوسری جماعت آجائے اگر چاہے، اور مابقیہ نماز قراءت کے ساتھ پڑھیں۔

اِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ

وَإِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلُّوْا رُكْبَانًا فُرَادٰى بِالْإِيْمَاءِ اِلٰى أَيِّ جِهَةٍ قَدَرُوْا وَلَمْ تَجُزْ بِلَا حُضُوْرِ عَدُوٍّ وَيُسْتَحَبُّ حَمْلُ السَّلَاحِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْخَوْفِ وَإِنْ لَمْ يَتَنَازَعُوْا فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ إِمَامٍ وَاحِدٍ فَالْأَفْضَلُ صَلَاةُ كُلِّ طَائِفَةٍ بِإِمَامٍ مِثْلَ حَالَةِ الْأَمْنِ۔

ترجمہ: اور اگر خوف زیادہ ہو جائے تو سوار ہو کر تنہا تنہا اشارے سے جس جہت پر قادر ہوں نماز پڑھیں، اور نمازِ خوف بغیر دشمن کی موجودگی کے جائز نہیں ہے خوف کے وقت نماز میں ہتھیار اٹھانا مستحب ہے، اور اگر لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا نہ کریں تو ہر جماعت کی نماز علیحدہ امام کے ساتھ افضل ہے امن کی حالت کی طرح۔

سوال: کیا نمازِ خوف جائز ہے؟

جواب: نمازِ خوف رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مشروع تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کی مشروعیت کے باقی رہنے میں اختلاف ہے، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز اب بھی جائز ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص تھی۔

اور بہار شریعت میں ہے کہ: نمازِ خوف جائز ہے، جبکہ دشمنوں کا قریب میں ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو اور اگر یہ گمان تھا کہ دشمن قریب میں ہیں اور نماز خوف پڑھی، بعد کو گمان کی غلطی ظاہر ہوئی تو مقتدی نماز کا اعادہ کریں۔ یوہیں اگر دشمن دور ہوں تو یہ نماز جائز نہیں یعنی مقتدی کی نہ ہوگی اور امام کی ہو جائے گی۔

سوال: امام نمازِ خوف کب پڑھائے گا؟ نیز نمازِ خوف کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: نمازِ خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن سامنے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ سب ایک ساتھ نماز پڑھیں گے تو حملہ کر دیں گے، ایسے وقت امام جماعت کے دو حصے کرے، اگر کوئی اس پر راضی ہو کہ ہم بعد کو پڑھ لیں گے تو اسے دشمن کے مقابل کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی اس میں کوئی امام ہو جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ با جماعت پڑھ لیں اور اگر دونوں میں سے بعد کو پڑھنے پر کوئی راضی نہ ہو تو امام ایک گروہ کو دشمن کے مقابل کرے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے، جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں اور جو لوگ وہاں تھے وہ چلے آئیں اب ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، مگر مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں یا یہیں اپنی نماز پوری کر کے جائیں اور وہ لوگ آئیں اور ایک رکعت بغیر قراءت پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ گروہ یہاں نہ آئے بلکہ وہیں اپنی نماز پوری کر لے اور دوسرا گروہ اگر نماز پوری کر چکا ہے،

فیہا، ورنہ اب پوری کرے، خواہ وہیں یا یہاں آکر اور یہ لوگ قراءت کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھیں اور تشہد کے بعد سلام پھیریں۔ یہ طریقہ دو رکعت والی نماز کا ہے خواہ نماز ہی دو رکعت کی ہو، جیسے فجر و عید و جمعہ یا سفر کی وجہ سے چار کی دو ہو گئیں، اور چار رکعت والی نماز ہو تو ہر گروہ کے ساتھ امام دو دو رکعت پڑھے اور مغرب میں پہلے گروہ کے ساتھ دو اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک پڑھے، اگر پہلے کے ساتھ ایک پڑھی اور دوسرے کے ساتھ دو تو نماز جاتی رہی۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ج۳، ص۸۶۔۸۸.)

یہ سب احکام اس صورت میں ہیں جب امام و مقتدی سب مقیم ہوں یا سب مسافر یا امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر اور اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم تو امام ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک پڑھ کر سلام پھیر دے، پھر پہلا گروہ آئے اور تین رکعتیں بغیر قراءت کے پڑھے پھر دوسرا گروہ آئے اور تین پڑھے، پہلی میں فاتحہ و سورت پڑھے اور اگر امام مسافر ہے اور مقتدی بعض مقیم ہیں بعض مسافر تو مقیم مقیم کے طریقہ پر عمل کریں اور مسافر مسافر کے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب العشرون في صلاۃ الخوف، ج۱، ص۱۵۵، وغیرہ.)

ایک رکعت کے بعد دشمن کے مقابل جانے سے مراد پیدل جانا ہے، سواری پر جائیں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

("رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ج۳، ص۸۷.)

سوال: اگر خوف بہت زیادہ ہو، کہ سواری سے نہ اتر سکیں تو کیسے نماز ادا کریں گے؟

جواب: اگر خوف بہت زیادہ ہو کہ سواری سے اتر نہ سکیں تو سواری پر تنہا تنہا اشارہ سے، جس طرف بھی منہ کر سکیں اسی طرف نماز پڑھیں، سواری پر جماعت سے نہیں پڑھ سکتے، کہ امام و مقتدی کا مکان الگ الگ ہو گیا، کیونکہ اقتدا کی ایک شرط امام و مقتدی کا ایک مکان میں ہونا بھی ہے۔ ہاں! اگر ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں تو پچھلا اگلے کی اقتدا کر سکتا ہے اور سواری پر فرض نماز اسی وقت جائز ہو گی کہ دشمن ان کا تعاقب کر رہے ہوں اور اگر یہ دشمن کے تعاقب میں نہ ہوں تو سواری پر نماز نہیں ہو گی۔("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ص۱۳۰.)

سوال: نمازِ خوف میں چلنے اور دشمن کے مقابل جانے سے کیا نماز نہیں ٹوٹے گی؟

جواب: نماز خوف میں صرف دشمن کے مقابل جانا اور وہاں سے امام کے پاس صف میں آنا یا وضو جاتا رہا تو وضو کے لئے چلنا معاف ہے، اس کے علاوہ چلنا نماز کو فاسد کر دے گا، اگر دشمن نے اسے دوڑایا یا اس نے دشمن کو بھگایا تو نماز جاتی رہی، البتہ پہلی صورت میں اگر سواری پر ہو تو معاف ہے۔("الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ج۳، ص۸۸.)

سوال: نمازِ خوف میں ہتھیار لئے رہنا کیسا ہے؟

جواب: نمازِ خوف میں ہتھیار لئے رہنا مستحب ہے اور خوف کا اثر صرف اتنا ہے کہ ضرورت کے لئے چلنا جائز ہے، باقی محض خوف سے نماز میں قصر نہ ہو گا۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ج۳، ص۸۸.)

سوال: نمازِ خوف اور کن وجہوں سے پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نمازِ خوف جس طرح دشمن سے ڈر کے وقت جائز ہے۔ یوہیں درندہ اور بڑے سانپ وغیرہ سے خوف ہو جب بھی جائز ہے۔("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف، ج۳، ص۸۶.)

بَابُ أَحْكَامِ الْجَنَائِزِ

یہ جنازوں کے احکام کا باب ہے

مَا يَصْنَعُ مَعَ الْمُحْتَضَرِ

يُسَنُّ تَوْجِيْهُ الْمُحْتَضَرِ لِلْقِبْلَةِ عَلىٰ يَمِيْنِهٖ وَجَازَ الْاِسْتِلْقَاءُ وَيُرْفَعُ رَأْسُهٗ قَلِيْلًا وَيُلَقَّنُ بِذِكْرِ الشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَهٗ مِنْ غَيْرِ إِلْحَاحٍ وَلَا يُؤْمَرُ بِهَا وَتَلْقِيْنُهٗ فِي الْقَبْرِ مَشْرُوْعٌ وَقِيْلَ لَا يُلَقَّنُ وَقِيْلَ لَا يُؤْمَرُ بِهٖ وَلَا يُنْهٰى عَنْهُ وَيُسْتَحَبُّ لِأَقْرِبَاءِ الْمُحْتَضَرِ وَجِيْرَانِهِ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِ وَيَتْلُوْنَ عِنْدَهٗ سُوْرَةَ يٰسٓ وَاُسْتُحْسِنَ سُوْرَةَ الرَّعْدِ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ إِخْرَاجِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ مِنْ عِنْدِهٖ۔

ترجمہ: قریب الموت کو قبلہ رو داہنی کروٹ پر کر دینا مسنون ہے اور چت لٹانا بھی جائز ہے اور اس کا سر تھوڑا سا اٹھا دیا جائے اور اس کے پاس بغیر اصرار کے کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے اور اس کو (کلمہ پڑھنے) کا حکم نہ کیا جائے اور اس کو قبر میں تلقین کرنا مشروع ہے اور کہا گیا ہے کہ (قبر میں) تلقین نہ کی جائے (معتزلہ کا قول ہے) اور کہا گیا ہے کہ نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے، اور قریب الموت کے راشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے اس کے پاس آنا مستحب ہے اور اس کے پاس سورۂ یس کی تلاوت کریں اور سورۂ رعد کو اچھا قرار دیا گیا ہے اور علمانے حائضہ اور نفساء کو قریب الموت کے پاس سے نکالنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

مَا يَصْنَعُ مَعَهٗ إِذَا مَاتَ

فَإِذَا مَاتَ شُدَّ لَحْيَاهُ وَغُمِّضَ عَيْنَاهُ وَيَقُوْلُ مُغَمِّضُهٗ بِسْمِ اللهِ وَعَلىٰ مِلَّةِ سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ وَيُوْضَعُ عَلىٰ بَطْنِهٖ حَدِيْدَةٌ لِئَلَّا يَنْتَفِخَ وَتُوْضَعُ يَدَاهُ بِجَنْبَيْهِ وَلَا يَجُوْزُ وَضْعُهُمَا عَلىٰ صَدْرِهٖ۔

ترجمہ: اور جب وہ مر جائے تو اس کے جبڑے باندھ دیے جائیں اور اس کی آنکھیں بند کر دیا جائے اور آنکھیں بند کرنے والا کہے: بسم الله وعلى ملة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم يسر عليه أمره وسهل عليه ما بعده وأسعده بلقائك واجعل ما خرج اليه خيرا مما خرج عنه، اور اس کے پیٹ پر لوہار کھ دیا جائے تاکہ پیٹ نہ پھولے اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے پہلوؤں میں رکھ دیے جائیں اور دونوں ہاتھوں کو اس کے سینے پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: جان کنی کی علامات کیا ہیں؟

جواب: پاؤں کا سست ہو جانا کہ کھڑے نہ ہو سکیں، ناک کا ٹیڑھا ہو جانا، دونوں کنپٹیوں کا بیٹھ جانا، منہ کی کھال کا سخت ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

سوال: جان کنی کے وقت کیا کرنا چاہئے؟

جواب: جب موت کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ دہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ یوں بھی قبلہ کو منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور قبلہ کو منہ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۹۱،)

جان کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ** مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۰.)

جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ہو۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

قریب الموت کو تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو، ایسا نہ ہو جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو اور اس کے پاس اس وقت نیک اور پرہیز گار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

سوال: قریب الموت کے پاس رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو آنا کیسا ہے؟

جواب: قریب الموت کے پاس رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو آنا مستحب ہے۔

سوال: قریب الموت کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس وقت وہاں سورۂ یٰس شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب، مثلاً لوبان یا اگر کی بتیاں سُلگا دیں۔
("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

سوال: نزع کے وقت حائضہ، نفساء اور جنبی کے رہنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں اس کے پاس حاضر ہو سکتی ہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.) مگر جس کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا اور ابھی غسل نہیں کیا اسے اور جنب کو آنا نہ چاہیے۔ اور کوشش کرے کہ مکان میں کوئی تصویر یا کُتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں ملائکۂ رحمت نہیں آتے، اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کے لئے دُعائے خیر کرتے رہیں، کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں، نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰس و سورۂ رعد پڑھیں۔

سوال: جب روح نکل جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دے دیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیے جائیں، یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو باپ یا بیٹا وہ کرے۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۱.)

آنکھیں بند کرتے وقت یہ دُعا پڑھے: **بِسْمِ اللهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔** ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۹۷.)

اس کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا اور کوئی بھاری چیز رکھ دیں کہ پیٹ پھول نہ جائے۔
("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلیف ہے۔
("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

میّت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپادیں اور اس کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں کہ زمین کی سیل نہ پہنچے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۹۶.)

اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات پوری سمجھ میں نہ آئی کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی پوری بات صاف طور پر ادا کرلے دشوار ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ قرض یا جس قسم کے دَین ہوں جلد سے جلد ادا کردیں۔("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۱.) کہ حدیث میں ہے، "میّت اپنے دَین میں مقید ہے۔" ایک روایت میں ہے، "اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک دَین نہ ادا کیا جائے۔" ("جامع الترمذي"، أبواب الجنائز، باب ماجاء عن النبی انہ قال...الخ، الحدیث:۱۰۸۱، ج۲، ص۳۴۱.)

سوال: قبر میں مردے کو تلقین کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبر میں مردے کو تلقین کرنے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) پہلا اہلِ سنت کا اور وہ یہ کہ مردے کو قبر میں تلقین کرنا مشروع ہے۔ (۲) دوسرا معتزلہ کا اور وہ یہ ہے کہ مردے کو قبر میں تلقین نہ کی جائے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (۳) اور تیسرا یہ کہ نہ تلقین کرنے کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے۔

سوال: قبر میں مردے کو تلقین کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز اس کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کی مٹی دے چکو، تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ کہے گا، ہمیں ارشاد کر اللہ (عزوجل) تجھ پر رحم فرمائے گا، مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے:

اُذْکُرْ مَا خَرَجْتَ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا.

ترجمہ: تو اُسے یاد کر، جس پر تُو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں اور یہ کہ تُو اللہ عزوجل کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔

نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے، چلو ہم اُس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے، اس پر کسی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عرض کی، اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ فرمایا: حوّا کی طرف نسبت کرے۔"

("المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ٧٩٧٩، ج٨، ص٢٤٩۔٢٥٠.)

وَتُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَهُ حَتّٰى يُغْسَلَ وَلَا بَأْسَ بِإِعْلَامِ النَّاسِ بِمَوْتِهِ۔

ترجمہ: اور اس کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ اس کو غسل دیا جائے اور لوگوں کو اس کی موت کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تَجْهِيْزُهٗ وَتَغْسِيْلُهٗ

وَيُعَجَّلُ بِتَجْهِيْزِهٖ فَيُوْضَعُ كَمَا مَاتَ عَلٰى سَرِيْرٍ مُجَمَّرٍ وِتْرًا وَيُوْضَعُ كَيْفَ اتَّفَقَ عَلَى الْأَصَحِّ وَيُسْتَرُ عَوْرَتُهٗ ثُمَّ جُرِّدَ عَنْ ثِيَابِهٖ وَوُضِّىءَ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ صَغِيْرًا لَا يَعْقِلُ الصَّلَاةَ بِلَا مَضْمَضَةٍ وَاسْتِنْشَاقٍ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ جُنُبًا وَصُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ مَغْلِيٌّ بِسِدْرٍ أَوْ حُرُضٍ وَإِلَّا فَالْقَرَاحُ وَهُوَ الْمَاءُ الْخَالِصُ وَيُغْسَلُ رَأْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ بِالْخِطْمِيِّ۔

ترجمہ: اور اس کی تجہیز میں جلدی کی جائے پس جیسے ہی مرے ایسے تختے پر رکھ دیا جائے جس کو طاق عدد میں دھونی دی گئی ہو اور میت کو تختے پر لٹا دیا جائے جیسے بھی ممکن ہو اصح قول کے مطابق، اور اس کا ستر چھپایا جائے پھر اس کو اس کے کپڑوں سے برہنہ کر دیا جائے اور وضو کرایا جائے مگر یہ کہ ایسا چھوٹا ہو کہ نماز کو نہ سمجھتا ہو، بغیر کلی اور بغیر ناک میں پانی ڈالے مگر یہ کہ جنبی ہو اور اس پر ایسا پانی بہایا جائے۔ جس کو بیری کے پتے یا اشنان سے جوش دیا گیا ہو ورنہ قراح اور قراح خالص پانی ہے اور اس کے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے۔

ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى يَسَارِهٖ فَيُغْسَلُ حَتّٰى يَصِلَ الْمَاءُ اِلٰى مَا يَلِيَ التَّخْتَ مِنْهُ ثُمَّ عَلٰى يَمِيْنِهٖ كَذٰلِكَ ثُمَّ أُجْلِسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَمُسِحَ بَطْنُهٗ رَفِيْقًا وَمَا خَرَجَ مِنْهُ غَسَلَهٗ وَلَمْ يُعَدْ غُسْلُهٗ ثُمَّ يُنَشَّفُ بِثَوْبٍ وَيُجْعَلُ الْحَنُوْطُ عَلٰى وَلِحْيَتِهٖ وَرَأْسِهٖ وَالْكَافُوْرُ عَلٰى مَسَاجِدِهٖ وَلَيْسَ فِي الْغُسْلِ اِسْتِعْمَالُ الْقُطْنِ فِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهٗ وَشَعْرُهٗ وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُهٗ وَلِحْيَتُهٗ ـ

ترجمہ: پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اور دھویا جائے یہاں تک کہ پانی اس حصے تک پہنچ جائے جس سے تخت متصل ہے پھر داہنی کروٹ پر ایسے ہی پھر میت کو بٹھائے اپنے بدن سے ٹیک لگا کر اور نرمی سے اس کے پیٹ کو ملے اور جو کچھ پیٹ سے نکلے اس کو دھو دے اور اس کے غسل کا اعادہ نہ کرے پھر کپڑے سے پوچھ لیا جائے، اور اس کی داڑھی اور سر پر حنوط لگایا جائے، اور اس کے اعضائے سجدے پر کافور لگائے، اور غسل میں روئی کا استعمال کرنا (صحیح) نہیں ہے ظاہر روایت کے مطابق اور اس کے ناخن اور بال نہ کاٹے جائیں اور اس کے بال اور اس کی داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے۔

سوال: مردے کے پاس تلاوت وذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب: مصنف نے میت کو غسل دینے کے وقت تک اس کے پاس تلاوت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ: میّت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في القراءۃ عند المیت، ج۳، ص۹۸۔۱۰۰۔)

سوال: لوگوں کو مردے کی موت کی خبر دینا کیسا ہے؟

جواب: پروسیوں اور اس کے دوست احباب کو اطلاع کر دیں کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی اور اس کے لئے دُعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دُعا کریں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول، ج۱، ص۱۵۷.)

بازار وشارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لئے بلند آواز سے پکارنا بعض نے مکروہ بتایا، مگر اصح یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں مگر حسب عادت جاہلیت بڑے بڑے الفاظ سے نہ ہو۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۱.)

سوال: میت کے غسل وکفن ودفن میں جلدی چاہیے یا تاخیر؟

جواب: غسل وکفن ودفن میں جلدی چاہیے کہ حدیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۱.)

سوال: تجہیز کسے کہتے ہیں؟

جواب: تجہیز بابِ تفعیل سے جَہَّزَ فعل کا مصدر ہے جس کا معنی تیار کرنا، سامانِ ضرورت دینا ہے۔ پس اصطلاح شرع میں تجہیز سے مراد میت کو غسل وکفن دے کر دفن کرنے کے لئے تیار کرنا ہے۔

سوال: میّت کو غسل دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو نہلانا فرض کفایہ ہے بعض لوگوں نے غسل دے دیا توسب سے ساقط ہو گیا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۱۵۸.)

سوال: غسلِ میت کا طریقہ بیان کر دیں۔

جواب: نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اُسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اُس پر میّت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابون اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے، پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یوہیں کریں اور بیری کے پتّے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۱۵۸.)

ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے، نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کرکے یا جو آسان ہو کریں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۵۸.)

سوال: قراح، خطمی اور حنوط سے کیا مراد ہے؟

جواب: قراح: خالص پانی کو کہتے ہیں۔ خطمی: ایک نفع بخش بوٹی ہے جو دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور اس کے خشک پتوں کو کوٹ کر پانی میں ملا کر سر کو دھویا جاتا ہے۔ حنوط: چند خشبودار چیزوں سے مرکب عطر کا نام ہے۔

سوال: غسل میں روئی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: نہلانے کے بعد اگر ناک کان منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۰۴۔۱۰۵،)

سوال: میت کی داڑھی میں کنگھی کرنا اور ناخن و بال کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: میّت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اُکھاڑنا، ناجائز و مکروہ تحریمی ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اُسی حالت میں دفن کر دیں، ہاں اگر ناخن ٹوٹا ہو تو لے سکتے ہیں اور اگر ناخن یا بال تراش لئے تو کفن میں رکھ دیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۵۸.)

وَالْمَرْأَةُ تُغَسِّلُ زَوْجَهَا بِخِلَافِهِ كَأُمِّ الْوَلَدِ لَا تُغَسِّلُ سَيِّدَهَا وَلَوْ مَاتَتِ امْرَأَةٌ مَعَ الرِّجَالِ يَمَّمُوْهَا كَعَكْسِهِ بِخِرْقَةٍ وَإِنْ وُجِدَ ذُوْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ يَمَّمَ بِلَا خِرْقَةٍ وَكَذَا الْخُنْثَى الْمُشْكِلُ يُيَمِّمُ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَيَجُوْزُ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَغْسِيْلُ صَبِيٍّ وَصَبِيَّةٍ لَمْ يُشْتَهَيَا وَلَا بَأْسَ بِتَقْبِيْلِ الْمَيِّتِ۔

ترجمہ: اور عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے بخلاف مرد کے جیسے کہ ام ولد اپنے آقا کو غسل نہیں دے سکتی، اور اگر کوئی عورت مر جائے جو مردوں کے ساتھ ہو تو اس کو ایک کپڑے سے تیمم کرادیں جیسے کہ اس کے برعکس کی صورت میں، اور اگر کوئی ذو رحم محرم موجود ہو تو بغیر کپڑے کے تیمم کرادے اور ایسی ہی خنثی مشکل کو تیمم کرایا جائے گا ظاہر

روایت میں اور مرد و عورت کے لئے جائز ہے ایسے لڑکے اور لڑکی کو غسل دینا جو شہوت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں اور میت کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مَنْ يُجَهِّزُهُ

وَعَلَى الرَّجُلِ تَجْهِيْزُ اِمْرَأَتِهِ وَلَوْ مُعْسِرًا فِي الْأَصَحِّ وَمَنْ لَا مَالَ لَهُ فَكَفَنُهُ عَلٰى مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ وَإِنْ لَمْ يُوْجَدْ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَتُهُ فَفِيْ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنْ لَمْ يُعْطِ عَجْزًا أَوْ ظُلْمًا فَعَلَى النَّاسِ وَيَسْأَلُ لَهُ التَّجْهِيْزَ مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ غَيْرَهُ۔

ترجمہ: اور مرد پر واجب ہے اپنی بیوی کو کفن دینا اگرچہ وہ تنگدست ہو اصح قول کے مطابق، اور جس شخص کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو تو اس کا کفن لازم ہے جس پر اس کا نفقہ لازم تھا اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہو تو بیت المال کے ذمہ ہے پس اگر بیت المال بھی نہ دے عاجزی یا ظلم کے باعث تو مسلمانوں کے ذمہ ہے، اور میت کی تجہیز کے لئے دوسرے سے وہ شخص سوال کر سکتا ہے جو اس پر قادر نہ ہو۔

اَلْكَفَنُ الشَّرْعِيُّ

وَكَفَنُ الرَّجُلِ سُنَّةً قَمِيْصٌ وَإِزَارٌ وَلِفَافَةٌ مِمَّا يَلْبَسُهُ فِيْ حَيَاتِهِ وَكِفَايَةً إِزَارٌ وِلِفَافَةٌ وَفُضِّلَ الْبَيَاضُ مِنَ الْقُطْنِ وَكُلٌّ مِنَ الْإِزَارِ وَاللِّفَافَةِ مِنَ الْقَرْنِ إِلَى الْقَدَمِ وَلَا يُجْعَلُ لِقَمِيْصِهٖ كُمٌّ وَلَا دَخْرِيْصٌ وَلَا جَيْبٌ وَلَا تُكَفُّ أَطْرَافُهُ وَتُكْرَهُ الْعِمَامَةُ فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور مرد کا سنت کفن قمیص اور ازار اور لفافہ ہے، ان کپڑوں میں سے جن کو وہ اپنی زندگی میں پہنتا تھا، کفایت کفن ازار اور لفافہ ہے، اور سفید سوتی کپڑے کو افضل قرار دیا گیا ہے اور ازار اور لفافہ میں سے ہر ایک کنپٹی یعنی سر کے بال سے قدم تک ہوگا، اور اس کی قمیص کے لئے نہ آستینیں بنائی جائیں نہ کلی اور نہ جیب اور نہ اس کے کنارے سلے جائیں، اور عمامہ مکروہ ہے اصح قول کے مطابق۔

وَلُفَّ مِنْ يَسَارِهٖ ثُمَّ يَمِيْنِهٖ وَعُقِدَ إِنْ خِيْفَ اِنْتِشَارُهٗ وَتُزَادُ الْمَرْأَةُ فِي السُّنَّةِ خِمَارًا لِوَجْهِهَا وَخِرْقَةً لِرَبْطِ ثَدْيَيْهَا وَفِي الْكِفَايَةِ خِمَارًا وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا ضَفِيْرَتَيْنِ عَلٰى صَدْرِهَا فَوْقَ الْقَمِيْصِ ثُمَّ الْخِمَارُ فَوْقَهٗ تَحْتَ اللِّفَافَةِ ثُمَّ الْخِرْقَةُ فَوْقَهَا وَتُجَمَّرُ الْأَكْفَانُ وِتْرًا قَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيْهَا وَكَفَنُ الضَّرُوْرَةِ مَا يُوْجَدُ۔

ترجمہ: اور مردے کی بائیں جانب سے لپیٹا جائے پھر داہنی جانب سے اور گرہ لگادی جائے اگر کفن کے پھیلنے کا خوف ہو اور عورت کے کفن مسنون میں زیادتی کر دی جائے ایک اوڑھنی کی اس کے چہرے کے لئے اور ایک کپڑے کی پستانوں کو باندھنے کے لئے اور کفنِ کفایت میں ایک اوڑھنی کی۔ اور اس کے بالوں کی دو لٹیں کر کے سینے پر ڈال دی جائیں قمیص کے اوپر پھر اس کے اوپر اوڑھنی لفافہ کے نیچے پھر سینہ بند لفافہ کے اوپر، اور دھونی دی جائے کفن کے کپڑوں کو طاق عدد میں میت کو اس میں داخل کرنے سے پہلے اور کفن ضرورت وہ ہے جو مل جائے۔

سوال: کیا عورت اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی عورت کو غسل دے سکتے ہیں؟

جواب: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جب کہ موت سے پہلے یا بعد کوئی ایسا امر نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے، مثلاً شوہر کے لڑکے یا باپ کو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا یا معاذ اللہ مرتد ہو گئی، اگرچہ غسل سے پہلے ہی پھر مسلمان ہو گئی کہ ان وجوہ سے نکاح جاتا رہا اور اجنبیہ ہو گئی لہٰذا غسل نہیں دے سکتی۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۶۰.) عورت مر جائے تو شوہر نہ اُسے نہلا سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے اور دیکھنے کی ممانعت نہیں۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۰۵.)

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے، یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

سوال: کیا باندی اپنے آقا کو غسل دے سکتی ہے؟

جواب: ام ولد یا مدبّرہ یا مکاتبہ یا ویسی باندی اپنے آقائے مردہ کو غسل نہیں دے سکتی کہ یہ سب اب اُس کی مِلک سے خارج ہو گئیں۔ یوہیں اگر یہ مر جائیں تو آقا نہیں نہلا سکتا۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۰۶.)

سوال: عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ اسے نہلا دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ نہلا دے تو تیمم کرایا جائے پھر تیمم کرنے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمم کرائے اور اجنبی ہو اگرچہ شوہر تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنس زمین پر ہاتھ مارے اور تیمم کرائے اور شوہر کے سوا کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں اور اس مسئلہ میں جوان اور بڑھیا دونوں کا ایک حکم ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۱۰)

سوال: خنثیٰ مشکل کو غسل دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: خنثیٰ مشکل کا انتقال ہوا تو اسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت بلکہ تیمم کرایا جائے اور تیمم کرانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ یوہیں خنثیٰ مشکل کسی مرد یا عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۶۰.) خنثیٰ مشکل چھوٹا بچہ ہو تو اُسے مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورت بھی۔

سوال: وہ لڑکا اور لڑکی جو ابھی حدِّ شہوت کو نہیں پہنچے انہیں کون غسل دے سکتا ہے؟

جواب: میّت چھوٹا لڑکا ہے تو اسے عورت بھی نہلا سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی کو مرد بھی، چھوٹے سے یہ مراد کہ حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۶۰.)

سوال: میت کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

جواب: میت کے ساتھ محبت ہونے کی وجہ سے یا اس سے برکت حاصل کرنے کے لئے بوسہ دے سکتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر شہوت سے ہو تو حرام ہے۔

سوال: بیوی کا کفن کس پر واجب ہے؟

جواب: عورت نے اگرچہ مال چھوڑا اُس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہو جاتا ہے، اگر شوہر مرا اور اس کی عورت مالدار ہے، جب بھی عورت پر کفن واجب نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۶۱.)

سوال: فقیر و مسکین کا کفن کس پر لازم ہے؟

جواب: میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی میں نفقہ تھا اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا یا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو، جیسے یہاں ہندوستان میں تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے، اگر معلوم تھا اور نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے اگر ان لوگوں کے پاس بھی نہیں تو ایک کپڑے کی قدر لوگوں سے سوال کر لیں۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۴.)

سوال: میت کو کفن دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے یعنی بعض لوگوں نے دے دیا تو سب سے ساقط ہو گیا۔

سوال: کفن کے کتنے درجے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: کفن کے تین درجے ہیں۔ (۱) ضرورت (۲) کفایت (۳) سنت

سوال: مرد کے لئے سنّت کفن کیا ہے؟

جواب: مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں۔ (۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص۔

سوال: عورت کے لئے سنّت کفن کیا ہے؟

جواب: عورت کے لئے پانچ۔ (۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص (۴) اوڑھنی (۵) سینہ بند۔

سوال: لفافہ، ازار، قمیص، اوڑھنی اور سینہ بند کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟

جواب: لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میّت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔ اور اِزار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جو بندش کے لئے زیادہ تھا۔ اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہوں اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے، چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے، مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہیے یعنی ڈیڑھ گز۔ سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث، ج۱، ص ۱۶۰.)

سوال: کفن کا کپڑا کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین وجمعہ کے لئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اُس قیمت کا ہونا چاہیے۔ حدیث میں ہے، "مُردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے یعنی خوش ہوتے ہیں، سفید کفن بہتر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے مُردے سفید کپڑوں میں کفناؤ۔" ("غنية المتملي"، فصل في الجنائز، ص۵۸۱۔۵۸۲.)

سوال: مرد وعورت کے لئے کفنِ کفایت کیا ہے؟

جواب: کفنِ کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔(۱) لفافہ (۲) اِزار۔ اور عورت کے لئے تین۔ (۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) اوڑھنی یا (۱) لفافہ (۲) قمیص (۳) اوڑھنی۔ بلاضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز ومکروہ ہے۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في الکفن، ج۳، ص۱۱۵.)

سوال: میت کو عمامہ پہنانا کیسا ہے؟

جواب: اصح قول کے مطابق میت کو عمامہ پہنانا مکروہ ہے، لیکن بعض علمانے اس کو مستحسن قرار دیا ہے مگر سب کے لئے نہیں، پس علما کے سر پر باندھا جائے اور عوام کے سر پر نہ باندھا جائے۔

سوال: کفن پہنانے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میّت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں، پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میّت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافور لگائیں پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر دہنی طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر دہنی طرف سے تاکہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے، عورت کو کفنی پہنا کر اُس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈالدیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لاکر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اُس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لَو

سے دوسرے کان کی لَو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بیجا و خلافِ سُنت ہے پھر بدستور اِزار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۶۱.)

سوال: مرد و عورت کے لئے کفنِ ضرورت کیا ہے؟

جواب: کفنِ ضرورت دونوں کے لئے یہ ہے کہ جو مُیسّر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۱۲-۱۱۶.)

فَصْلٌ فِيْ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ

یہ فصل میت کی نماز (نماز جنازہ) پڑھنے کے بیان میں ہے

حُكْمُهَا وَأَرْكَانُهَا

اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَأَرْكَانُهَا اَلتَّكْبِيْرَاتُ وَالْقِيَامُ۔

ترجمہ: میت پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے اور اس کے ارکان تکبیریں اور کھڑا ہونا ہے۔

وَشَرَائِطُهَا سِتَّةٌ

إِسْلَامُ الْمَيِّتِ وَطَهَارَتُهُ وَتَقَدُّمُهُ وَحُضُوْرُهُ أَوْ حُضُوْرُ أَكْثَرِ بَدَنِهِ أَوْ نِصْفِهِ مَعَ رَأْسِهِ وَكَوْنُ الْمُصَلِّيْ عَلَيْهَا غَيْرَ رَاكِبٍ بِلَا عُذْرٍ وَكَوْنُ الْمَيِّتِ عَلَى الْأَرْضِ فَإِنْ كَانَ عَلٰى دَابَّةٍ أَوْ عَلٰى أَيْدِي النَّاسِ لَمْ تَجُزِ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُخْتَارِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔

ترجمہ: اور نماز جنازہ کی چھ شرطیں ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا۔ (۲) اور اس کا پاک ہونا۔ (۳) اور اس کا آگے ہونا۔ (۴) میت کا یا اس کے اکثر بدن کا یا نصف بدن کا سر کے ساتھ حاضر ہونا۔ (۵) میت پر نماز پڑھنے والے کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا۔ (۶) میت کا زمین پر ہونا۔ پس اگر میت سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو نماز جائز نہ ہوگی مختار قول کے مطابق مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

سُنَنُهَا أَرْبَعٌ

قِيَامُ الْإِمَامِ بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَيِّت، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى وَالثَّنَاءُ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ الثَّانِيَةِ وَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ۔

ترجمہ: اور نماز جنازہ کی سنتیں چار ہیں: (۱) امام کا میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا میت مرد ہو یا عورت۔ (۲) اور پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھنا۔ (۳) اور دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔ (۴) اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔

اَلدُّعَاءُ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

وَلَا يَتَعَيَّنُ لَهُ شَيْءٌ وَإِنْ دَعَا بِالْمَأْثُوْرِ فَهُوَ أَحْسَنُ وَأَبْلَغُ وَمِنْهُ مَا حَفِظَ عَوْفٌ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَيُسَلِّمُ بَعْدَ الرَّابِعَةِ مِنْ غَيْرِ دُعَاءٍ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: اور اس کے لئے کوئی خاص دعا معین نہیں ہے منقول دعا پڑھے تو زیادہ اچھا اور مقصود تک زیادہ پہنچنے والا ہے اور منقول دعامیں سے ایک وہ ہے جس کو عوف رضی اللہ عنہ نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یاد کیا ہے: اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله وزوجا خيرا من زوجه وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر وعذاب النار اور چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعامانگے سلام پھیر دے ظاہر روایت کے مطابق۔

سوال: نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی توسب بری الذمہ ہو گئے، ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گنہگار ہوا۔ ("الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۰.)

اس کی فرضیت کا جو انکار کرے کافر ہے۔ اس کے لئے جماعت شرط نہیں، ایک شخص بھی پڑھ لے فرض ادا ہو گیا۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۶۲.)

سوال: نمازِ جنازہ کے رکن کتنے ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ میں دو رکن ہیں: (۱) چار بار اللہ اکبر کہنا (۲) قیام۔

سوال: نمازِ جنازہ کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی (۱) قادر (۲) بالغ (۳) عاقل (۴) مسلمان ہونا، ایک بات اس میں زیادہ ہے یعنی اس کی موت کی خبر ہونا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۱.)

نمازِ جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں، ایک مصلّی کے متعلق دوسری میّت کے متعلق، مصلّی کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو مطلق نماز کی ہیں یعنی (۱) مصلّی کا نجاست حکمیہ و حقیقیہ سے پاک ہونا، نیز اس کے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا ۔(۲) ستر عورت۔ (۳) قبلہ کو منہ ہونا۔ (۴) نیت۔

اس میں وقت شرط نہیں اور تکبیر تحریمہ رُکن ہے شرط نہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۱، وغیرہ.)

سوال: نمازِ جنازہ میں میت سے تعلق رکھنے والی شرائط کیا ہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں میّت سے تعلق رکھنے والی چند شرطیں ہیں:

(۱) میّت کا مسلمان ہونا۔ میّت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا، تو اگر مردہ پیدا ہوا بلکہ اگر نصف سے کم باہر نکلا اس وقت زندہ تھا اور اکثر باہر نکلنے سے پیشتر مر گیا تو اُس کی بھی نماز نہ پڑھی جائے اور تفصیل آتی ہے۔

(۲) میّت کے بدن و کفن کا پاک ہونا۔ بدن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسے غسل دیا گیا ہو یا غسل نا ممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو اور کفن پہنانے سے پیشتر اُس کے بدن سے نجاست نکلی تو دھو ڈالی جائے اور بعد میں خارج ہوئی تو دھونے کی حاجت نہیں۔ اور کفن پاک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اور بعد میں اگر نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا تو حرج نہیں۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۲.)

(۳) جنازہ مصلّی کے آگے قبلہ کو ہونا، اگر مصلّی کے پیچھے ہوگا نماز صحیح نہ ہوگی۔ اگر جنازہ الٹا رکھا یعنی امام کے دہنے میّت کا قدم ہو تو نماز ہو جائے گی، مگر قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوئے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۴.) اگر قبلہ کے جاننے میں غلطی ہوئی یعنی میّت کو اپنے خیال سے قبلہ ہی کو رکھا تھا مگر حقیقۃً قبلہ کو نہیں، تو تحری کریں، پس اگر تحری کر کے نماز پڑھی تو ہوگئی ورنہ نہیں۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۴.)

(۴)جنازہ کاوہاں موجود ہونایعنی کُل یا اکثر یانصف مع سر کے موجود ہونا، لہٰذا غائب کی نماز نہیں ہو سکتی۔

("الدر المختار"و"رد المحتار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب:ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبي،ج۳،ص۱۲۳.)

(۵)میت پر نماز پڑھنے والے کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا۔ بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی، نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی ہو گئی۔

("الدر المختار"و"رد المحتار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب:ھل یسقط فرض...إلخ،ج۳،ص۱۲۴.)

(۶)جنازہ زمین پر رکھا ہونا یا ہاتھ پر ہو مگر قریب ہو، اگر جانور وغیرہ پر لدا ہو نماز نہ ہو گی۔

("الدر المختار"و"رد المحتار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب:ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبي،ج۳،ص۱۲۳.)

سوال: نمازِ جنازہ میں سنّتِ مؤکدہ کتنی ہیں؟

جواب: مصنف نے نماز جنازہ کی چار سنتیں بیان کی ہیں (۱)امام کا میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا خواہ میت مرد ہو یا عورت۔ (۲)پہلی تکبیر کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثنا۔ (۳)دوسری تکبیر کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔ (۴)تیسری تکبیر کے بعد میّت کے لئے دُعا۔

سوال: نمازِ جنازہ کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے، یعنی **سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ**۔ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے یعنی درودِ ابراہیمی، اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں، پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے لئے دُعا کرے اور بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور ماثور دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے، مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ اُمورِ آخرت سے متعلق ہو۔("الجوھرۃ النیرۃ"،کتاب الصلاۃ،باب الجنائز،ص۱۳۷.)

سوال: نمازِ جنازہ میں کون سی دعا پڑھے؟

جواب: نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا متعین نہیں ہے بلکہ کئی روایت میں الگ الگ دعائیں آئی ہیں، چاہے تو متن میں مذکور دعا پڑھے اور چاہے تو دیگر پڑھے۔ مگر جو دعا متن میں مذکور ہے اس کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں کہ یہ

دعا پڑھنا زیادہ اچھا اور مقصود تک پہنچنے والی ہے یعنی اس دعا میں صرف اور صرف میت کے لئے دعا کی گئی ہے جبکہ دیگر دعاؤں میں میت کے ساتھ ساتھ زندہ لوگوں کے لئے بھی دعا کی گئی ہے۔

بعض ماثور دُعائیں یہ ہیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ (لَھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) وَعَافِہٖ (ھا) وَاعْفُ عَنْہُ (ھَا) وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ (ھَا) وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ (ھَا) وَاغْسِلْہُ (ھَا) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ (ھَا) مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ (ھَا) دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ (ھَا) وَاَھْلاً خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ (ھَا) وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ (ھَا) اَلْجَنَّۃَ وَاَعِذْہٗ (ھَا) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

(۳) اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ (اَمَتُکَ) وَابْنُ (بِنْتُ) اَمَتِکَ یَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَ یَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَصْبَحَ فَقِیْرًا (اَصْبَحَتْ فَقِیْرَۃً) اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَصْبَحْتَ غَنِیًّا عَنْ عَذَابِہٖ (ھَا) تَخَلّٰی (تَخَلَّتْ) مِنَ الدُّنْیَا وَاَھْلِھَا اِنْ کَانَ (کَانَتْ) زَاکِیًا (زَکِیَّۃً) فَزَکِّہٖ (ھَا) وَاِنْ کَانَ (کَانَتْ) مُخْطِئًا (مُخْطِئَۃً) فَاغْفِرْ لَہٗ (ھَا) اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھَا) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ (ھَا)۔

سوال: "یسلم بعد الرابعۃ من غیر دعا فی ظاہر الروایۃ" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد (ربنا اٰتنا فی الدنیا) والی دعا پڑھے یا (ربنا لا تزغ قلوبنا) والی دعا پڑھے۔ اور ظاہر الروایت میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعا پڑھے دونوں طرف سلام پھیر دے، اور یہی مفتٰی بہ قول ہے۔ جیسے کہ بہار شریعت میں ہے: چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی

دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے، سلام میں میّت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے، اُسی طرح جیسے اور نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میّت کی بھی نیت کرے۔(بہار شریعت جلد ا۔ ص ۸۳۵)

وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ غَيْرِ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ خَمْسًا لَمْ يُتْبَعْ وَلٰكِنْ يُنْتَظَرُ سَلَامُهٗ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يُسْتَغْفِرُ لِمَجْنُوْنٍ وَصَبِيٍّ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا مُشَفَّعًا۔

ترجمہ: اور پہلی تکبیر کے علاوہ میں اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھائے اور اگر امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی اتباع نہ کرے لیکن مقتدی امام کے سلام کا انتظار کرے مختار قول کے مطابق، اور مجنون اور بچہ کے لئے استغفار نہ کرے اور پڑھے اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا وذخرا واجعله لنا شافعا مشفعا۔

سوال: نمازِ جنازہ کی تکبیروں میں ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: امام اور مقتدی نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائیں گے پھر اس کے علاوہ تین تکبیروں میں نہیں اٹھائیں گے۔

سوال: نمازِ جنازہ میں اگر امام نے پانچ تکبیریں کہی تو مقتدی کو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اور جب امام سلام پھیرے تو یہ اس کے ساتھ سلام پھیر دے یہی اصح قول ہے کیونکہ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ: پانچویں تکبیر منسوخ ہوچکی ہے جیسے کہ قنوتِ فجر منسوخ ہوچکی ہے۔

سوال: مجنون اور بچوں کے جنازے کی نماز میں کون سی دعا پڑھی جائے گی؟

جواب: میت مجنون یا نابالغ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دُعا پڑھے: **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا** اور لڑکی ہو تو **اجْعَلْهَا** اور **شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً** کہے۔("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۸.)

مجنون سے مراد وہ مجنون ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہوا کہ وہ کبھی مکلّف ہی نہ ہوا اور اگر جنون عارضی ہے تو اس کی مغفرت کی دُعا کی جائے، جیسے اوروں کے لئے کی جاتی ہے کہ جنون سے پہلے تو وہ مکلّف تھا اور جنون کے پیشتر کے گناہ جنون سے جاتے نہ رہے۔("غنیۃ المتملي"، فصل في الجنائز، ص۵۸۷.)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

فَصْلٌ فِيْ بَيَانِ الْاَحَقِّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ

یہ فصل نمازِ جنازہ پڑھانے کے زیادہ حقدار ہونے کے بیان میں ہے

اَلسُّلْطَانُ أَحَقُّ بِصَلَاتِهٖ ثُمَّ نَائِبُهٗ ثُمَّ الْقَاضِيْ ثُمَّ إِمَامُ الْحَيِّ ثُمَّ الْوَلِيُّ وَلِمَنْ لَهٗ حَقُّ التَّقَدُّمِ أَنْ يَأْذَنَ لِغَيْرِهٖ فَإِنْ صَلّٰى غَيْرُهٗ أَعَادَهَا إِنْ شَاءَ وَلَا يُعِيْدُ مَعَهٗ مَنْ صَلّٰى مَعَ غَيْرِهٖ وَمَنْ لَهٗ وِلَايَةُ التَّقَدُّمِ فِيْهَا أَحَقُّ مِمَّنْ أَوْصٰى لَهُ الْمَيِّتُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ وَإِنْ دُفِنَ بِلَا صَلَاةٍ صُلِّيَ عَلٰى قَبْرِهٖ وَإِنْ لَمْ يُغَسَّلْ مَا لَمْ يَتَفَسَّخْ۔

ترجمہ: میت کی نماز کا بادشاہ زیادہ حقدار ہے پھر اس کا نائب پھر قاضی پھر محلہ کا امام پھر ولی اور جس شخص کو آگے ہونے کا حق ہے اس کو جائز ہے کہ اپنے علاوہ کو اجازت دے پس اگر اس کے علاوہ نے نماز پڑھائی تو اعادہ کرے اگر چاہے اور اس کے ساتھ اعادہ نہیں کرے گا وہ شخص جو دوسرے کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے، اور جس شخص کو تقدم کا حق حاصل ہے نماز میں وہی زیادہ حقدار ہے اس شخص سے جس کے لئے میت نے نماز پڑھانے کی وصیت کی ہو مفتی بہ قول پر، اور اگر بغیر نماز کے دفن کر دیا تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ غسل نہ دیا گیا ہو جب تک کہ وہ نہ پھٹے۔

اِجْتِمَاعُ الْجَنَائِزِ

وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَنَائِزُ فَالْإِفْرَادُ بِالصَّلَاةِ لِكُلٍّ مِنْهَا أَوْلٰى وَيُقَدِّمُ الْأَفْضَلَ فَالْأَفْضَلَ وَإِنِ اجْتَمَعْنَ وَصُلِّيَ عَلَيْهَا مَرَّةً جَعَلَهَا صَفًّا طَوِيْلًا مِمَّا يَلِيَ الْقِبْلَةَ بِحَيْثُ يَكُوْنُ صَدْرُ كُلٍّ قُدَّامَ الْإِمَامِ وَرَاعَى التَّرْتِيْبَ فَيَجْعَلُ الرِّجَالَ مِمَّا يَلِيَ الْإِمَامَ ثُمَّ الصِّبْيَانَ بَعْدَهُمْ ثُمَّ الْخَنَاثٰى ثُمَّ النِّسَاءَ وَلَوْ دُفِنُوْا بِقَبْرٍ وَاحِدٍ وُضِعُوْا عَلٰى عَكْسِ هٰذَا۔

ترجمہ: اور جب چند جنازے جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ نماز پڑھنا اولی ہے، اور افضل کو مقدم کیا جائے گا پھر جو اس کے بعد افضل ہو، اور اگر چند جنازے جمع ہو جائیں اور ان پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھی جائے تو ان جنازوں کو ایک لمبی صف میں رکھ دے قبلہ کی طرف اس طور پر کی ہر ایک کا سینہ امام کے سامنے رہے اور ترتیب کی رعایت کرے پس

مردوں کو امام سے متصل رکھے پھر بچوں کو ان کے بعد پھر مخنثوں کو پھر عورتوں کو، اور اگر یہ لوگ ایک قبر میں دفن کئے جائیں تو اس کے بر عکس رکھے جائیں۔

سوال: نمازِ جنازہ میں امامت کا حق کسے ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے، پھر قاضی، پھر امام جمعہ، پھر امام محلہ، پھر ولی کو، امام محلہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اُس وقت کے ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے۔ ("غنیۃ المتملي"، فصل في الجنائز، ص ۵۸۴.)

سوال: میت کے ولی سے مراد کون ہے؟

جواب: ولی سے مراد میّت کے عصبہ ہیں اور نماز پڑھانے میں اولیاء کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ نماز جنازہ میں میّت کے باپ کو بیٹے پر تقدم ہے اور نکاح میں بیٹے کو باپ پر، البتہ اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہے تو نماز جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے، اور اگر عصبہ نہ ہوں تو ذوی الارحام غیروں پر مقدم ہیں۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: تعظیم أولي الأمر واجب، ج۳، ص۱۴۱.)

میّت کا ولی اقرب (سب سے زیادہ نزدیک کا رشتہ دار) غائب ہے اور ولی ابعد (دُور کا رشتہ والا) حاضر ہے تو یہی ابعد نماز پڑھائے، غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دُور ہے کہ اُس کے آنے کے انتظار میں حرج ہو۔

("رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: تعظیم أولي الأمر واجب، ج۳، ص۱۴۱.)

عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو شوہر نماز پڑھائے، وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی۔ یوہیں مرد کا ولی نہ ہو تو پڑوسی اوروں پر مقدم ہے۔

(۔"الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۴۳.)

عورتوں اور بچوں کو نماز جنازہ کی ولایت نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۶۳.)

سوال: جس شخص کو آگے ہونے کا حق ہے کیا وہ دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے؟

جواب: ولی اور بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ کسی اور کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: تعظیم... إلخ، ج۳، ص۱۴۱۔۱۴۴.)

سوال: غیر حقدار نے ولی کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھادی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ولی کے سوا کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تو نماز کا اعادہ کر سکتا ہے اور اگر مردہ دفن ہو گیا ہے تو قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وہ ولی پر مقدم ہے جیسے بادشاہ و قاضی و امام محلہ کہ ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا اور اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی تو دوسرے اولیاء اعادہ نہیں کر سکتے اور ہر صورت اعادہ میں جو شخص پہلی نماز میں شریک نہ تھا وہ ولی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور جو شخص شریک تھا وہ ولی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے کہ جنازہ کی دومرتبہ نماز ناجائز ہے سوا اس صورت کے کہ غیر ولی نے بغیر اذن ولی پڑھائی۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۶۳.)

سوال: اگر میت نے کسی کے لئے وصیت کی کہ فلاں میری نمازِ جنازہ پڑھائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: میّت نے وصیت کی تھی کہ میری نماز فلاں پڑھائے یا مجھے فلاں شخص غسل دے تو یہ وصیت باطل ہے یعنی اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہ رہے گا، ہاں ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اُس سے پڑھوا دے۔
("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۶۳، وغیرہ.)

سوال: میت کو بغیر نماز جنازہ پڑھائے دفن کر دیا تو کب تک اس کی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: میّت کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا اور مٹی بھی دے دی گئی تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں، جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اور مٹی نہ دی گئی ہو تو نکالیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں اور قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے کہ یہ موسم اور زمین اور میّت کے جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہے، گرمی میں جلد پھٹے گا اور جاڑے میں بدیر تر یا شور زمین میں جلد خشک اور غیر شور میں بدیر فربہ جسم جلد لاغر دیر میں۔
("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: تعظیم أولی الأمر واجب، ج۳، ص۱۴۶.)

سوال: اگر چند جنازے جمع ہوں تو کس طرح نماز پڑھیں گے؟

جواب: کئی جنازے جمع ہوں تو ایک ساتھ سب کی نماز پڑھ سکتا ہے یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیّت کر لے اور افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ پڑھے اور اس صورت میں یعنی جب علیحدہ علیحدہ پڑھے تو اُن میں جو افضل ہے اس کی پہلے پڑھے پھر اس کی جو اُس کے بعد سب میں افضل ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۳۸.)

سوال: اگر چند جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے تو رکھنے کی ترتیب کیا ہوگی؟

جواب: چند جنازے کی ایک ساتھ نماز پڑھائی تو اختیار ہے کہ سب کو آگے پیچھے رکھیں یعنی سب کا سینہ امام کے مقابل ہو یا برابر برابر رکھیں یعنی ایک کی پائنتی کے پاس دوسرے کا سرہانے اور دوسرے کی پائنتی کے پاس تیسرے کا سرہانہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اگر آگے پیچھے رکھے تو امام کے قریب اس کا جنازہ ہو جو سب میں افضل ہو پھر اُس کے بعد جو افضل ہو وعلیٰ ہذا القیاس۔

اور اگر فضیلت میں برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے امام کے قریب رکھیں یہ اس وقت ہے کہ سب ایک جنس کے ہوں اور اگر مختلف جنس کے ہوں تو امام کے قریب مرد ہو اس کے بعد لڑکا پھر خنثیٰ پھر عورت پھر مراہقہ یعنی نماز میں جس طرح مقتدیوں کی صف میں ترتیب ہے، اس کا عکس یہاں ہے اور اگر آزاد و غلام کے جنازے ہوں تو آزاد کو امام سے قریب رکھیں گے اگرچہ نابالغ ہو، اُس کے بعد غلام کو۔

اور اگر کسی ضرورت سے ایک ہی قبر میں چند مُردے دفن کریں تو ترتیب عکس کریں یعنی قبلہ کو اُسے رکھیں جو افضل ہے جب کہ سب مرد یا سب عورتیں ہوں، ورنہ قبلہ کی جانب مرد کو رکھیں پھر لڑکے پھر خنثیٰ پھر عورت پھر مراہقہ کو۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس، ج ١، ص ١٦٥.)

اَلْاِقْتِدَاءُ فِيْهَا

وَلَا يَقْتَدِيْ بِالْإِمَامِ مَنْ وَجَدَهُ بَيْنَ تَكْبِيْرَتَيْنِ بَلْ يَنْتَظِرُ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ فَيَدْخُلُ مَعَهُ وَيُوَافِقُهُ فِيْ دُعَائِهٖ ثُمَّ يَقْضِيْ مَا فَاتَهُ قَبْلَ رَفْعِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَنْتَظِرُ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ مَنْ حَضَرَ تَحْرِيْمَتَهُ وَمَنْ حَضَرَ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: اور وہ شخص امام کی اقتدا نہ کرے جس نے امام کو دو تکبیروں کے درمیان پایا بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے پھر امام کے ساتھ شامل ہو اور امام کی دعا میں موافقت کرے پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے فوت شدہ تکبیروں کی قضا کرے اور امام کی تکبیر کا وہ شخص انتظار نہ کرے جو امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت حاضر تھا اور جو شخص حاضر ہوا چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے تو اس سے نماز فوت ہوگئی صحیح قول کے مطابق۔

اَیْنَ یُصَلّٰی عَلَیْهِ

وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِيْ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ وَهُوَ فِيْهِ أَوْ خَارِجَهُ وَبَعْضُ النَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ: اور مسجد جماعت میں جنارے کی نماز مکروہ ہے اس حال میں کہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور کچھ لوگ مسجد کے اندر ہوں مختار قول پر، اور جو بچہ روئے اس کا نام رکھا جائے اور غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور اگر نہ روئے تو غسل دیا جائے مختار قول میں۔

اَلصَّلَاةُ عَلَى الْوِلْدَانِ وَالصِّبْيَانِ

وَمَنِ اسْتَهَلَّ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ غُسِّلَ فِي الْمُخْتَارِ وَأُدْرِجَ فِيْ خِرْقَةٍ وَدُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ كَصَبِيٍّ سُبِيَ مَعَ أَحَدِ أَبَوَيْهِ إِلَّا أَنْ يُسْلِمَ أَحَدُهُمَا أَوْ هُوَ أَوْ لَمْ يُسْبَ أَحَدُهُمَا مَعَهُ۔

ترجمہ: اور ایک کپڑے میں لپیٹ لیا جائے اور دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے جیسے وہ بچہ جو اپنے والدین میں سے ایک کے ساتھ قید کیا گیا مگر یہ کہ ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے یا وہ خود یا اس کے ساتھ ان دونوں میں سے کوئی ایک قید نہ کیا گیا ہو۔

سوال: جس کی بعض تکبیر فوت ہو گئی تو وہ نمازِ جنازہ میں کب اور کیسے شامل ہو؟

جواب: بعض تکبیریں فوت ہو گئیں یعنی اُس وقت آیا کہ بعض تکبیریں ہو چکی ہیں تو فوراً شامل نہ ہو اس وقت ہو جب امام تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اُس کا اعتبار نہیں، اگر وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا، خواہ غفلت کی وجہ سے دیر ہوئی یا ہنوز نیّت ہی کر تارہ گیا تو یہ شخص اس کا انتظار نہ کرے کہ امام دوسری تکبیر کہے تو اُس کے ساتھ شامل ہو بلکہ فوراً ہی شامل ہو جائے۔

("غنية المتملي"، فصل في الجنائز، ص۵۸۷.)

مسبوق یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئیں وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دُعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے لوگ میّت کو کندھے تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دُعائیں چھوڑ دے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۳۶.)

سوال: جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد آیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: مصنف نے فرمایا کہ جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے حاضر ہوا تو اس سے نماز جنازہ فوت ہو گئی۔ یہ قول اب غیر مفتی بہ ہے جبکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہہ لے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۳۶.)

سوال: مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے، خواہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض، کہ حدیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۴۸.) شارع عام اور دوسرے کی زمین پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔ یعنی جب کہ مالک زمین منع کرتا ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في کراھۃ صلاۃ الجنازۃ في المسجد، ج۳، ص۱۴۸.)

سوال: بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا یا مردہ پیدا ہوا تو نمازِ جنازہ کے تعلق سے کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے، ورنہ اُسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے، اُس کے لئے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی، یہاں تک کہ سر جب باہر ہوا تھا اس وقت چیختا تھا مگر اکثر حصہ نکلنے سے پیشتر مر گیا تو نماز نہ پڑھی جائے، اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال... إلخ، ج۳، ص۱۵۲۔۱۵۴.)

بچہ کی ماں یا جنائی نے زندہ پیدا ہونے کی شہادت دی تو اس کی نماز پڑھی جائے، مگر وراثت کے بارے میں اُن کی گواہی نامعتبر ہے یعنی بچہ اپنے باپ فوت شدہ کا وارث نہیں قرار دیا جائے گا نہ بچہ کی وارث اُس کی ماں ہو گی، یہ اس وقت ہے کہ خود باہر نکلا اور کسی نے حاملہ کے شکم پر ضرب لگائی کہ بچہ مرا ہوا باہر نکلا تو وارث ہو گا اور وارث بنائے گا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال... إلخ، ج۳، ص۱۵۲.)

سوال: کافر کا بچہ دار الحرب میں اپنی ماں یا باپ کے ساتھ یا بعد میں قید کیا گیا پھر وہ مر گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: کافر کا بچہ دارالحرب میں اپنی ماں یا باپ کے ساتھ یا بعد میں قید کیا گیا پھر وہ مر گیا اور اُس کے ماں باپ میں سے اب تک کوئی مسلمان نہ ہوا تو اسے نہ غسل دیں گے نہ کفن، خواہ دارالحرب ہی میں مرا ہو یا دارالاسلام میں اور اگر تنہا دارالاسلام میں اُسے لائیں یعنی اُس کے ماں باپ میں سے کسی کو قید کر کے نہ لائے ہوں نہ وہ بطور خود بچہ کے لانے سے پہلے ذمی بن کر آئے تو اسے غسل و کفن دیں گے اور اُس کی نماز پڑھی جائے گی، اگر اس نے عاقل ہو کر کفر اختیار نہ کیا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۵۹.)

کافر کے بچہ کو قید کیا اور ابھی وہ دارالحرب ہی میں تھا کہ اُس کا باپ دارالاسلام میں آکر مسلمان ہو گیا تو بچہ مسلمان سمجھا جائے گا یعنی اگرچہ دارالحرب میں مر جائے، اسے غسل و کفن دیں گے اس کی نماز پڑھیں گے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال... إلخ، ج۳، ص۱۵۵.)

بچہ کو ماں باپ کے ساتھ قید کر لائے اور ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا یا وہ بچہ سمجھ والا تھا، خود مسلمان ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔("تنویر الأبصار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۵۵۔۱۵۷.)

کافر کے بچہ کو ماں باپ کے ساتھ قید کیا مگر وہ دونوں وہیں دارالحرب میں مر گئے تو اب مسلمان سمجھا جائے، مجنون بالغ قید کیا گیا تو اس کا حکم وہی ہے جو بچہ کا ہے۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال... إلخ، ج۳، ص۱۵۷.)

مسلمان کا بچہ کافرہ سے پیدا ہوا اور وہ اُس کی منکوحہ نہ تھی، یعنی وہ بچہ زنا کا ہے تو اُس کی نماز پڑھی جائے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال... إلخ، ج۳، ص۱۵۷.)

اَلْكُفَّارُ وَالْبُغَاةُ

وَأِنْ كَانَ لِكَافِرٍ قَرِيْبٌ مُسْلِمٌ غَسَّلَهٗ كَغَسْلِ خِرْقَةٍ نَجِسَةٍ وَكَفَّنَهٗ فِيْ خِرْقَةٍ وَأَلْقَاهُ فِيْ حُفْرَةٍ أَوْ دَفَعَهٗ اِلىٰ أَهْلِ مِلَّتِهٖ وَلَا يُصَلّٰى عَلىٰ بَاغٍ وَقَاطِعِ طَرِيْقٍ قُتِلَ فِيْ حَالَةِ الْمُحَارَبَةِ وَقَاتِلٍ بِالْخَنْقِ غِيْلَةً وَمُكَابِرٍ فِي الْمِصْرِ لَيْلًا بِالسِّلَاحِ وَمَقْتُوْلٍ عَصَبِيَّةً وَإِنْ غُسِّلُوْا۔

ترجمہ: اور اگر کسی کافر کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہو تو یہ مسلمان اس کافر کو غسل دے ناپاک کپڑے کو دھونے کی طرح اور اس کو کسی کپڑے میں کفن دے اور اس کو کسی گھڑے میں ڈال دے یا اس کو اس کے مذہب والوں کے سپرد کر دے، اور نماز نہیں پڑھی جائے گی باغی پر اور ڈاکو پر جو مقابلہ کی حالت میں قتل کیا گیا اور خفیہ طور پر گلا گھونٹ کر قتل کر دینے

والے پر اور رات کو شہر میں ہتھیار لے کر ڈاکہ ڈالنے والے پر اور عَصَبیت کی وجہ سے قتل کئے جانے والے پر اگرچہ ان سب کو غسل دیا جائے گا۔

اَلْمُنْتَحِرُ وَقَاتِلُ اَبَوَیْہِ

وَقَاتِلُ نَفْسِہٖ یُغْسَلُ وَیُصَلّٰی عَلَیْہِ لَا عَلٰی قَاتِلِ أَحَدِ أَبَوَیْہِ عَمَدًا۔

ترجمہ: اور خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی نہ کہ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قصداً قتل کرنے والے پر۔

سوال: اگر کوئی کافر مر گیا تو کیا مسلمان رشتہ دار پر غسل و کفن ضروری ہے؟

جواب: کافر مُردے کے لئے غسل و کفن و دفن نہیں بلکہ ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں داب دیں، یہ بھی جب کریں کہ اُس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا اُسے لے نہ جائے، ورنہ مسلمان ہاتھ نہ لگائے نہ اس کے جنازے میں شرکت کرے اور اگر بوجہ قرابت قریبہ شریک ہو تو دُور دُور رہے اور اگر مسلمان ہی اُس کا رشتہ دار ہے اور اس کا ہم مذہب کوئی نہ ہو یا لے نہیں اور بلحاظ قرابت غسل و کفن دفن کرے تو جائز ہے، مگر کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ برتے بلکہ نجاست دھونے کی طرح اُس پر پانی بہائے اور چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے، یہ حکم کافر اصلی کا ہے اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ مطلقًا نہ اُسے غسل دیں نہ کفن، بلکہ کُتّے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں ڈھکیل کر مٹی سے بغیر حائل کے پاٹ دیں۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: مھم إذا قال ان شتمت، ج۳، ص۱۵۸.)

سوال: کن لوگوں کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا؟

جواب: مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار و مرتکب کبائر ہو مگر چند قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اُن کی نماز نہیں۔

(۱) باغی جو امام برحق پر ناحق خروج کرے اور اُسی بغاوت میں مارا جائے۔

(۲) ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اُن کو غسل دیا جائے نہ اُن کی نماز پڑھی جائے، مگر جبکہ بادشاہِ اسلام نے اُن پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز و غسل ہے یا وہ نہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مرے تو بھی غسل و نماز ہے۔

(۳) جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں بلکہ جو اُن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور پتھر آکر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں، ہاں اُن کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے۔

(۴) جس نے کئی شخص گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔

(۵) شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں، اس حالت میں مارے جائیں تو اُن کی بھی نماز نہ پڑھی جائے۔

(۶) جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا، اُس کی بھی نماز نہیں۔

(۷) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حالت میں مارا گیا، اُس کی بھی نماز نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۶۳،)

سوال: کیا خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے، مگر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو، جو شخص رجم کیا گیا یا قصاص میں مارا گیا، اُسے غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۲۷،)

فَصْلٌ فِيْ حَمْلِ الْجَنَازَةِ وَدَفْنِهَا

یہ فصل جنازہ کو اٹھانے اور اس کو دفن کرنے کے بیان میں ہے

يُسَنُّ لِحَمْلِهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ وَيَنْبَغِيْ حَمْلُهَا أَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِهَا الْأَيْمَنِ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَيَمِيْنُهَا مَا كَانَ جِهَةَ يَسَارِ الْحَامِلِ ثُمَّ مُؤَخَّرِهَا الْأَيْمَنِ عَلَيْهِ ثُمَّ مُقَدَّمِهَا الْأَيْسَرِ عَلٰى يَسَارِهٖ ثُمَّ يَخْتِمُ بِالْأَيْسَرِ عَلَيْهِ وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْرَاعُ بِهَا بِلَا خَبَبٍ وَهُوَ مَا يُؤَدِّيْ إِلَى اِضْطِرَابِ الْمَيِّتِ وَالْمَشْيُ خَلْفَهَا أَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْفَرْضِ عَلَى النَّفْلِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْجُلُوْسُ قَبْلَ وَضْعِهَا۔

ترجمہ: جنازہ اٹھانے کے لئے چار آدمی مسنون ہیں اور اس کو چالیس قدم تک اٹھانا مناسب ہے، شروع کرے جنازہ کے اگلے داہنے سے اپنے داہنے کندھے پر اور جنازہ کا داہنا وہ ہے جو اٹھانے والے کے بائیں ہاتھ کی جانب ہو پھر جنازے کے پچھلے داہنے کو اپنے داہنے پر پھر جنازے کے اگلے بائیں حصہ کو اپنے بائیں کندھے پر پھر ختم کرے جنازے کے پچھلے بائیں کو اپنے بائیں کندھے پر، اور مستحب ہے جنازے کو تیز لے جانا بغیر خبب کے، اور خبب وہ رفتار ہے جو میت کے حرکت کرنے تک پہنچادے اور جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے آگے چلنے سے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر اور بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور جنازے کو زمین پر رکھے جانے سے پہلے بیٹھنا۔

دَفْنُهَا

وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ نِصْفَ قَامَةٍ أَوْ إِلَى الصَّدْرِ وَإِنْ زِيْدَ كَانَ حَسَنًا وَيُلْحَدُ وَلَا يُشَقُّ إِلَّا فِيْ أَرْضٍ رِخْوَةٍ۔

ترجمہ: اور قبر آدھے قد کے برابر کھودی جائے یا سینہ تک اور اگر اس سے زیادہ گہری ہو تو بہتر ہے اور لحد بنائی جائے اور شق نہ بنائی جائے مگر نرم زمین میں۔

سوال: جنازہ کو قبرستان لے جانے کی سنتیں اور آداب کیا ہیں؟

جواب: جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۹.)

سنّت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں، ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائنتی توبلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع، ج۱، ص۱۶۲.)

سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے دہنے سرہانے کندھا دے پھر دہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کُل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے، "جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے۔" نیز حدیث میں ہے، "جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے، اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمادے گا۔" (۔"الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۹.)

جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے، اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ ('الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۵۸۔۱۵۹.)

ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔

چھوٹا بچّہ شیر خوار یا ابھی دُودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو، جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ ("غنیۃ المتملي، فصل في الجنائز، ص۵۹۲.)

میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع، ج۱، ص۱۶۲.)

سوال: جنازہ کو لے جانے میں چلنے کی رفتار کیا ہونی چاہئے؟ نیز جنازہ کے پیچھے چلے یا آگے؟

جواب: جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میّت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں، دہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہیے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع، ج۱، ص ۱۶۲،)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔

("صغیری"، فصل في الجنائز، ص ۲۹۲.)

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سُنت ترک کرے، بلکہ دل سے اسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص ۱۶۲.)

جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہیے اور جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع، ج۱، ص ۱۶۲.)

سوال: جنازے کے جلوس میں ذکر بلند آواز سے کریں یا آہستہ آواز میں؟

جواب: جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہیے۔ موت اور احوال و اہوالِ قبر کو پیش نظر رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں نہ ہنسیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا، فرمایا: "تُو جنازہ میں ہنستا ہے، تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔" اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں۔ اب اس قول پر فتوی نہیں ہے بلکہ بلحاظ حال زمانہ اب علمانے ذکر بالجہر (بلند آواز سے ذکر کرنے) کی بھی اجازت دی ہے۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۹، ص ۱۴۰.)

سوال: جنازے کو زمین پر رکھنے سے پہلے لوگوں کا بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔ یوہیں اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے

جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں، ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے، جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں ہوں یا سر بلکہ آڑا رکھیں کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔

("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب الحادی والعشرون في الجنائز،الفصل الرابع،ج۱،ص۱۶۲.)

سوال: قبر کی لمبائی چوڑائی کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: قبر کی لمبائی میّت کے قد برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔("ردالمحتار"،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب في دفن المیت،ج۳،ص۱۶۴.)

اس سے مراد یہ کہ لحد یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔

سوال: قبر کتنی قسم کی ہوتی ہے؟

جواب: قبر دو قسم ہے، لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میّت کے رکھنے کی جگہ کھودیں اور صندوق وہ جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، لحد سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں حرج نہیں اور شق سے مراد صندوقی قبر ہے۔("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب الحادی والعشرون في الجنائز،الفصل السادس،ج۱،ص۱۶۵.)

سوال: میت کو دفن کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میّت کو زمین پر رکھ دیں اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کرکے بند کردیں۔("الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الصلاۃ،الباب الحادی والعشرون في الجنائز،الفصل السادس،ج۱،ص۱۶۵.)

وَيُدْخَلُ الْمَيِّتُ مِنْ جِهَةِ الْقِبْلَةِ وَيَقُوْلُ وَاضِعُهٗ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَيُوَجَّهُ اِلَى الْقِبْلَةِ عَلٰى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ وَتُحَلُّ الْعُقَدُ وَيُسَوَّى اللَّبِنُ عَلَيْهِ وَالْقَصَبُ وَكُرِهَ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ وَ اَنْ يُسَجّٰى قَبْرُهَا لَا قَبْرُهٗ وَيُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُرَبَّعُ وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ لِلزِّيْنَةِ۔

ترجمہ: اور میت کو قبلہ کی جانب سے داخل کیا جائے اور اس کو رکھنے والا کہے: بسم الله وعلی ملة سیدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم اور متوجہ کردے قبلہ کی طرف اس کی داہنی کروٹ پر اور گرہیں (بندش کی گانٹھ) کھول دی جائیں اور

بانس اور کچی اینٹیں اس پر جمادی جائیں اور پکی اینٹیں اور لکڑی مکروہ ہیں اور عورت کی قبر کا پردہ کرنا نہ کہ مرد کی قبر کا اور مٹی ڈال دی جائے اور قبر کو کوہان نما بنائی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے اور قبر پر زینت کے لئے عمارت بنانا حرام ہے۔

وَيُكْرَهُ لِلْإِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ وَلَا بَأْسَ بِالْكِتَابَةِ عَلَيْهِ لِئَلَّا يَذْهَبَ الْأَثَرُ وَلَا يُمْتَهَنَ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْبُيُوْتِ لِاخْتِصَاصِهِ بِالْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْفَسَاقِيْ وَلَا بَأْسَ بِدَفْنِ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ فِيْ قَبْرٍ لِلضَّرُوْرَةِ وَيُحْجَزُ بَيْنَ كُلِّ اِثْنَيْنِ بِالتُّرَابِ۔

ترجمہ: اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے عمارت بنانا مکروہ ہے اور قبر پر لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ نشان نہ مٹ جائے اور وہ پامال نہ کی جائے اور گھروں میں دفن کرنا مکروہ ہے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے، اور فساقی (گنبد دار بند کوٹھری) میں دفن کرنا مکروہ ہے اور کوئی حرج نہیں ہے ایک قبر میں ایک سے زیادہ کو دفن کرنے میں ضرورت کی وجہ سے اور ہر دو کے درمیان مٹی سے آڑ کر دی جائے۔

سوال: میت کو قبر میں کس جانب سے اتارا جائے؟ نیز اتارنے والا کیا کہے؟

جواب: جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے، یوں نہیں کہ قبر کی پائنتی رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔ (۔"الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۱۶۶، وغیرہ۔)

عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہوں، یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ والے یہ بھی نہ ہوں تو پرہیز گار اجنبی کے اتارنے میں مضائقہ نہیں۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶۔)

میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں: **بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ**۔ اور ایک روایت میں **بِسْمِ اللّٰهِ** کے بعد **وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** بھی آیا ہے۔ ("تنویر الابصار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج۳، ص۱۶۶۔)

سوال: میت کو قبر میں کیسے لٹائیں؟

جواب: میّت کو دہنی طرف کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں، اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا بھول گئے تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رُو کر دیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں۔ یوہیں اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہیے ادھر پاؤں کئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، ج۳، ص۱۶۷.)

قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور نہ کھولی تو حرج نہیں۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۴۰.)

سوال: قبر میں اینٹ لگانا کیسا ہے؟

جواب: قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے، تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں، صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، ج۳، ص۱۶۷.)

قبر کے اس حصہ میں جو میّت کے جسم سے قریب ہے، پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶، وغیرہ.)

سوال: دفناتے وقت قبر کو چھپانا کیسا ہے؟ نیز تختے لگانے کے بعد کیا کریں؟

جواب: عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ اگر بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، ج۳، ص۱۶۸.)

تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے، مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار کہیں: **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ**۔ دوسری بار: **وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ**۔ تیسری بار: **وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى**۔ یا پہلی بار: **اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْهِ**۔ دوسری بار: **اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَآءِ لِرُوْحِهٖ**۔ تیسری بار: **اَللّٰھُمَّ زَوِّجْهُ مِنْ حُوْرِ الْعِیْنِ**۔ اور میّت عورت ہو تو، تیسری بار یہ کہیں: **اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْھَا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ**۔ باقی مٹی ہاتھ یا کُھرپی یا پھوڑے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر میں ڈالیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلی اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۴۱.) ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے، اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اختیار ہے۔

سوال: قبر کیسی بنائیں؟

جواب: قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان اور اس پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے اور قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶.)

سوال: قبر پر عمارت بنانا کیسا ہے؟

جواب: علماو سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔ یعنی اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر خام ہو، اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، ج۳، ص۱۶۹.)

سوال: قبر پر نشان کے لئے نام وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں، مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو، ایسے مقبرہ میں دفن کرنا بہتر ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۴۱.)

سوال: جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ دفن نہ کریں کہ یہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے خاص ہے بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، مقصد یہ کہ اس کے لئے کوئی خاص مدفن نہ بنایا جائے میّت بالغ ہو یا نابالغ۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، ج۳، ص۱۶۶.) نیز گنبد دار کوٹھری میں دفن کرنا بھی مکروہ ہے۔

سوال: ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردوں کو دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایک قبر میں ایک سے زیادہ بلا ضرورت دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں، مگر دو میّتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں اور کون آگے ہو کون پیچھے یہ اوپر مذکور ہوا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶.)

اَلْمَوْتُ فِي الْبَحْرِ

وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَفِيْنَةٍ وَكَانَ الْبَرُّ بَعِيدًا اَوْ خِيْفَ الضَّرَرُ غُسِّلَ وَكُفِّنَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَأُلْقِيَ فِي الْبَحْرِ۔

ترجمہ: اور جو شخص کشتی میں مر جائے اور خشکی دور ہو اور میت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔

اَلسَّفَرُ بِالْمَيِّتِ وَنَقْلُهٗ

وَيُسْتَحَبُّ الدَّفْنُ فِيْ مَحَلٍّ مَاتَ بِهٖ أَوْ قُتِلَ فَإِنْ نُقِلَ قَبْلَ الدَّفْنِ قَدْرَ مِيْلٍ أَوْ مِيْلَيْنِ لَا بَأْسَ بِهٖ وَكُرِهَ نَقْلُهٗ لِأَكْثَرَ مِنْهُ وَلَا يَجُوْزُ نَقْلُهٗ بَعْدَ دَفْنِهٖ بِالْإِجْمَاعِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ مَغْصُوْبَةً أَوْ أُخِذَتْ بِالشُّفْعَةِ وَإِنْ دُفِنَ فِيْ قَبْرٍ حُفِرَ لِغَيْرِهٖ ضَمِنَ قِيْمَةَ الْحَفْرِ وَلَا يُخْرَجُ مِنْهُ۔

ترجمہ: اور مستحب ہے دفن کرنا اس جگہ میں جہاں اس کی موت ہوئی ہے یا جہاں قتل کیا گیا ہے پس اگر دفن کرنے سے پہلے ایک یا دو میل کے بقدر منتقل کیا گیا تو کوئی حرج نہیں اور اس کو منتقل کرنا اس سے زیادہ مسافت پر مکروہ ہے اور دفن کرنے کے بعد اس کو منتقل کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے مگر یہ کہ زمین غضب کی ہوئی ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو اور اگر ایسی قبر میں دفن کیا گیا جو دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو کھدائی کی قیمت کا ضامن ہو گا اور قبر سے نکالا نہیں جائے گا۔

حُكْمُ نَبْشِ الْقُبُوْرِ

وَيُنْبَشُ لِمَتَاعٍ سَقَطَ فِيْهِ وَلِكَفَنٍ مَغْصُوْبٍ وَمَالٍ مَعَ الْمَيِّتِ وَلَا يُنْبَشُ بِوَضْعِهٖ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ عَلٰى يَسَارِهٖ وَاللهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور قبر کھولی جاسکتی ہے کسی سامان کے لئے جو اس میں گر گیا ہو اور مغصوب کفن کی وجہ سے اور کسی مال کی وجہ سے جو میت کے ساتھ دفن کیا گیا ہو اور قبر کو نہیں کھولا جائے گا میت کو قبلہ رخ نہ رکھے جانے کی وجہ سے یا بائیں کروٹ پر لٹا دینے کی وجہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

سوال: جو شخص جہاز میں انتقال کر گیا اس کے غسل، کفن و دفن کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جہاز پر انتقال ہوا اور کنارہ قریب نہ ہو، تو غسل و کفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

("ردالمحتار" المرجع السابق، ص۱۶۵ و"غنیۃ المتملي"، فصل في الجنائز، ص۶۰۷.)

سوال: میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ قبلِ دفن اور بعدِ دفن منتقل کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ یہ وہاں رہتا نہ ہو، بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دو ایک میل باہر لے جانے میں حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں اور اگر دوسرے شہر کو اس کی لاش اٹھا لے جائیں تو اکثر علما نے منع فرمایا اور یہی صحیح ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پیشتر لے جانا چاہیں اور دفن کے بعد تو مطلقاً نقل کرنا ممنوع ہے، سوا بعض صورتوں کے جو مذکور ہوں گی۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۷.)

اور یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کو سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔

سوال: کن صورتوں میں میت کو بعدِ دفن دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے؟

جواب: دوسرے کی زمین میں بلا اجازتِ مالک دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے خواہ اولیائے میّت سے کہے اپنا مردہ نکال لو یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے۔ یوہیں اگر وہ زمین شفعہ میں لے لی گئی یا غصب کئے ہوئے کپڑے کا کفن دیا تو مالک مردہ کو نکلوا سکتا ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج۳، ص۱۷۱.)

سوال: دوسری میت کی کھودی ہوئی قبر میں دفنانا کیسا ہے؟

جواب: دوسری میت کی کھودی ہوئی قبر میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو اس مردے کو نکالنے کی اجازت نہیں ہے البتہ قبر کی کھدوائی میں جو خرچہ لگا ہے وہ دیا جائے گا جیسے کہ بہار شریعت جلد۔۱۔ ص۸۴۷ مسئلہ نمبر ۲۷ میں ہے:

وقفی قبرستان میں کسی نے قبر تیار کرائی اس میں دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کرنا چاہتے ہیں اور قبرستان میں جگہ ہے، تو مکروہ ہے اور اگر دفن کر دیا تو قبر کھودوانے والا مردہ کو نہیں نکلوا سکتا جو خرچ ہوا ہے لے لے۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶.)

سوال: کن صورتوں میں قبر کھولی جاسکتی ہے اور کن صورتوں میں نہیں کھولی جاسکتی ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل صورتوں میں قبر کھولی جاسکتی ہے:

(۱)اگر قبر کے اندر کوئی سامان گر گیا(۲) یامیت کو غصب کئے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا(۳)میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہو گیاتو اس کو نکالنے کے لئے قبر کھولنا جائز ہے جیسے کہ بہار شریعت جلد ا۔ ص ۸۴۷ مسئلہ نمبر ۲۹ میں ہے:

عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیااور بعض ورثہ موجود نہ تھے ان ورثہ کو قبر کھودنے کی اجازت ہے، کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں اگر چہ وہ ایک ہی درہم ہو۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج ا، ص ۱۶۷.)

مندرجہ ذیل صورتوں میں قبر نہیں کھولی جائے گی:(۱)میت کو غیر قبلہ رخ دفن کر دیا تو میت کو قبلہ رخ کرنے کے لئے (۲)اور میت کو بائیں کروٹ پر دفن کر دیا تو دائیں کروٹ پر لٹانے کے لئے قبر نہیں کھولی جائے گی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فَصلٌ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

یہ فصل قبروں کی زیارت کرنے کے بیان میں ہے

نُدِبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الْأَصَحِّ وَيُسْتَحَبُّ قِرَاءَةُ يٰس لِمَا وَرَدَ أَنَّهُ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ يٰس خَفَّفَ اللهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ مَا فِيْهَا حَسَنَاتٌ وَلَا يُكْرَهُ الْجُلُوْسُ لِلْقِرَاءَةِ عَلَى الْقَبْرِ فِي الْمُخْتَارِ وَكُرِهَ الْقُعُوْدُ عَلَى الْقُبُوْرِ لِغَيْرِ قِرَاءَةٍ وَوَطْؤُهَا وَالنَّوْمُ وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ عَلَيْهَا وَقَلْعُ الْحَشِيْشِ وَالشَّجَرِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ وَلَا بَأْسَ بِقَلْعِ الْيَابِسِ مِنْهُمَا۔

ترجمہ: قبروں کی زیارت مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے اصح قول پر اور مستحب ہے سورۂ یٰس کا پڑھنا اس وجہ سے جو وارد ہوا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ یٰس پڑھے تو اللہ تبارک و تعالی ان سب سے اس دن عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور پڑھنے والے کو اتنی نیکیاں ملیں گی جتنے مردے قبرستان میں ہیں اور قبر پر تلاوت کے لئے بیٹھ جانا مکروہ نہیں ہے مختار قول کے مطابق، اور قبر پر تلاوت کے علاوہ کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کو روندنا اور قبر پر سونا اور قبر پر قضائے حاجت کرنا اور قبرستان کی گھاس اور درختوں کو اکھاڑنا، اور کوئی حرج نہیں ہے ان میں سے خشک کو اکھاڑنے میں۔

سوال:زیارتِ قبور کرنا کیسا ہے؟

جواب: زیارتِ قبور مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے، جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے، سب میں افضل روزِ جمعہ وقتِ صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات طیبہ پر سفر کرکے جانا جائز ہے، وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکرِ شرعی ہو مثلاً عورتوں سے اختلاط تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے بُرا جانے اور ممکن ہو تو بُری بات زائل کرے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في زیارۃ القبور، ج۳، ص۱۷۷.)

عورتوں کے لئے بعض علما نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، در مختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لئے جائیں تو بوڑھیوں کے لئے حرج نہیں اور جوانوں کے لئے ممنوع۔ اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے

اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔("الفتاوی الرضویۃ"، ج۹، ص۵۳۸.)

سوال: زیارتِ قبور کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: زیارتِ قبر کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میّت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ میّت کے لئے باعثِ تکلیف ہے یعنی میّت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِيَةِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ اَدْخِلْ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ مِنْكَ رَوْحًا وَّرَيْحَانًا وَّمِنَّا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا.

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، ج۳، ص۱۷۹.)

قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور **الٓمّٓ** سے **مُفْلِحُوْنَ** تک اور آیۃ الکرسی اور **اٰمَنَ الرَّسُوْلُ** آخر سورہ تک اور سورۂ یٰس اور **تَبَارَكَ الَّذِیْ** اور **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** ایک ایک بار اور **قُلْ هُوَ اللهُ** بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔ حدیث میں ہے: "جو گیارہ بار **قُلْ هُوَ اللهُ** شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا۔"("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، ج۳، ص۱۷۹.)

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر عمل نیک فرض و نفل کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتا ہے، اُن سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی، بلکہ اُس کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے یہ نہیں کہ اُسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے۔("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت...إلخ، ج۳، ص۱۸۰.)

بلکہ یہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لئے اُن سب کے مجموعے کے برابر ملے مثلاً کوئی نیک کام کیا، جس کا ثواب کم از کم دس ملے گا، اس نے دس مُردوں کو پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے اور اس کو ایک سو دس اور ہزار کو پہنچایا تو اسے دس ہزار دس وعلیٰ ہذا القیاس۔("الفتاوی الرضویۃ"، ج۹، ص۶۲۳۔۶۲۹.)

نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اُس کا ثواب مُردہ کو پہنچایا تواِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۹، ص۶۲۹۔ ۶۴۲.)

قبر کو بوسہ دینا بعض علمانے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔("اشعۃ اللمعات"، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج۱، ص۷۶۳.)

اور قبر کا طوافِ تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لئے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں، مگر عوام منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔

سوال: قبر پر سورۂ یٰس پڑھنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ یٰس پڑھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب سے اس دن عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور پڑھنے والے کو اتنی نیکیاں ملیں گی جتنے مردے قبرستان میں ہیں۔

سوال: قبر پر اور قبرستان میں کون سی چیزیں منع ہیں؟

جواب: قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا، پاخانہ، پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے، خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج۱، ص۱۶۶.)

ہاں تلاوت کی غرض سے قبر پر بیٹھنا مکروہ نہیں ہے (اس سے مراد قبر کے پاس بیٹھنا ہے)، اور قبر سے تر گھاس اور درخت نوچنا اور اکھاڑنا نہیں چاہئے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔ ہاں اگر گھاس اور درخت سوکھ جائیں تو ان کو اکھاڑنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

بَابُ اَحْكَامِ الشَّهِيْدِ

یہ شہید کے احکام کا باب ہے

اَلشَّهِيْدُ اَلْمَقْتُوْلُ مَيِّتٌ بِأَجَلِهِ عِنْدَنَا أَهْلِ السُّنَّةِ۔

ترجمہ: شہید مقتول ہمارے (اہل سنت کے) نزدیک اپنی موت سے مرتا ہے۔

مِنَ الشَّهِيْدِ

وَالشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهُ أَهْلُ الْحَرْبِ أَوْ أَهْلُ الْبَغْيِ أَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ أَوِ اللُّصُوْصُ فِيْ مَنْزِلِهِ لَيْلًا وَلَوْ بِمُثَقَّلٍ أَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرِكَةِ وَبِهِ أَثَرٌ أَوْ قَتَلَهُ مُسْلِمٌ ظُلْمًا عَمَدًا بِمُحَدَّدٍ وَكَانَ مُسْلِمًا بَالِغًا خَالِيًا عَنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَجَنَابَةٍ وَلَمْ يُرْتَثَّ بَعْدَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ۔

ترجمہ: اور شہید وہ ہے جس کو قتل کر دیا ہو حربیوں نے یا باغیوں نے، یاڈاکوؤں نے یا چوروں نے رات کو اس کے مکان کے اندر اگرچہ بھاری چیز سے یا میدان جنگ میں پایا گیا ہو اور اس پر زخم کا نشان ہو یا اس کو کسی مسلمان نے ظلماً قصداً دھار دار چیز سے قتل کر دیا ہو اور وہ مقتول مسلمان بالغ ہو جو حیض و نفاس جنابت سے خالی (پاک) ہو اور جنگ ختم ہونے کے بعد پرانانہ ہوا ہو۔

مَا يَصْنَعُ مَعَهُ

فَيُكَفَّنُ بِدَمِهِ وَثِيَابِهِ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ بِلَا غُسْلٍ وَيُنْزَعُ عَنْهُ مَالَيْسَ صَالِحًا لِلْكَفَنِ كَالْفَرْوِ وَالْحَشْوِ وَالسِّلَاحِ وَالدِّرْعِ وَيُزَادُ وَيُنْقَصُ فِيْ ثِيَابِهِ وَكُرِهَ نَزْعُ جَمِيْعِهَا۔

ترجمہ: پس ایسے مقتول کو کفن دیا جائے گا، اس کے خون اور اسی کے کپڑوں کے ساتھ اور اس پر نماز پڑھی جائے گی بغیر غسل کے اور اتار لئے جائیں گے اس سے وہ کپڑے جو کفن کے مناسب نہ ہوں جیسے پوستین اور روئی کے کپڑے اور ہتھیار اور زرہ اور اس کے کپڑوں میں کمی زیادتی کر دی جائے گی اور تمام کپڑوں کا اتارنا مکروہ ہے۔

سوال: اصطلاحِ فقہ میں شہید کسے کہتے ہیں؟

جواب: اصطلاحِ فقہ میں شہید اس مسلمان عاقل بالغ طاہر کو کہتے ہیں جو بطورِ ظلم کسی آلۂ جارحہ سے قتل کیا گیا اور نفس قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ ("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الشہید، ج۳، ص۱۸۷۔۱۸۹.)

سوال: شہید کا حکم کیا ہے؟

جواب: شہید کا حکم یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے، ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الشہید، ج۳، ص۱۹۱.)

تو جہاں یہ حکم پایا جائے گا فقہا اسے شہید کہیں گے ورنہ نہیں، مگر شہید فقہی نہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ شہید کا ثواب بھی نہ پائے، صرف اس کا مطلب اتنا ہو گا کہ غسل دیا جائے وبس۔

سوال: شہید کے جسم سے کپڑوں کو اتارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شہید کے بدن پر جو چیزیں از قسم کفن نہ ہوں اُتار لی جائیں، مثلاً پوستین زرہ ٹوپی، خود ہتھیار، روئی کا کپڑا اور اگر کفن مسنون میں کچھ کمی پڑے تو اضافہ کیا جائے اور پاجامہ نہ اُتارا جائے اور اگر کمی ہے مگر پورا کرنے کو کچھ نہیں تو پوستین اور روئی کا کپڑا نہ اُتاریں، شہید کے سب کپڑے اُتار کر نئے کپڑے دینا مکروہ ہے۔

("ورد المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الشہید، ج۳، ص۱۹۱،)

وَيُغْسَلُ إِنْ قُتِلَ صَبِيًّا أَوْ مَجْنُوْنًا أَوْ حَائِضًا أَوْ نُفَسَاءَ أَوْ جُنُبًا أَوْ اُرْتُثَّ بَعْدَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ بِأَنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ نَامَ أَوْ تَدَاوٰى أَوْ مَضٰى وَقْتُ الصَّلَاةِ وَهُوَ يَعْقِلُ أَوْ نُقِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ لَا لِخَوْفِ وَطْءِ الْخَيْلِ أَوْ أَوْصٰى أَوْ بَاعَ أَوِ اشْتَرٰى أَوْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ كَثِيْرٍ وَإِنْ وُجِدَ مَا ذُكِرَ قَبْلَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ لَا يَكُوْنُ بِهٖ مُرْتَثًّا وَيُغْسَلُ مَنْ قُتِلَ فِي الْمِصْرِ وَلَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ قُتِلَ بِحَدٍّ ظُلْمًا أَوْ قُتِلَ بِحَدٍّ أَوْ قَوَدٍ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور غسل دیا جائے گا اگر قتل کیا گیا ہو بچہ یا مجنون یا حائضہ یا نفساء یا جنبی یا پرانا ہو گیا ہو جنگ ختم ہونے کے بعد اس طور سے کہ کچھ کھایا یا پیا یا سویا یا دوا کی یا ایک نماز کا وقت گزر گیا اس حال میں کہ وہ ہوش رکھتا ہو یا لڑائی کے میدان سے منتقل کر دیا گیا نہ کہ گھوڑے کے روندنے کے خوف کی وجہ سے یا وصیت کی یا کوئی چیز بیچی یا خریدی یا بہت سی باتیں کیں، اور

اگر مذکورہ چیزیں لڑائی ختم ہونے سے پہلے پائی گئیں تو وہ مرتث نہیں ہوگا اور غسل دیا جائے گا اس شخص کو جو شہر میں قتل کیا گیا اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ظلماً قتل کیا گیا ہے یا کسی سزا میں یا قصاص میں اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

سوال: کن لوگوں کو غسل دیا جائے گا؟

جواب: نابالغ اور مجنون کو غسل دیا جائے، اگرچہ وہ کسی طرح قتل کئے گئے، جنب اور حیض و نفاس والی عورت خواہ ابھی حیض و نفاس میں ہو یا ختم ہو گیا مگر ابھی غسل نہ کیا تو ان سب کو غسل دیا جائے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الشھید، ج۳، ص۱۸۷.)

حیض شروع ہوئے ابھی پورے تین دن نہ ہوئے تھے کہ قتل کی گئی تو اسے غسل نہ دیں گے کہ ابھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ حائضہ ہے۔("الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب الشھید، ج۳، ص۱۸۷.)

کوئی شخص گھائل ہوا مگر اُس کے بعد دنیا سے متمتع ہوا (فائدہ اٹھایا)، مثلاً کھایا یا پیا یا سویا یا علاج کیا، اگرچہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں یا خیمہ میں ٹھہرا یعنی وہیں جہاں زخمی ہوا یا نماز کا ایک وقت پورا ہوش میں گزرا، بشرطیکہ نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ کو چلا یا لوگ اُسے معرکہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے خواہ زندہ پہنچا ہو یا راستہ ہی میں انتقال ہوا یا کسی دنیوی بات کی وصیّت کی یا بیع کی یا کچھ خریدا یا بہت سی باتیں کیں، تو ان سب صورتوں میں غسل دیں گے، بشرطیکہ یہ امور جہاد ختم ہونے کے بعد واقع ہوئے اور اگر اثنائے جنگ میں ہوں تو یہ چیزیں مانع شہادت نہیں یعنی غسل نہ دیں گے اور وصیت اگر آخرت کے متعلق ہو یا دو ایک بات بولا اگرچہ لڑائی کے بعد تو شہید ہے غسل نہ دیں گے اور اگر لڑائی میں نہیں قتل کیا گیا بلکہ ظلماً تو ان چیزوں میں سے اگر کوئی پائی گئی غسل دیں گے ورنہ نہیں۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الشھید، ج۳، ص۱۹۲۔۱۹۴.)

اور جو شخص شہر میں مقتول پایا گیا لیکن کس وجہ سے قتل کیا گیا معلوم نہ ہو تو اسے غسل دیں گے اور اس پر نماز پڑھیں گے۔

تاریخِ اختتام:26، شوال، 1441 ہجری بمطابق 19، جون 2020ء۔

شبِ ہفتہ، رات، 08:51 PM

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ و علی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

شارق الفلاح شرح نور الایضاح

کِتَابُ الصَّوْمِ

تاریخِ آغاز:26، شوال، 1441 ہجری بمطابق 19، جون 2020ء۔

شبِ ہفتہ، رات، 08:51 PM

مصنف

شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی الحنفی (سالِ وفات ۱۰۶۹ھ (علیہ رحمۃ اللہ القوی)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

كِتَابُ الصَّوْمِ

روزے کا بیان

تَعْرِيفُهُ

هُوَ الْإِمْسَاكُ نَهَاراً عَنْ إِدْخَالِ شَيْءٍ عَمَدًا أَوْ خَطَأً بَطْنًا أَوْ مَالَهُ حُكْمُ الْبَاطِنِ وَعَنْ شَهْوَةِ الْفَرْجِ بِنِيَّةٍ مِنْ أَهْلِهِ ۔

ترجمه: روزہ وہ رکنا ہے دن میں کسی چیز کو قصداً یا خطاءً داخل کرنے سے پیٹ میں، یا اس حصے میں جو پیٹ کا حکم رکھتا ہے، اور شرم گاہ کی شہوت سے نیت کے ساتھ اپنے اہل سے۔

سَبَبُ وُجُوبِ رَمَضَانَ

وَسَبَبُ وُجُوبِ رَمَضَانَ شُهُوْدُ جُزْءٍ مِنْهُ وَكُلُّ يَوْمٍ مِنْهُ سَبَبٌ لِوُجُوبِ أَدَائِهِ ۔

ترجمه: اور رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا سبب رمضان کے جز کا آجانا ہے، اور رمضان کا ہر ایک دن اس کی ادائیگی کے وجوب کا سبب ہے۔

حُكْمُهُ وَشُرُوْطُ فَرْضِيَّتِهِ

وَهُوَ فَرْضٌ أَدَاءً وَقَضَاءً عَلىٰ مَنِ اجْتَمَعَ فِيْهِ أَرْبَعَةُ أَشْيَاءَ اَلْإِسْلَامُ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعِلْمُ بِالْوُجُوبِ لِمَنْ أَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ أَوِ الْكَوْنُ بِدَارِ الْإِسْلَامِ ۔

ترجمه: اور رمضان کا روزہ فرض ہے اداءً قضاءً، اس شخص پر جس میں چار چیزیں جمع ہوں: (۱) اسلام۔ (۲) عقل۔ (۳) بلوغ۔ (۴) وجوب کا علم، اس شخص کے لئے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا، یا دار الاسلام میں ہونا۔

شُرُوْطُ وُجُوبِ أَدَائِهِ

وَيُشْتَرَطُ لِوُجُوبِ أَدَائِهِ اَلصِّحَّةُ مِنْ مَرَضٍ وَحَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَالْإِقَامَةُ ۔

ترجمه: اور روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے بیماری اور حیض و نفاس سے صحیح سالم ہونا اور مقیم ہونا۔

شُرُوْطُ صِحَّةِ أَدَائِهٖ

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ أَدَائِهٖ ثَلَاثَةٌ اَلنِّيَّةُ وَالْخُلُوُّ عَمَّا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَعَمَّا يُفْسِدُهٗ وَلَا يُشْتَرَطُ الْخُلُوُّ عَنِ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ: اور روزے کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزوں کی شرط لگائی جاتی ہے:(۱)نیت۔(۲)ایسی چیزوں سے خالی ہونا جو روزے کے منافی ہو، یعنی حیض و نفاس۔(۳) اور ان چیزوں سے خالی ہونا جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں اور جنابت سے خالی ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔

رُکْنُہٗ

وَرُكْنُهٗ اَلْكَفُّ عَنْ قَضَاءِ شَهْوَتَيِ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ وَمَا أُلْحِقَ بِهِمَا وَحُكْمُهٗ سُقُوْطُ الْوَاجِبِ عَنِ الذِّمَّةِ وَالثَّوَابُ فِي الْآخِرَةِ۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ترجمہ: اور روزے کا رکن پیٹ اور شرم گاہ اور ان چیزوں کی شہوت سے رکنا ہے، جو ان دونوں کے ساتھ ملحق ہیں، اور روزے کا حکم فرض کا ذمہ سے ساقط ہو جانا ہے، اور آخرت میں ثواب (کا حاصل ہونا) ہے۔

سوال: صوم کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے؟

جواب: صوم کا لغوی معنی مطلقاً امساک یعنی رکنا ہے، خواہ کسی چیز سے رکنا ہو، اور شریعت میں صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک اس شخص کا جو روزے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی حائضہ اور نفساء، کافر و مجنون نہ ہو کسی چیز کو خواہ وہ ماکول ہو یا غیر ماکول پیٹ میں یا جو پیٹ کا حکم رکھتا ہے مثلا دماغ میں داخل کرنے سے اور فرج کی شہوت سے خواہ جماع ہو یا جو فرج کی شہوت کا حکم رکھتا ہو مثلا چھیڑ چھاڑ (جس سے انزال ہو جائے) عبادت کی نیت سے رکنے کا نام صوم ہے۔ روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۱۹۴.)

سوال: رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا سبب کیا ہے؟

جواب: رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا سبب رمضان کے مہینے کے کسی جز کا پایا جانا ہے، لہذا جب بھی رمضان کا مہینہ پایا جائے گا تو رمضان کے روزے فرض ہو جائیں گے، کیونکہ سبب کا تکرار مسبَّب کے تکرار کو مستلزم ہے، اور رمضان کا ہر دن اس دن کے روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کا سبب ہے۔

سوال: رمضان کے روزے کس پر فرض ہیں؟

جواب: رمضان کے روزے اداءً رکھنا فرض ہے، اور اگر رمضان میں اداء نہ کر سکا تو بعد رمضان ان کی قضا فرض ہے، اور یہ اس شخص پر فرض ہے جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں: (۱) مسلمان ہونا لہذا کافر پر رمضان کے روزے فرض نہیں۔ (۲) عاقل ہونا لہذا مجنون پر روزۂ رمضان فرض نہیں۔ (۳) بالغ ہونا لہذا نابالغ پر روزۂ رمضان فرض نہیں۔ (۴) جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا ہو اس کو رمضان کے روزوں کی فرضیت کا علم ہونا لہذا جسے علم نہ ہو تو اس پر روزۂ رمضان فرض نہیں اور جو دار الاسلام میں ہو اور مسلمان ہوا، تو اس پر ہر حال میں روزہ رمضان فرض ہے خواہ اس کو روزے کی فرضیت کا علم نہ ہو، کیونکہ دار الاسلام میں روزے کی فرضیت سے بے علم ہونا عذر نہیں ہے۔

سوال: روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) بیماری اور حیض و نفاس سے صحیح سالم ہونا لہذا بیمار اور حیض و نفاس والی عورت پر ابھی روزوں کو ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

(۲) مقیم ہونا لہذا مسافر پر حالتِ سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔

سوال: روزے کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی کتنی اور کون کون سی شرائط ہیں؟

جواب: روزے کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں: (۱) روزہ رکھنے کی نیت کرنا۔ (۲) عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا، یہ وجودِ ادا اور صحتِ ادا دونوں کی شرط ہے۔ (۳) ان چیزوں سے خالی ہونا جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں، لیکن روزے کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں ہے، کیونکہ جنابت کی حالت میں روزہ صحیح ہو جاتا ہے۔

سوال: روزے کارکن کیا ہے؟

جواب: روزے کارکن اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے روکے رکھنا ہے۔

سوال: "وما اکف بھا" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: مصنف اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان شہوتوں کو پورا کرنے سے رکنا بھی روزے کارکن ہے جو پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھ لاحق مانی جاتی ہیں، پیٹ کے ساتھ جیسے دماغ میں دوا وغیرہ پہنچانا، اور شرم گاہ کے ساتھ جیسے چھیڑ چھاڑ جس سے انزال ہو جائے۔

سوال: روزے کا حکم کیا ہے؟

جواب: روزے کا حکم یعنی اثر یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے اس کے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور آخرت میں ثواب پاتا ہے۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْبِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

فَصْلٌ فِيْ صِفَةِ الصَّوْمِ وَتَقْسِيْمِهٖ

یہ فصل روزے کی صفت اور اس کی تقسیم کے بیان میں ہے

يَنْقَسِمُ الصَّوْمُ إِلىٰ سِتَّةِ أَقْسَامٍ فَرْضٍ وَوَاجِبٍ وَمَسْنُوْنٍ وَمَنْدُوْبٍ وَنَفْلٍ وَمَكْرُوْهٍ أَمَّا الْفَرْضُ فَهُوَ صَوْمُ رَمَضَانَ أَدَاءً وَقَضَاءً وَصَوْمُ الْكَفَّارَاتِ وَالْمَنْذُوْرِ فِي الْأَظْهَرِ وَأَمَّا الْوَاجِبُ فَهُوَ قَضَاءُ مَا أَفْسَدَهٗ مِنْ صَوْمٍ نَفْلٍ ۔

ترجمہ: روزہ چھ قسموں کی جانب منقسم ہوتا ہے: (۱) فرض۔ (۲) واجب۔ (۳) سنت۔ (۴) مستحب۔ (۵) نفل۔ (۶) مکروہ۔ رہا فرض تو وہ رمضان کے ادا اور قضا روزے ہیں، اور کفاروں کے روزے اور منت مانے ہوئے روزے ظاہر روایت میں، اور رہے واجب تو وہ نفل روزے کی قضا ہے جس کو توڑ دیا ہو۔

وَأَمَّا الْمَسْنُوْنُ فَهُوَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مَعَ التَّاسِعِ وَأَمَّا الْمَنْدُوْبُ فَهُوَ صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيُنْدَبُ كَوْنُهَا الْأَيَّامَ الْبِيْضَ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ وَصَوْمُ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ وَصَوْمُ سِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ ثُمَّ قِيْلَ الْأَفْضَلُ وَصْلُهَا وَقِيْلَ تَفْرِيْقُهَا وَكُلُّ صَوْمٍ ثَبَتَ طَلَبُهٗ وَالْوَعْدُ عَلَيْهِ بِالسُّنَّةِ كَصَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ وَأَحَبُّهٗ إِلَى اللهِ تَعَالىٰ ۔

اور رہا مسنون تو وہ عاشوراء کے دن کا روزہ ہے نویں کے ساتھ، اور رہا مستحب تو وہ ہر مہینے میں تین روزے ہیں، اور مستحب ہے کہ یہ تین دن ایام بیض ہوں، اور وہ (ہر مہینے کی) ۱۳-۱۴-۱۵ (تاریخ کے روزے) ہیں، اور پیر اور جمعرات کا روزہ، اور شوال کے چھ روزے، پھر کہا گیا ہے کہ ان کو ملا کر رکھنا افضل ہے، اور کہا گیا ہے کہ ان کو علیحدہ علیحدہ رکھنا افضل ہے، اور ہر وہ روزہ جس کی طلب اور جس پر ثواب سنت سے ثابت ہو جیسے داؤد علیہ السلام کا روزہ کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور یہ روزوں میں افضل اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

وَأَمَّا النَّفْلُ فَهُوَ سِوٰى ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يَثْبُتْ كَرَاهِيَّتُهٗ وَأَمَّا الْمَكْرُوْهُ فَهُوَ قِسْمَانِ مَكْرُوْهٌ تَنْزِيْهًا وَمَكْرُوْهٌ تَحْرِيْمًا اَلْأَوَّلُ كَصَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مُنْفَرِدًا عَنِ التَّاسِعِ وَالثَّانِيْ صَوْمُ الْعِيْدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَكُرِهَ إِفْرَادُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَإِفْرَادُ يَوْمِ السَّبْتِ وَيَوْمِ النَّيْرُوْزِ أَوِ الْمَهْرَجَانِ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ عَادَتَهٗ وَكُرِهَ صَوْمُ الْوِصَالِ وَلَوْ يَوْمَيْنِ وَهُوَ أَنْ لَا يُفْطِرَ بَعْدَ الْغُرُوْبِ أَصْلًا حَتّٰى يَتَّصِلَ صَوْمُ الْغَدِ بِالْأَمْسِ وَكُرِهَ صَوْمُ الدَّهْرِ۔

ترجمہ: اور رہا نفل تو وہ مذکورہ بالا روزوں کے علاوہ ہے جن کی کراہت ثابت نہ ہو، اور رہا مکروہ تو وہ دو قسموں پر ہے: (۱) مکروہ تنزیہی (۲) مکروہ تحریمی۔ (۱) پہلا جیسے صرف عاشوراء کا روزہ نویں کے روزے کے بغیر، (۲) اور دوسرا عیدین اور ایام تشریق کے روزے ہیں، اور مکروہ ہے تنہا جمعہ کے دن اور تنہا سنیچر کے دن کا روزہ رکھنا، اور نیروز یا مہر جان کے دن کا روزہ رکھنا، مگر یہ کہ اس کی عادت کے موافق ہو، اور صوم وصال مکروہ ہے اگرچہ دو ہی دن کا ہو، اور وہ یہ ہے کہ غروب کے بعد قطعاً افطار نہ کرنا یہاں تک کہ آئندہ کل کا روزہ گزشتہ کل کے روزے سے مل جائے، اور صوم دہر مکروہ ہے۔

سوال: روزے کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: روزے کی چھ قسمیں ہیں: (۱) فرض۔ (۲) واجب۔ (۳) سنّت۔ (۴) مستحب۔ (۵) نفل۔ (۶) مکروہ۔

جبکہ صاحبِ بہار شریعت نے روزے کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں: (۱) فرض۔ (۲) واجب۔ (۳) نفل۔ (۴) مکروہِ تنزیہی۔ (۵) مکروہِ تحریمی۔

سوال: فرض روزے کون سے ہیں؟

جواب: فرض روزے کی دو قسمیں ہیں: (۱) معیّن اور (۲) غیر معیّن۔ (۱) فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ (۲) فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور ظہار و قتل و قسم کے کفارے کے روزے۔

اور مصنف نے منت کے روزوں کو بھی فرض میں بیان کیا ہے، جو کہ اب غیر مفتی بہ قول ہے جبکہ مفتی بہ قول اس کے واجب کا ہے جیسے کہ واجب روزوں میں آ رہا ہے۔

سوال: واجب روزے کون سے ہیں؟

جواب: واجب کی دو قسمیں ہیں:(۱) معیّن اور (۲) غیر معیّن۔(۱)واجب معیّن جیسے نذر معیّن، مثلاً کسی نے منّت مانی کہ میں جمعرات کے دن روزہ رکھوں گا۔(۲)واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق، مثلاً کسی نے منّت مانی کہ میں ایک روزہ رکھوں گا، پس اس نے اس منّت میں کسی دن کو معین نہیں کیا ہے، بلکہ کبھی بھی رکھ سکتا ہے۔اور نفل کی قضا واجب ہے مثلاً کسی نے نفل روزہ شروع کرنے کے بعد اس کو فاسد کر دیا تو اس روزے کی قضا واجب ہے، خواہ قصداً توڑا ہو یا بلا قصد۔

سوال: سنّت روزے کون سے ہیں؟

جواب: جیسے عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی۔

سوال: مستحب روزے کون سے ہیں؟

جواب: ہر قمری مہینے میں کوئی سے تین دن کے روزے رکھنا مستحب ہے، یعنی سارے مہینے میں جب چاہے رکھے، لیکن ان تین روزوں کا ایامِ بیض یعنی ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو رکھنا الگ مستحب ہے، اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے رکھنا(یعنی شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنا)، اور اس میں اختلاف ہے کہ شش عید کے روزے لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے، تو بعض علما لگاتار رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں اور بعض متفرق طور پر رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں، اور ان روزوں کی فضیلت میں آیا:

حضرتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لئے تو اُس نے پورے سال کا روزہ رکھا، کہ جو ایک نیکی لائے گا اُسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزے ہو گئے۔"

("السنن الکبری"للنسائي، کتاب الصیام، باب صیام ستۃ ایام من شوال، الحدیث:۲۸۶۰۔۲۸۶۱، ج۲، ص۱۶۲۔۱۶۳.)

اور ہر وہ روزہ جس کے بارے میں کوئی حدیث مروی ہو اور اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو، تو وہ روزہ مستحب ہے جیسے صوم داؤدی علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ، ایک دن افطار کرنا ہے، اور اس کی فضیلت میں آیا ہے کہ:

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین روزے میرے بھائی حضرت داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام) کے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، الحدیث:۱۹۷۶، ص۱۵۴ مفھوماً)

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ماہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب یہ عرض کی کہ میں اس سے بھی زیادہ فضیلت والے روزے رکھنا چاہتا ہوں تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔'' تو انہوں نے عرض کی کہ میں اس سے بھی افضل روزے رکھنا چاہتا ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے افضل روزے نہیں ہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، الحدیث:۱۹۷۶، ص۱۵۴ مفھوماً)

سوال: نفل روزے کون سے ہیں؟

جواب: جو فرض و واجب و سنّت روزوں کے علاوہ ہوں اور جس کے متعلق کوئی کراہت ثابت نہ ہو وہ نفل روزے ہیں۔

سوال: مکروہ روزے کون سے ہیں؟

جواب: مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہِ تنزیہی جیسے تنہا عاشوراء کا روزہ بغیر نویں کے، صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ صرف جمعہ کے دن، نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صومِ دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ (۲) مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایّامِ تشریق (ذی الحجہ کی ۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳۔ تاریخ کے روزے۔

(بہار شریعت جلد ۔۱۔ ص۹۶۷) ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۱۹۴)

فَصْلٌ فِيمَا لَا يُشْتَرَطُ تَبْيِيتُ النِّيَّةِ

یہ فصل ان روزوں کے بیان میں جن روزوں میں رات سے نیت کرنا شرط قرار نہیں دیا جاتا ہے

أَمَّا الْقِسْمُ الَّذِي لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ تَعْيِينُ النِّيَّةِ وَلَا تَبْيِيتُهَا فَهُوَ أَدَاءُ رَمَضَانَ وَالنَّذْرُ الْمُعَيَّنُ زَمَانُهُ وَالنَّفْلُ فَيَصِحُّ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ إِلىٰ مَا قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى الْأَصَحِّ وَنِصْفُ النَّهَارِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلىٰ وَقْتِ الضَّحْوَةِ الْكُبْرٰى وَيَصِحُّ أَيْضًا بِمُطْلَقِ النِّيَّةِ وَبِنِيَّةِ النَّفْلِ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا أَوْ مَرِيضًا فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: رہا روزے کی وہ قسم جن میں نیت کا معین کرنا اور رات سے ارادہ کرنا شرط نہیں ہے، تو وہ (۱) رمضان کا ادا روزہ اور (۲) ایسی نذر کا روزہ جس کا زمانہ معین ہو، اور (۳) نفلی روزہ ہے، پس ان تینوں میں رات سے لیکر نصف النہار سے پہلے تک نیت کرنا صحیح ہے اصح قول کے مطابق، اور نصف النہار صبح صادق سے ضحوۂ کبری تک ہوتا ہے، نیز یہ تینوں روزے مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے صحیح ہو جاتے ہیں، اگرچہ وہ مسافر ہو یا مریض اصح قول کے مطابق۔

وَيَصِحُّ أَدَاءُ رَمَضَانَ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ آخَرَ لِمَنْ كَانَ صَحِيحًا مُقِيمًا بِخِلَافِ الْمُسَافِرِ فَإِنَّهُ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ وَاخْتُلِفَ التَّرْجِيحُ فِي الْمَرِيضِ إِذَا نَوٰى وَاجِبًا آخَرَ فِي رَمَضَانَ وَلَا يَصِحُّ الْمَنْذُورُ الْمُعَيَّنُ زَمَانُهُ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ غَيْرِهِ بَلْ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ فِيهِ ۔

ترجمہ: اور رمضان کا ادا روزہ دوسرے واجب کی نیت سے صحیح ہو جاتا ہے اس شخص کا جو تندرست اور مقیم ہو، بخلاف مسافر کے، پس مسافر کا اسی واجب کی طرف سے واقع ہو گا جس کی اس نے نیت کی، اور مریض کے بارے میں ترجیح مختلف ہو گئی ہے، جب کہ رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے، اور صحیح نہیں ہو تا وہ نذری روزہ جس کا زمانہ معین ہو دوسرے واجب کی نیت سے، بلکہ اسی واجب کی طرف سے واقع ہو گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

مَا يُشْتَرَطُ فِيهِ تَعْيِينُ النِّيَّةِ

وَأَمَّا الْقِسْمُ الثَّانِيْ وَهُوَ مَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ تَعْيِيْنُ النِّيَّةِ وَتَبْيِيْتُهَا فَهُوَ قَضَاءُ رَمَضَانَ وَقَضَاءُ مَا أَفْسَدَهُ مِنْ نَفْلٍ وَصَوْمُ الْكَفَّارَاتِ بِأَنْوَاعِهَا وَالْمَنْذُوْرُ الْمُطْلَقُ كَقَوْلِهِ إِنْ شَفَى اللهُ مَرِيْضِيْ فَعَلَيَّ صَوْمُ يَوْمٍ فَحَصَلَ الشِّفَاءُ۔

ترجمہ: اور بہر حال دوسری قسم: اور یہ وہ روزے ہیں جن میں نیت کی تعیین اور رات سے نیت کرنا شرط ہے، پس وہ رمضان کی قضا ہے، اور اس نفل کی قضا ہے جس کو فاسد کر دیا تھا، اور تمام قسم کے کفاروں کے روزے، اور نذر مطلق کے روزے ہیں، جیسے اس کا قول کہ اگر اللہ میرے مریض کو شفاء دے دے تو مجھ پر ایک دن کا روزہ ہے، پس شفاء حاصل ہو گئی۔

سوال: کن روزوں میں نیّت کو معین کرنا اور رات سے ارادہ کرنا شرط نہیں؟

جواب: ادائے روزۂ رمضان اور نذرِ معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیّت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوہ کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب نیّت کر لے، یہ روزے ہو جائیں گے۔ لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیّت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہو گیا اور ضحوہ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیّت کی تھی تو ہو گیا۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، ج۳، ص ۳۹۳.)

ضحوہ کبریٰ نیّت کا وقت نہیں، بلکہ اس سے پیشتر نیّت ہو جانا ضروری ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خطِ نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا، نیّت کی تو روزہ نہ ہوا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص ۳۹۴.) اگرچہ ان تین قسم کے روزوں کی نیّت دن میں بھی ہو سکتی ہے، مگر رات میں نیّت کر لینا مستحب ہے۔ ("الجوھرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، ص۱۷۵.)

سوال: کیا رمضان، نذر معین اور نفل روزے مطلق روزے کی نیّت سے ادا ہو جائیں گے؟

جواب: یہ تینوں یعنی رمضان کا ادا روزہ اور نفل و نذر معین، مطلقاً روزے کی نیّت سے ہو جاتے ہیں، خاص انہیں کی نیّت ضروری نہیں۔ یوہیں نفل کی نیّت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ غیر مریض و غیر مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیّت کی جب بھی اسی رمضان کا ہو گا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۳.)

سوال: مسافر یا مریض نے رمضان میں نفل یا کسی دوسرے واجب روزے کی نیّت کرے تو کون سا روزہ ادا ہو گا؟

جواب: مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیّت کریں تو جس کی نیّت کریں گے، وہی ہو گا رمضان کا نہیں۔ ("تنویر الأبصار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۵.) اور مطلق روزے کی نیّت کریں تو رمضان کا ہو گا۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۱۹۵۔ ۱۹۶.)

سوال: کیا نذرِ معین کسی اور واجب کی نیّت سے ادا ہو جائے گا؟

جواب: نذر معین یعنی فلاں دن روزہ رکھوں گا، اس میں اگر اُس دن کسی اور واجب کی نیّت سے روزہ رکھا تو جس کی نیّت سے روزہ رکھا، وہ ہوا، منت کی قضا دے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۱۹۶.)

سوال: کن روزوں میں نیّت کی تعیین اور رات سے نیّت کرنا شرط ہے؟

جواب: ادائے رمضان اور نذر معیّن اور نفل کے علاوہ باقی روزے، مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معیّن اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذر معیّن کی قضا اور کفّارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیّت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اس معیّن کی نیّت کرے اور اُن روزوں کی نیّت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضروری ہے توڑے گا تو قضا واجب ہو گی۔ اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہو گا بلکہ نفل ہو گا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۳.)

رات میں قضا روزے کی نیّت کی، صبح کو اُسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، ج۳ ص۳۹۸)

کئی روزے قضا ہو گئے تو نیّت میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہو گئے، کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیّت ہونی چاہیے کہ اس رمضان کی اور اُس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معیّن نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۱۹۶.)

فَصْلٌ فِیْمَا یَثْبُتُ بِہِ الْھِلَالُ وَفِی صَوْمِ یَوْمِ الشَّکِّ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کے ذریعہ سے چاند ثابت ہوتا ہے اور یومِ شک کے روزے کے بیان میں ہے

بِمَ یَثْبُتُ رَمَضَانَ

یَثْبُتُ رَمَضَانُ بِرُؤْیَةِ هِلَالِهِ أَوْ بِعَدِّ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ إِنْ غُمَّ الْهِلَالُ وَيَوْمُ الشَّكِّ هُوَ مَا يَلِيَ التَّاسِعَ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ وَقَدِ اسْتَوٰى فِيْهِ طَرْفُ الْعِلْمِ وَالْجَهْلِ بِأَنْ غُمَّ الْهِلَالُ وَكُرِهَ فِيْهِ كُلُّ صَوْمٍ إِلَّا صَوْمَ نَفْلٍ جَزَمَ بِهِ بِلَا تَرْدِيْدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ صَوْمٍ آخَرَ۔

رمضان ثابت ہو جاتا ہے چاند دیکھنے سے یا شعبان کے تیس دن گن لینے سے اگر چاند مشتبہ ہو، اور یوم شک وہ ہے جو ۲۹ویں شعبان سے متصل ہے، اور اس میں جاننے اور نہ جاننے کا پہلو برابر ہو اس طور سے کہ چاند مشتبہ رہا ہو، اور یوم شک میں ہر روزہ مکروہ ہے مگر وہ نفلی روزہ جس کا ارادہ پختگی سے کیا ہو بغیر تردد کے اس کے اور دوسرے روزے کے درمیان۔

وَإِنْ ظَهَرَ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ أَجْزَأَ عَنْهُ مَا صَامَهُ وَإِنْ رَدَّدَ فِيْهِ بَيْنَ صِيَامٍ وَفِطْرٍ لَا يَكُوْنُ صَائِمًا وَكُرِهَ صَوْمُ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ مِنْ آخِرِ شَعْبَانَ لَا يُكْرَهُ مَا فَوْقَهُمَا وَيَأْمُرُ الْمُفْتِي الْعَامَّةَ بِالتَّلَوُّمِ يَوْمَ الشَّكِّ ثُمَّ بِالْإِفْطَارِ إِذَا ذَهَبَ وَقْتُ النِّيَّةِ وَلَمْ يَتَعَيَّنِ الْحَالُ وَيَصُوْمُ فِيْهِ الْمُفْتِيْ وَالْقَاضِيْ وَمَنْ كَانَ مِنَ الْخَوَاصِّ وَهُوَ مَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْ ضَبْطِ نَفْسِهِ عَنِ التَّرْدِيْدِ فِي النِّيَّةِ وَمُلَاحَظَةِ كَوْنِهِ عَنِ الْفَرْضِ۔

ترجمہ: اور اگر ظاہر ہو جائے کہ وہ رمضان کا دن ہے تو وہ رمضان کی طرف سے کافی ہو گا، اور اگر اس دن کے روزے میں تردد ہو روزہ اور افطار کے درمیان تو وہ روزہ دار نہیں ہو گا، اور شعبان کے آخر میں ایک دن یا دو دن کہ روزے مکروہ ہیں اس سے زیادہ مکروہ نہیں ہیں، اور یوم شک میں مفتی عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے گا پھر افطار کا، جب کہ نیت کا وقت چلا جائے، اور کوئی حالت متعین نہ ہو، اور روزہ رکھے اس دن میں مفتی اور قاضی اور جو خواص میں سے ہوں، اور خواص وہ ہیں جو قابو رکھ سکیں اپنے نفس کو ضبط کر کے نیت کے اندر تردید سے، اور اس کے فرض کی طرف سے ہونے کے دھیان سے۔

رُؤْیَۃُ الْھِلَالِ

وَمَنْ رَأَىٰ هِلَالَ رَمَضَانَ أَوِ الْفِطْرِ وَحْدَهٗ وَرُدَّ قَوْلُهٗ لَزِمَهُ الصِّيَامُ وَلَا يَجُوْزُ لَهُ الْفِطْرُ بِتَيَقُّنِهٖ هِلَالَ شَوَّالٍ وَإِنْ أَفْطَرَ فِي الْوَقْتَيْنِ قَضٰى وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ فِطْرُهٗ قَبْلَ مَا رَدَّهُ الْقَاضِيْ فِي الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: اور جو شخص رمضان یا عید الفطر کا چاند تنہا دیکھے اور اس کا قول رد کر دیا گیا ہو تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہے۔ اور اس کو افطار کرنا جائز نہیں ہے شوال کے چاند کا یقین کرنے کی وجہ سے، اور اگر دونوں وقتوں میں افطار کر لیا تو قضا کرے گا، اور اس پر کفارہ لازم نہ ہو گا اگرچہ افطار کر لیا ہو قاضی کے رد کر دینے سے پہلے صحیح قول کے مطابق۔

سوال: کن مہینوں کا چاند دیکھنا ضروری ہے؟

جواب: پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔ (۱) شعبان۔ (۲) رمضان۔ (۳) شوال۔ (۴) ذی القعدہ۔ (۵) ذی الحجہ۔

(۱) شعبان کا، اس لئے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں۔ (۲) اور رمضان کا، روزہ رکھنے کے لئے۔ (۳) اور شوال کا، روزہ ختم کرنے کے لئے۔ (۴) اور ذی قعدہ کا، ذی الحجہ کے لئے (۵) اور ذی الحجہ کا، بقر عید کے لئے۔ ("الفتاوی الرضویة"، ج۱۰ص۴۴۹۔۴۵۱.)

سوال: رمضان کا مہینہ کب سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: شعبان کی انتیس کو شام کے وقت چاند دیکھیں، دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال، ج۱، ص۱۹۷.)

سوال: یومِ شک کسے کہتے ہیں؟

جواب: یوم شک سے مراد شعبان کا آخری دن ہے جس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ رمضان کا پہلا دن ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ شعبان کا آخری دن یعنی شعبان کی تیس تاریخ ہو، اور تیس شعبان یوم شک اس صورت میں ہو گا جب کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند کے ہونے یہ نہ ہونے میں شک ہو اور اگر مطلع صاف ہو تو اگلا دن یوم شک نہیں کہلائے گا۔

سوال: یومِ شک میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یوم الشّک یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفلِ خالص کی نیّت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے، خواہ مطلق روزہ کی نیّت ہو یا فرض کی یا کسی واجب کی، خواہ نیّت معیّن کی کی ہو یا تردد کے ساتھ، یہ سب صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر رمضان کی نیّت ہے تو مکروہ تحریمی ہے، ورنہ مقیم کے لئے تنزیہی اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیّت کی تو کراہت نہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لئے بہر حال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیّت کسی واجب کی کی تھی تو جس واجب کی نیّت تھی وہ ہوا، اور اگر کچھ حال نہ کُھلا تو واجب کی نیّت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیّت کی بہر صورت وہی ہوا۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، مبحث في صوم یوم الشک، ج۳، ص۳۹۹.)

یوم الشّک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزہ نفل ہے تردد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہو گا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا، اور یوں بھی نیّت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیّت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۲۰۰.)

سوال: شعبان کو روزہ رکھنا کس کے لئے افضل ہے اور کس کے لئے مکروہ ہے؟

جواب: اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اُسے روزہ رکھنا افضل ہے، مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے۔ یوہیں اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشّک میں کراہت نہیں۔ کراہت اُسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف تیس ۳۰ شعبان کو یا انتیس ۲۹ اور تیس ۳۰ کو۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۰.)

سوال: یومِ شک میں مفتی کیا فتوی دے گا؟

جواب: یوم شک میں مفتی عام لوگوں کو فتوی دے کہ وہ زوال تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ ممنوعات روزے سے باز رہیں اگر زوال تک چاند کا ثبوت ہو گیا تو وہ لوگ رمضان کے روزے کی نیت کرلیں اور روزہ پورا کریں اور اگر زوال ہو گیا تو پھر افطار کا فتوی دے دے کہ اب وہ لوگ کھائیں پئیں اور روزہ نہ رکھیں۔

سوال: یومِ شک میں کن لوگوں کو روزہ رکھنا مستحب ہے؟ نیز خواص و عوام میں فرق کیا ہے؟

جواب: مفتی قاضی اور خواص یوم شک میں روزہ رکھیں، اور یہ ان کے لئے مستحب ہے واجب نہیں۔ خواص و عوام میں فرق یہ ہے کہ جو شخص اپنے علم و فقہ کی بناء پر شکوک و وساوس میں پڑے بغیر خالص نفل روزے کی نیت کرے اور دل میں یہ خیال نہ آنے دے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہو گا تو وہ رمضان کا روزہ ہے ایسا شخص خواص میں سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ تردد میں ہو تو وہ عوام میں سے ہے۔

سوال: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی رد ہو گئی تو اسے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اُسے حکم ہے کہ روزہ رکھے، اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں، مگر توڑے گا تو کفّارہ لازم نہیں (۲) اور اس صورت میں اگر رمضان کا چاند تھا اور اُس نے اپنے حسابوں تیس روزے پورے کیے، مگر عید کے چاند کے وقت پھر اَبر یا غبار ہے تو اُسے بھی ایک دن اور رکھنے کا حکم ہے۔

("الدرالمختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۴.)

تنہا اُس نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر روزہ توڑ دیا یا قاضی کے یہاں گواہی بھی دی تھی اور ابھی اُس نے اُس کی گواہی پر حکم نہیں دیا تھا کہ اُس نے روزہ توڑ دیا تو بھی کفّارہ لازم نہیں، صرف اُس روزہ کی قضا دے اور اگر قاضی نے اُس کی گواہی قبول کرلی۔ اُس کے بعد اُس نے روزہ توڑ دیا تو کفّارہ لازم ہے اگرچہ یہ فاسق ہو۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۴.)

وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ مِنْ غَيْمٍ أَوْ غُبَارٍ أَوْ نَحْوِهٖ قُبِلَ خَبَرُ وَاحِدٍ عَدْلٍ أَوْ مَسْتُوْرٍ فِي الصَّحِيْحِ وَلَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةِ وَاحِدٍ مِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ أُنْثٰى أَوْ رَقِيْقًا أَوْ مَحْدُوْدًا فِيْ قَذْفٍ تَابَ لِرَمَضَانَ وَلَا يُشْتَرَطُ

لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَلَا الدَّعْوٰی وَشُرِطَ لِهِلَالِ الْفِطْرِ اِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَفْظُ الشَّهَادَةِ مِنْ حُرَّيْنِ أَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ بِلَا دَعْوٰی۔

ترجمه: اور جب آسمان میں بادل یا غبار یا اس جیسی کوئی علت ہو تو ایک عادل یا مستور کی خبر قبول کی جائے گی صحیح قول کے مطابق اگرچہ گواہی دی ہو اپنے جیسے ایک آدمی کی گواہی پر اور اگرچہ عورت یا غلام یا ایسا شخص ہو جس کو تہمت کے سلسلے میں سزا ملی ہو جو توبہ کر چکا ہو رمضان کے لئے، اور لفظ شہادت کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے اور نہ ہی دعوی دائر کرنے کی۔ اور عید کی چاند کے لئے لفظ شہادت شرط ہے جب کہ آسمان پر علت ہو جو دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی جانب سے ہو بغیر دعوی کے۔

وَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنْ جَمْعٍ عَظِيْمٍ لِرَمَضَانَ وَالْفِطْرِ وَمِقْدَارُ الْجَمْعِ الْعَظِيْمِ مُفَوَّضٌ لِرَايِ الْإِمَامِ فِي الْأَصَحِّ وَاِذَا تَمَّ الْعَدَدُ بِشَهَادَةِ فَرْدٍ وَلَمْ يُرَ هِلَالُ الْفِطْرِ وَالسَّمَاءُ مَصْحِيَّةٌ لَا يَحِلُّ لَهُ الْفِطْرُ وَاخْتَلَفَ التَّرْجِيْحُ فِيْمَا اِذَا كَانَ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَلَا خِلَافَ فِيْ حِلِّ الْفِطْرِ اِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ وَلَوْ ثَبَتَ رَمَضَانُ بِشَهَادَةِ الْفَرْدِ وَهِلَالُ الْأَضْحٰى كَالْفِطْرِ وَيُشْتَرَطُ لِبَقِيَّةِ الْأَهِلَّةِ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَدْلَيْنِ أَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ غَيْرِ مَحْدُوْدَيْنِ فِيْ قَذْفٍ ۔

ترجمه: اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو ایک بڑی جماعت رمضان اور عید کے لئے ضروری ہے اور بڑی جماعت کی مقدار سپرد کی گئی ہے امام کی رائے پر اصح قول میں، اور جب عدد ایک آدمی کی شہادت سے پورا ہو جائے اور عید کا چاند نظر نہ آئے حالانکہ آسمان صاف ہے تو اس کے لئے افطار حلال نہیں ہے اور ترجیح میں اختلاف ہو گیا ہے اس صورت میں جب کہ دو عادل کی شہادت سے رمضان کا حکم دیا گیا ہو، اور کوئی اختلاف نہیں ہے افطار کے حلال ہونے میں جب کی آسمان پر علت ہو اگرچہ رمضان کا ثبوت ایک آدمی کی شہادت سے ہو اور عید الاضحی کے چاند کا حکم عید الفطر کی طرح ہے اور شرط ہے باقی چاندوں کے لئے دو عادل مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت جن کو تہمت کے سلسلے میں حد نہ لگائی گئی ہو۔

اِخْتِلَافُ الْمَطَالِع

وَإِذَا ثَبَتَ فِيْ مَطْلَعِ قُطْرٍ لَزِمَ سَائِرَ النَّاسِ فِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَأَكْثَرُ الْمَشَايِخِ وَلَا عِبْرَةَ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ نَهَارًا سَوَاءٌ كَانَ قَبْلَ الزَّوَالِ أَوْ بَعْدَهٗ وَهُوَ اللَّيْلَةُ الْمُسْتَقْبِلَةُ فِي الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ: اور جب کسی علاقہ کے مطلع میں (عید الفطر) کا ثبوت ہو گا تو تمام لوگوں پر افطار لازم ہو جائے گا ظاہر مذہب کے مطابق اور اسی پر فتوی ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مسلک ہے اور کوئی اعتبار نہیں ہے دن میں چاند دیکھنے کا خواہ زوال سے پہلے دیکھا جائے یا زوال کے بعد اور یہ چاند آنے والی رات کا ہے مختار قول میں۔

سوال: رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے کتنے گواہوں کی گواہی ضروری ہے؟

جواب: اَبر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی یا غلام یا اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو، جب کہ توبہ کر چکا ہو۔ عادل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کم سے کم متقی ہو یعنی کبائر گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہو مثلاً بازار میں کھانا۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، مبحث في صوم یوم الشک، ج۳، ص۴۰۶.)

فاسق اگرچہ رمضان کے چاند کی شہادت دے اُس کی گواہی قابل قبول نہیں رہا یہ کہ اُس کے ذمّہ گواہی دینا لازم ہے یا نہیں۔ اگر اُمید ہے کہ اُس کی گواہی قاضی قبول کرلے گا تو اُسے لازم ہے کہ گواہی دے۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۶.)

سوال: مستور کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستور یعنی جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہے، مگر باطن کا حال معلوم نہیں، اُس کی گواہی بھی غیر رمضان میں قابلِ قبول نہیں۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۷۶)

سوال: کیا رمضان اور غیر رمضان کے چاند کی گواہی میں لفظِ شہادت کہنا ضروری ہے؟

جواب: ہر گواہی میں یہ کہنا ضروری ہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ" بغیر اس کے شہادت نہیں، مگر اَبر میں رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کو کہنے کی ضرورت نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "میں نے اپنی آنکھ سے اس رمضان کا چاند آج یا کل یا فلاں دن دیکھا ہے"۔ یوہیں اس کی گواہی میں دعویٰ اور مجلس قضا اور حاکم کا حکم بھی شرط نہیں، یہاں تک کہ

اگر کسی نے حاکم کے یہاں گواہی دی تو جس نے اُس کی گواہی سُنی اور اُس کو بظاہر معلوم ہوا کہ یہ عادل ہے اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ حاکم کا حکم اُس نے نہ سُنا ہو مثلاً حکم دینے سے پہلے ہی چلا گیا۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثاني في روية الهلال، ج۱، ص۱۹۷.)

مطلع ناصاف ہے تو علاوہ رمضان کے شوال و ذی الحجہ بلکہ تمام مہینوں کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور سب عادل ہوں اور آزاد ہوں اور ان میں کسی پر تہمت زنا کی حد نہ قائم کی گئی ہو، اگرچہ توبہ کر چکا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ گواہ گواہی دیتے وقت یہ لفظ کہے میں گواہی دیتا ہوں۔

گاؤں میں دو شخصوں نے عید کا چاند دیکھا اور مطلع ناصاف ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس شہادت دیں تو گاؤں والوں سے کہیں، اگر یہ عادل ہوں تو لوگ عید کر لیں۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال، ج۱، ص۱۹۸.) اگر مطلع صاف ہو تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا، رہا یہ کہ اس کے لئے کتنے لوگ چاہیے یہ قاضی کے متعلق ہے، جتنے گواہوں سے اُسے غالب گمان ہو جائے حکم دیدے گا، مگر جب کہ بیرونِ شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو ایک مستور کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کر لیا جائے گا۔

("الدر المختار"، كتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۹.)

جماعتِ کثیرہ کی شرط اُس وقت ہے جب روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لئے شہادت گزرے اور اگر کسی اور معاملہ کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں ثقہ کی شہادت گزری اور قاضی نے شہادت کی بنا پر حکم دے دیا تو اب یہ شہادت کافی ہے۔ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لئے بھی ثبوت ہو گیا، مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ذمہ اتنا دَین ہے اور اس کی میعاد یہ ٹھہری تھی کہ جب رمضان آجائے تو دَین ادا کر دے گا اور رمضان آگیا مگر یہ نہیں دیتا۔ مدعی علیہ (وہ شخص جس پر دعویٰ کیا جائے) نے کہا، بیشک اس کا دَین میرے ذمّہ ہے اور میعاد بھی یہی ٹھہری تھی، مگر ابھی رمضان نہیں آیا اس پر مدعی نے دو گواہ گزارے جنہوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی، قاضی نے حکم دے دیا کہ دَین ادا کر، تو اگرچہ مطلع صاف تھا اور دو ۲ ہی کی گواہیاں ہوئیں، مگر اب روزہ رکھنے اور عید کرنے کے حق میں بھی یہی دو گواہیاں کافی ہیں۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب: ما قاله السبكي من الاعتماد على قول... إلخ، ج۳، ص۴۱۱.)

سوال: اگر دن میں چاند دکھے تو کیا حکم ہے؟

جواب: دن میں ہلال دکھائی دیا زوال سے پہلے یا بعد، بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہو گا تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ ("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصوم، مطلب في اختلاف المطالع، ج۳، ص۴۱۷.)

سوال: کیا ٹیلیفون سے رویتِ ہلال ثابت ہو جائے گی؟

جواب: تار یا ٹیلیفون سے رویت ہلال نہیں ثابت ہو سکتی، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انیتس ۲۹ رمضان کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے تار آ گیا بس لو عید آ گئی یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

تار کیا چیز ہے؟ اولاً تو یہی معلوم نہیں کہ جس کا نام لکھا ہے واقعی اُسی کا بھیجا ہوا ہے اور فرض کر و اُسی کا ہو تو تمہارے پاس کیا ثبوت اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں نہیں کا ہاں معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی بیسوں واسطہ سے، اگر تار دینے والا انگریزی پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا معلوم نہیں کہ اُس نے کیا لکھوایا اُس نے کیا لکھا، آدمی کو دیا اُس نے تار دینے والے کے حوالہ کیا، اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اُس نے تقسیم کرنے والے کو دیا اُس نے اگر کسی اور کے حوالے کر دیا تو معلوم نہیں کتنے وسائط سے اُس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے واسطے ہیں پھر یہ دیکھیے کہ مسلمان مستور جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اُس تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں سے تار پہنچا اُن میں سب کے سب مسلمان ہی ہوں، یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہوتا اور اگر یہ مکتوب الیہ صاحب بھی انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے، اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شمار کیجیے تو بکثرت ایسی وجہیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں فقہا نے خط کا تو اعتبار ہی نہ کیا اگرچہ کاتب کے دستخط تحریر پہچانتا ہو اور اُس پر اُس کی مہر بھی ہو کہ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے۔ تو کجا تار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۸۰)

جو شخص علم ہیأت جانتا ہے، اُس کا اپنے علم ہیأت کے ذریعہ سے کہہ دینا کہ آج چاند ہوا یا نہیں ہوا کوئی چیز نہیں اگرچہ وہ عادل ہو، اگرچہ کئی شخص ایسا کہتے ہوں کہ شرع میں چاند دیکھنے یا گواہی سے ثبوت کا اعتبار ہے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال، ج١، ص١٩٧.)

بَابُ فِی بَیَانِ مَالَا یُفْسِدُ الصَّوْمَ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزے کو فاسد نہیں کرتے ہیں

وَهُوَ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ شَيْئًا مَا لَوْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا وَإِنْ كَانَ لِلنَّاسِيْ قُدْرَةٌ عَلَى الصَّوْمِ يُذَكِّرُهُ بِهٖ مَنْ رَآهُ يَأْكُلُ وَكُرِهَ عَدَمُ تَذْكِيْرِهٖ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ قُوَّةٌ فَالْأَوْلٰى عَدَمُ تَذْكِيْرِهٖ أَوْ أَنْزَلَ بِنَظَرٍ أَوْ فِكْرٍ وَإِنْ أَدَامَ النَّظَرَ وَالْفِكْرَ أَوِ ادَّهَنَ أَوِ اكْتَحَلَ وَلَوْ وَجَدَ طَعْمَهٗ فِيْ حَلْقِهٖ أَوِ احْتَجَمَ أَوِ اغْتَابَ أَوْ نَوَى الْفِطْرَ وَلَمْ يُفْطِرْ أَوْ دَخَلَ حَلْقَهٗ دُخَانٌ بِلَا صُنْعِهٖ أَوْ غُبَارٌ وَلَوْ غُبَارُ الطَّاحُوْنِ أَوْ ذُبَابٌ أَوْ أَثَرُ طَعْمِ الْأَدْوِيَةِ فِيْهِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهٖ۔

ترجمه: یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزے کو فاسد نہیں کرتی ہیں اور وہ چوبیس چیزیں ہیں۔(۱) اگر بھولے سے کھایا۔(۲) یا پیا۔(۳) یا جماع کیا اور اگر بھولنے والے کو روزہ پر قدرت ہو تو اس کو یاد دلا دے وہ شخص جو اس کو کھاتے ہوئے دیکھے اور اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اور اگر اس میں روزے کی قوت نہ ہو تو اس کو یاد نہ دلانا بہتر ہے۔(۴) انزال ہو گیا دیکھنے سے۔(۵) یا سوچنے سے اگرچہ برابر دیکھتا یا سوچتا رہا ہو۔(۶) یا تیل لگایا۔(۷) یا سرمہ لگایا اگرچہ اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا ہو۔(۸) یا پچھنہ لگوایا۔(۹) یا غیبت کی۔(۱۰) یا افطار کا ارادہ کیا حالانکہ افطار نہیں کیا۔(۱۱) یا اس کے حلق میں بغیر اس کے فعل کے دھواں داخل ہو گیا۔(۱۲) یا غبار داخل ہو گیا اگرچہ چکی کا غبار ہو۔(۱۳) یا مکھی داخل ہو گئی۔(۱۴) یا دواؤں کے مزہ کا اثر حلق میں داخل ہو گیا اس حال میں کہ اس کو روزہ یاد ہو۔

أَوْ أَصْبَحَ جُنُبًا وَلَوِ اسْتَمَرَّ يَوْمًا بِالْجَنَابَةِ أَوْ صَبَّ فِيْ إِحْلِيْلِهٖ مَاءً أَوْ دُهْنًا أَوْ خَاضَ نَهْرًا فَدَخَلَ الْمَاءُ أُذُنَهٗ أَوْ حَكَّ أُذُنَهٗ بِعَوْدٍ فَخَرَجَ عَلَيْهِ دَرَنٌ ثُمَّ أَدْخَلَهٗ مِرَارًا إِلٰى أُذُنِهٖ أَوْ دَخَلَ أَنْفَهٗ مُخَاطٌ فَاسْتَنْشَقَهٗ عَمَدًا وَابْتَلَعَهٗ وَيَنْبَغِيْ إِلْقَاءُ النُّخَامَةِ حَتّٰى لَا يَفْسُدَ صَوْمُهٗ عَلٰى قَوْلِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيْ رَحِمَهُ اللهُ۔

ترجمه: (۱۵) یا جنابت کی حالت میں صبح کی اگرچہ گزار دیا ہو جنابت کے ساتھ پورا دن۔(۱۶) یا اپنے پیشاب گاہ کے سوراخ میں پانی ٹپکایا۔(۱۷) یا تیل ٹپکایا۔(۱۸) یا کسی نہر میں غوطہ لگایا اور اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا۔(۱۹) یا اپنے

کان کو لکڑی سے کھجایا تو اس پر میل نکلا پھر اس کو بار بار اپنے کان میں داخل کیا۔(۲۰) یا اس کی ناک میں رینٹھ آئی پس اس کو قصداً چھڑا لیا یا نگل لیا اور مناسب ہے کھنکار کو باہر پھینک دینا تا کہ اس کا روزہ فاسد نہ ہو امام شافعی کے قول پر۔

أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَعَادَ بِغَيْرِ صُنْعِهِ وَلَوْ مَلَأَ فَاهُ فِي الصَّحِيْحِ أَوِ اسْتَقَاءَ أَقَلَّ مِنْ مِلْءِ فِيْهِ عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَوْ أَعَادَهُ فِي الصَّحِيْحِ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ دُوْنَ الْحِمَّصَةِ أَوْ مَضَغَ مِثْلَ سِمْسِمَةٍ مِنْ خَارِجِ فَمِهِ حَتّٰى تَلَاشَتْ وَلَمْ يَجِدْ لَهَا طَعْمًا فِيْ حَلْقِهِ۔

ترجمہ: (۲۱) یا اس کو خود بخود قے ہو گئی اور اس کے فعل کے بغیر واپس ہو گئی اگرچہ منہ بھر ہو صحیح قول کے مطابق۔ (۲۲) یا منہ بھر سے کم قے کی صحیح قول پر اگرچہ اس کو واپس کر لیا ہو صحیح قول کے مطابق۔(۲۳) یا اس چیز کو کھا لیا جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اس حال میں کہ وہ چنے سے کم تھی۔(۲۴) یا چبایا تل جیسی چیز کو منہ کے باہر سے یہاں تک کہ وہ لاشیٔ ہو گئی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں نہ پایا۔

سوال: جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان کو مفصل انداز میں بیان کریں۔

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا۔ خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیّت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۱۹.)

بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یوہیں عورت کی طرف بلکہ اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا، اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا، اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ہو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، ص۱۷۸.)

بھری سنگی لگوائی یا تیل یا سُرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ تیل یا سُرمہ کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو، جب بھی نہیں ٹوٹا۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، ص۱۷۹.)

احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۲۱، ۴۲۸.) اگرچہ غیبت بہت سخت کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں غیبت کرنے کی نسبت فرمایا: "جیسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔" (پ۲۶، الحجرات: ۱۲.) اور حدیث میں فرمایا: "غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔" ("المعجم الأوسط" للطبراني، الحدیث: ۶۵۹۰، ج۵، ص۶۳.) اگرچہ غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

اگر کسی شخص نے روزہ توڑنے کی نیّت کی اور نیت کے علاوہ اور کوئی چیز روزہ توڑنے والی اس سے سرزد نہیں ہوئی تو صرف نیت کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک روزہ توڑنے والا کوئی فعل اس سے واقع نہ ہو۔

مکّھی یا دُھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ غبار آٹے کا ہو جو چکّی پیسنے یا چھاننے میں اڑتا ہے یا غلّہ کا غبار ہو یا ہوا سے خاک اُڑی یا جانوروں کے کُھر یا ٹاپ سے غبار اُڑ کر حلق میں پہنچا، اگرچہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور اگر خود قصداً دھواں پہنچایا تو فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو، خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو، یہاں تک کہ اگر کی بتی وغیرہ خوشبو سُلگتی تھی، اُس نے منہ قریب کرکے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ یوہیں حقّہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر روزہ یاد ہو اور حقّہ پینے والا اگر پیے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۲۰.)

یا دوا کوٹی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا تو اگرچہ اس کو روزہ یاد ہو پھر بھی اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۲۸.) مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

("سنن أبي داود"، کتاب الطهارة، باب في الجنب یؤخر الغسل، الحدیث: ۲۲۷، ج۱، ص۱۰۹)

یا اپنے پیشاب گاہ کے سوراخ میں پانی ٹپکایا۔ یا تیل ٹپکایا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یا کسی نہر میں غوطہ لگایا اور اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یا اپنے کان کو لکڑی سے کھجایا تو اس پر میل نکلا پھر اس کو بار بار اپنے کان میں داخل کیا۔

یا اس کی ناک میں رینٹھ آئی پس اس کو قصداً چھڑا لیا یا نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ مگر مناسب ہے کھنکار کو باہر پھینک دے کیونکہ امام شافعی کے قول پر اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے، لہذا اختلاف کے مواقع میں سب کی رعایت کرنا مستحب ہے۔

یا اس کو خود بخود قے ہو گئی اور اس کے فعل کے بغیر واپس ہو گئی اگرچہ منہ بھر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا صحیح قول کے مطابق۔ یا منہ بھر سے کم قے کی صحیح قول پر اگرچہ اس کو واپس کر لیا ہو صحیح قول کے مطابق۔ یا اس چیز کو کھالیا جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اس حال میں کہ وہ چنے سے کم تھی۔ یا چبایا تل جیسی چیز کو منہ کے باہر سے یہاں تک کہ وہ لاشیٔ ہو گئی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں نہ پایا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

سوال: کسی روزے دار کو بھول کر کھاتا پیتا دیکھیں تو یاد دلانے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا، مگر جب کہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہو گا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کر لے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کر لے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

بعض مشائخ نے کہا جوان کو دیکھے تو یاد دلا دے اور بوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں۔ مگر یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے کہ جوان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور اور اصل حکم یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں، بلکہ قوت و ضعف کا لحاظ ہے، لہٰذا اگر جوان اس قدر کمزور ہو تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھا قوی ہو تو یاد دلا دے۔

بَابُ مَا يَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ وَتَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور ان ذریعہ سے کفارہ واجب ہو تا ہے

وَهُوَ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ شَيْئًا إِذَا فَعَلَ الصَّائِمُ شَيْئًا مِنْهَا طَائِعًا مُتَعَمِّدًا غَيْرَ مُضْطَرٍّ لَزِمَهُ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَهِيَ الْجِمَاعُ فِيْ أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهِ وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ سَوَاءٌ فِيْهِ مَا يُتَغَذّٰى بِهِ أَوْ يُتَدَاوٰى بِهِ وَابْتِلَاعُ مَطَرٍ دَخَلَ إِلٰى فَمِهِ وَأَكْلُ اللَّحْمِ النَّيِّءِ إِلَّا إِذَا دَوَّدَ وَأَكْلُ الشَّحْمِ فِي اخْتِيَارِ الْفَقِيْهِ أَبِي اللَّيْثِ۔

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے، اور وہ ۲۲ چیزیں ہیں جب روزہ دار ان میں سے کسی کو اضطرار کے بغیر اپنی مرضی اور اپنے ارادے سے کرے گا تو اس پر قضا بھی لازم ہو گی اور کفارہ بھی۔(۱) اور وہ جماع کرنا ہے سبیلین میں سے کسی ایک میں فاعل اور مفعول بہ پر۔(۲) اور کھانا، (۳) پینا خواہ اس میں کوئی ایسی چیز ہو جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا اس سے دوا کی جاتی ہو۔(۴) اور بارش کا نگل لینا جو اس کے منہ میں داخل ہو گئی ہو۔(۵) کچے گوشت کا کھا لینا مگر جبکہ کیڑے پڑ جائیں۔(۶) اور چربی کا کھانا فقیہ ابو لیث کے اختیار کردہ قول کے مطابق۔

وَقَدِيْدِ اللَّحْمِ بِالْاِتِّفَاقِ وَأَكْلُ الْحِنْطَةِ وَقَضْمُهَا إِلَّا أَنْ يَمْضَغَ قَمْحَةً فَتَتَلَاشَىٰ وَابْتِلَاعُ حَبَّةِ حِنْطَةٍ وَابْتِلَاعُ سِمْسِمَةٍ أَوْ نَحْوِهَا مِنْ خَارِجِ فَمِهِ فِي الْمُخْتَارِ وَأَكْلُ الطِّيْنِ الْأَرْمَنِيِّ مُطْلَقًا وَالطِّيْنِ غَيْرِ الْأَرْمَنِيِّ كَالطِّفْلِ إِنِ اعْتَادَ أَكْلَهُ وَالْمِلْحِ الْقَلِيْلِ فِي الْمُخْتَارِ وَابْتِلَاعُ بُزَاقِ زَوْجَتِهِ أَوْ صَدِيْقِهِ لَا غَيْرِهِمَا۔

(۷) اور سوکھے گوشت کا کھانا بالاتفاق۔(۸) اور گیہوں کا کھانا۔(۹) اور گیہوں کو چبا لینا مگر یہ کہ چبالے ایک دانہ پس وہ لاشئ ہو جائے۔(۱۰) اور گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا۔ (۱۱ تل یا تل جیسے ایک دانہ کا منہ کے باہر سے نگل لینا مختار قول کے مطابق۔(۱۲) اور گل ارمنی کا کھانا مطلقاً (۱۳) اور ارمنی کے سوا اور مٹی کا کھانا جیسے طفل اگرچہ اس کے کھانے کا عادی

ہو۔(۱۴)اور تھوڑا سا نمک مختار قول میں۔(۱۵)اور اپنی بیوی کے لعاب کو نگل لینا(۱۶)یا اپنے دوست کے لعاب کو نگل لینا نہ کہ ان دونوں کے علاوہ کا۔

وَأَكْلُهُ عَمَدًا بَعْدَ غِيْبَةٍ أَوْ بَعْدَ حِجَامَةٍ أَوْ بَعْدَ مَسٍّ أَوْ قُبْلَةٍ بِشَهْوَةٍ أَوْ بَعْدَ مُضَاجَعَةٍ مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ أَوْ بَعْدَ دَهْنِ شَارِبِهِ ظَانًّا أَنَّهُ أَفْطَرَ بِذٰلِكَ إِلَّا إِذَا أَفْتَاهُ فَقِيْهٌ أَوْ سَمِعَ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَعْرِفْ تَأْوِيْلَهُ عَلَى الْمَذْهَبِ وَإِنْ عَرَفَ تَأْوِيْلَهُ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ وَتَجِبُ الْكَفَّارَةُ عَلٰى مَنْ طَاوَعَتْ مُكْرَهًا۔

ترجمہ:(۱۷)اور روزہ دار کا کھانا قصداً کھالینا غیبت کے بعد(۱۸(یا پچھنہ لگوانے کے بعد(۱۹)یا شہوت سے چھونے کے بعد(۲۰)یا شہوت سے بوسہ لینے کے بعد(۲۱)یا انزال کے بغیر لیٹنے کے بعد(۲۲)یا مونچھ کو تیل لگانے کے بعد یہ خیال کر کے کہ ان چیزوں سے افطار کرنا حلال ہے(روزہ ٹوٹ جاتا ہے)مگر جبکہ اس کو کسی فقیہ نے فتویٰ دیا ہو یا اس نے حدیث سنی ہو، اور اپنے مذہب پر اس کی تاویل سے واقف نہ ہو، اور اگر اس کی تاویل سے واقف ہو تو اس پر کفارہ واجب ہو گا۔اور کفارہ واجب ہے اس عورت پر جس نے موافقت کی ہو مجبور کیے ہوئے کی۔

سوال: کتنی چیزوں سے روزہ کی قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ لازم آتا ہے؟

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق ۲۲ چیز ایسی ہیں جن سے قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم آتا ہے۔

سوال: مفسد روزہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کون کون سی ہیں؟

جواب: روزہ توڑنے والی چیز دو قسم کی ہیں:۔(۱)جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے۔(۲)جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

سوال: روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ کے لازم ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ کے لازم ہونے کی شرط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)روزہ توڑنے والا وہ فعل عمداً کرے۔اپنی مرضی سے ہو۔

(۲)رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو، اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں۔

(۳)روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایساامر واقع نہ ہوا ہو جو روزہ کے منافی ہو یا بغیر اختیار ایسا امر نہ پایا گیا ہو جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی جیسے عورت کو اسی دن میں حیض یا نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن میں ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ ساقط ہے۔

(۴) کفارہ واجب ہونے کے لئے بھر پیٹ کھانا ضروری نہیں بلکہ تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔

(۵) جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفّارہ لازم نہیں ان میں شرط ہے، کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور معصیت کا قصد نہ کیا ہو، ورنہ اُن میں کفّارہ دینا ہو گا۔("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۴۰.)

سوال: جن صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم آتا ہے ان کو مفصلاً بیان کریں۔

جواب: وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رمضان میں روزہ دار مکلف مقیم نے جو ادائے روزہ رمضان کی نیت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابل شہوت ہے اس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا خواہ انزال ہو یا نہ ہو، یا اس نے روزہ دار کے ساتھ جماع کیا۔ اور جس سے جماع کیا جائے اگر اس کی رضامندی سے ہوا ہو تو اس مفعول بہ پر بھی قضا کے ساتھ کفارہ لازم ہو گا۔

(۲) اگر روزہ دار نے غذا یا دوا کے طور پر کوئی چیز عمداً کھا یا پی لی تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ اور غذا کی تشریح یہ ہے کہ وہ چیز ایسی ہو جس کے کھانے کی طبیعت کو رغبت ہو اور اس سے پیٹ کی خواہش پوری ہو۔ اور دوا سے مراد ایسی چیز ہے جس سے بدن کی اصلاح ہو۔

(۳) اگر بارش کے قطرے کو اپنے قصد سے نگل گیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

(۴) اگر کسی روزہ دار نے کچا گوشت کھالیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ لیکن اگر اس گوشت میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو اس کے کھانے سے کفارہ واجب نہ ہو گا کیونکہ وہ غذائیت سے خارج ہو گیا اور مضر صحت میں داخل ہو گیا لہذا اس سے بدن کی اصلاح نہ ہو گی۔

(۵) کچی چربی کے کھانے سے کفارہ لازم ہونے میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح و مختار قول کے مطابق کفارہ واجب ہے۔

(۶) اور سکھائے ہوئے گوشت کے کھانے سے بالاتفاق یعنی سب کے نزدیک قضاو کفارہ لازم ہو گا، کیونکہ وہ عادتاً اسی طرح کھایا جاتا ہے۔ یعنی سوکھا گوشت کھایا جاتا ہے۔

(۷) گیہوں کو کھانے سے یا گیہوں کا دانہ چبایا اور کھالیا تو قضاو کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ مگر یہ کہ گیہوں کا دانہ اتنا چھوٹا ہو کہ اس کے منہ میں ہی منتشر ہو کر ختم ہو گیا اور حلق میں اس کا ذائقہ محسوس نہ ہوا تو روزہ بھی نہ ٹوٹا اور کفارہ بھی لازم نہ ہو گا۔

(۸) اگر کسی نے گیہوں کا دانہ یا تل یا تل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ لازم۔

(۹) اگر کسی نے کوئی ایسی مٹی کھائی جو دوا کے طور پر کھائی جاتی ہے جیسے گل ارمنی تو کفارہ لازم ہو گا۔ خواہ اس کے کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ اس کو بطور دوا کھایا جاتا ہے۔

اور گل ارمنی کے علاوہ دوسری مٹی (جو دوا کے طور پر نہیں کھائی جاتی) کے کھانے کی عادت ہو تو اس کے کھانے سے کفارہ واجب ہے اور اگر عادت نہیں ہے تو صرف قضا لازم ہے۔

(۱۰) اگر روزہ دار نے تھوڑا نمک کھایا تو کفارہ و قضا دونوں لازم ہوں گے اور اگر زیادہ مقدار میں کھایا تو کفارہ واجب نہیں صرف قضا ہے، اور قلیل مقدار وہ ہے جس کے ایک دم کھانے کی عادت ہو۔

(۱۱) اگر کسی روزے دار نے اپنی بیوی یا اپنے کسی دوست یا معظم دینی کا تھوک نگل لیا تو قضاو کفارہ لازم ہوں گے کیونکہ ان کے تھوک سے کراہت نہیں ہوتی، بلکہ لذت حاصل کی جاتی ہے۔ لہذا یہ مصلح بدن کے حکم میں ہو گیا۔ اور ان کے علاوہ کسی اور کا تھوک نگلنے سے صرف قضا ہے کفارہ نہیں کیونکہ اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ لہذا یہ مصلح بدن کے حکم میں نہیں ہو گا۔

(۱۲) اگر روزہ دار نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اس نے خیال کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اسی خیال کی بنا پر قصداً کھا پی لیا تو روزے کی قضاو کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ مثلاً: غیبت کرنے کے بعد قصداً کھا پی لینا، پچھنہ لگوانے کے بعد، عورت کو شہوت سے چھونے کے بعد، شہوت سے بوسہ لینے کے بعد، انزال کے بغیر لیٹنے کے بعد، مونچھ میں تیل

لگانے کے بعد یہ خیال کیا کہ میرا روزہ جاتا رہا (حالانکہ ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا) اور پھر قصداً کھایا پی لیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

(۱۳) زید پر جبر کیا گیا کہ وہ جماع کرے اور ہندہ بخوشی آمادہ ہو گئی یعنی ہندہ پر کوئی جبر نہیں تو ہندہ پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے جبکہ زید پر صرف قضا لازم ہو گا۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۵، وغیرہ)

اور وہ عورت جس نے مجبور کیے ہوئے کی شخص کی موافقت کی یعنی اس سے زنا کیا تو اس عورت پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

اور جبر سے مراد اکراہ شرعی ہے جس میں قتل یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی صحیح دھمکی دی جائے اور روزہ دار بھی سمجھے کہ اگر میں اس کا کہنا نہیں مانوں گا تو جو کہتا ہے کر گزرے گا۔

سوال: گل ارمنی کس مٹی کو کہتے ہیں؟

جواب: گل ارمنی ایک سیاہی مائل سرخ مٹی ہے جو بلاد ارمنی میں پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ مٹی اس بخار میں جو وبا اور طاعون کے دنوں میں لاحق ہوتا ہے بہت فائدہ کرتی ہے۔

سوال: غلط فتویٰ پر عمل کرنے اور حدیث کی غلط تاویل کرنے پر کیا حکم ہے؟

جواب: اگر روزہ دار نے کسی فقیہ عالم سے فتوی لیا اور اس نے فتوی دے دیا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ ایسا مفتی ہو کہ اہل شہر کا اس پر اعتماد ہو، لہذا اس کے فتوی دینے پر اس روزہ دار نے قصداً کھا پی لیا تو کفارہ لازم نہیں صرف قضا کرے گا۔ اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا۔

اسی طرح اس نے کوئی حدیث سنی مثلا "الغیبة تفطر الصائم" غیبت سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے "افطر الحاجم المحجوم" پچھنے لگانے والا اور جس کو پچھنے لگایا گیا دونوں کا روزہ جاتا رہا۔ لہذا اس نے اس حدیث پر اعماد کیا اور حدیث کا صحیح مطلب معلوم نہ کر سکا حالانکہ یہ حدیث کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے کہ ان چیزوں کے کرنے سے اجر و ثواب

جاتا رہا مگر اس نے سمجھا کہ ان سے روزہ جاتا رہا اور قصداً کھا پی لیا تو کفارہ لازم نہیں صرف قضا کرے گا۔ اور اگر روزہ دار کو حدیث کی تاویل معلوم ہے مگر پھر بھی کھا پی لیا تو کفارہ و قضا دونوں لازم ہوں گے۔

فَصۡلٌ فِيۡ الۡكَفَّارَةِ وَمَا يُسۡقِطُهَا

یہ فصل کفارے اور جو کفارے کو ساقط کر دیتے ہیں ان چیزوں کے بیان میں ہے

تَسۡقُطُ الۡكَفَّارَةُ بِطُرُوِّ حَيۡضٍ أَوۡ نِفَاسٍ أَوۡ مَرَضٍ مُبِيۡحٍ لِلۡفِطۡرِ فِيۡ يَوۡمِهٖ وَلَا تَسۡقُطُ عَمَّنۡ سُوۡفِرَ بِهٖ كُرۡهًا بَعۡدَ لُزُوۡمِهَا عَلَيۡهِ فِيۡ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: کفارہ ساقط ہو جاتا ہے حیض یا نفاس یا ایسی بیماری کے طاری ہونے سے جو افطار کو مباح کر دینے والی ہو اسی دن میں۔ اور کفارہ ساقط نہیں ہو گا اس شخص سے جس کو زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہو اس پر کفارہ لازم ہونے کے بعد ظاہر روایت میں۔

وَالۡكَفَّارَةُ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ وَلَوۡ كَانَتۡ غَيۡرَ مُؤۡمِنَةٍ فَإِنۡ عَجَزَ عَنۡهُ صَامَ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ لَيۡسَ فِيۡهِمَا يَوۡمُ عِيۡدٍ وَلَا أَيَّامُ التَّشۡرِيۡقِ فَإِنۡ لَمۡ يَسۡتَطِعِ الصَّوۡمَ أَطۡعَمَ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا يُغَدِّيۡهِمۡ وَيُعَشِّيۡهِمۡ غَدَاءً وَعَشَاءً مُشۡبِعَيۡنِ أَوۡ غَدَاءَيۡنِ أَوۡ عَشَاءَيۡنِ أَوۡ عَشَاءً وَسُحُوۡرًا أَوۡ يُعۡطِيۡ كُلَّ فَقِيۡرٍ نِصۡفَ صَاعٍ مِنۡ بُرٍّ أَوۡ دَقِيۡقِهٖ أَوۡ سَوِيۡقِهٖ أَوۡ صَاعَ تَمۡرٍ أَوۡ شَعِيۡرٍ أَوۡ قِيۡمَتَهٗ۔

ترجمہ: اور کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اگرچہ وہ غلام مسلمان نہ ہو، پس اگر غلام آزاد کرنے سے عاجز ہو تو ایسے دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ ان میں عید اور ایام تشریق نہ ہو۔ اور اگر روزے کی بھی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، دوپہر میں کھلائے اور رات میں کھلائے پیٹ بھر کر، یا دو دن دوپہر میں یا دو دن رات میں یا رات میں اور سحری میں یا ہر فقیر کو آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع کھجور یا جو یا اس کی قیمت دے دے۔

تَدَاخُلُ الۡكَفَّارَاتِ

وَكَفَتۡ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ عَنۡ جِمَاعٍ وَأَكۡلٍ مُتَعَدِّدٍ فِيۡ أَيَّامٍ لَمۡ يَتَخَلَّلۡهُ تَكۡفِيۡرٌ وَلَوۡ مِنۡ رَمَضَانَيۡنِ عَلَى الصَّحِيۡحِ فَإِنۡ تَخَلَّلَ التَّكۡفِيۡرُ لَا تَكۡفِيۡ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ فِيۡ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: اور کافی ہے ایک کفارہ چند بار جماع کرنے اور چند بار کھانے سے چند دنوں میں بشرطیکہ بیچ میں کفارہ ادا نہ کیا ہو اگرچہ دور مضان سے ہوں صحیح قول کے مطابق۔ بس اگر بیچ میں کفارہ ادا کر دیا ہو تو ایک کفارہ کافی نہیں ہو گا ظاہر روایت میں۔

سوال: کفارہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟

جواب: کفّارہ لازم ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا ہو، جو روزہ کے منافی ہو یا بغیر اختیار ایسا امر نہ پایا گیا ہو، جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی، مثلاً عورت کو اُسی دن میں حیض یا نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اُسی دن میں ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ ساقط ہے اور سفر سے ساقط نہ ہو گا کہ یہ اختیاری امر ہے۔ یوہیں اگر اپنے کو زخمی کر لیا اور حالت یہ ہو گئی کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، کفّارہ ساقط نہ ہو گا۔ ("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، ص۱۸۱.)

باری سے بخار آتا تھا اور آج باری کا دن تھا۔ اُس نے یہ گمان کر کے کہ بخار آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ ساقط ہے۔ یعنی کفارہ کی ضرورت نہیں۔ یوہیں عورت کو معیّن تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آنے کا دن تھا، اُس نے قصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کفارہ ساقط ہو گیا۔ یوہیں اگر یقین تھا کہ دشمن سے آج لڑنا ہے اور روزہ توڑ ڈالا اور لڑائی نہ ہوئی تو کفارہ واجب نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۴۸.)

سوال: جس کو زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہو تو کیا اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا؟

جواب: اگر کسی شخص نے روزہ توڑ دینے کے بعد اسی روز کسی کے مجبور کر دینے کی وجہ سے سفر کیا تو ظاہر روایت کے مطابق اس سے کفارہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ یہ عذر آسمانی نہیں یعنی من جانب اللہ لاحق نہ ہوا بخلاف حیض و نفاس و مرض کے کہ یہ من جانب اللہ یعنی آسمانی عذر ہیں ان میں روزہ دار کے فعل کو کوئی دخل نہیں ہے۔

سوال: روزہ کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: (۱) رمضان کے روزے کو توڑ دینے کے کفارہ میں ترتیب لازم ہے چنانچہ پہلے اس کو غلام آزاد کرنا ہی واجب ہے خواہ غلام مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، ان میں سے کسی کو بھی آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(۲) اور اگر غلام نہ ملے جیسے کہ ہمارے زمانے میں یا غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے جن میں عید الفطر و عید الاضحیٰ اور ایام تشریق درمیان میں نہ آئیں، لہذا اگر روزہ رکھنے کی صورت میں درمیان ایک دن کا بھی روزہ چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ روزے رکھے پہلے کے روزے محسوب نہ ہوں گے اگرچہ ۵۹ رکھ چکا تھا اگرچہ بیماری وغیرہ کی وجہ و عذر سے چھوٹا ہو مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے شمار نہیں کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ۶۰ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(۳) اور اگر کوئی روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو یعنی ایسا بیمار ہے کہ اچھا ہونے کی امید نہیں رہی یا بہت بوڑھا ہے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو دوپہر کا اور رات کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے۔ اگر کوئی ۶۰ مسکینوں کو دو دن دوپہر کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے یا دو دن رات کا کھانا یا رات کا اور سحری کا کھانا کھلا دے تو بھی درست ہے، بشرطیکہ دوسری دفعہ کھانے والے وہی لوگ ہوں جنہوں نے پہلی دفعہ کھایا ہے اور اگر دوسری دفعہ کھانے والے دوسرے لوگ ہوں تو کفارہ ادا نہ ہو گا۔

یا چاہے تو ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار دے کر اس کا اس کو مالک بنا دے لہذا گیہوں، آٹا، ستو فقیر کو آدھا آدھا صاع دے اور اگر جو یا کھجور دینا چاہے تو ایک صاع دے یا ان میں سے کسی کی قیمت لگا کر ساٹھ مسکینوں کو دے دے۔

سوال: اگر کسی نے کئی روزے توڑے تو سب کی جانب سے کتنے کفارے ادا کرے گا؟

جواب: اگر کسی نے ایک رمضان میں کئی روزے توڑے مثلاً کئی مرتبہ جماع کیا یا کئی مرتبہ کھانا کھا لیا جس کی وجہ سے چند کفارے لازم ہو گئے۔ یا ایک رمضان میں ایک روزہ توڑا اور ابھی اس کا کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا اور اس رمضان میں بھی ایک روزہ توڑا پھر ایک کفارہ ادا کیا تو سب کی طرف سے کفارہ ادا ہو گیا اب مزید کفارے دینا لازم نہیں۔ لیکن اگر ایک مرتبہ جماع کر کے کفارہ ادا کر دیا اور پھر دوبارہ جماع کیا تو اب دوبارہ کفارہ دینا ہو گا پہلے والا کافی نہیں ہو گا۔ اور یہ صحیح قول ہے اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ اگر کوئی الگ الگ رمضان کا ایک ایک روزہ توڑا اور ابھی تک کوئی کفارہ بھی ادا نہیں کیا تب بھی اس پر دو کفارے لازم ہوں گے۔

پس مصنف نے فرمایا کہ: ”دو رمضانوں میں دو روزے توڑے اور بیچ میں کفارہ ادا نہیں کیا تو دونوں کی جانب سے ایک ہی کفارہ کافی ہے“ جبکہ مفتی بہ قول وہ ہے جو بہار شریعت جلد ۱ ص ۹۹۵ مسئلہ ۲۶ پر مذکور ہے ”اگر دو رمضانوں میں دو روزے توڑے تو دو کفارے دے اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

("ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الكفارة، ج٣، ص٤٤٩.)

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ مِنْ غَيْرِ كَفَّارَةٍ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں بغیر کفارہ کے

وَهُوَ سَبْعَةٌ وَخَمْسُونَ شَيْئًا إِذَا أَكَلَ الصَّائِمُ أَرُزًّا نَيِّئًا أَوْ عَجِينًا أَوْ دَقِيقًا أَوْ مِلْحًا كَثِيرًا دَفْعَةً أَوْ طِينًا غَيْرَ أَرْمَنِيٍّ لَمْ يَعْتَدْ أَكْلَهُ أَوْ نَوَاةً أَوْ قُطْنًا أَوْ كَاغِدًا أَوْ سَفَرْجَلًا وَلَمْ يُطْبَخْ أَوْ جَوْزَةً رُطَبَةً أَوِ ابْتَلَعَ حَصَاةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ تُرَابًا أَوْ حَجَرًا أَوِ احْتَقَنَ أَوِ اسْتَعَطَ أَوْ أُوْجِرَ بِصَبِّ شَيْءٍ فِي حَلْقِهِ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور وہ ستاون (۵۷) چیزیں ہیں، جب روزہ دار کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا سوکھا آٹا یا ایک ہی دفعہ بہت سا نمک کھالے۔ یا ایسی مٹی کھائی جو ارمنی کے علاوہ ہو جس کے کھانے کی اس کو عادت نہ ہو، یا گٹھلی یا روئی یا کاغذ یا سفر جل اس حال میں کہ وہ پکایا نہ گیا ہو یا تر اخروٹ کھالے یا کنکری نگل جائے یا لوہا یا مٹی یا پتھر یا حقنہ لے یا ناک میں دوا ڈالی، یا کوئی چیز اپنے حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی جائے اصح قول کے مطابق۔

سوال: کتنی چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: مصنف کے بیان کے مطابق ۵۷ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس صورت میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

سوال: مفسد صوم مفصل بیان کریں۔

جواب: روزہ کو توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ہر وہ چیز جس کو غذا یا دوا کے قصد سے یا عادت کے طور پر نہیں کھایا جاتا اس کے کھانے میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں، جس کی مثالیں آرہی ہیں۔

(۲) پس اگر کسی نے کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا یا ایک ہی دفعہ میں بہت سا نمک کھالیا تو اس پر صرف قضا لازم ہے، کیونکہ یہ چیزیں اس انداز میں نہ غذاءً اور نہ دواءً استعمال کی جاتی ہیں اور نہ ہی عادۃً کھائی جاتی ہیں۔

(۳) اسی طرح اگر کسی نے گل ارمنی کے علاوہ کوئی اور مٹی کھائی جس کے کھانے کی عادت نہیں ہے تو اس پر صرف قضا ہے۔

(۴) اسی طرح اگر کسی نے گٹھلی یا روئی یا کاغذ کھالیا تو اس پر صرف قضا ہے۔ اس لئے کہ ان کو عادت کے طور پر نہیں کھایا جاتا۔ ہاں اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز کے کھانے کی عادت ہو تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہو گا۔

(۵) سفر جل امرود کو کہتے ہیں یہاں مراد ہر وہ پھل ہے جو کچا نہ کھایا جاتا ہو اور نہ آگ پر پکایا گیا ہو، لہذا اگر کسی نے سفر جل کھایا جو آگ پر پکایا نہ گیا تھا یا ایسا پھل کھایا جس کو کچا نہیں کھایا جاتا تو صرف قضا لازم ہے۔

(۶) روزہ دار نے تر اخروٹ کھالیا تو صرف قضا لازم ہے، یا روزے کی حالت میں کنکری یا لوہا یا مٹی کی ڈلی یا پتھر نگل جائے تو اس پر صرف قضا لازم ہے۔

(۷) پاخانے کے راستے سے دوا پہنچانے کو حقنہ کہتے ہیں لہذا اگر کسی نے حقنہ کرایا یا ناک میں کوئی دوا ڈالی اور وہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ کوئی چیز حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی تو صرف قضا لازم ہے۔

سوال: علی الاصح کا تعلق کن مسائل سے ہے؟

جواب: علی الاصح کا تعلق او احتقن سے مابعد تک ہے کہ ان تینوں صورتوں میں اصح قول کے مطابق صرف قضا لازم ہے جبکہ دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے کہ تینوں صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہو گا۔

أَوِ أَقْطَرَ فِيْ أُذُنِهٖ دُهْنًا أَوْ مَاءً فِي الْأَصَحِّ أَوْ دَاوٰى جَائِفَةً أَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ وَوَصَلَ إِلٰى جَوْفِهٖ أَوْ دِمَاغِهٖ أَوْ دَخَلَ حَلْقَهٗ مَطَرٌ أَوْ ثَلْجٌ فِي الْأَصَحِّ وَلَمْ يَبْتَلِعْهُ بِصُنْعِهٖ أَوْ أَفْطَرَ خَطَأً بِسَبْقِ مَاءِ الْمَضْمَضَةِ إِلٰى جَوْفِهٖ أَوْ أَفْطَرَ مُكْرَهًا وَلَوْ بِالْجِمَاعِ ۔

ترجمہ: یا کان میں تیل یا پانی ٹپکایا اصح قول کے مطابق، یا پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم پر کوئی دوا لگائی اور وہ اس کے پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی، یا اس کے حلق میں بارش کا قطرہ داخل ہو گیا یا برف داخل ہو گیا اصح قول کے مطابق اور اس کو اپنے فعل سے نہیں نگلا، یا غلطی سے افطار کیا کلی کا پانی پیٹ کے اندر چلے جانے کی وجہ سے، یا افطار کیا اس حال میں کہ وہ جبر کیا گیا تھا اگرچہ جماع سے ہو۔

أَوْ أُكْرِهَتْ عَلَى الْجِمَاعِ أَوْ أَفْطَرَتْ خَوْفًا عَلىٰ نَفْسِهَا مِنْ أَنْ تَمْرَضَ مِنَ الْخِدْمَةِ أَمَةً كَانَتْ أَوْ مَنْكُوْحَةً أَوْ صَبَّ أَحَدٌ فِيْ جَوْفِهٖ مَاءً وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ أَكَلَ عَمَدًا بَعْدَ أَكْلِهٖ نَاسِيًا وَلَوْ عَلِمَ الْخَبَرَ عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا ثُمَّ جَامَعَ عَامِدًا أَوْ أَكَلَ بَعْدَ مَا نَوٰى نَهَارًا وَلَمْ يُبَيِّتْ نِيَّتَهٗ أَوْ أَصْبَحَ مُسَافِرًا فَنَوَى الْإِقَامَةَ ثُمَّ أَكَلَ أَوْ سَافَرَ بَعْدَ مَا أَصْبَحَ مُقِيْمًا فَأَكَلَ۔

ترجمہ: یا عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا، یا عورت نے افطار کر لیا اپنی جان پر خوف کرتے ہوئے اس وجہ سے کہ وہ خدمت کرنے سے بیمار ہو جائے گی خواہ وہ عورت باندی ہو یا منکوحہ، یا کسی نے اس کے پیٹ میں پانی ڈال دیا اس حال میں کہ وہ سو رہا تھا، یا قصداً کھا لیا اس کے بھول کر کھا لینے کے بعد اگرچہ وہ حدیث کو جانتا ہو اصح قول پر، یا بھول کر جماع کیا پھر قصداً جماع کیا، یا دن میں نیت کرنے کے بعد کھایا اور اس نے رات سے نیت نہیں کی تھی، یا مسافر ہونے کی حالت میں صبح کی پھر اقامت کی نیت کی پھر کھا لیا، یا صبح کے وقت مقیم تھا اس کے بعد سفر کیا پھر کھا لیا۔

سوال: مفسد صوم بیان کریں۔

جواب: روزہ کو توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۸) اگر روزہ دار نے اپنے کان میں تیل ڈالا تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا صرف قضا لازم ہو گی۔ خواہ اپنے فعل سے ڈالا ہو یا خود بخود پڑ گیا ہو۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص ۹۸۹ مسئلہ۔ ۳

(۹) کان میں پانی داخل ہونے سے روزہ کے ٹوٹنے میں اختلاف ہے، پس اگر خود بخود داخل ہو گیا تو بالاتفاق مفسد نہیں، اور اگر اپنے فعل سے داخل کیا تو بعض کے نزدیک مفسد صوم ہے اور قضا لازم ہو گی اسی قول کو مصنف نے اختیار کیا اور اصح فرمایا، اور بعض کے نزدیک مفسد صوم نہیں ہے۔

سوال: جائفہ اور آمہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو خون تک پہنچتا ہو، اور آمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچتا ہو۔

(۱۰) اگر کسی کے پیٹ میں ایسا زخم ہو جو پیٹ کے اندرونی حصہ تک پہنچ گیا ہو یا سر میں ایسا زخم ہو جو دماغ تک پہنچ گیا ہو اور روزہ یاد ہوتے ہوئے اس زخم میں دوائی ڈالی اور وہ دوائی یقینی طور پر زخم کے ذریعہ پیٹ یا دماغ کے اندر چلی گئی تو خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا قضا لازم ہو گی۔

(۱۱) اگر کسی روزہ دار کے حلق میں بارش کا قطرہ یا برف کا ٹکڑا آ گرا اور اندر داخل ہو گیا تو روزہ فاسد قضا لازم ہو گی بشرطیکہ اس نے اپنے فعل سے نہ کیا ہو، اور اگر اپنے فعل سے نگلا ہو تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

(۱۲) اگر کسی نے روزہ یاد ہوتے ہوئے غلطی سے افطار کر لیا مثلاً کلی کی اور بلا قصد پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا اور قضا لازم ہو گی۔ خطا سے مراد یہ ہے کہ اس کو روزہ یاد ہو اور روزہ توڑنے کا اس کا ارادہ نہ ہو۔

(۱۳) اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ روزہ کی حالت میں کھائے، پیئے یا اپنی بیوی سے جماع کرے تو اگر اس نے ایسا کیا تو صرف قضا لازمی ہو گی، اسی طرح اگر کسی روزہ دار عورت سے زبردستی جماع کیا گیا تو اس عورت پر صرف قضا ہے اور مجبور کئے جانے سے مراد اکراہ شرعی ہے۔

(۱۴) اگر کسی عورت کو خواہ وہ باندی ہو یا منکوحہ روزہ کی حالت میں کام کرنے میں تھک کر بیمار پڑ جانے کا خوف ہو اور اس نے روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہو گی۔

(۱۵) اگر کسی روزہ دار کو کسی نے نیند کی حالت میں پانی پلا دیا تو روزہ ٹوٹ گیا قضا لازم ہو گی۔

(۱۶) اگر کسی روزہ دار نے بھول کر کھایا پیا پھر اس کو یاد آیا کہ میں تو روزہ سے ہوں لیکن اس نے گمان کیا کہ میرے اس کھانے پینے سے روزہ جاتا رہا لہذا اس نے پھر سے کھانا شروع کر دیا تو روزہ ٹوٹ گیا قضا لازم ہے اگرچہ یہ حدیث جانتا ہو کہ ’’بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا‘‘۔

(۱۷) اگر کسی نے بھول کر جماع کیا تھا اس کے بعد قصداً جماع کیا تو صرف قضا لازم ہے۔

(۱۸) اگر کسی نے رات یعنی طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی بلکہ نصف النہار شرعی سے پہلے کی پھر اس نے عمداً روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے۔

(۱۹) اگر کوئی روزہ دار صبح کے وقت مسافر تھا پھر اس نے اقامت کی نیت کر لی اور نیت اقامت کے بعد کھایا پیا تو روزہ فاسد قضا لازم ہو گی۔

(۲۰) اگر کوئی روزہ دار صبح کے وقت مقیم تھا پھر اس نے سفر شروع کیا تو اس پر اس دن کا روزہ پورا کرنا فرض ہے لیکن اگر اس نے سفر شروع کرنے کے بعد کچھ کھا پی لیا تو روزہ فاسد قضا لازم ہو گی۔

أَوْ أَمْسَكَ بِلَا نِيَّةِ صَوْمٍ وَلَا نِيَّةِ فِطْرٍ أَوْ تَسَحَّرَ أَوْ جَامَعَ شَاكًّا فِيْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَهُوَ طَالِعٌ أَوْ أَفْطَرَ بِظَنِّ الْغُرُوْبِ وَالشَّمْسُ بَاقِيَةٌ أَوْ أَنْزَلَ بِوَطْءِ مَيْتَةٍ أَوْ بَهِيْمَةٍ أَوْ بِتَفْخِيْذٍ أَوْ بِتَبْطِيْنٍ أَوْ قِبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ أَوْ أَفْسَدَ صَوْمَ غَيْرِ أَدَاءِ رَمَضَانَ أَوْ وُطِئَتْ وَهِيَ نَائِمَةٌ أَوْ أَقْطَرَتْ فِيْ فَرْجِهَا عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ أَدْخَلَ إِصْبَعَهُ مَبْلُوْلَةً بِمَاءٍ أَوْ دُهْنٍ فِيْ دُبُرِهٖ أَوْ أَدْخَلَتْهُ فِيْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ فِي الْمُخْتَارِ أَوْ أَدْخَلَ قُطْنَةً فِيْ دُبُرِهٖ أَوْ فِيْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ وَغَيَّبَهَا۔

ترجمہ: یا رکا رہا بغیر روزے کی نیت کے اور افطار کی نیت کے بغیر یا سحری کی یا جماع کیا اس حال میں کہ اس کو فجر کے طلوع ہونے میں شک تھا حالانکہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔ یا افطار کیا غروب ہونے کے گمان پر حالانکہ آفتاب باقی تھا۔ یا انزال ہو گیا مردہ یا جانور کے ساتھ وطی کرنے سے یا ران یا پیٹ سے مس کرنے سے، یا بوسہ سے یا چھونے سے۔ یا رمضان کے ادا روزے کے علاوہ کوئی روزہ فاسد کر دیا۔ یا وطی کی گئی حالانکہ وہ سو رہی تھی۔ یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ٹپکائی اصح قول پر۔ یا داخل کیا اپنی انگلی کو جو پانی یا تیل سے تر تھی اپنے دبر میں۔ یا عورت نے تر انگلی کو داخل کیا اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں مختار قول کے مطابق۔ یا روئی کو اپنی دبر میں داخل کیا یا اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصے میں اور اس کو غائب کر دیا۔

سوال: مفسدات صوم بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: روزہ کو توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۲۱) اگر کوئی شخص رمضان میں پورا دن کھانے پینے اور جماع سے رکا رہا لیکن روزے کی نیت نہیں کی اور افطار یعنی روزہ نہ ہونے کی بھی کوئی نیت نہیں کی تو اس پر اس روزے کی قضا لازم ہے۔

(۲۲) اگر کسی کو صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک تھا اس وقت اس نے سحری کھائی یا جماع کیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع ہو چکی تھی یعنی سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا تو اس پر قضا لازم ہے۔

(۲۳) اگر کسی نے روزہ افطار کیا اور اس کا گمان یہ تھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے حالانکہ حقیقت میں سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس پر قضا لازم ہے۔

(۲۴) اگر کسی نے رمضان کا روزہ رکھ کر کسی مردہ انسان یا جانور سے وطی کی اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔

(۲۵) اگر کسی روزہ دار نے قبل و دبر کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً ران یا پیٹ میں اپنے ذکر کو ملا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔

(۲۶) اگر کسی روزہ دار نے اپنی بیوی یا کسی اور کا بوسہ لیا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔

(۲۷) اگر کسی روزہ دار نے کسی عورت کو بلا حائل چھو لیا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔

(۲۸) اگر کسی نے رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ مثلاً قضائے رمضان یا کفارہ کا روزہ یا نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا لازم ہے۔

(۲۹) اگر سوئی ہوئی عورت (جو روزہ سے ہو) سے وطی کی گئی تو عورت پر قضا لازم ہے۔

(۳۰) اگر عورت نے اپنے پیشاب گاہ میں پانی یا تیل وغیرہ کچھ ٹپکایا تو روزہ جاتا رہا اس پر قضا لازم ہے۔

(۳۱) اگر کسی روزہ دار مرد یا عورت نے اپنی انگلی جو پانی یا تیل سے تر تھی اپنے پاخانہ کے مقام میں یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ کے داخلی حصہ میں تر انگلی داخل کی تو پانی یا تیل کے اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔ یہی مختار قول ہے۔

(۳۲) اگر کسی مرد یا عورت نے اپنے پاخانہ کے مقام میں روئی داخل کی یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ کے اندرونی حصہ میں روئی داخل کی اور روئی اندر چلی گئی تو روزہ جاتا رہا قضا لازم ہے۔

أَوْ أَدْخَلَ حَلْقَهُ دُخَانًا بِصُنْعِهِ أَوِ اسْتَقَاءَ وَلَوْ دُوْنَ مِلْءِ الْفَمِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَشَرَطَ أَبُوْ يُوْسُفَ مِلْءَ الْفَمِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ أَوْ أَعَادَ مَا ذَرَعَهُ مِنَ الْقَيْءِ وَكَانَ مِلْءَ الْفَمِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهِ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ قَدْرَ الْحِمَّصَةِ۔

یا اپنے فعل سے اپنے حلق میں دھواں داخل کیا۔ یا قے کی اگرچہ منہ بھر سے کم ہو ظاہر روایت کے مطابق۔ اور امام ابو یوسف نے منہ بھر کی شرط لگائی ہے اور یہی صحیح ہے۔ یا اس قے کو واپس لوٹایا جو خود سے ہو رہی تھی اور وہ منہ بھر کر تھی اور اس کو اپنا روزہ یاد تھا۔ یا کھایا اس چیز کو جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اور وہ چنے کے برابر تھی۔

أَوْ نَوَى الصَّوْمَ نَهَارًا بَعْدَمَا أَكَلَ نَاسِيًا قَبْلَ إِيْجَادِ نِيَّتِهِ مِنَ النَّهَارِ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ وَلَوْ جَمِيْعَ الشَّهْرِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْضِي الْيَوْمَ الَّذِيْ حَدَثَ فِيْهِ الْإِغْمَاءُ أَوْ حَدَثَ فِيْ لَيْلَتِهِ أَوْ جُنَّ غَيْرَ مُمْتَدٍّ جَمِيْعَ الشَّهْرِ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهُ بِإِفَاقَتِهِ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا بَعْدَ فَوَاتِ وَقْتِ النِّيَّةِ فِي الصَّحِيْحِ۔

ترجمہ: یا روزہ کی نیت دن میں کی بھول کر کھا لینے کے بعد دن میں اپنی نیت کو وجود میں لانے سے پہلے۔ یا اس پر غشی طاری ہو گئی اگرچہ پورا مہینہ رہی ہو، مگر اس دن کی قضا نہیں کرے گا جس دن میں بے ہوشی شروع ہوئی تھی، یا جس دن کی رات میں بے ہوشی شروع ہوئی تھی، یا مجنون ہو گیا حالانکہ وہ پورا مہینہ ممتد نہیں رہا (جنون پورا مہینہ نہیں رہا بلکہ مہینہ کے بعض حصہ میں افاقہ ہو گیا) اور اس کی قضا لازم نہیں ہو گی اس کو افاقہ ہو جانے سے رات میں یا دن میں نیت کے وقت کے فوت ہو جانے کے بعد صحیح قول کے مطابق۔

سوال: مفسدات صوم بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: روزہ کو توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۳۳) اگر روزہ دار نے روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً دھواں اپنے منہ میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا قضا لازم ہے۔

(۳۴) اگر کسی روزہ دار نے اپنے فعل سے مثلاً انگلی ڈال کر قے کی تو ظاہر روایت کے مطابق روزہ جاتا رہا اگر چہ منہ بھر کر نہ ہو اور قضالازم ہے۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اگر وہ قے منہ بھر ہے تو روزہ فاسد ہو گا اور اگر منہ بھر کر نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہو گا۔

(۳۵) اگر روزہ دار کو خود بخود قے آئی اور وہ منہ بھر کر تھی اور اس نے روزہ یاد ہوتے ہوئے اس کو قصداً منہ کے اندر ہی واپس کر لیا تو روزہ جاتا رہا اور قضالازم ہے۔

(۳۶) کسی نے سحری کی اور کھانے کی چیز اس کے دانتوں میں رہ گئی تھی اس کو دن میں کسی وقت زبان کے ذریعہ سے نکال کر منہ کے اندر سے ہی نگل گیا اور وہ چنے کے برابر یا زیادہ تھی تو روزہ جاتا رہا قضالازم ہے۔

(۳۷) روزہ کی نیت کرنے سے پہلے دن میں بھول کر کھالیا تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہو گا بلکہ اس روزہ کی قضا کرے۔

(۳۸) اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں بیہوش ہو جائے تو جتنے ایام بے ہوش رہا ان تمام کی قضالازم ہو گی یہاں تک کہ اگر رمضان کا پورا مہینہ بے ہوش رہا تو پورے مہینے کی قضالازم ہو گی۔ البتہ جس دن اس کو بے ہوشی طاری ہوئی اس دن کے روزے کی قضالازم نہیں، اسی طرح جس دن کی رات میں بے ہوشی طاری ہوئی اس دن کے روزے کے علاوہ باقی دنوں کی قضالازم ہے۔

سوال: جنون کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: جنون کی دو قسمیں ہیں (۱) جنون اصلی: جو جنون بالغ ہونے سے پہلے کا ہو۔ (۲) جنون عارضی: جو جنون بلوغ کے بعد طاری ہوا ہو پھر جنون ممتد یعنی پورا مہینہ رہا ہو یا غیر ممتد ہو یعنی مہینہ میں کبھی کبھی۔

(۳۹) اگر جنون اصلی ہو تو خواہ وہ ممتد ہو یا غیر ممتد قضالازم نہیں ہو گی۔ اور اگر عارضی ہو اور ممتد ہو تو بھی قضا لازم نہیں ہو گی۔ اور اگر غیر ممتد ہو افاقہ سے پہلے گزرے ہوئے دنوں کی قضالازم ہو گی۔

اور اگر رمضان کی پہلی تاریخ کو افاقہ تھا پھر صبح کو مجنون ہو گیا اور پورا مہینہ جنون رہا۔ یا درمیان میں کسی رات کو افاقہ ہوا، یا رمضان کے آخری دن نصف النہار شرعی کے بعد افاقہ ہوا تو ان تینوں صورتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے بعض کے

نزدیک قضالازم اور اسی قول کو مصنف نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر رمضان کی کسی ایک ساعت میں بھی افاقہ ہو گیا خواہ رات میں یا نصف النہار کے بعد ہو تو اس پر گزشتہ دنوں کی قضالازم ہو گی۔

فَصْلٌ يَجِبُ الْإِمْسَاكُ بَقِيَّةَ الْيَوْمِ

یہ فصل ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کی وجہ سے دن کے بقیہ حصے میں (کھانے پینے اور جماع سے) رکنا واجب ہوتا ہے

يَجِبُ الْإِمْسَاكُ بَقِيَّةَ الْيَوْمِ عَلىٰ مَنْ فَسَدَ صَوْمُهٗ وَعَلىٰ حَائِضٍ وَنُفَسَاءَ طَهُرَتَا بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَعَلىٰ صَبِيٍّ بَلَغَ وَكَافِرٍ أَسْلَمَ وَعَلَيْهِمُ الْقَضَاءُ إِلَّا الْأَخِيْرَيْنِ۔

ترجمہ: واجب ہے رکنا دن کے حصے میں اس شخص پر جس کا روزہ فاسد ہو گیا اور ایسی حائضہ اور نفساء پر جو طلوع فجر کے بعد پاک ہوئی ہو اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو اور اس کافر پر جو مسلمان ہوا ہو اور آخر دو کے سوا ان سب پر قضا واجب ہے۔

سوال: کون سے غیر روزہ دار کو دن میں کھانے پینے سے رکے رہنا واجب ہے؟

جواب: (۱) جس شخص نے اپنا روزہ توڑ دیا ہو اس کو اس دن کا باقی حصہ روزے داروں کی مشابہت کرنا اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنا واجب ہے خواہ اس نے روزہ بلا عذر توڑا ہو یا عذر سے توڑا ہو۔ یہ مسئلہ صحیح قول کے مطابق ہے اور بعض علما نے کہا کہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

(۲) اگر طلوع فجر کے بعد حیض و نفاس والی عورت پاک ہوئی (۳) یا طلوع فجر کے بعد نابالغ لڑکا بالغ ہوا (۴) یا طلوع فجر کے بعد کافر مسلمان ہوا تو ان سب پر دن کے باقی حصہ میں روزہ داروں کی مشابہت کرتے ہوئے موانع صوم سے رکے رہنا واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

سوال: "الا الأخيرين" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: مصنف اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: روزہ توڑنے والے اور حائضہ و نفساء پر اس دن کی قضا لازم ہو گی۔ لیکن بالغ ہونے والے لڑکے اور مسلمان ہونے والے کافر پر اس دن کے روزے کی قضا کرنا لازم نہیں ہے طلوع فجر کے وقت عدم خطاب کی وجہ سے۔ کہ جب روزہ فرض ہوا اس وقت وہ روزہ کے اہل ہی نہیں تھے۔

فَصْلٌ فِيمَا يُكْرَهُ لِلصَّائِمِ وَمَا لَا يُكْرَهُ

فصل ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں

كُرِهَ لِلصَّائِمِ سَبْعَةُ أَشْيَاءَ ذَوْقُ شَيْءٍ وَمَضْغُهُ بِلَا عُذْرٍ وَمَضْغُ الْعِلْكِ وَالْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ إِنْ لَمْ يَأْمَنْ فِيهِمَا عَلٰى نَفْسِهِ الْإِنْزَالَ أَوِ الْجِمَاعَ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَجَمْعُ الرِّيْقِ فِي الْفَمِ ثُمَّ ابْتِلَاعُهُ وَمَا ظَنَّ أَنَّهُ يُضَعِّفُهُ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ ۔

روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں۔(۱) بلا عذر کسی چیز کو چکھنا (۲) بلا عذر کسی چیز کو چبانا (۳) اور گوند کا چبانا (۴) اور بوسہ لینا (۵) مباشرت کرنا اگر ان دونوں فعل میں اپنے نفس پر انزال یا جماع کا اطمینان نہ ہو ظاہر روایت کے مطابق۔(۶) تھوک کا منہ میں جمع کرنا پھر اس کو نگل جانا (۷) اور ہر وہ چیز جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ وہ اس کو کمزور کردے گی جیسے فصد اور حجامت۔

مَا لَا يُكْرَهُ لَهُ

وَتِسْعَةُ أَشْيَاءَ لَاتُكْرَهُ لِلصَّائِمِ اَلْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ مَعَ الْأَمْنِ وَدَهْنُ الشَّارِبِ وَالْكُحْلُ وَالْحِجَامَةُ وَالْفَصْدُ وَالسِّوَاكُ آخِرَ النَّهَارِ بَلْ هُوَ سُنَّةٌ كَأَوَّلِهٖ وَلَوْ كَانَ رَطْبًا أَوْ مَبْلُوْلًا بِالْمَاءِ وَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِغَيْرِ وُضُوْءٍ وَالْاِغْتِسَالُ وَالتَّلَفُّفُ بِثَوْبٍ مُبْتَلٍّ لِلتَّبَرُّدِ عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ ۔

اور نو چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں۔(۱) بوسہ لینا (۲) اور مباشرت کرنا امن کے ساتھ (۳) اور مونچھوں کو تیل لگانا (۴) اور سرمہ لگانا (۵) پچھنے لگوانا (۶) اور فصد کھلوانا (۷) اور مسواک کرنا دن کے آخری حصہ میں بلکہ وہ سنت ہے جیسے کہ دن کے شروع میں اگرچہ وہ تر ہو یا پانی میں بھیگی ہو۔(۸) اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا وضو کے بغیر بھی مکروہ نہیں ہے (۹) اور غسل کرنا اور بھیگے ہوئے کپڑے میں لپٹنا ٹھنڈک کے لئے مفتی بہ قول پر۔

مَا يُسْتَحَبُّ لِلصَّائِمِ

وَيُسْتَحَبُّ لَهُ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ اَلسُّحُوْرُ وَتَأْخِيْرُهُ وَتَعْجِيْلُ الْفِطْرِ فِيْ غَيْرِ يَوْمِ غَيْمٍ ۔

ترجمہ: اور روزہ دار کے لئے تین چیز مستحب ہیں: (۱) سحری کھانا (۲) اور سحری کا تاخیر سے کرنا (۳) اور افطار میں جلدی کرنا بدلی کے دن کے علاوہ میں۔

سوال: روزہ دار کے لئے کتنی اور کون کون سی چیزیں مکروہ ہیں؟

جواب: روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لئے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی اور غلام کا آقا بد مزاج ہے کہ نمک کم و بیش ہو گا تو اس کی ناراضی کا باعث ہو گا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں، چبانے کے لئے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اُسے کھلائی جائے، نہ حیض و نفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اُسے چبا کر دیدے، تو بچہ کے کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳.)

چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لئے اُس میں سے تھوڑا کھا لینا کہ یوں ہو تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا، بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہو گا۔ بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لیں اور اُسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔

کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہو گا، تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳.)

بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں، جبکہ اس کی حاجت ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد ما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳.)

عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو گا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً (چاہے انزال و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو۔) مکروہ ہے۔ یوہیں مباشرت فاحشہ۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج۳، ص۴۵۴.)

منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج۱، ص۱۹۹.)

فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اُسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج۱، ص۱۹۹۔۲۰۰.)

رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔
(۔ "الدرالمختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۶۰.)

یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔

اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۶۱) جب کہ کھڑا ہونے سے اتنا ہی عاجز ہو جو باب صلاۃ المریض میں گزرا۔

روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بھر منہ پانی لے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لئے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لئے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔
("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء، ج۳، ص۴۵۹. وغیرہما)

سوال: روزہ دار کے لئے کتنی اور کون کون سی چیزیں مکروہ نہیں ہیں؟

جواب: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں، مگر جبکہ زینت کے لئے سُرمہ لگایا یا اس لئے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالانکہ ایک مُشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اَولیٰ۔("الدرالمختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۵.)

فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اُسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج۱، ص۱۹۹۔ ۲۰۰.)

روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنّت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔

("البحر الرائق"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۲، ص۴۹۱.)

اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

سوال: روزہ دار کے لئے کتنی اور کون کون سی چیزیں مستحب ہیں؟

جواب: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج۱، ص۲۰۰.)

افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو، جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے، اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور اَبر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم... إلخ، مطلب في حدیث التوسعة علی العیال... إلخ، ج۳، ص۴۵۹.)

ایک عادل کے قول پر افطار کر سکتا ہے، جب کہ اس کی بات سچی مانتا ہو اور اگر اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بنا پر افطار نہ کرے۔ یوہیں مستور کے کہنے پر بھی افطار نہ کرے اور آج کل اکثر اسلامی مقامات میں افطار کے وقت توپ چلنے کا رواج ہے، اس پر افطار کر سکتا ہے، اگرچہ توپ چلانے والے فاسق ہوں جب کہ کسی عالم محقق توقیت دان محتاط فی الدین کے حکم پر چلتی ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب في جواز الإفطار التحری، ج۳، ص۴۳۹)

آج کل کے عام علما بھی اس فن سے ناواقف محض ہیں اور جنتریاں جو شائع ہوتی ہیں اکثر غلط ہوتی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ یوہیں سحری کے وقت اکثر جگہ نقارہ بجتا ہے، انہیں شرائط کے ساتھ اس کا بھی اعتبار ہے اگرچہ بجانے والے کیسے ہی ہوں۔

نوٹ: علمِ توقیت کو حاصل کرنے کے لئے ہماری کتاب بنام ”تسلیم التوقیت“ کا مطالعہ کریں، اور ہمارے you tube channel پر جاکر ملاحظہ فرمائیں جو {{SHAFEEK FATEHPURI}} کے نام سے ہے۔

سحری کے وقت مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے اذان شروع کر دیتے ہیں، بلکہ جاڑے کے دنوں میں تو بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت صبح ہونے میں بہت وقت باقی رہتا ہے۔ یوہیں بول چال سُن کر اور روشنی دیکھ کر بولنے لگتے ہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب في جواز الإفطار التحری، ج۳، ص۴۳۹)

صبح صادق کو رات کا مطلقاً چھٹا یا ساتواں حصہ سمجھنا غلط ہے، رہا یہ کہ صبح کس وقت ہوتی ہے اسے جاننے کے لئے ہماری کتاب بنام ”تسلیم التوقیت“ کا مطالعہ کریں۔

فَصْلٌ فِيْ الْعَوَارِضِ

یہ فصل عوارض کے بیان میں ہے

اس فصل میں ان اعذار کو بیان کریں گے جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا یا روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

مَتٰی یُبَاحُ الْفِطْرُ

لِمَنْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ أَوْ بُطْءَ الْبُرْءِ وَلِحَامِلٍ وَمُرْضِعٍ خَافَتْ نُقْصَانَ الْعَقْلِ أَوِ الْهَلَاکَ أَوِ الْمَرَضَ عَلیٰ نَفْسِهِمَا نَسَبًا کَانَ أَوْ رَضَاعًا وَالْخَوْفُ الْمُعْتَبَرُ مَا کَانَ مُسْتَنِدًا لِغَلَبَةِ الظَّنِّ بِتَجْرِبَةٍ أَوْ إِخْبَارِ طَبِيْبٍ مُسْلِمٍ حَاذِقٍ عَدْلٍ وَلِمَنْ حَصَلَ لَهٗ عَطَشٌ شَدِيْدٌ أَوْ جُوْعٌ يُخَافُ مِنْهُ الْهَلَاكُ۔

اس شخص کے لئے (روزہ نہ رکھنا جائز ہے) جس کو بیماری کے بڑھ جانے کا یا دیر سے ٹھیک ہونے کا خوف ہو، اور حاملہ یا دودھ پلانے والی عقل کے نقصان کا یا اپنی یا بچہ کی ہلاکت یا بیماری کا خوف ہو، بچہ نسبی ہو یا رضاعی۔ اور معتبر خوف وہ ہے جو مستند ہو غلبۂ ظن کی وجہ سے جو تجربہ سے حاصل ہو یا مسلمان حاذق عادل طبیب کی خبر دینے سے حاصل ہو۔ اور اس شخص کے لئے (افطار کرنا جائز ہے) جس کو ایسی پیاس یا بھوک لگی ہو جس سے ہلاکت کا خوف ہو۔

عَارِضُ السَّفَرِ

وَلِلْمُسَافِرِ الْفِطْرُ وَصَوْمُهٗ أَحَبُّ إِنْ لَمْ يَضُرَّهٗ وَلَمْ تَكُنْ عَامَّةُ رِفْقَتِهٖ مُفْطِرِيْنَ وَلَا مُشْتَرِكِيْنَ فِي النَّفَقَةِ فَإِنْ کَانُوْا مُشْتَرِکِيْنَ أَوْ مُفْطِرِيْنَ فَالْأَفْضَلُ فِطْرُهٗ مُوَافَقَةً لِلْجَمَاعَةِ۔

ترجمہ: اور مسافر کے لئے افطار کرنا جائز ہے، (لیکن) اس کو رزہ رکھنا پسندیدہ ہے اگر روزہ اس کو نقصان نہ دے، اور نہ ہوں اس کے عام ساتھی افطار کرنے والے اور خرچہ میں شریک ہونے والے، پس اگر وہ خرچہ میں شریک ہوں یا افطار کرنے والے ہوں تو اس کا افطار کرنا افضل ہے جماعت کی موافقت کرتے ہوئے۔

سوال: کن صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف ہلاک و اکراہ و نقصانِ عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لئے عذر ہیں، ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۲.)

سوال: مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی کب اجازت ہے؟

جواب: مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم و خادمہ کو ناقابل برداشت ضعف کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔

("الجوهرة النيرة"، کتاب الصوم، ص۱۸۳.)

سوال: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو کب روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟

جواب: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے، تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دائی اگرچہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۳.)

سوال: کون سا خوف معتبر ہے؟ نیز مریض کو غالب گمان کب ہو گا؟

جواب: وہ خوف معتبر ہے جو مستند ہو۔ اور خوف کی صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم ناکافی ہے۔ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہو یا (۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہو یا (۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو اور اگر نہ کوئی علامت ہو نہ تجربہ نہ اس قسم کے طبیب نے اُسے بتایا، بلکہ کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے افطار کر لیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۴.)

آج کل کے اکثر اطبا اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور نہ سہی تو حاذق طبیب فی زمانہ نایاب سے ہو رہے ہیں، ان لوگوں کا کہنا کچھ قابلِ اعتبار نہیں نہ ان کے کہنے پر روزہ افطار کیا جائے۔ ان طبیبوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ کو منع کر دیتے ہیں، اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ مُضر ہے کس میں نہیں۔

سوال: ہلاکت کے خوف سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے تو اس کی کیا صورت ہو گی؟

جواب: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاکت کا خوف صحیح یا نقصانِ عقل کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الإفطار، ج۱، ص۲۰۷.)

سوال: جس سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے وہ کون سا سفر ہے؟

جواب: سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دُور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی مسافت ہو، اگرچہ وہ سفر کسی ناجائز کام کے لئے ہو۔ ("الدر المختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۳.)

دن میں سفر کیا تو اُس دن کا روزہ افطار کرنے کے لئے آج کا سفر عذر نہیں۔ البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہگار ہو گا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اُسے لینے واپس آیا اور مکان پر آکر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الافطار، ج۱، ص۲۰۶۔۲۰۷.)

مسافر نے ضحوہ کبریٰ سے پیشتر اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیّت کر لینا واجب ہے۔

("الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص۱۸۶.)

سوال: مسافر کے لئے کیا بہتر ہے، روزہ رکھنا یا نہ رکھنا؟

جواب: خود اس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

اگر ساتھیوں کے ساتھ سفر کیا ہے اور اکثر ساتھی روزے سے ہیں اور کھانے پینے کے خرچ میں یہ شریک بھی نہ ہو تو اس کو روزہ رکھنا افضل ہے، اور اگر اکثر ساتھی روزے سے نہیں ہیں اور خرچہ وغیرہ میں یہ بھی شریک ہے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی صورت میں کھانے وغیرہ کے انتظام اور خرچ کی تقسیم میں تکلیف ہو گی لہذا جماعت کی موافقت کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ ("الدر المختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۵.)

اَلْإِيْصَاءُ وَالْقَضَاءُ

وَلَا يَجِبُ الْإِيْصَاءُ عَلٰى مَنْ مَاتَ قَبْلَ زَوَالِ عُذْرِهٖ بِمَرَضٍ وَسَفَرٍ وَنَحْوِهٖ كَمَا تَقَدَّمَ وَقَضَوْا مَاقَدَرُوْا عَلٰى قَضَائِهٖ بِقَدْرِ الْإِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ وَلَا يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ فِي الْقَضَاءِ فَإِنْ جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ قُدِّمَ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا فِدْيَةَ بِالتَّأْخِيْرِ اِلَيْهِ۔

اور وصیت کرناواجب نہیں ہے اس شخص پر جو مر جائے بیماری اور سفر جیسے عذر کے زائل ہو جانے سے پہلے جیسا کہ گزرا، اور قضا کریں جتنے روزوں کی قضا پر قادر ہوں اقامت اور صحت کے بقدر، اور قضا میں لگاتار روزہ رکھنے کی شرط نہیں ہے، پس اگر دوسرا رمضان آجائے تو اس کو قضا پر مقدم کردے، اور نہیں واجب ہو تا فدیہ دوسرے رمضان تک مؤخر کر دینے سے۔

اَلْفِدْيَةُ لِلشَّيْخِ الْفَانِيْ

وَيَجُوْزُ الْفِطْرُ لِشَيْخٍ فَانٍ وَعَجُوْزٍ فَانِيَةٍ وَتَلْزَمُهُمَا الْفِدْيَةُ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَمَنْ نَذَرَ صَوْمَ الْأَبَدِ۔

اور افطار جائز ہے شیخ فانی اور عجوز فانیہ کے لئے اور ان دونوں پر فدیہ لازم ہو گا ہر دن کے عوض آدھا صاع گیہوں، اس شخص کی طرح جس نے منت مانی ہمیشہ روزہ رکھنے کی۔

نَذْرُ صَوْمِ الْأَبَدِ

فَضَعُفَ عَنْهُ لِاشْتِغَالِهٖ بِالْمَعِيْشَةِ يُفْطِرُ وَيَفْدِيْ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْفِدْيَةِ لِعُسْرَتِهٖ يَسْتَغْفِرُ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَيَسْتَقِيْلُهٗ۔

ترجمہ: پھر وہ منت پوری کرنے سے عاجز ہو گیا معاش کی مشغولی کی وجہ سے پس وہ افطار کرتا رہے اور ہر روز فدیہ دیتا رہے، اور اگر وہ فدیہ پر قادر نہ ہو اپنی تنگدستی کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس سے معافی مانگتا رہے۔

سوال: مذکورہ افراد اسی عذر میں مر گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ لوگ اپنے اُسی عذر میں مر گئے، اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر یہ واجب نہیں کہ فدیہ کی وصیت کر جائیں پھر بھی وصیّت کی تو تہائی مال میں جاری ہو گی اور اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے، مگر نہ رکھے تو

وصیّت کر جانا واجب ہے اور عمداً نہ رکھے ہوں تو بدرجہ اَولیٰ وصیّت کرنا واجب ہے اور وصیّت نہ کی، بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دے دیا تو بھی جائز ہے مگر ولی پر دینا واجب نہ تھا۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار، ج۱، ص۲۰۷.)

سوال: کیا ان لوگوں کے لئے قضا روزہ ترتیب وار رکھنا اور لگاتار رکھنا ضروری ہے؟

جواب: جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ لہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہوگئے، مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔ حدیث میں فرمایا: "جس پر اگلے رمضان کی قضا باقی ہے اور وہ نہ رکھے اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔"

("المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ۸۶۲۹، ج۳، ص۲۶۶.)

سوال: شیخ فانی اور عجوز فانیہ کسے کہتے ہیں؟ نیز ان کو روزہ رکھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا۔

اور عجوز فانیہ وہ بوڑھیا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتی جائے گی، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتی ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گی۔

پس ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

("الدر المختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۱، وغيره.)

اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں بوجہ گرمی کے روزہ نہیں رکھ سکتا، مگر جاڑوں میں رکھ سکے گا تو اب افطار کرلے اور اُن کے بدلے کے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے۔ ("ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۲.)

اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے، تو فدیہ صدقۂ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی قضا رکھے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار، ج۱، ص۲۰۷.)

یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں تملیک (مالک بنادینا) شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتے ہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۲.)

سوال: روزہ کا فدیہ کیا ہے؟

جواب: ہر ایک روزہ کا فدیہ صدقہ ٔفطر کی مقدار کے برابر ہے اور ایک صدقہ ٔفطر کی مقدار نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا کھجور یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت دینا ہے۔

سوال: جس نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منّت مانی مگر رکھ نہ سکتا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منّت مانی اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے بسر اوقات ہو تو اُسے بقدر ضرورت افطار کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو استغفار کرے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۲.)

سوال: جو شخص فدیہ دینے پر قادر نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: جس شخص پر روزے کے فدیہ واجب ہیں اور وہ تنگدستی کی وجہ سے اس کو ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو اللہ عزوجل سے استغفار کرے اور اللہ عزوجل کے حق کی آدائیگی میں قصور واقع ہونے کی معافی مانگتا رہے۔

اَلْعَجَزُ عَنِ الْكَفَّارَةِ

وَلَوْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ أَوْ قَتْلٍ فَلَمْ يَجِدْ مَا يُكَفِّرُ بِهِ مِنْ عِتْقٍ وَهُوَ شَيْخٌ فَانٍ أَوْ لَمْ يَصُمْ حَتّٰى صَارَ فَانِيًا لَا يَجُوْزُ لَهُ الْفِدْيَةُ لِأَنَّ الصَّوْمَ هُنَا بَدَلٌ عَنْ غَيْرِهٖ ۔

اور اگر اس پر قسم یا قتل کا کفارہ واجب ہوا پھر اس نے وہ چیز نہ پائی جس سے کفارہ ادا کرے یعنی غلام اس حال میں کہ وہ شیخ فانی ہے یا اس نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ وہ فانی ہو گیا تو اب اس کے لئے فدیہ دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ روزہ یہاں اپنے غیر کا بدل ہے۔

صَوْمُ التَّطَوُّعِ

وَيَجُوْزُ لِلْمُتَطَوِّعِ الْفِطْرُ بِلَا عُذْرٍ فِيْ رِوَايَةٍ وَالضِّيَافَةُ عُذْرٌ عَلَى الْأَظْهَرِ لِلضَّيْفِ وَالْمُضِيْفِ وَلَهُ الْبِشَارَةُ بِهٰذِهِ الْفَائِدَةِ الْجَلِيْلَةِ ۔

اور نفل روزہ رکھنے والے کے لئے ایک روایت میں بغیر عذر کے بھی افطار کرنا جائز ہے اور ضیافت عذر ہے ظاہر روایت کے مطابق مہمان اور میزبان کے لئے اور اس کے لئے خوشخبری ہے اس بڑے فائدہ کی وجہ سے۔

مَتٰی يَلْزَمُ الْمُتَطَوِّعُ الْقَضَاءَ

وَإِذَا أَفْطَرَ عَلٰى أَيِّ حَالٍ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ إِلَّا إِذَا شَرَعَ مُتَطَوِّعًا فِيْ خَمْسَةِ أَيَّامٍ يَوْمَيِ الْعِيْدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَلَا يَلْزَمُهٗ قَضَاءُهَا بِإِفْسَادِهَا فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور جب افطار کرے کسی بھی حالت پر تو اس پر قضا لازم ہو گی مگر جبکہ شروع کرے نفل روزہ پانچ دنوں میں، عید کے دو دن اور ایامِ تشریق کے تین دن پس ان روزوں کو توڑ ڈالنے سے ان کی قضا اس پر لازم نہیں ہے ظاہر روایت کے مطابق واللہ اعلم۔

سوال: قسم یا قتل کا کفارہ واجب ہوا پھر شیخِ فانی ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: قسم (قسم کے کفارے میں تین روزے ہیں) یا قتل (قتل خطا کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں) کے کفارہ کا اس پر روزہ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس روزہ کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظہار (ظہار کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں) کا کفارہ اس پر ہے، تو اگر روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الإفطار، ج١، ص٢٠٧.)

کیونکہ قسم اور قتل کے کفارے کے روزے دوسری چیز یعنی غلام آزاد نہ کرنے کا بدل ہے، پس اس بدل کی جگہ میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے کہ بدل کا بدل نہیں ہوتا، اب اس کے پاس توبہ و استغفار کے سوا کوئی راہ نہیں لہذا اللہ عزوجل سے بخشش کی دعا کرتا رہے۔ جبکہ ظہار کے روزے غلام آزاد کرنے کا بدل نہیں ہیں۔

سوال: کیا دعوت کی وجہ سے نفل روزہ توڑ سکتے ہیں؟

جواب: نفل روزہ بلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے، مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہو گا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اذیت ہو گی تو نفل روزہ توڑ دینے کے لئے یہ عذر ہے، بشر طیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور بشر طیکہ ضحوہ کبریٰ سے پہلے توڑے بعد کو نہیں۔ زوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سبب توڑ سکتا ہے اور اس میں بھی عصر کے قبل تک توڑ سکتا ہے بعد عصر نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التی تبیح الإفطار، ج۱، ص۲۰۸.)

اُس کی کسی بھائی نے دعوت کی تو ضحوہ کبریٰ کے قبل روزہ نفل توڑ دینے کی اجازت ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۷.)

سوال: کس نفل روزے کو توڑنے پر قضا ہے اور کس پر نہیں؟

جواب: نفل روزہ شروع کرنے کے بعد درمیان میں توڑنے سے قضا لازم ہے خواہ عذر سے توڑا یا بلا عذر، اور اگر پانچ ممنوعہ دنوں میں روزہ رکھا اور درمیان میں توڑ دیا تو اس پر قضا لازم نہیں ہے بلکہ توڑ دینا واجب ہے ان ایام میں روزہ رکھنا منع ہے اور وہ پانچ ممنوعہ ایام یہ ہیں (۱) عید الفطر کی پہلی تاریخ (۲) عید الاضحیٰ یعنی دسویں ذی الحجہ (۳) ایام تشریق کے تین دن یعنی ذی الحجہ کی ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ تاریخ۔

بَابُ مَا يَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِهِ

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کا پورا کرنا لازم ہے یعنی نذر کے روزے اور نذر کی نماز اور ان کے مانند

مَتٰی یَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ

إِذَا نَذَرَ شَيْئًا لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهِ إِذَا اجْتَمَعَ فِيهِ ثَلَاثَةُ شُرُوطٍ أَنْ يَكُونَ مِنْ جِنْسِهِ وَاجِبٌ وَأَنْ يَكُونَ مَقْصُودًا وَأَنْ يَكُونَ لَيْسَ وَاجِبًا فَلَا يَلْزَمُ الْوُضُوءُ بِنَذْرِهِ وَلَا سَجْدَةُ التِّلَاوَةِ وَلَا عِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَلَا الْوَاجِبَاتُ بِنَذْرِهَا ۔

جب منت مانے کسی چیز کی تو اس پر اس کا پورا کرنا لازم ہے جبکہ اس میں تین شرطیں جمع ہوں۔ (۱) اس کی جنس سے کوئی واجب ہو۔ (۲) اور وہ بذات خود مقصود ہو (۳) اور (منت کے بغیر یہ خود) واجب نہ ہو، پس وضو کی منت سے وضو لازم نہ ہو گا اور نہ ہی سجدۂ تلاوت اور نہ مریض کی عیادت اور نہ واجبات ان کی منت سے۔

وَيَصِحُّ بِالْعِتْقِ وَالْاِعْتِكَافِ وَالصَّلَاةِ غَيْرِ الْمَفْرُوضَةِ وَالصَّوْمِ فَإِنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا أَوْ مُعَلَّقًا بِشَرْطٍ وَوُجِدَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهِ وَصَحَّ نَذْرُ صَوْمِ الْعِيدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ فِي الْمُخْتَارِ وَيَجِبُ فِطْرُهَا وَقَضَاءُهَا وَإِنْ صَامَهَا أَجْزَأَهُ مَعَ الْحُرْمَةِ ۔

اور صحیح ہے نذر غلام آزاد کرنے کی اور اعتکاف کی اور ایسی نماز کی جو فرض نہیں ہے اور روزوں کی، پس اگر مطلق منت مانی یا کسی شرط کے ساتھ معلق منت مانی اور وہ شرط پائی گئی تو اس کا پورا کرنا لازم ہو گا۔ اور صحیح ہے عیدین اور ایام تشریق میں روزوں کی منت ماننا مختار قول کے مطابق۔ اور واجب ہے ان روزوں کا توڑنا اور ان کی قضا کرنا اور اگر ان دونوں میں روزے رکھ ہی لئے تو اس کو حرمت کے ساتھ کافی ہوں گے۔

وَأَلْغَيْنَا تَعْيِينَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالدِّرْهَمِ وَالْفَقِيرِ فَيُجْزِئُهُ صَوْمُ رَجَبٍ عَنْ نَذْرِهِ صَوْمَ شَعْبَانَ وَتُجْزِئُهُ صَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ بِمِصْرٍ نَذَرَ أَدَاءَهُمَا بِمَكَّةَ وَالتَّصَدُّقُ بِدِرْهَمٍ عَنْ دِرْهَمٍ عَيَّنَهُ لَهُ وَالصَّرْفُ لِزَيْدٍ الْفَقِيرِ بِنَذْرِهِ لِعَمْرٍو ۔

اور ہم نے لغو قرار دیا ہے وقت جگہ ، درہم اور فقیر کی تعیین کو، پس رجب کا روزہ کافی ہو گا شعبان کے روزے کی منت ماننے سے، اور مصر میں دو رکعت کافی ہو گی ان کو مکہ میں ادا کرنے کی منت ماننے سے، اور جس درہم کو صدقہ کے لئے متعین کیا تھا اس کے بجائے دوسرے درہم کا صدقہ کرنا کافی ہو گا، اور زید فقیر پر خرچ کرنا کافی ہو گا عمر فقیر کی منت ماننے سے۔

اَلْوَفَاءُ قَبْلَ الشَّرْطِ

وَإِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ لَا يُجْزِئُهُ عَنْهُ مَا فَعَلَهُ قَبْلَ وُجُوْدِ شَرْطِهٖ۔

ترجمہ: اور اگر نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط پائے جانے سے پہلے جو کرے گا وہ نذر کی طرف سے کافی نہیں ہو گا۔

سوال: شرعی منت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے اس کے لئے کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: شرعی منّت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لئے مطلقاً چند شرطیں ہیں۔

(۱) ایسی چیز کی منّت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، عیادتِ مریض اور مسجد میں جانے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہو سکتی۔

(۲) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ نہ ہو، لہٰذا وضو و غسل و نظرِ مصحف کی منّت صحیح نہیں۔

(۳) اس چیز کی منّت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منّت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

(۴) جس چیز کی منّت مانی وہ خود بذاتہٖ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منّت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منت مانی تو منّت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اُس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کیوجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

(۵) ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ کل گزشتہ میں روزہ رکھوں گا یہ منت صحیح نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۸)

منت صحیح ہونے کے لئے کچھ یہ ضروری نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو، اگر کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے منت کے الفاظ جاری ہو گئے منت صحیح ہو گئی یا کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ (عزوجل) کے لئے مجھ پر ایک دن کا روزہ رکھنا ہے اور زبان سے ایک مہینہ نکلا مہینے بھر کا روزہ واجب ہو گیا۔ ("ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في الكلام على النذر، ج۳، ص۴۸۲.)

سوال: کیا غلام کو آزاد کرنے، اعتکاف کرنے اور نماز پڑھنے کی منت مان سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ان چیزوں کی منت مان سکتے ہیں جائز ہے۔

سوال: منت کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: منت کی دو قسمیں ہیں:

ایک معلّق کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا یا فلاں شخص سفر سے آجائے تو مجھ پر اللہ عزوجل کے لئے اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیرہا ہے۔

دوسری غیر معلّق جو کسی چیز کے ہونے، نہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ یہ کہ اللہ عزوجل کے لئے میں اپنے اوپر اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیرہا واجب کرتا ہوں۔

غیر معلّق میں اگرچہ وقت یا جگہ وغیرہ معیّن کرے، مگر منت پوری کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس سے پیشتر یا اس کے غیر میں نہ ہو سکے، بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لئے یا نماز پڑھ لی وغیرہ وغیرہ تو منت پوری ہو گئی۔

("ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج۳، ص۴۸۷.)

سوال: عیدین اور ایام تشریق میں روزوں کی منت ماننا کیسا؟ اور ان کو ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایّام منہیّہ یعنی عید و بقر عید اور ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں تیرھویں کے روزے رکھنے کی منت مانی اور انھیں دِنوں میں رکھ بھی لئے تو اگرچہ یہ گناہ ہوا مگر منت ادا ہو گئی۔

("الدر المختار" كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۸۱ - ۴۸۳)

اس سال کے روزے کی منت مانی تو ایّام منہیّہ چھوڑ کر باقی دنوں میں روزے رکھے اور ان دنوں کے بدلے کے اور دنوں میں رکھے اور اگر ایّام منہیہ میں بھی رکھ لئے تو منت پوری ہو گئی مگر گنہگار ہوا۔ یہ حکم اُس وقت ہے کہ ایّام منہیّہ سے پہلے منت مانی اور اگر ایّام منہیّہ گزرنے کے بعد مثلاً ذی الحجہ کی چودھویں شب میں اس سال کے روزے کی منت مانی تو ختم ذی الحجہ تک روزہ رکھنے سے منت پوری ہو گئی کہ یہ سال ختم ذی الحجہ پر ختم ہو جاتا ہے اور رمضان سے پہلے اس سنہ کے روزے کی منت مانی تھی تو رمضان کے بدلے کے روزے اس کے ذمّہ نہیں۔

اور اگر منّت میں پے درپے روزہ کی شرط یا نیّت کی جب بھی جن دنوں میں روزہ کی ممانعت ہے، اُن میں روزہ نہ رکھے۔ مگر بعد میں پے درپے ان دنوں کی قضا رکھے اور اگر ایک دن بھی بے روزہ رہا تو اس دن کے پہلے جتنے روزے رکھے تھے، ان سب کا اعادہ کرے اور اگر ایک سال کے روزے کی منّت کی تو سال بھر روزہ رکھنے کے بعد پینتیس ۳۵ یا چونتیس ۳۴ دن کے اور رکھے یعنی ماہِ رمضان اور پانچ دن ایّام ممنوعہ کے بدلے کے، اگرچہ ان دنوں میں بھی اُس نے روزے رکھے ہوں کہ اس صورت میں یہ ناکافی ہیں۔ البتہ اگر یوں کہا کہ ایک سال کے روزے پے درپے رکھوں گا تو اب ان پینتیس ۳۵ دنوں کے روزوں کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اگر پے درپے نہ ہوں گے تو سرے سے پھر رکھنے ہوں گے، مگر ایّام ممنوعہ میں نہ رکھے بلکہ سال پورا ہونے پر پانچ دن علی الاتصال رکھ لے۔

("الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصوم، مطلب في الکلام علی النذر، ج۳، ص۴۸۲۔ ۴۸۴.)

سوال: منت میں وقت، جگہ، درہم اور فقیر کی تعیین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص منت کو خواہ وہ مطلق ہو یا معلق کسی وقت، جگہ، درہم یا فقیر کے ساتھ معین کر دے تب بھی وہ معین نہ ہو گی اور اس کا قول لغو ہو گا۔ مثلاً کسی نے شعبان کے روزوں کی منت مانی مگر اس نے رجب میں ہی رکھ لئے تو جائز ہے کیونکہ منت میں وقت کی تعیین لغو ہے۔

کسی نے مکہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کی منت مانی تھی اور اب مکہ کے بجائے کسی شہر میں ادا کی کافی ہے کہ منت میں جگہ کی تعیین لغو ہے۔

کسی نے کوئی درہم صدقہ کے لئے متعین کر دیا کہ یہ صدقہ کروں گا۔ اب اس کے بجائے دوسرا درہم صدقہ کر دیا تو کافی ہے کہ درہم کی تعیین لغو ہے۔

کسی نے عمرو نامی فقیر کو صدقہ دینے کی منت مانی تھی مگر زید نامی فقیر کو دے دیا تو کافی ہے کہ فقیر کی تعیین لغو ہے۔

سوال: نذرِ معلق میں شرط پائے جانے سے پہلے منت پوری کر دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط پائے جانے سے پہلے جو کرے گا وہ نذر کی طرف سے کافی نہیں ہو گا۔ بلکہ شرط پائے جانے کے بعد ادا کرنا لازم ہو گا۔ اور جو پہلے ادا کیا وہ نفل ہو گیا۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ

یہ باب اعتکاف کے بیان میں ہے

تَعْرِيفُهٗ

هُوَ الْإِقَامَةُ بِنِيَّتِهٖ فِيْ مَسْجِدٍ تُقَامُ فِيْهِ الْجَمَاعَةُ بِالْفِعْلِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَلَا يَصِحُّ فِيْ مَسْجِدٍ لَاتُقَامُ فِيْهِ الْجَمَاعَةُ لِلصَّلٰوةِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلِلْمَرْأَةِ الْاِعْتِكَافُ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ مَحَلٌّ عَيَّنَتْهُ لِلصَّلَاةِ فِيْهِ۔

اعتکاف: اعتکاف کی نیت سے ایسی مسجد میں ٹھہرنا ہے جس میں اس وقت پانچ نمازیں قائم کی جاتی ہوں، لہٰذا ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے جس میں نماز کے لئے جماعت قائم نہ کی جاتی ہو مختار قول پر۔ اور عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا صحیح ہے۔ اور گھر کی مسجد وہ جگہ ہے جس کو اس نے نماز کے لئے معین کیا ہو۔

اَقْسَامُ الْاِعْتِكَافِ

وَالْاِعْتِكَافُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَاجِبٌ فِي الْمَنْذُوْرِ وَسُنَّةٌ كِفَايَةً مُؤَكَّدَةً فِي الْعَشْرِ الْأَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمُسْتَحَبٌّ فِيْمَا سِوَاهُ وَالصَّوْمُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْمَنْذُوْرِ فَقَطْ وَأَقَلُّهٗ نَفْلًا مُدَّةٌ يَسِيْرَةٌ وَلَوْ كَانَ مَاشِيًا عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ۔

ترجمہ: اعتکاف تین قسموں پر ہے۔ (۱) واجب: منت مانی ہوئی صورت میں (۲) سنت مؤکدہ کفایہ: رمضان کے آخری عشرہ میں۔ (۳) اور مستحب: اس کے ماسوا میں۔ اور روزہ صرف منت مانے ہوئے اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ نفل اعتکاف کی کم سے کم مقدار تھوڑی سی مدت ہے اگرچہ چلتے ہوئے ہو۔ مفتی بہ قول میں۔

سوال: اعتکاف کسے کہتے ہیں؟ نیز اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

جواب: مسجد میں اللہ عزوجل کے لئے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس کے لئے مسلمان، عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے

تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہٰذا غلام بھی اعتکاف کر سکتا ہے، مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینی ہو گی اور مولیٰ کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۱.)

سوال: اعتکاف کرنے کے لئے کیسی مسجد ہونی چاہئے؟

جواب: مصنف نے فرمایا کہ جس میں اس وقت پانچ نمازیں قائم کی جاتی ہوں اسی مسجد میں اعتکاف کرے، لہٰذا ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے جس میں نماز کے لئے جماعت قائم نہ کی جاتی ہو مختار قول پر۔ مگر اب اس قول پر عمل نہیں بلکہ مفتی بہ قول یہ ہے:

مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔
("ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۴۹۳.)

سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پھر مسجد اقصیٰ میں پھر اُس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔ ("الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص۱۸۸.)

سوال: عورت کہاں اعتکاف کرے گی؟

جواب: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لئے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لئے گھر میں کوئی جگہ مقرر کر لے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔
("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۴۹۴.)

اگر عورت نے نماز کے لئے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لئے خاص کر لیا تو اس جگہ اعتکاف کر سکتی ہے۔
("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۴۹۴.)

خنثیٰ مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کر سکتا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۴.)

سوال: اعتکاف کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب: وہ اعتکاف جس کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہو گا۔

(۲) سنت مؤکدہ: جو رمضان کے پورے عشرۂ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیّت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی۔ اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہو گا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔

(۳) ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۱.)

سوال: روزہ کس اعتکاف میں شرط ہے؟

جواب: اعتکافِ مستحب کے لئے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۱.)

یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لئے یاد دہانی ہو۔

اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۴۹۶.)

منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١١.)

یہ ضروری نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لئے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیّت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لئے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آ گیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لئے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہو سکتا، بلکہ اب اُس کے لئے خاص اعتکاف کی نیّت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کر سکتا ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١١.)

خُرُوجُ الْمُعْتَكِفِ مِنَ الْمَسْجِدِ

وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ كَالْجُمُعَةِ أَوْ طَبِيْعِيَّةٍ كَالْبَوْلِ أَوْ ضَرُوْرِيَّةٍ كَانْهِدَامِ الْمَسْجِدِ وَإِخْرَاجِ ظَالِمٍ كُرْهًا وَتَفَرُّقِ أَهْلِهِ وَخَوْفٍ عَلٰى نَفْسِهِ أَوْ مَتَاعِهِ مِنَ الْمُكَابِرِيْنَ فَيَدْخُلُ مَسْجِدًا غَيْرَهٗ مِنْ سَاعَتِهِ فَإِنْ خَرَجَ سَاعَةً بِلَا عُذْرٍ فَسَدَ الْوَاجِبُ وَانْتَهٰى بِهٖ غَيْرُهٗ۔

ترجمہ: اور اپنی اعتکاف گاہ سے نہ نکلے مگر کسی شرعی ضرورت سے جیسے جمعہ، یا طبعی ضرورت کے لئے جیسے پیشاب یا اضطراری ضرورت کے لئے جیسے مسجد کا منہدم ہو جانا، یا کسی ظالم کا زبردستی نکال دینا، یا مسجد والوں کا منتشر ہو جانا اور ظالموں کی طرف سے اپنی جان یا مال کا خوف ہونا تو ان صورتوں میں اسی وقت دوسری مسجد میں داخل ہو جائے، پس اگر ایک گھڑی بھی بغیر عذر کے نکلا تو اعتکافِ واجب فاسد ہو جائے گا اور واجب کے علاوہ دوسرا اعتکاف اس نکلنے سے ختم ہو جائے گا۔

سوال: معتکف اعتکاف گاہ سے کب کب باہر نکل سکتا ہے؟

جواب: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوہیں اگر مسجد میں وضو و غسل کے لئے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لئے جانا یا اذان کہنے کے لئے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لئے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۱.)

قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کر کے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دُور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضروری نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے، بلکہ اپنے مکان پر بھی جا سکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دُور تو نزدیک والے مکان میں جائے کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں دُور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۲.)

اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۲.)

اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

("ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۵۰۳، ۵۰۵.)

سوال: معتکف کو بلا عذر اعتکاف گاہ سے نکلنا کیسا ہے؟

جواب: اعتکافِ واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یوہیں اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔ یوہیں عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۱.)

اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لئے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لئے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لئے گیا، اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو گیا۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲.)

پاخانہ پیشاب کے لئے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲.)

اَعْمَالُ الْمُعْتَكِفِ

وَأَكْلُ الْمُعْتَكِفِ وَشُرْبُهُ وَنَوْمُهُ وَعَقْدُهُ الْبَيْعَ لِمَا يَحْتَاجُهُ لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فِي الْمَسْجِدِ وَكُرِهَ إِحْضَارُ الْمَبِيْعِ فِيهِ وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ وَكُرِهَ الصَّمْتُ إِنْ اِعْتَقَدَهُ قُرْبَةً وَالتَّكَلُّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَحَرُمَ الْوَطْءُ وَدَوَاعِيهِ وَبَطَلَ بِوَطْئِهِ وَبَالْإِنْزَالِ بِدَوَاعِيهِ۔

اور معتکف کا کھانا، پینا، سونا اور اس کا عقد بیع کرنا ان چیزوں کی جن کی ضرورت ہو اپنی ذات کے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے مسجد میں ہو گا، اور مبیع کا مسجد میں لانا مکروہ ہے اور مکروہ ہے ان چیزوں کا عقد کرنا جو تجارت کے لئے ہوں۔ اور خاموش رہنا مکروہ ہے اگر اس کو عبادت سمجھتا ہو اور بات کرنا مکروہ ہے مگر بھلائی کی۔ اور حرام ہے وطی اور دواعیٔ وطی اور وطی کرنے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا، اور انزال کے ساتھ دواعیٔ وطی سے۔

نَذْرُ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي

وَلَزِمَتْهُ اللَّيَالِيْ أَيْضًا بِنَذْرِ اِعْتِكَافِ أَيَّامٍ وَلَزِمَتْهُ الْأَيَّامُ بِنَذْرِ اللَّيَالِيْ مُتَتَابِعَةً وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: اور لازم ہوں گی اس کو راتیں بھی دنوں کے اعتکاف کی منت ماننے سے، اور لازم ہوں گے اس کو دن، راتوں کی منت ماننے سے لگاتار اگرچہ لگاتار کی شرط نہ کی ہو ظاہر روایت میں۔

سوال: معتکف حالتِ اعتکاف میں مسجد کے اندر کیا کر سکتا ہے؟ اور کیا کرنا مکروہ ہے؟

جواب: معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے ان امور کے لئے مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶.) مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶.)

معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶.)

معتکف نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کر سکتا ہے، مگر ان امور کے لئے اگر مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ ("الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳.)

مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے، اگرچہ رجعت ہو جائے گی۔

سوال: معتکف کو خاموش رہنا کیسا ہے؟

جواب: معتکف اگر بہ نیّت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر چُپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے چُپ رہا تو یہ مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے، مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۷.)

سوال: معتکف نہ چُپ رہے، نہ کلام کرے تو کیا کرے؟

جواب: یہ کرے قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءت اور درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر واذکار اور اولیاوصالحین کی حکایت اور امورِ دین کی کتابت۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۸)

سوال: معتکف کو وطی یا دواعیٔ وطی کا ارتکاب کرنا کیسا ہے؟ اور اس سے اعتکاف پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب: معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳)

سوال: دن کا یا رات کا اعتکاف کرنے کی منّت مانی تو کیا حکم ہے؟

جواب: مصنف نے فرمایا کہ اگر کسی نے چند ایام کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو دنوں کے ساتھ راتیں بھی داخل ہوں گی اور پے در پے کرنا لازم ہو گا اگر چہ پے در پے کی شرط نہ لگائی ہو، اسی طرح اگر کسی نے چند راتوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو راتوں کے ساتھ دن بھی شامل ہوں گے اور پے در پے کرنا بھی لازم ہو گا اگر چہ پے در پے کی شرط نہ لگائی ہو۔ لیکن یہ قول اب مفتی بہ نہیں ہے بلکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ:

ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیّت صحیح ہے، لہٰذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیّت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے، تفریق نہیں کر سکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو، لہٰذا غروب آفتاب سے پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروبِ آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی، تو یہ نیّت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص۱۹۰.)

وَلَزِمَتْهُ لَيْلَتَانِ بِنَذْرِ يَوْمَيْنِ وَصَحَّ نِيَّةُ النُّهُرِ خَاصَّةً دُوْنَ اللَّيَالِيْ وَإِنْ نَذَرَ اِعْتِكَافَ شَهْرٍ وَنَوَى النُّهُرَ خَاصَّةً أَوِ اللَّيَالِيَ خَاصَّةً لَاتَعْمَلُ نِيَّتُهٗ إِلَّا أَنْ يُصَرِّحَ بِالْاِسْتِثْنَاءِ ۔

اور لازم ہوں گی اس کو دو راتیں دو دن کی منت ماننے سے۔ اور صحیح ہے دنوں کی نیت خاص طور پر راتوں کے بغیر۔ اور اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور صرف دنوں کی نیت کی یا صرف راتوں کی نیت کی تو اس کی نیت کار آمد نہیں ہو گی۔ مگر یہ کہ استثناء کے ساتھ صراحت کر دے۔

مَشْرُوْعِيَّةُ الْاِعْتِكَافِ وَمَنْزِلَتِهٖ وَحِكْمَتِهٖ

وَالْاِعْتِكَافُ مَشْرُوْعٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُوَ مِنْ أَشْرَفِ الْأَعْمَالِ إِذَا كَانَ عَنْ إِخْلَاصٍ وَمِنْ مَحَاسِنِهٖ أَنَّ فِيْهِ تَفْرِيْغَ الْقَلْبِ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا وَتَسْلِيْمَ النَّفْسِ اِلَى الْمَوْلٰى وَمُلَازَمَةَ عِبَادَتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَالتَّحَصُّنَ بِحِصْنِهٖ وَقَالَ عَطَاءٌ رَحِمَهُ اللهُ مَثَلُ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ رَجُلٍ يَخْتَلِفُ عَلٰى بَابِ عَظِيْمٍ لِحَاجَةٍ فَالْمُعْتَكِفُ يَقُوْلُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى يَغْفِرَ لِيْ۔

ترجمہ: اور اعتکاف مشروع ہے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اور وہ اشرف الاعمال ہے جبکہ اخلاص سے ہو۔ اور اعتکاف کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ اس میں دل کو دنیا کے کاموں سے فارغ کرنا ہے اور نفس کو مولی کے سپرد کر دینا ہے اور اس کی عبادت کو لازم پکڑنا ہے، اسی کے گھر میں، اور اس کے قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔ اور عطا رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”معتکف کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کسی ضرورت سے کسی بڑے آدمی کے دروازے پر جا پڑتا ہے، پس معتکف کہتا ہے کہ جب تک میری مغفرت نہ ہو جائے میں نہیں ہٹوں گا“۔

سوال: ایک مہینے کے اعتکاف کی منّت مانی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے، مگر لگا تار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے اور اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا۔ دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے، راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کرلے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے دِنوں کا نہیں تو کچھ نہیں۔

("الجوہرة النيرة"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص١٩٠، ١٩١.)

سوال: اعتکاف کا ثبوت کہاں سے ہے؟

جواب: اعتکاف کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے چنانچہ فرمانِ باری تعالی ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ۔

ترجمہ: عورتوں سے مباشرت نہ کرو، جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔(پ٢، البقرة: ١٨٧.)

اور احادیث میں آیا:

(1) صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخر عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔

("صحيح مسلم"، كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف العشر الأوخر من رمضان، الحديث: ١١٧٢، ص٥٩٧.)

(2) ابو داود انہیں سے راوی، کہتی ہیں: معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لئے جائے، مگر اس حاجت کے لئے جا سکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔ ("سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب المعتكف يعود المريض، الحديث: ٢٤٧٣، ج٢، ص٤٩٢.)

(3) ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: "وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اُس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔"

("سنن ابن ماجه"، أبواب ما جاء في الصيام، باب في ثواب الاعتكاف، الحديث: ١٧٨١، ج٢، ص٣٦٥.)

(4) بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔"

("شعب الإيمان"، باب في الاعتكاف، الحديث، ٣٩٦٦، ج٣، ص٤٢٥)

مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ

غفلت اڑا کر فکرِ آخرت پیدا کرنے والے واقعات کا مجموعہ بنام "ما فعل اللہ بک" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان واقعات کو جمع کیا گیا ہے جن میں خواب دیکھنے والا مرنے والے سے مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ (یعنی اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) کے ذریعہ سوال کر کے مرنے کے بعد پیش آنے والے معاملات دریافت کرتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...اولیاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے ☆...دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے حضرات

☆...ایک رقت انگیز رخصتی ☆...چالیس سال تک گناہ نہیں کیا

☆...شہوت پرستی کے مختلف انداز ☆...لوگوں کی چار اقسام

☆...دنیا کی چھ چیزیں اور ان کی حقیقت ☆...سفید بالوں کی فضیلت

☆...ناپ تول میں کمی کا وبال ☆...حوریں پانے کا عمل

☆...قربِ الٰہی پانے کا طریقہ ☆...رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پھلوں کو چوما کرتے تھے

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

خَاتِمَةُ الْكِتَابِ

کتاب کا خاتمہ

وَهٰذَا مَا تَيَسَّرَ لِلْعَاجِزِ الْحَقِيْرِ بِعِنَايَةِ مَوْلَاهُ الْقَوِيِّ الْقَدِيْرِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَمَنْ وَالَاهُ وَنَسْأَلُ اللهَ سُبْحَانَهٗ مُتَوَسِّلِيْنَ أَنْ يَجْعَلَهٗ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَأَنْ يَنْفَعَ بِهِ النَّفْعَ الْعَمِيْمَ وَيُجْزِلَ بِهِ الثَّوَابَ الْجَسِيْمَ۔

ترجمہ: مصنف نور الایضاح فرماتے ہیں یہ وہ ہے جو میسر ہوا عاجز حقیر کو اپنے قوی طاقتور مولٰی کی عنایت سے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس خدمت کی ہدایت دی اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سردار اور ہمارے مولی محمد ﷺ پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی آل واصحاب اور آپ کی ذریت پر اور ان تمام پر جنہوں نے آپ کی مدد کی، اور ہم اللہ سبحانہ وتعالی سے سوال کرتے ہیں وسیلہ پکڑتے ہوئے کہ اس کتاب کو خالص اپنی کریم ذات کے لئے بنادے اور یہ کہ نفع دے اس سے عام اور بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔

اولا مصنف نے اس کتاب کو کتاب الاعتکاف تک لکھا اور وہیں تک تحریر کا ارادہ تھا اس لئے آخر میں اس طرح اختتامی کلمات ودعائیہ الفاظ بھی لکھ دئے پھر بعد میں خیال ہوا کہ زکوۃ وحج کے مسائل کا بھی اضافہ کر دیا جائے چنانچہ زکوۃ وحج کو شامل کر کے عبادات کی تکمیل فرمائی۔

كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکاۃ کا بیان

هِيَ تَمْلِيْكُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوْصٍ فُرِضَتْ عَلىٰ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ مِنْ نَقْدٍ وَلَوْ تِبْرًا أَوْ حُلِيًّا أَوْ آنِيَةً أَوْ مَا يُسَاوِيْ قِيْمَتَهٗ مِنْ عُرُوْضِ تِجَارَةٍ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَعَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ نَامٍ وَلَوْ تَقْدِيْرًا۔

ترجمہ: زکاۃ مخصوص مال کا مخصوص آدمی کو مالک بنا دینا ہے، زکاۃ فرض کی گئی ہے آزاد مسلمان مکلف پر جو نصاب کا مالک ہو نقد سے اگرچہ نقد سونے چاندی کا ٹکرا ہو یا زیور یا برتن یا سامان تجارت کی کوئی ایسی چیز ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو، یہ نصاب قرض اور اس کی حاجت اصلیہ سے فارغ ہو، نامی ہو اگرچہ تقدیراً نامی ہو۔

سوال: زکاۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب: زکاۃ شریعت میں اللہ عزوجل کے لئے مال کے ایک حصہ کا جو شرع نے مقرر کیا ہے، مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو، نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اُس سے بالکل جدا کر لے۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۰۳۔ ۲۰۶.)

مسئلہ ۱: زکاۃ فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۰.)

مسئلہ ۲: مباح کر دینے سے زکاۃ ادا نہ ہو گی، مثلاً فقیر کو بہ نیت زکاۃ کھانا کھلا دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوئی کہ مالک کر دینا نہیں پایا گیا، ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے کھائے یا لے جائے تو ادا ہو گئی۔ یوہیں بہ نیت زکاۃ فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا ادا ہو گئی۔ ("الدر المختار" معه "رد المحتار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۰۴.)

مسئلہ ۳: فقیر کو بہ نیت زکاۃ مکان رہنے کو دیا زکاۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔ ("الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۰۵.)

مسئلہ ۴: مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھو کہ کھائے ورنہ ادا نہ ہو گی، مثلاً نہایت چھوٹے بچہ یا پاگل کو دینا اور اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اُس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔("الدر المختار" و "رد المحتار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰۴.)

سوال: زکاۃ کن لوگوں پر فرض ہے؟

جواب: زکاۃ واجب ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا: لہذا کافر پر زکاۃ واجب نہیں یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہوا تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکاۃ ادا کرے۔("ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في احكام المعتوه، ج۳، ص۲۰۷.)

معاذ اللہ کوئی مرتد ہو گیا تو زمانۂ اسلام میں جو زکاۃ نہیں دی تھی ساقط ہو گئی۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱.)

(۲) بالغ ہونا: لہذا نابالغ پر زکاۃ واجب نہیں۔

(۳) عقل: جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکاۃ واجب نہیں اور اگر سال کے اوّل آخر میں افاقہ ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہے تو واجب ہے، اور جنون اگر اصلی ہو یعنی جنون ہی کی حالت میں بلوغ ہوا تو اس کا سال ہوش آنے سے شروع ہوگا۔ یوہیں اگر عارضی ہے مگر پورے سال کو گھیر لیا تو جب افاقہ ہوگا اس وقت سے سال کی ابتدا ہوگی۔("ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في احكام المعتوه، ج۳، ص۲۰۷.)

(۴) آزاد ہونا: لہذا غلام پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ ماذون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب یا ام ولد یا مُستسعیٰ (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کر دیا اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا)۔("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱.)

(۵) مال بقدر نصاب اُس کی مِلک میں ہونا: اگر نصاب سے کم ہے تو زکاۃ واجب نہ ہوئی۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۲.)

(۶) پورے طور پر اُس کا مالک ہونا: یعنی اس پر قابض بھی ہو۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۲.)

مسئلہ: جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیُون نے دَین سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۱۸.)

(۷) نصاب کا دَین سے فارغ ہونا: پس نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتا تو زکاۃ واجب نہیں، خواہ وہ دَین بندہ کا ہو، جیسے قرض، زرِ ثمن (کسی خریدی گئی چیز کے دام) کسی چیز کا تاوان یا اللہ عزوجل کا دَین ہو، جیسے زکاۃ، خراج مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گذر گئے کہ زکاۃ نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکاۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکاۃ اس پر دَین ہے اس کے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتا، لہٰذا دوسرے سال کی زکاۃ واجب نہیں۔ یوہیں اگر تین سال گذر گئے، مگر تیسرے میں ایک دن باقی تھا کہ پانچ درہم اور حاصل ہوئے جب بھی پہلے ہی سال کی زکاۃ واجب ہے کہ دوسرے اور تیسرے سال میں زکاۃ نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں، ہاں جس دن کہ وہ پانچ درہم حاصل ہوئے اس دن سے ایک سال تک اگر نصاب باقی رہ جائے تو اب اس سال کے پورے ہونے پر زکاۃ واجب ہو گی۔ یوہیں اگر نصاب کا مالک تھا اور سال تمام پر زکاۃ نہ دی پھر سارے مال کو ہلاک کر دیا پھر اور مال حاصل کیا کہ یہ بقدر نصاب ہے، مگر سال اوّل کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دَین ہے اس میں سے نکالے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو اس نئے سال کی زکاۃ واجب نہیں اور اگر اُس پہلے مال کو اُس نے قصداً ہلاک نہ کیا، بلکہ بلا قصد ہلاک ہو گیا تو اُس کی زکاۃ جاتی رہی، لہٰذا اس کی زکاۃ دَین نہیں تو اس صورت میں اس نئے سال کی زکاۃ واجب ہے۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۲-۱۷۴)

(۸) نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکاۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لئے لونڈی غلام، آلات حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لئے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لئے غلّہ۔ ("ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۲.)

حافظ کے لئے قرآن مجید حاجتِ اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لئے ایک سے زیادہ حاجتِ اصلیہ کے علاوہ ہے یعنی اگر مصحف شریف دوسو درہم قیمت کا ہو تو زکاۃ لینا جائز نہیں۔ ("الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، ص۱۴۸.)

(۹) مال کا نامی ہونا: یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھ جائے۔

(۱۰) سال کا گزرنا: سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے، مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکاۃ واجب ہے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۵.)

سوال: زکاۃ کتنے قسم کے مال پر ہے؟

جواب: زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے: (۱) ثمن یعنی سونا چاندی۔ (۲) مال تجارت۔ (۳) سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔ ("الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ۱۷۴.)

وَشَرْطُ وُجُوْبِ أَدَائِهَا حَوْلَانُ الْحَوْلِ عَلَى النِّصَابِ الْأَصْلِيِّ۔ وَأَمَّا الْمُسْتَفَادُ فِيْ أَثْنَاءِ الْحَوْلِ فَيُضَمُّ إِلٰى مُجَانِسِهٖ وَيُزَكِّيْ بِتَمَامِ الْحَوْلِ الْأَصْلِيِّ سَوَاءٌ اُسْتُفِيْدَ بِتِجَارَةٍ أَوْ مِيْرَاثٍ أَوْ غَيْرِهٖ وَلَوْ عَجَّلَ ذُوْ نِصَابٍ لِسِنِيْنَ صَحَّ وَشَرْطُ صِحَّةِ أَدَائِهَا نِيَّةٌ مُقَارِنَةٌ لِأَدَائِهَا لِلْفَقِيْرِ أَوْ وَكِيْلِهٖ أَوْ لِعَزْلِ مَا وَجَبَ وَلَوْ مُقَارَنَةً حُكْمِيَّةً كَمَا لَوْ دَفَعَ بِلَا نِيَّةٍ ثُمَّ نَوٰى وَالْمَالُ قَائِمٌ بِيَدِ الْفَقِيْرِ۔

ترجمہ: اور زکاۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کی شرط نصاب اصلی پر سال کا گزر جانا ہے۔ اور رہا وہ مال جو سال کے درمیان میں حاصل ہو تو اس کو اس کے ہم جنس کی طرف ملایا جائے گا اور اصلی سال کے ختم پر پورے مال کی زکاۃ دی جائے گی خواہ وہ مال تجارت یا میراث یا اس کے علاوہ سے مستفاد ہوا ہو۔ اور اگر صاحب نصاب چند سالوں کی زکاۃ پیشگی دے دے تو صحیح ہے اور زکاۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرط وہ نیت ہے جو ملی ہوئی ہو فقیر کو زکاۃ ادا کرنے یا اپنے وکیل کو زکاۃ کی رقم دینے یا اس مقدار کو علیحدہ کرنے کے ساتھ جو واجب ہوئی ہے اگرچہ نیت حکماً ملی ہوئی ہو جیسا کہ اگر رقم فقیر کو بغیر نیت دے دی پھر نیت کی اس حال میں کہ مال فقیر کے ہاتھ میں موجود تھا۔

سوال: زکاۃ کی آدائیگی کے واجب ہونے کی شرط کیا ہے؟

جواب: زکاۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کی شرط نصاب اصلی پر سال کا گزر جانا ہے۔

سوال: جو مال درمیان سال میں حاصل ہوا اُس کی زکاۃ کے متعلق کیا حکم ہے ؟

جواب: جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں کچھ اور مال اسی جنس کا حاصل کیا تو اُس نئے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا ختم سال اُس کے لئے بھی سال تمام ہے، اگرچہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اُس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث وہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے ملا ہو، اور اگر دوسری جنس کا ہے مثلاً پہلے اُس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لئے جدید سال شمار ہو گا۔

("الجوہرۃ النیرۃ"، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ الخیل، ص۱۵۵.)

سوال: کیا پیشگی زکاۃ ادا کر سکتے ہیں ؟

جواب: مالکِ نصاب سال تمام سے پیشتر بھی ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالک نصاب نہ رہا یا اثنائے سال میں وہ مالِ نصاب بالکل ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو، وہ زکاۃ نہیں دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا ہے وہ اُس کی زکاۃ میں محسوب نہ ہو گا۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷٦.)

مالک نصاب اگر پیشتر سے چند نصابوں کی زکاۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی شروع سال میں ایک نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکاۃ دے دی اور ختم سال پر جتنی نصابوں کی زکاۃ دی ہے اتنی نصابوں کا مالک ہو گیا تو سب کی ادا ہو گئی اور سال تمام تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا، سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکاۃ اس میں محسوب نہ ہو گی۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷٦.)

مالک نصاب پیشتر سے چند سال کی بھی زکاۃ دے سکتا ہے۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷٦.)

لہٰذا مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکاۃ میں دیتا رہے، ختم سال پر حساب کرے، اگر زکاۃ پوری ہو گئی فبہا اور کچھ کمی ہو تو اب فوراً دیدے، تاخیر جائز نہیں کہ نہ اُس کی اجازت کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، بلکہ جو کچھ باقی ہے کُل فوراً ادا کر دے اور زیادہ دے دیا ہے تو سال آئندہ میں مُجرا کر دے یعنی آئندہ سال میں اس کو شمار کر لے۔

ایک ہزار کا مالک ہے اور دو ہزار کی زکاۃ دی اور نیّت یہ ہے کہ سال تمام تک اگر ایک ہزار اور ہو گئے تو یہ اس کی ہے، ورنہ سال آئندہ میں محسوب ہو گی یہ جائز ہے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۶.)

سوال: زکاۃ کی آدائیگی کے صحیح ہونے کی کیا شرط ہے؟

جواب: زکاۃ دیتے وقت یا زکاۃ کے لئے مال علیحدہ کرتے وقت نیت زکاۃ شرط ہے۔ نیّت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکاۃ ہے۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۰)

سال بھر تک خیرات کرتا رہا، اب نیّت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکاۃ ہے تو ادا نہ ہوئی۔
("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱)

ایک شخص کو وکیل بنایا اُسے دیتے وقت تو نیّت زکاۃ نہ کی، مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت مؤکل نے نیّت کر لی ہو گئی۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱)

دیتے وقت نیّت نہیں کی تھی، بعد کو کی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے یعنی اس کی ملک میں ہے تو یہ نیّت کافی ہے ورنہ نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۲۲.)

وَلَا يُشْتَرَطُ عِلْمُ الْفَقِيْرِ أَنَّهَا زَكَاةٌ عَلَى الْأَصَحِّ حَتّٰى لَوْ أَعْطَاهُ شَيْئًا وَسَمَّاهُ هِبَةً أَوْ قَرْضًا وَنَوٰى بِهِ الزَّكَاةَ صَحَّتْ وَلَوْ تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلَمْ يَنْوِ الزَّكَاةَ سَقَطَ عَنْهُ فَرْضُهَا۔

ترجمہ: اور فقیر کے جاننے کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے کہ یہ زکاۃ ہے اصح قول پر یہاں تک کہ اگر اس کو کچھ دیا اور اس کا نام ہبہ یا قرض رکھا اور اس نے زکاۃ کی نیت کر لی تو زکاۃ صحیح ہو جائے گی اور اگر اپنا تمام مال صدقہ کر دیا اور زکاۃ کی نیت نہیں کی تو زکاۃ کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا۔

سوال: کیا زکاۃ لینے والے کو اس کا علم ہونا ضروری ہے کہ یہ زکاۃ ہے؟

جواب: زکاۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکاۃ کہہ کر دے، بلکہ صرف نیّت زکاۃ کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیّت زکاۃ کی ہو ادا ہو گئی۔ ("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱.)

یوہیں نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہو گئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکاۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے، انہیں زکاۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا زکاۃ کا لفظ نہ کہے۔

سوال: اگر کسی مالدار نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا اور زکاۃ کی نیت نہیں کی تو کیا زکاۃ ادا ہو گئی یا نہیں؟

جواب: سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی، اگرچہ زکاۃ کی نیّت نہ کی بلکہ نفل کی نیّت کی یا کچھ نیّت نہ کی زکاۃ ادا ہو گئی اور اگر کل فقیر کو دے دیا اور منّت یا کسی اور واجب کی نیّت کی تو دینا صحیح ہے، مگر زکاۃ اس کے ذمّہ ہے ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کوئی حصہ خیرات کیا تو اس حصہ کی بھی زکاۃ ساقط نہ ہو گی، بلکہ اس کے ذمّہ ہے اور اگر کل مال ہلاک ہو گیا تو کل کی زکاۃ ساقط (معاف) ہو گئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب، اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہو گیا، مثلاً چوری ہو گئی یا کسی کو قرض و عاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا (یعنی غنی کو تحفے میں دے دیا) تو زکاۃ بدستور واجب الادا ہے، ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہو گا اگرچہ بالکل نادار ہو۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱.)

وَزَكَاةُ الدَّيْنِ عَلٰى أَقْسَامٍ فَإِنَّهُ قَوِيٌّ وَوَسَطٌ وَضَعِيْفٌ فَالْقَوِيُّ وَهُوَ بَدَلُ الْقَرْضِ وَمَالُ التِّجَارَةِ إِذَا قَبَضَهُ وَكَانَ عَلٰى مُقِرٍّ وَلَوْ مُفَلَّسًا أَوْ عَلٰى جَاحِدٍ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ زَكَّاهُ لِمَا مَضٰى وَيَتَرَاخٰى وُجُوْبُ الْأَدَاءِ إِلٰى أَنْ يَقْبِضَ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا فَفِيْهَا دِرْهَمٌ لِأَنَّ مَا دُوْنَ الْخُمُسِ مِنَ النِّصَابِ عَفْوٌ لَا زَكَاةَ فِيْهِ وَكَذَا فِيْمَا زَادَ بِحِسَابِهٖ۔

ترجمہ: اور قرض کی زکاۃ چند قسموں پر ہے: (۱) قرض قوی (۲) قرض وسط (۳) قرض ضعیف، پس قرض قوی وہ قرض ہے جو قرض اور مال تجارت کا بدل ہو جب کہ وہ اس پر قبضہ کرے اور یہ قرض اقرار کرنے والے پر ہو اگرچہ وہ مفلس ہو یا یہ قرض منکر پر ہو لیکن اس پر گواہ ہوں تو گزشتہ کی بھی زکاۃ دے گا اور وجوب ادا مؤخر رہے گا یہاں تک کہ ۴۰ درہم وصول کرے پس اس میں ایک درہم ہے اس لئے کہ نصاب کے پانچویں حصے سے کم معاف ہے اس پر کوئی زکاۃ نہیں ہے اور اسی حساب سے ہے جب ۴۰ درہم سے زیادہ ہو جائے۔

سوال: دین (قرض) کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: ہماری جو رقم کسی کے ذمے ہو اسے دَین کہتے ہیں اس کی ۳ قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے:

(۱) دینِ قوی۔ (۲) دینِ متوسط۔ (۳) دین ضعیف۔

سوال: دینِ قوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: (۱) دَین قوی:

دین قَوِی اسے کہتے ہیں جو ہم نے کسی کو قرض دیا ہوا ہو، یا تجارت کا مال اُدھار بیچا ہو، یا کوئی زمین یا مکان تجارت کی غرض سے خرید کر کرائے پر دیا اور وہ کرایہ کسی کے ذمے ہو۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۰۵)

سوال: دینِ قوی کی زکاۃ کا حکم کیا ہے؟

جواب: حکم: اس کی زکاۃ ہر سال فرض ہوتی رہے گی لیکن ادا کرنا اس وقت واجب ہو گا جب مقدارِ نصاب کا کم از کم پانچواں حصہ وصول ہو جائے تو اس پانچویں حصے کی زکاۃ دینا ہو گی، مثلاً ۵۰،۰۰۰ روپے نصاب ہو تو جب اس کا پانچواں حصہ ۱۰،۰۰۰ روپے وصول ہو جائیں تو اس کا چالیسواں حصہ ۲۵۰ روپے بطورِ زکاۃ دینا واجب ہو گا۔ البتہ آسانی اس میں ہے کہ ہر سال اس کی بھی زکاۃ ادا کر دی جائے۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب في وجوب الزکاۃ في دین المرصد، ج۳، ص۲۸۱ ۔ ۲۸۳.)

وَالْوَسَطُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ لِلتِّجَارَةِ كَثَمَنِ ثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَعَبْدِ الْخِدْمَةِ وَدَارِ السُّكْنٰى لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ فِيْهِ مَا لَمْ يَقْبِضْ نِصَابًا وَيُعْتَبَرُ لِمَا مَضٰى مِنَ الْحَوْلِ مِنْ وَقْتِ لُزُوْمِهٖ لِذِمَّةِ الْمُشْتَرِيْ فِيْ صَحِيْحِ الرِّوَايَةِ۔

ترجمہ: اور قرض متوسط ان چیزوں کا بدل ہے جو تجارت کے لئے نہ ہو جیسے استعمالی کپڑوں کی قیمت اور خدمت کے غلام اور رہنے کے گھر، اس قرض میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی جب تک ایک نصاب پر قبضہ نہ کرے اور اعتبار کیا جائے گا سال کے گزرے ہوئے حصہ کا قرض کے لازم ہونے کے وقت سے مشتری کے ذمہ پر صحیح روایت میں۔

سوال: دینِ متوسط کسے کہتے ہیں؟

جواب: دوسرا دَین متوسط ہے جو کسی مالِ غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً استعمالی کپڑوں، رہنے کا گھر، گھر کا غلّہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کا غلام یا اور کوئی شے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہیں۔

سوال: دینِ متوسط کی زکاۃ کیسے اور کب نکالیں گے؟

جواب: دینِ متوسط میں زکاۃ دینا اس وقت لازم آئے گا کہ دو سو درہم پر قبضہ ہو جائے۔

پھر اگر دَین قوی یا متوسط کئی سال کے بعد وصول ہو تو اگلے سال کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دَین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درہم دَین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درہم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس وصول ہوئے تو ایک درہم دیناواجب ہوا، اب انتالیس باقی رہے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم ہے، لہٰذا باقی برسوں کی ابھی واجب نہیں اور اگر تین سو درہم دَین متوسط تھے تو جب تک دو سو درہم وصول نہ ہوں کچھ نہیں اور پانچ برس بعد دو سو وصول ہوئے تو اکیس ۲۱ درہم واجب ہوں گے، سال اوّل کے پانچ اب سال دوم میں ایک سو پچانوے رہے ان میں سے پینتیس کہ خمس سے کم ہیں معاف ہوگئے، ایک سو ساٹھ رہے اس کے چار درہم واجب لہٰذا سال سوم میں ایک سو اکانوے رہے، ان میں بھی چار درہم واجب، چہارم میں ایک سو ستاسی رہے، پنجم میں ایک سو تراسی رہے ان میں بھی چار چار درہم واجب، لہٰذا کُل اکیس درہم واجب الادا ہوئے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب في وجوب الزکاۃ في دین المرصد، ج۳، ص۲۸۱ ۔ ۲۸۳)

وَالضَّعِيْفُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ بِمَالٍ كَالْمَهْرِ وَالْوَصِيَّةِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمَدِ وَالدِّيَةِ وَبَدَلِ الْكِتَابَةِ وَالسِّعَايَةِ لَا تَجِبُ فِيْهِ الزَّكَاةُ مَا لَمْ يَقْبِضْ نِصَابًا وَيَحُوْلُ عَلَيْهِ الْحَوْلُ بَعْدَ الْقَبْضِ وَهٰذَا عِنْدَ الْإِمَامِ وَأَوْجَبَا عَنِ الْمَقْبُوْضِ مِنَ الدُّيُوْنِ الثَّلَاثَةِ بِحِسَابِهِ مُطْلَقًا۔

ترجمہ: اور دینِ ضعیف اور وہ ایسی چیز کا بدل ہے جو مال نہ ہو۔ جیسے مہر، وصیت، بدل خلع، صلح قتلِ عمد کی صورت میں، دیت، بدلِ کتابت اور بدلِ سعایہ کی رقم۔ ان تمام میں زکاۃ واجب نہیں ہو گی جب تک کہ ایک نصاب پر قبضہ نہ کر لے، اور قبضہ کے بعد اس پر سال نہ گزر جائے، اور یہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے، اور صاحبین نے تینوں قرضوں کے وصول شدہ حصے کی زکاۃ اس کے حساب سے واجب کیا ہے مطلقاً۔

سوال: دینِ ضعیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: دَین ضعیف وہ قرض ہے جو غیر مال کا بدل ہو جیسے مہر، بدلِ خلع، دیت، بدلِ کتابت یا مکان یا دوکان جو بہ نیتِ تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایے دار پر چڑھا۔

سوال: دینِ ضعیف کی زکاۃ کیسے اور کب نکالیں گے؟

جواب: دینِ ضعیف کی زکاۃ دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پہلے سے اس کے پاس قرض کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو، اور اگر اس کے پاس کوئی نصاب اس جنس کا ہے اور اس کا سال تمام ہو جائے تو زکاۃ واجب ہے۔ یہ مسئلہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور اب اسی پر فتوی ہے۔

جبکہ صاحبین کے نزدیک تینوں قرضے برابر ہیں اور اسی بات کو مطلقاً سے بیان کی، ان کی زکاۃ قبضے سے پہلے ہی واجب ہو جاتی ہے لیکن ادائیگی قبضے کے بعد واجب ہو گی، لہذا جس قدر مال وصول ہوتا جائے گا اس کی زکاۃ بھی ادا کرتا جائے گا۔

سوال: مہر، وصیت، بدلِ خلع، بدلِ صلح، قتل عمد اور بدلِ کتابت کسے کہتے ہیں؟

جواب: مہر (مَ، ہَ، رُ) ایک اسلامی اصطلاح ہے جو شادی کے وقت مرد کی طرف سے عورت کے لیے مخصوص کی جاتی ہے۔ مہر شادی کا ایک لازمی جزو ہے۔ حق مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح کرنے پر حدیث میں سخت وعید ہے۔ حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ازواج اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۵۰۰ درہم یا ۱۳۱ تولے ۴ ماشے چاندی یا ۱۵۵۰ گرام چاندی کے برابر مقرر ہوا تھا۔ اسی کو مہر فاطمہ بھی کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق ان کے ہاں مہر کی مقدار کم از کم ۱۰ درہم ہے۔

وصیت میت کے اس حکم کو کہتے ہیں جس پر موت کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص انتقال کے وقت یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائداد میں سے اتنا مال یا اتنی زمین فلاں شخص یا فلاں دینی ادارہ یا مسافر خانہ یا یتیم خانہ کو دے دی جائے تو یہ وصیت کہلاتی ہے۔

فقہ میں خلع کی تعریف: مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، عورت کا قبول کرنا شرط ہے، بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہو گا۔ اگر زوج وزوجہ میں نااتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے تو خلع میں مضایقہ نہیں اور جب خلع کر لیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اُس کا دینا لازم ہے۔

بدلِ صلح: جس پر صلح ہوئی اُس کو بدل صلح اور مصالح علیہ کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ج۲، حصہ ۱۳، ص ۱۱۳۲)

قتلِ عمد کسی دھاردار آلے سے قصداً قتل کرنا قتلِ عمد کہلاتا ہے مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ وغیرہ سے کسی کو قصداً قتل کرنا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۸، ص ۱۵)

بدل کتابت مکاتب (غلام) اپنی آزادی کے لیے مالک کی طرف سے مقرر شدہ جو مال ادا کرتا ہے اسے بدل کتابت کہتے ہیں۔

سوال: مکاتب غلام کسے کہتے ہیں؟

جواب: مُکاتب: آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول بھی کر لے تو ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بهار شریعت، حصه ۹، ص ۱۱)

سوال: سعایہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدلِ سعایہ کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام دو شخصوں کے درمیان مشترک تھا، پس ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور دوسرے نے آزاد نہ کیا تو وہ غلام دوسرے شخص کے حصے کی رقم کے لئے کمائی کرے گا تاکہ اس کے حصے کی رقم ادا کر سکے، پس اسی کوشش کو سعایہ کہتے ہیں، اور اس صورت میں امامِ اعظم کے نزدیک اس وقت تک مالک پر زکاۃ واجب نہیں جب تک کہ وہ بقدرِ نصاب رقم پر قبضہ نہ کر لے۔

وَإِذَا قَبَضَ مَالَ الضِّمَانِ لَا تَجِبُ زَكَاةُ السِّنِيْنَ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ كَآبِقٍ وَمَفْقُوْدٍ وَمَغْصُوْبٍ لَيْسَ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَمَالٍ سَاقِطٍ فِي الْبَحْرِ وَمَدْفُوْنٍ فِيْ مَفَازَةٍ أَوْ دَارٍ عَظِيْمَةٍ وَقَدْ نَسِيَ مَكَانَهُ وَمَأْخُوْذٍ مُصَادَرَةً وَمُوْدَعٍ عِنْدَ مَنْ لَا يَعْرِفُ وَدَيْنٍ لَا بَيِّنَةَ عَلَيْهِ وَلَا يُجْزِئُ عَنِ الزَّكَاةِ دَيْنٌ أُبْرِئَ عَنْهُ فَقِيْرٌ بِنِيَّتِهَا۔

ترجمہ: اور جب مالِ ضمان پر قبضہ کیا تو گزشتہ سالوں کی زکاۃ واجب نہیں، اور وہ جیسے بھاگا ہوا غلام، اور گمشدہ یا غصب کیا ہوا مال جس پر کوئی گواہ نہ ہو، اور وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو، اور وہ مال جو کسی جنگل میں یا بڑے گھر میں دفن کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ بھول گیا، اور وہ مال جو تاوان میں لیا گیا تھا، اور وہ مال جو ایسے شخص کے پاس امانت رکھ دیا گیا جس کو یہ نہیں پہچانتا، اور ایسا قرض جس پر کوئی گواہ نہ ہو۔ اور زکاۃ کی طرف سے وہ قرض کافی نہیں ہوگا جس سے کوئی فقیر زکاۃ کی نیّت سے بری کر دیا گیا ہو۔

سوال: ضمان کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ کیا ہے؟

جواب: ضِمان کے لغوی معنیٰ غائب کرنا اور مخفی کرنا ہے، اور اصطلاحِ شرع میں وہ مال ہے جو غائب ہو جس کے ملنے کی امید نہ ہو۔

سوال: مالِ ضِمان میں کون کون سے مال آتے ہیں؟ اور ان کی زکاۃ کب نکالی جائے گی؟

جواب: جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے؟ یا مدیُون نے دَین سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔

("الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۱۸.)

اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا قاضی کے یہاں اس کے مفلس ہونے کا حکم ہو چکا یا وہ منکر ہے، مگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تو جب مال ملے گا، سالہائے گزشتہ کی بھی زکاۃ واجب ہے۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۱۹.)(بہار شریعت جلد۔۱۔ص۸۷۶۔۸۷۷)

سوال: آبق، مفقود، مغصوب اور مالِ ساقط کسے کہتے ہیں؟

جواب: آبق: تجارت کا غلام تھا اور وہ بھاگ گیا پھر سال گزر جانے کے بعد مل گیا تو اس گزرے ہوئے سال کی زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔

مفقود: کسی کا مال گم ہو گیا پھر سال گزر جانے کے بعد مل گیا تو اس گزرے ہوئے سال کی زکاۃ واجب نہیں ہو گی۔

مغصوب: کسی کے مال کو کسی دوسرے شخص نے چھین لیا اور مالک کے پاس غاصب کے خلاف گواہ بھی نہ ہوں، پھر سال گزر جانے کے بعد مل گیا تو اس گزرے ہوئے سال کی زکاۃ واجب نہیں ہو گی۔

مالِ ساقط: وہ مال جو سمندر میں گر گیا، پھر سال گزر جانے کے بعد مل گیا تو اس گزرے ہوئے سال کی زکاۃ واجب نہیں ہو گی۔

سوال: "ولایجزئ عن الزکاۃ دین أبرئ عنہ فقیر بنیتھا" اس عبارت سے کون سا مسئلہ بیان کیا گیا ہے؟

جواب: اس عبارت سے یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ: اگر کسی آدمی کا فقیر پر قرض ہے اس قرض کو اپنے مال کی زکاۃ میں دینا چاہتا ہے یعنی یہ چاہتا ہے کہ معاف کر دے اور وہ میرے مال کی زکاۃ ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُسے زکاۃ کا مال دے اور پھر اپنا قرض اس سے لے لے، اگر وہ دینے سے انکار کرے تو ہاتھ پکڑ کر چھین سکتا ہے اور یوں بھی نہ ملے تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے کہ اُس کے پاس ہے اور میرا نہیں دیتا۔

("الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۶.)

وَصَحَّ دَفْعُ عَرَضٍ وَمَكِيْلٍ وَمَوْزُوْنٍ عَنْ زَكَاةِ النَّقْدَيْنِ بِالْقِيْمَةِ وَإِنْ أَدّٰى مِنْ عَيْنِ النَّقْدَيْنِ فَالْمُعْتَبَرُ وَزْنُهُمَا أَدَاءً كَمَا اُعْتُبِرَ وُجُوْبًا وَتُضَمُّ قِيْمَةُ الْعُرُوْضِ إِلَى الثَّمَنَيْنِ وَالذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ قِيْمَةً۔

ترجمہ: اور صحیح ہے کسی سامان اور مکیلی اور موزونی چیز کا دینا دونوں نقد (سونا، چاندی) کی زکاۃ کی طرف سے قیمت کے برابر، اور اگر خاص نقدین (سونا، چاندی) میں سے ادا کرے تو معتبر ان دونوں کا وزن ہے، جیسے کہ وجوبِ زکاۃ میں وزن کا اعتبار کیا گیا ہے، اور سامانوں کی قیمت ثمنین (سونا، چاندی) میں ملا دیا جائے گا، اور سونے کی قیمت چاندی میں ملا دی جائے گی۔

سوال: کیا سونے اور چاندی کی زکاۃ دوسری چیزوں کے ذریعے نکال سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! نکال سکتے ہیں، اس مسئلے کو تفصیل سے سمجھنے کے لئے پہلے ایک قاعدہ ذہن میں بٹھا لیجئے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب سونے کی زکاۃ سونے سے اور چاندی کی زکاۃ چاندی سے نکالی جائے تو جس طرح زکاۃ کے واجب ہونے میں وزن کا اعتبار ہے اسی طرح ادائے زکاۃ میں بھی وزن کا اعتبار ہے یعنی وزن سے زکاۃ نکالیں گے، پس اس کے پاس جتنا سونا ہے اس کا چالیسواں حصہ، اور ایسے ہی جتنی چاندی ہے اس کا چالیسواں حصہ بطورِ زکاۃ ادا کرے۔

اور اگر سونے چاندی کی زکاۃ دوسری جنس سے نکالے مثلاً سونے کی چاندی سے یا چاندی کی سونے سے یا ان میں سے ہر ایک کی مکیلی (ناپ کر بیچی جانے والی) چیز سے یا موزونی (وزن سے بیچی جانے والی) چیز سے ادا کرے تو قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً کسی کے کل سونے کی قیمت چالیس ہزار روپئے ہے تو اس کی زکاۃ میں ایک ہزار کی چاندی یا کوئی اور سامان خرید کر دے دے زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اسی طرح چاندی کی زکاۃ دوسری چیز سے ادا کرنے میں کریں۔

سوال: "تضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة" اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو اُن اسباب کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں، اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا تو زکاۃ واجب ہے، مثلاً کسی کے پاس دیگر سامان کی قیمت تیس تولے چاندی بنتی ہے اور اس کے پاس ساڑھے بائیس تولے چاندی ہے، پس جب ان دونوں کو جمع کیا گیا تو ساڑھے باون تولے چاندی ہوا، لہٰذا اس پر سال گزرنے کے بعد اس کی زکاۃ واجب ہوگی۔

اور ایسے ہی اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی بقدرِ نصاب تو نہیں مگر دونوں کو ملانے سے کسی ایک کا نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس پر اس کی زکاۃ واجب ہوگی۔

وَنُقْصَانُ النِّصَابِ فِي الْحَوْلِ لَا يَضُرُّ إِنْ كَمُلَ فِيْ طَرَفَيْهِ فَإِنْ تَمَلَّكَ عَرْضًا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ وَهُوَ لَا يُسَاوِيْ نِصَابًا وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيْمَتُهُ نِصَابًا فِيْ آخِرِ الْحَوْلِ لَا تَجِبُ زَكَاتُهُ لِذٰلِكَ الْحَوْلِ۔

ترجمہ: اور سال کے درمیان میں نصاب کا کم ہو جانا کچھ نقصان نہیں دے گا اگر سال کے دونوں جانب میں نصاب کامل ہو، پس اگر کسی سامان کا مالک ہوا تجارت کی نیت سے اور وہ سامان نصاب کے برابر نہیں ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ

اور کوئی مال نہیں ہے پھر اس کی قیمت سال کے آخر میں نصاب تک پہنچ گئی تو اس مال کی زکوۃ اس سال میں واجب نہیں ہوگی۔

سوال: درمیانِ سال نصاب کم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ زکاۃ کی فرضیت میں سال کے شروع اور آخر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اگر سال مکمل ہونے پر نصابِ زکاۃ پورا ہے تو دورانِ سال (نصاب میں) ہونے والی کمی کا کوئی نقصان نہیں، موجودہ مال کی زکاۃ دی جائے گی۔

(الدر المختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۸، و الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی نضیرھا....الخ، ج۱، ص۱۷۵)

سوال: فإن تملک عرضا بنیۃ التجارۃ وھو لایساوي نصابا اس عبارت سے کون سامسئلہ بیان کیا جارہا ہے؟

جواب: اگر کسی شخص کے پاس صرف مالِ تجارت ہے اور اس کی قیمت نصاب سے کم ہے مگر سال کے آخر میں اس کی قیمت بڑھ گئی اور نصاب کو پہنچ گئی تو اس سال کی زکاۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ جس وقت سے نصاب مکمل ہوا اس وقت سے سال کی ابتدا ہوگی اور اس دن سے ایک سال گزرنے کے بعد زکاۃ واجب ہوگی۔

وَنِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُوْنَ مِثْقَالًا وَنِصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ مِنَ الدَّرَاهِمِ الَّتِيْ كُلُّ عَشَرَةٍ مِنْهَا وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيْلَ وَمَا زَادَ عَلٰى نِصَابٍ وَبَلَغَ خُمُسًا زَكَّاهُ بِحِسَابِهٖ وَمَا غَلَبَ عَلَى الْغَشِّ فَكَالْخَالِصِ مِنَ النَّقْدَيْنِ وَلَا زَكَاةَ فِي الْجَوَاهِرِ وَاللَّآلِيْ إِلَّا أَنْ يَتَمَلَّكَهَا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ كَسَائِرِ الْعُرُوْضِ۔

ترجمہ: سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے، اُن دراہم میں سے جن میں سے ہر دس درہم سات مثقال کے وزن کے ہوں۔ اور جو رقم نصاب پر زائد ہو اور وہ نصاب کے پانچویں حصہ کو پہنچ جائے تو اس کی زکاۃ اس کے حساب سے دے گا۔ اور نقدین میں سے جو کھوٹ پر غالب ہو تو وہ خالص کی طرح ہے۔ اور جواہر و موتیوں پر زکاۃ نہیں ہے مگر یہ کہ ان کا تجارت کی نیّت سے مالک ہو تمام سامانوں کی طرح۔

سوال: سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟

جواب: سونے کا نصاب بیس ۲۰ مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو ۲۰۰ درہم یعنی ساڑھے باون تولے ہے۔

سوال: سونا اور چاندی نصاب سے زیادہ ہو تو اس کی کس طرح زکاۃ نکالی جائے گی؟

جواب: اگر کسی کے پاس تھوڑا سا مال نصاب سے زائد ہو تو دیکھا جائے گا کہ نصاب سے زائد مال نصاب کا پانچواں حصہ (خُمُس) بنتا ہے یا نہیں؟

☆اگر بنتا ہو تو اس پانچویں حصے (خُمُس) کا بھی اڑھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ زکاۃ میں دینا ہو گا۔

☆اگر زائد مقدار پانچوں حصے (خُمُس) سے کم ہے تو وہ عَفْو ہے اس پر زکاۃ نہیں ہو گی۔

مثلاً کسی کے پاس آٹھ تولے سونا ہے تو صرف ساڑھے سات تولے سونے کی زکاۃ دینی ہو گی کیونکہ زائد مقدار (یعنی آدھا تولہ) نصاب کے پانچویں حصے (یعنی ڈیڑھ تولہ) کو نہیں پہنچتی ہے اور اگر کسی کے پاس ۹ تولے سونا ہو تو وہ ۹ تولے کی زکاۃ دے گا، کیونکہ یہ زائد مقدار (یعنی ڈیڑھ تولہ) سونے کے نصاب کا پانچواں حصہ بنتی ہے۔ علی ہذا القیاس۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مُخَرَّجَه، ج۱۰، ص۸۵)

نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکاۃ بھی واجب ہے، مثلاً دو سو چالیس ۲۴۰ درہم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکاۃ میں چھ درہم واجب، یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ ـــ ۱۵ رتی یعنی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ۱۰ تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ماشہ ـــ ۱۵ رتی بڑھائیں اور سونا نو تولہ ہو تو دو ۲ ماشہ ـــ ۵۳ رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشہ پر ـــ ۵۳ رتی بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً نو تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکاۃ وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی ۲ ماشہ۔

یوہیں چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکاۃ وہی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی واجب۔ یوہیں پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے، اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اُس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف وعلیٰ ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۲.)

سوال: سونے اور چاندی میں کھوٹ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو تو اس کی ۳ صورتیں ہیں:

(۱) اگر سونا یا چاندی کھوٹ پر غالب ہوں تو کُل سونا یا چاندی قرار پائے گا اور کُل پر زکاۃ واجب ہے۔

(۲)اگر کھوٹ سونے چاندی کے برابر ہو تو بھی زکاۃ واجب ہے۔

(۳)اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی ۲ صورتیں ہیں۔

(i)اگر اس میں سونا چاندی اِتنی مقدار میں ہو کہ جُدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گی یا وہ ثمن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان سب صورتوں میں زکاۃ واجب ہے۔

(ii)اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیّت ہو تو بشرائط تجارت اُسے مالِ تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو، خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت ،ج۱،حصہ ۵،مسئلہ نمبر ۶،ص۹۰۴)

سوال: ہیرے جواہرات کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: موتی اور جواہر پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ہاں اگر تجارت کی نیّت سے لئے تو واجب ہو گئی۔ ("الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۳۰.)

یعنی بقدرِ نصاب ہوں تو پھر سال گزرنے پر ان کی قیمت پر زکاۃ واجب ہو گی۔اور یہی حکم عام سامانوں کا ہے۔

موتی وغیرہ جواہر جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان کی زکاۃ واجب نہیں، مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکاۃ لے نہیں سکتا۔

("ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية، ج۳، ص۳۴۷.)

وَلَوْ تَمَّ الْحَوْلُ عَلٰى مَكِيْلٍ أَوْ مَوْزُوْنٍ فَغَلَا سِعْرُهٗ أَوْ رَخُصَ فَأَدّٰى مِنْ عَيْنِهٖ رُبْعَ عُشْرِهٖ أَجْزَأَهٗ وَإِنْ أَدّٰى مِنْ قِيْمَتِهٖ تُعْتَبَرُ قِيْمَتُهٗ يَوْمَ الْوُجُوْبِ وَهُوَ تَمَامُ الْحَوْلِ عِنْدَ الْإِمَامِ وَقَالَا يَوْمَ الْأَدَاءِ لِمَصْرَفِهَا۔

ترجمہ: اور اگر مکیلی یا موزونی چیز پر سال پورا ہو گیا پھر اس کا بھاؤ بڑھ گیا یا کم ہو گیا، پس خاص اس چیز میں سے چالیسواں حصہ ادا کر دیا تو اس کو کافی ہو گیا، اور اگر اس کی قیمت میں سے ادا کرے تو اس کے وجوبِ زکاۃ کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا

جائے گا، اور وہ امامِ اعظم کے نزدیک سال پورا ہونے کا دن ہے، اور صاحبین نے فرمایا کہ زکاۃ کے مصرف کو ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: چیزوں کا بھاؤ گھٹتے بڑھتے رہنے کی صورت میں زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی شخص نے کوئی مکیلی یا موزونی چیز تجارت کرنے کے لئے پچاس ہزار کی خریدی، پھر جب سال پورا ہوا تو اس کی قیمت بڑھ کر ایک لاکھ ہو گئی یا گھٹ کر چالیس ہزار ہو گئی، اب اگر وہ اسی چیز سے زکاۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو اس میں سے چالیسواں حصہ بطورِ زکاۃ ادا کرے۔

اور اگر ان چیزوں کی زکاۃ میں قیمت دینا چاہتا ہے تو امامِ اعظم کے نزدیک جس دن سال پورا ہوا اس دن کی قیمت کے حساب سے زکاۃ دے، جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ فقیر کو جس دن زکاۃ دی جا رہی ہے اس دن کی قیمت لگا کر زکاۃ ادا کی جائے گی۔ اور اب فتویٰ امامِ اعظم کے قول پر ہے۔

سوال: قیمت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: شرعاً قیمت اس کو کہتے ہیں جو اس چیز کا بازار میں بھاؤ ہو، اتفاقی طور پر یا بھاؤ تاؤ کرنے کے بعد کمی یا زیادتی کے ساتھ کوئی چیز خرید لی جائے تو اس کو قیمت نہیں کہیں گے (بلکہ ثَمَن کہیں گے)۔(فتاویٰ امجدیہ ج ا ص ۳۸۲)

سوال: کس بھاؤ کا اعتبار ہو گا؟

جواب: جس مقام پر اشیاء واقعی حکومتی ریٹ کے مطابق فروخت ہوتی ہوں وہاں اسی ریٹ کا اعتبار ہو گا اور اگر حکومتی ریٹ اور بازار کے بھاؤ میں فرق ہو تو بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہو گا۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۳۸۶، ملخصاً)

سوال: کس جگہ کی قیمت لی جائے گی؟

جواب: قیمت اس جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال ہے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، حصّہ ۵، مسئلہ ۱۸، ص ۹۰۸)

سوال: قیمت کس دن کی معتبر ہے؟

جواب: قیمت نہ تو بنوانے کے وقت کی معتبر ہے نہ ادائیگی زکاۃ کے وقت کی بلکہ جب زکاۃ کا سال پورا ہوا اسی وقت کی قیمت کا حساب لگایا جائے گا۔(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مُخَرَّجہ، ج ۱۰، ۱۳۲)

وَلَا يَضْمَنُ الزَّكَاةَ مُفْرِطٌ غَيْرُ مُتْلِفٍ فَهَلَاكُ الْمَالِ بَعْدَ الْحَوْلِ يُسْقِطُ الْوَاجِبَ وَهَلَاكُ الْبَعْضِ حِصَّتَهُ وَيُصْرَفُ الْهَالِكُ إِلَى الْعَفْوِ فَإِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُ فَالْوَاجِبُ عَلَىٰ حَالِهِ وَلَا تُؤْخَذُ الزَّكَاةُ جَبْرًا وَلَا مِنْ تَرْكَتِهِ إِلَّا أَنْ يُوْصِيَ بِهَا فَتَكُوْنُ مِنْ ثُلُثِهِ وَيُجِيْزُ أَبُوْ يُوْسُفَ الْحِيْلَةَ لِدَفْعِ وُجُوْبِ الزَّكَاةِ وَكَرِهَهَا مُحَمَّدٌ۔

ترجمہ: اور مفرط (زکاۃ کی ادائیگی میں سستی کرنے والا) زکاۃ کا ضامن نہیں ہو گا اس حال میں کہ وہ مال کو برباد کرنے والا نہ ہو، پس سال کے گزرنے کے بعد مال کا ہلاک ہو جانا واجب کو ساقط کر دیتا ہے، اور بعض کا ہلاک ہونا اس کے حصے کے مطابق (واجب کو ساقط کر دیتا ہے) ہلاک ہونے والے حصے کو معافی کی طرف پھیرا جائے گا، پس اگر اس نے معافی سے تجاوز نہیں کیا تو واجب علی حالہ باقی رہے گا۔ اور زبردستی زکاۃ نہیں لی جائے گی، اور نہ ہی اس کے ترکہ میں سے مگر یہ کہ مرنے والا زکاۃ ادا کرنے کی وصیت کر جائے، تو ترکہ کے تہائی میں سے زکاۃ دی جائے گی، اور امام ابو یوسف زکاۃ کے وجوب کو دفع کرنے کے لئے حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں، اور امام محمد نے حیلہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔

سوال: نصاب کا مالک تھا اور سال گزرنے پر زکاۃ نہ نکالی کہ مال ہلاک ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: زکاۃ فرض ہو جانے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے اور اس کی ادائیگی میں بلا عذر شرعی تاخیر کرنا گناہ ہے۔ (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاۃ، فصل فی مال التجارۃ، الباب الاول، ص۱۷۰)

اگر نصاب کا مالک تھا اور سال تمام پر زکاۃ نہ دی پھر سارا مال ہلاک ہو گیا اور اُس نے قصداً ہلاک نہ کیا، بلکہ بلا قصد ہلاک ہو گیا تو اُس کی زکاۃ جاتی رہی، لہٰذا اس کی زکاۃ دینا واجب نہیں۔ اور ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہو گیا، مثلاً چوری ہو گئی یا کسی کو قرض و عاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا تو زکاۃ بدستور واجب الادا ہے، ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہو گا اگرچہ بالکل نادار ہو۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاۃ، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱.)

سوال: اگر بعض مال ہلاک ہوا اور بعض باقی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کل مال ہلاک ہو گیا تو کل کی زکاۃ ساقط (معاف) ہو گئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب، اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔

سوال: فإن لم یجاوزہ فالواجب علی حالہ اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں کامل نصاب کے بعد زائد رقم پر زکاۃ اس وقت واجب ہوگی جبکہ زائد نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہو مثلاً چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے پھر اس پر مزید چالیس درہم (جو کہ دو سو درہم کا پانچواں حصہ ہے) زائد ہو گئے تو دو سو درہم کی زکاۃ پانچ درہم اور چالیس درہم کی زکاۃ ایک درہم واجب ہوئی یعنی کل چھ درہم، اور چالیس سے کم ۳۹ درہم تک عفو کہلاتا ہے یعنی کسی کے پاس ۲۳۹ درہم ہیں تو زکاۃ صرف ۲۰۰ درہم کی ہی واجب ہے ۳۹ درہم کی نہیں کہ وہ معاف ہے، اب اگر ہلاک ہونے والا بعض مال ۳۹ درہم میں سے ہے تو زکاۃ میں کوئی فرق نہیں آئے گا بدستور ۲۰۰ درہم کی زکاۃ واجب ہوگی، اور اگر ہلاک ہونے والا بعض مال نصاب میں سے ہو تو اس کی زکاۃ ذمے سے ساقط ہو جائے گی مثلاً کسی کے پاس ۲۰۰ درہم تھے سال تمام ہونے پر زکاۃ نہ دی کہ اس میں سے ۴۰ درہم ہلاک ہو گئے تو اب صرف ۱۶۰ درہم کی زکاۃ ۴ درہم دینا اس پر واجب ہے۔

سوال: کیا زکاۃ زبردستی لی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کسی پر زکاۃ واجب ہے مگر وہ ادا نہیں کرتا تو اس سے جبراً زکاۃ وصول نہیں کی جائے گی، ہاں! ایسا کرنے والا عند اللہ گنہگار ہوگا کہ فرض کا ترک کرنے والا ہے۔

سوال: کیا میّت کے ترکہ میں سے زکاۃ لی جائے گی؟

جواب: جس شخص پر زکاۃ واجب ہے اگر وہ مر گیا تو ساقط ہو گئی یعنی اس کے مال سے زکاۃ دینا ضروری نہیں، ہاں اگر وصیّت کر گیا تو تہائی مال (یعنی کل مال کے تیسرے حصے) تک وصیّت نافذ ہے اور اگر عاقل بالغ ورثہ اجازت دے دیں تو کُل مال سے زکاۃ ادا کی جائے۔ (بھارِ شریعت، ج۱حصہ۵، مسئلہ نمبر ۸۴، ص۸۹۲)

سوال: زکاۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص زکاۃ کے وجوب سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کرے مثلاً سال پورا ہونے سے پہلے سارا مال کسی دوسرے کی ملک میں دے دے اور پھر اس سے واپس لے لے، تو یہ حیلہ کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے کہ اس میں فقراء کا نقصان ہے اور اب امام محمد کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

بَابُ الْمَصْرَفِ

یہ باب زکاۃ کے مصارف کے بیان میں ہے

هُوَ الْفَقِيْرُ وَهُوَ : مَنْ يَمْلِكُ مَالَا يَبْلُغُ نِصَابًا وَلَا قِيْمَتَهُ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ وَلَوْ صَحِيْحًا مُكْتَسِبًا وَالْمِسْكِيْنُ وَهُوَ : مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ وَالْمُكَاتَبُ وَالْمَدْيُوْنُ الَّذِيْ لَا يَمْلِكُ نِصَابًا وَلَا قِيْمَتَهُ فَاضِلًا عَنْ دَيْنِهٖ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَهُوَ مُنْقَطِعُ الْغُزَاةِ أَوِ الْحَاجِّ وَابْنُ السَّبِيْلِ وَهُوَ : مَنْ لَهُ مَالٌ فِيْ وَطَنِهٖ وَلَيْسَ مَعَهُ مَالٌ وَالْعَامِلُ عَلَيْهَا يُعْطٰى قَدْرَ مَا يَسَعُهُ وَأَعْوَانَهُ۔

ترجمہ: زکاۃ کا مصرف (۱) فقیر ہے، اور فقیر وہ ہے جو اتنی چیزوں کا مالک ہو جو نصاب کو نہ پہنچے اور نہ نصاب کی قیمت کو، خواہ کوئی سا بھی مال ہو، اگرچہ تندرست، کمانے والا ہو، اور (۲) مسکین، مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور (۳) مکاتب، اور (۴) وہ مقروض جو کسی نصاب کا مالک نہ ہو اور نہ ہی نصاب کی قیمت کا، جو اس کے قرض سے زائد ہو، اور (۵) فی سبیل اللہ، اور وہ غازیوں یا حاجیوں سے جدا ہونے والا شخص ہے۔ اور (۶) ابنِ سبیل، وہ شخص ہے جس کے پاس اس کے وطن میں تو مال ہو لیکن اس کے ساتھ مال نہ ہو، اور (۷) عامل (زکاۃ وصول کرنے والا)، اس کو اتنا دیا جائے گا جو اس کو اور اس کے مددگاروں کے لئے کافی ہو۔

سوال: زکاۃ کسے دی جائے؟

جواب: اِن لوگوں کو زکاۃ دی جاسکتی ہے:

(۱) فقیر (۲) مِسکین (۳) عامِل (۴) رِقاب (۵) غارِم (۶) فِیْ سَبِیْلِ اللہ (۷) ابن سبیل (یعنی مسافر)

(الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۷)

سوال: فقیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: فقیر: وہ ہے کہ (الف) جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو مگر اتنا نہ ہو کہ نِصاب کو پہنچ جائے (ب) یا نِصاب کی قَدَر تو ہو مگر اس کی حاجتِ اَصلیہ (یعنی ضَروریاتِ زندگی) میں مُستَغرَق (گھرا ہوا) ہو۔ مَثَلًا رہنے کا مکان، خانہ داری کا سامان، سُواری کے جانور (یا اسکوٹر یا کار) کاریگروں کے اَوزار، پہننے کے کپڑے، خِدمت کیلئے لونڈی، غلام، عِلمی شُغل رکھنے

والے کے لئے اسلامی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زائد نہ ہوں (ج) اِسی طرح اگر مَدیون (مَقروض) ہے اور دَین (قَرضہ) نکالنے کے بعد نِصاب باقی نہ رہے تو فقیر ہے اگرچہ اس کے پاس ایک تو کیا کئی نِصابیں ہوں۔

(رَدُّالْمُحتَار ج۳ص۳۳۳، بھار شریعت، ج۱، مسئلہ نمبر ۲، حصہ ۵ ص ۹۲۴)

اگرچہ یہ فقیر تندرست ہو اور کمانے کی طاقت و قوت رکھتا ہو پھر بھی زکاۃ دے سکتے ہیں۔

سوال: مسکین کسے کہتے ہیں؟

جواب: مِسکین: وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چُھپانے کیلئے اِس کا مُحتاج ہے کہ لوگوں سے سُوال کرے اور اسے سُوال حلال ہے۔ فقیر کو (یعنی جس کے پاس کم از کم ایک دن کا کھانے کیلئے اور پہننے کیلئے موجود ہے) بِغیر ضَرورت و مجبوری سُوال حرام ہے۔ (الفتاوٰی الهندیة، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۷)

سوال: عامل کسے کہتے ہیں؟

جواب: عامِل: وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکاۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۸)

نوٹ: صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں کہ "عامل اگرچہ غنی ہو اپنے کام کی اجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مال زکاۃ میں سے دینا بھی ناجائز اور اسے لینا بھی ناجائز، ہاں اگر کسی اور مَد (یعنی ضمن) میں دیں تو لینے میں حرج نہیں۔ (بھارِ شریعت، ج۱، مسئلہ نمبر ۶، حصہ ۵، ص۹۲۵)

اور عامل کو اتنا دیا جائے کہ عامل اور اس کے مددگاروں کو کافی ہو جائے۔

سوال: رکاب کسے کہتے ہیں؟

جواب: رِقاب سے مراد مکاتب ہے۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے اس کے آقا نے اس کی آزادی کے لئے کچھ قیمت ادا کرنا طے کی ہو، فی زمانہ رقاب موجود نہیں ہیں۔

مکاتب کو جو زکاۃ دی گئی وہ غلامی سے رہائی کے لئے ہے، مگر اب اسے اختیار ہے دیگر مصارف میں بھی خرچ کر سکتا ہے، اگر مکاتب کے پاس بقدرِ نصاب مال ہے اور بدلِ کتابت سے بھی زیادہ ہے، جب بھی زکاۃ دے سکتے ہیں مگر ہاشمی کے مکاتب کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ ("الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸.)

سوال: غارم کسے کہتے ہیں؟

جواب: غارِم: اس سے مراد مقروض ہے یعنی اس پر اتنا قرض ہو کہ دینے کے بعد زکاۃ کا نصاب باقی نہ رہے اگرچہ اس کا بھی دوسروں پر قرض باقی ہو مگر لینے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

(الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۹)

سوال: فی سبیل اللہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: فِی سَبِیلِ اللہ: یعنی راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) کوئی شخص محتاج ہے اور جہاد میں جانا چاہتا ہے مگر اس کے پاس سواری اور زادِ راہ نہیں ہیں تو اسے مالِ زکاۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں دینا ہے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہو۔

(۲) کوئی حج کے لئے جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے تو اسے بھی زکاۃ دے سکتے ہیں لیکن اسے حج کے لئے لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) طالبِ علم جو کہ علمِ دین پڑھتا ہے یا پڑھنا چاہتا ہے اس کو بھی زکاۃ دے سکتے ہیں بلکہ طالبِ علم سوال کر کے بھی مالِ زکاۃ لے سکتا ہے جبکہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لئے فارغ کر رکھا ہو، اگرچہ وہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو۔

(۴) اسی طرح ہر نیک کام میں مالِ زکاۃ استعمال کرنا بھی فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنا ہے۔ مالِ زکاۃ میں دوسرے کو مالک بنا دینا ضروری ہے بغیر مالک کئے زکاۃ ادا نہیں ہو سکتی۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۰، ۳۳۵، بہارِ شریعت، ج۱، مسئلہ نمبر ۱۴، حصہ ۵، ص۹۲۶، ملخصاً)

سوال: ابن سبیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: ابن سبیل: یعنی وہ مسافر جس کے پاس سفر کی حالت میں مال نہ رہا، یہ زکاۃ لے سکتا ہے اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو مگر اسی قدر لے کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں اور اگر اسے قرض مل سکتا ہو تو بہتر ہے کہ قرض لے لے۔ (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۸)

سوال: کیا ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے؟

جواب: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ انہیں زکاۃ دے سکتے ہیں ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے سوائے عامل کے کہ اس کے لئے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن سبیل (یعنی مسافر) اگرچہ غنی ہو اس وقت فقیر کے حکم میں ہے، باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکاۃ نہیں دے سکتے۔"

(بھارِ شریعت، ج۱، مسئلہ نمبر ۴۴ حصہ۵، ص۹۳۲)

وَلِلْمُزَكِّي الدَّفْعُ اِلٰى كُلِّ الْأَصْنَافِ وَلَهُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى وَاحِدٍ مَعَ وُجُوْدِ بَاقِي الْأَصْنَافِ۔

ترجمہ: زکاۃ دینے والے کے لئے تمام صنفوں کو زکاۃ دینا بھی جائز ہے اور باقی صنفوں کے ہوتے ہوئے کسی ایک صنف پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔

سوال: کیا زکاۃ ساتوں قسم کے لوگوں کو دینا ضروری ہے؟

جواب: زکاۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دیدے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو اور مالِ زکاۃ اگر بقدرِ نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدرِ نصاب دے دینا مکروہ، مگر دے دیا تو ادا ہوگئی۔ ایک شخص کو بقدرِ نصاب دینا مکروہ اُس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیُون نہ ہو اور مدیُون ہو تو اتنا دے دینا کہ دَین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یوہیں اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے، مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔

("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸.)

سوال: کیا ان لوگوں کو زکاۃ دینے میں مالک بنانا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں !زکاۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں مالک بنادیں، اباحت کافی نہیں، لہٰذا مالِ زکاۃ مسجد میں صَرف کرنا یا اُس سے میّت کو کفن دینا یا میّت کا دَین ادا کرنا یا غلام آزاد کرنا، پُل، سرائے، سقایہ، سڑک بنوا دینا، نہر یا کنواں کھدوادینا ان افعال میں خرچ کرنا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا ناکافی ہے۔

("تنویر الأبصار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۱۔ ۳۴۳.)

وَلَا يَصِحُّ دَفْعُهَا لِكَافِرٍ وَغَنِيٍّ يَمْلِكُ نِصَابًا أَوْ مَا يُسَاوِي قِيْمَتَهُ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ فَاضِلٍ عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَطِفْلِ غَنِيٍّ وَبَنِيْ هَاشِمٍ وَمَوَالِيْهِمْ . وَاخْتَارَ الطَّحَاوِيُّ جَوَازَ دَفْعِهَا لِبَنِيْ هَاشِمٍ وَأَصْلِ الْمُزَكِّيْ وَفَرْعِهِ وَزَوْجَتِهِ وَمَمْلُوْكِهِ وَمُكَاتَبِهِ وَمُعْتَقِ بَعْضِهِ وَكَفْنِ مَيِّتٍ وَقَضَاءِ دَيْنِهِ وَثَمَنِ قِنٍّ يُعْتَقُ۔

ترجمہ:اور(۱)کافر کو زکاۃ دینا صحیح نہیں ہے،اور(۲)ایسے غنی کو جو نصاب کا یا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو کسی بھی مال سے،اس حال میں کہ وہ(نصاب یا نصاب کی قیمت)اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو،اور(۳)غنی کے بچے کو،اور(۴)بنو ہاشم کو،اور(۵)بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام کو۔اور امامِ طحاوی نے بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کے جواز کو اختیار کیا ہے۔اور (۶)زکاۃ دینے والے کے اصول(ماں،باپ،دادا ،دادی)اور (۷)زکاۃ دینے والے کے فروع(بیٹا،بیٹی،پوتا،پوتی)اور(۸)اپنی بیوی،اور(۹)اپنے مملوک،اور(۱۰)اپنے مکاتب،اور(۱۱)اپنے اس غلام کو جس کا بعض حصہ آزاد کر دیا گیا ہو(زکاۃ دینا جائز نہیں ہے)۔اور میّت کے کفن میں اور میّت کے قرض کی ادائیگی میں اور ایسے غلام کی قیمت میں جس کو آزاد کیا جائے(ان کاموں میں زکاۃ کو صرف نہیں کر سکتے)۔

سوال:کافر اور بد مذہب کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

جواب: کافر کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہو گی۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰، ص۲۹۰)

ذمّی کافر کو نہ زکاۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفّارہ و صدقہ فطر، اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ نہ نفل، اگرچہ وہ دارالاسلام میں بادشاہِ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفّار ذمّی نہیں، انہیں صدقات نفل مثلاً ہدیہ وغیرہ دینا بھی ناجائز ہے۔(بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۳۱)

اور بد مذہب کو زکاۃ دینا حرام ہے اور ان کو دینے سے زکاۃ ادا بھی نہیں ہو گی۔ (فتاویٰ رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰، ص۲۹۰)

سوال: کن کو زکاۃ نہیں دے سکتے؟

جواب: اِن مسلمانوں کو زکاۃ نہیں دے سکتے اگرچہ شرعی فقیر ہوں:

(۱) بنوہاشم (یعنی ساداتِ کرام) چاہے دینے والا ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی

(۲) اپنی اَصل (یعنی جن کی اولاد میں سے زکاۃ دینے والا ہو) جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ

(۳) اپنی فروع (یعنی جو اس کی اولاد میں سے ہوں) جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ

(۴) میاں بیوی ایک دوسرے کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہو اور عورت عدت میں ہو تو نہیں دے سکتا اور اگر عدت گزار چکی ہو تو دے سکتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۵ و بہارِ شریعت، ج۱، مسئلہ نمبر ۲۶، حصہ ۵، ص۹۲۸)

(۵) غنی کے نابالغ بچے (کیونکہ وہ اپنے باپ کی وجہ سے غنی شمار ہوتے ہیں۔)

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۹، ۳۵۰، ۳۴۴، فتاوٰی رضویہ، ج۱۰، ص۱۰۹)

فائدہ: جن لوگوں کو زکاۃ دینا ناجائز ہے انہیں اور بھی کوئی صدقہ واجبہ نذر و کفّارہ و فطرہ دینا جائز نہیں۔

(بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۳۱)

سوال: کن رشتہ داروں کو زکاۃ دے سکتے ہیں؟

جواب: اِن رشتہ داروں کو زکاۃ دے سکتے ہیں جبکہ زکاۃ کے مستحق ہوں:

(۱) بہن (۲) بھائی (۳) چچا (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) ماموں (۷) بہو (۸) داماد (۹) سوتیلا باپ (۱۰) سوتیلی ماں (۱۱) شوہر کی طرف سے سوتیلی اولاد (۱۲) بیوی کی طرف سے سوتیلی اولاد۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰، ص۱۱۰)

سوال: کن غُلاموں کو زکاۃ نہیں دے سکتے؟

جواب: مملوکِ شرعی (یعنی شرعی غلام) کا وجود فی زمانہ مفقود ہے، بہر حال ان غلاموں کو زکاۃ نہیں دے سکتے: (۱) ہاشمی کا غلام، اگرچہ "مُکاتَب" ہو (۲) ہاشمی کا آزاد کردہ غلام (۳) غنی کا غلام "غیر مُکاتَب" (۴) بیوی کا غلام اگرچہ "مُکاتَب" ہو (۵) شوہر کا غلام اگرچہ "مُکاتَب" ہو (۶) اپنی اصل کا غلام اگرچہ "مُکاتَب" ہو (۷) اپنی فروع کا غلام اگرچہ "مُکاتَب" ہو (۸) اپنا غلام اگرچہ "مُکاتَب" ہو۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰، ص۱۰۹)

سوال: کن غُلاموں کوزکاۃ دے سکتے ہیں؟

جواب: اِن غلاموں کوزکاۃ دے سکتے ہیں جبکہ زکاۃ کے مستحق ہوں:(۱) غیر ہاشمی کا آزاد کردہ غلام (۲) اگرچہ خود اپنا ہی ہو(۳) اپنے اور اپنے اُصول(ماں،باپ، دادا، دادی، نانا، نانی) اور اپنے فُرُوع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نوسی) اور شوہر اور بیوی اور "ہاشمی" کے علاوہ کسی غنی کا "مُکاتَب" غلام۔(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ،ج۱۰،ص۱۱۰)

سوال: ساداتِ کرام کوزکاۃ نہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سادات کرام اور دیگر بنوہاشم کو زکاۃ اس لئے نہیں دے سکتے کہ سادات کرام اور دیگر بنوہاشم پر زکاۃ حرامِ قطعی ہے جس پر چاروں مذاہب (یعنی حنفی، شافعی، حنبلی ، مالکی) کے ائمہ کرام کا اجماع ہے ۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے:"باتفاقِ ائمہ اربعہ بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے۔" (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ،ج۱۰،ص۹۹)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے"یہ صدقات لوگوں کے مَیل ہیں ،نہ یہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو حلال ہیں اور نہ محمد (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) کی آل کو۔" (صحیح مسلم ،کتاب الزکاۃ،باب ترک استعمال...الخ،الحدیث۱۰۷۲،ص۵۴۰)

حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکاۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے،لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔" (مرأۃ المناجیح،ج۳،ص۴۶)

سوال: بنوہاشم کون ہیں؟

جواب: بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب سے مراد پانچ خاندان ہیں، آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل، آلِ حارث بن عبدالمطلب۔ ان کے علاوہ جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی اِعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولاد بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف ،ج۱،ص۱۸۹و بہارِشریعت ،ج۱،حصہ۵،مسئلہ ۳۹ص۹۳۱)

سوال: واختار الطحاوي جواز دفعها لبني هاشم اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے بتانا چاہتے ہیں کہ: امام طحاوی نے بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ لیکن ان کا قول غیر مفتی بہ ہے جبکہ مفتی بہ قول نہ دینے کا ہے جو کہ اوپر گزرا۔

سوال: کیا میّت کے کفن و قرض میں زکاۃ کو صرف کر سکتے ہیں؟

جواب: مالِ زکاۃ سے میّت کو کفن دینا یا اس کا قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکاۃ کا رکن مالک بنانا ہے اور میّت کے اندر مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ تو مر گیا۔

سوال: وثمن قن یعتق اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: زکاۃ کے مال سے آزاد کرنے کے لئے کوئی غلام یا باندی خریدنا جائز نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے زکاۃ ادا نہیں ہو گی۔

وَلَوْ دَفَعَ بِتَحَرٍّ لِمَنْ ظَنَّهُ مَصْرِفًا فَظَهَرَ بِخِلَافِهِ أَجْزَأَهُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَبْدَهُ أَوْ مُكَاتَبَهُ وَكُرِهَ الْإِغْنَاءُ وَهُوَ أَنْ يَفْضُلَ لِلْفَقِيْرِ نِصَابٌ بَعْدَ قَضَاءِ دَيْنِهِ وَبَعْدَ إِعْطَاءِ كُلِّ فَرْدٍ مِنْ عِيَالِهِ دُوْنَ نِصَابٍ مِنَ الْمَدْفُوْعِ إِلَيْهِ وَإِلَّا فَلَا يُكْرَهُ . وَنُدِبَ إِغْنَاؤُهُ عَنِ السُّؤَالِ۔

ترجمہ: اور اگر اٹکل سے ایسے شخص کو زکاۃ دے دی جس کو مستحق گمان کیا تھا پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کے لئے کافی ہو گا، مگر یہ کہ وہ اس کا غلام اور مکاتب ہو۔ اور غنی بنا دینا مکروہ ہے، اور وہ (غنی بنانا) یہ ہے کہ فقیر کے پاس ایک نصاب بچ جائے اس کے قرض کو ادا کر دینے کے بعد اور اس کے عیال میں سے ہر فرد کو نصاب سے کم دینے کے بعد اس رقم میں سے جو اس کو دی گئی ہے ورنہ مکروہ نہیں۔ اور فقیر کو سوال سے بے نیاز کر دینا مستحب قرار دی گیا ہے۔

سوال: غیر مستحق نے زکاۃ لے لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مستحق نے زکاۃ لے لی، بعد میں پشیمانی ہوئی تو اگر دینے والے نے غور و فکر کے بعد زکاۃ دی تھی اور اُسے اس کے مستحق نہ ہونے کا معلوم نہیں تھا تو زکاۃ بہر حال ادا ہو گئی لیکن اس کو لینا حرام تھا کیونکہ یہ زکاۃ کا مستحق نہیں تھا۔ غیر مستحق مال پر حاصل ہونے والی ملکیت "ملک ِ خبیث" کہلاتی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اُتنا مال صدقہ کر دیا جائے۔ اور اگر جس کو زکاۃ دیا ہے وہ اسی کا غلام یا مکاتب ہو تو اس صورت میں زکاۃ ادا نہیں ہو گی۔

سوال: مالِ زکاۃ دے کر فقیر کو غنی بنادینا کیسا ہے؟

جواب: اگر زکاۃ بقدرِ نصاب ہو تو ایک ہی شخص کو دے دینا مکروہ ہے لیکن زکاۃ بہر حال ادا ہو جائے گی۔ ایک شخص کو بقدرِ نصاب دینا مکروہ اُس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیُون نہ ہو اور مدیُون ہو تو اتنا دے دینا کہ دَین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یونہی اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ زکاۃ نصاب یا نصاب سے زیادہ ہے، مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸، ملخصاً)

سوال: فقیر کو کتنا دینا مستحب ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اُس دن اُسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اُس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے، اُس کے کھانے بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کرکے دے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية، ج۳، ص۳۵۸.)

وَكُرِهَ نَقْلُهَا بَعْدَ تَمَامِ الْحَوْلِ لِبَلَدٍ آخَرَ لِغَيْرِ قَرِيْبٍ وَأَحْوَجَ وَأَوْرَعَ وَأَنْفَعَ لِلْمُسْلِمِيْنَ بِتَعْلِيْمٍ . وَالْأَفْضَلُ صَرْفُهَا لِلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ ثُمَّ لِجِيْرَانِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ مَحَلَّتِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ حِرْفَتِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ بَلْدَتِهِ وَقَالَ الشَّيْخُ أَبُوْ حَفْصٍ الْكَبِيْرُ رَحِمَهُ اللهُ لَا تُقْبَلُ صَدَقَةُ الرَّجُلِ وَقَرَابَتُهُ مَحَاوِيْجُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِهِمْ فَيَسُدَّ حَاجَتَهُمْ ۔

ترجمہ: اور سال مکمل ہونے کے بعد زکاۃ کو دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے کسی ایسے شخص کے لئے جو رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ متقی یا تعلیم کے سلسلے میں مسلمانوں کے لئے زیادہ نفع بخش نہ ہو۔ اور افضل ہے زکاۃ کا دینا اپنے ذی رحم محرم رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کو، پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو، پھر اپنے پڑوسیوں کو، پھر اپنے محلے والوں کو، پھر اپنے ہم پیشہ کو، پھر اپنے شہر والوں کو۔ اور شیخ ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ: اس آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جس کے رشتہ دار محتاج ہوں یہاں تک کہ ان سے شروع کرے اور ان کی حاجت کو دور کرے۔

سوال: زکاۃ کو دوسرے شہر بھجوانا کیسا ہے؟

جواب: اگر زکاۃ پیشگی ادا کرنی ہو تو دوسرے شہر بھیجنا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال پورا ہو چکا ہے تو دوسرے شہر بھیجنا مکروہ،ہاں اگر وہاں کوئی رشتہ دار ہو یا کوئی شخص زیادہ محتاج ہو یا کوئی نیک متقی شخص ہو یا وہاں بھیجنے میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔در مختار میں ہے:"زکاۃ کو دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے،ہاں ایسی صورت میں مکروہ نہیں جب دوسری جگہ کوئی رشتہ دار ہو یا کوئی زیادہ محتاج ہو یا نیک متقی شخص ہو یا اس میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہو یا سال سے پہلے جلدی زکاۃ دینا چاہتا ہو۔" (ماخوذاز الدر المختار و در المحتار ، کتاب الزکاۃ ، باب المصرف مطلب فی الحوائج ج۳،ص۲۵۵)

سوال: کس کو زکاۃ دینا افضل ہے؟

جواب: اگر بہن بھائی غریب ہوں تو پہلے ان کا حق ہے،پھر ان کی اولاد کا پھر چچا اور پھوپھیوں کا،پھر ان کی اولاد کا ،پھر ماموؤں اور خالاؤں کا، پھر ان کی اولاد کا، پھر ذَوِی الْاَرْحَام (وہ رشتہ دار جو ماں ،بہن ،بیوی یا لڑکیوں کی طرف سے منسوب ہوں)کا،پھر پڑوسیوں کا،پھر اپنے اہلِ پیشہ کا،پھر اہلِ شہر کا(یعنی جہاں اس کا مال ہو)۔

(الفتاوٰی الھندیۃ ،کتاب الزکاۃ ،الباب السابع فی المصارف ،ص۱۹۰)

اور شیخ ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ:اس آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جس کے رشتہ دار محتاج ہوں یہاں تک کہ ان سے شروع کرے اور ان کی حاجت کو دور کرے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

یہ باب صدقۂ فطر کے بیان میں ہے

تَجِبُ عَلٰی حُرٍّ مُسْلِمٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ أَوْ قِيْمَتِهٖ وإِنْ لَمْ يَحُلْ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَلَمْ يَكُنْ لِلتِّجَارَةِ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَحَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهٖ۔

ترجمہ: صدقۂ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جبکہ وہ نصاب کا، یا اس کی قیمت کا مالک ہو، اگرچہ نصاب پر سال نہ گزرا ہو، عید الفطر کے دن طلوعِ فجر کے وقت، اور تجارت کے لئے نہ ہو، قرض اور اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حاجت اصلیہ اور ضرورت سے فارغ ہو۔

سوال: صدقۂ فطر کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کیوں نکالا جاتا ہے؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

جواب: بعدِ رمضان نمازِ عید کی ادائیگی سے قبل دیا جانے والا صدقۂ واجبہ، صدقۂ فطر کہلاتا ہے۔ خلیلِ ملّت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں "صدقۂ فطر دراصل رمضان المبارک کے روزوں کا صدقہ ہے تاکہ لغو اور بے ہودہ کاموں سے روزے کی طہارت ہو جائے اور ساتھ ہی غریبوں، ناداروں کی عید کا سامان بھی اور روزوں سے حاصل ہونے والی نعمتوں کا شکریہ بھی۔" (ہمارا اسلام، حصہ۷، ص۸۷)

سرکارِ مدینہ منوّرہ، سردارِ مکّہ مکرّمہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ بَرَکت نشان ہے "جو تمہارے مالدار ہیں اللہ تعالٰی (صدقۂ فطر دینے کی وجہ سے) انہیں پاک فرمادے گا اور جو تمہارے غریب ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اس سے بھی زیادہ دے گا۔" (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب روی من صاع من قمح، الحدیث۱۶۱۹، ج۲، ص۱۶۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم، رء وف رَّحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے روزوں کو لغو اور بے حیائی کی بات سے پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کو کھلانے کے لئے صدقۂ فطر مقرر فرمایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، الحدیث۱۶۰۹، ج۲، ص۱۵۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یعنی فطرہ واجب کرنے میں ۲ حکمتیں ہیں ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی۔ اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی

جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳، ص۴۳)

سوال: صدقۂ فطر کب مشروع ہوا؟

جواب: ۲ ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال عید سے دو دن پہلے صدقۂ فطر کا حکم دیا گیا۔
(الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۲)

سوال: صدقۂ فطر کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۲) صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر صدقۂ فطر مقرر کیا۔
(صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر، الحدیث: ۱۵۰۳، ج۱، ص۵۰۷، ملخصاً)

سوال: صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

جواب: صدقۂ فطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مالکِ نصاب ہو اور اس کا نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو۔ (ماخوذ از الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۵)

سوال: مالکِ نصاب کون ہوتا ہے؟

جواب: مالکِ نصاب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے پاس ساڑھے سات تولے سونا، یا ساڑھے باون تولے چاندی، یا اتنی مالیت کی رقم، یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت یا اتنی مالیت کا حاجاتِ اصلیہ (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے زائد سامان ہو۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۱، حصّہ۵، ص۹۰۲تا۹۰۵، ۹۲۸)

سوال: وجوبِ فطرہ کا وقت کیا ہے؟

جواب: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا، اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔
(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲)

سوال: زکاۃ اور صدقۂ فطر میں کیا فرق ہے؟

جواب: زکاۃ میں سال کا گزرنا، عاقل بالغ اور نصابِ نامی (یعنی اس میں بڑھنے کی صلاحیّت) ہونا شرط ہے جبکہ صدقۂ فطر میں یہ شرائط نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر گھر میں زائد سامان ہو تو مالِ نامی نہ ہونے کے باوجود اگر اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس کے مالک پر صدقۂ فطر واجب ہو جائے گا۔ زکاۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب میں یہ فرق کیفیت کے اعتبار سے ہے۔ (ماخوذ از الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳٦۵، ۳۱۴، ۳۰۷)

سوال: فطرہ کی ادائیگی کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: صدقۂ فطر میں بھی نیت کرنا اور مسلمان فقیر کو مال کا مالک کر دینا شرط ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۸۰)

سوال: کیا نابالغ پر صدقۂ فطر واجب ہے؟

جواب: نابالغ اگر صاحبِ نصاب ہو تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔ اس کا ولی اس کے مال سے فطرہ ادا کرے۔ (ماخوذ از الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۱۴، ۳۰۷۔ ۳٦۵)

سوال: ماں کے پیٹ میں موجود بچے کے فطرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہو، اس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲)

سوال: چھوٹے بھائی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟

جواب: اگر بڑا بھائی اپنے چھوٹے غریب بھائی کی پرورش کرتا ہو تو اس کا صدقۂ فطر مالدار باپ پر واجب ہے نہ کہ بڑے بھائی پر۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "چھوٹے بھائی کی طرف سے صدقہ واجب نہیں اگرچہ وہ اس کی عیال میں شامل ہوں۔" (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۳)

وَالْمُعْتَبَرُ فِيهَا الْكِفَايَةُ لَا التَّقْدِيرُ وَهِيَ مَسْكَنُهُ وَأَثَاثُهُ وَثِيَابُهُ وَفَرَسُهُ وَسِلَاحُهُ وَعَبِيدُهُ لِلْخِدْمَةِ فَيُخْرِجُهَا عَنْ نَفْسِهِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ الْفُقَرَاءِ وَإِنْ كَانُوا أَغْنِيَاءَ يُخْرِجُهَا مِنْ مَالِهِمْ وَلَا تَجِبُ عَلَى الْجَدِّ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ، وَاُخْتِيْرَ أَنَّ الْجَدَّ كَالْأَبِ عِنْدَ فَقْدِهِ أَوْ فَقْرِهِ۔

ترجمہ: اور معتبر ضرورت میں کافی ہونا ہے نہ کہ فرض کر لینا،اور وہ ضرورت اس کا مکان ہے اور مکان کا سامان، کپڑے، گھوڑا، ہتھیار اور خدمت کے غلام ہیں۔ پس صدقۂ فطر نکالے اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے فقیر بچوں کی طرف سے ،اور اگر بچے مالدار ہوں تو ان کے مال میں سے نکالے۔ اور پوتوں کا صدقۂ فطر دادا پر واجب نہیں ہے ظاہر الروایت میں۔ اور مختار یہ ہے کہ باپ کے نہ ہونے یا فقیر ہونے کے وقت دادا باپ کی طرح ہے۔

سوال: والمعتبر فیھا الکفایۃ لا التقدیر اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: صدقۂ فطر کے واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں :(۱) آزاد ہونا۔(۲) مسلمان ہونا۔(۳) مالکِ نصاب ہونا۔ پس اس عبارت سے تیسری شرط کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ خود اس کی اور اہل و عیال کی ضرورت کے لئے فی الواقع کافی ہو رہا ہو ، صرف کافی ہو سکنے کا امکان کافی نہیں ، جیسے کہ بعض مقامات پر صرف امکان کے پیشِ نظر رخصت مل جاتی ہے مثلاً سفر میں تکلیف کے پیشِ نظر شریعت نے رباعی نمازوں میں قصر کا حکم دے دیا، اگرچہ اب کے سفر میں تکلیف نہیں ہوتی مگر امکانِ تکلیف کی بنا پر اب بھی رخصت ہے۔ لہٰذا یقینی طور پر جس آزاد مسلمان کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ اس کے لئے کافی ہو تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہو گا۔

سوال: حاجتِ اَصلیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حاجتِ اصلیہ (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی عموماً انسان کو ضرورت ہوتی ہے اور ان کے بغیر گزراوقات میں شدید تنگی و دشواری محسوس ہوتی ہے جیسے رہنے کا گھر ، پہننے کے کپڑے، سواری، علمِ دین سے متعلق کتابیں، اور پیشے سے متعلق اوزار وغیرہ۔ (الھدایۃ،کتاب الزکاۃ،ج۱،ص۹۶)

مثلاً جنہیں مختلف لوگوں سے رابطہ کی حاجت ہوتی ہو ان کے لئے ٹیلی فون یا موبائل ،جو لوگ کمپیوٹر پر کتابت کرتے ہوں یا اس کے ذریعے روزگار کماتے ہوں ان کے لئے کمپیوٹر ، جن کی نظر کمزور ہو ان کے لئے عینک یا لینس ' جن

لوگوں کو کم سنائی دیتا ہو ان کے لئے آلہ سماعت، اسی طرح سواری کے لئے سائیکل 'موٹر سائیکل یا کار یا دیگر گاڑیاں، یا دیگر اشیاء کہ جن کے بغیر اہل حاجت کا گزارہ مشکل سے ہو، حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔

سوال: صدقہ فطر کون کس کا نکالے گا؟

جواب: مالکِ نِصاب مَرد اپنی طرف سے، اپنے چھوٹے بچّوں کی طرف سے اور اگر کوئی مَجْنُون (یعنی پاگل) اولاد ہے (چاہے پھر وہ پاگل اولاد بالغ ہی کیوں نہ ہو) تو اُس کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے۔ ہاں! اگر وہ بچّہ یا مَجْنُون خود صاحِبِ نِصاب ہے تو پھر اُس کے مال میں سے فِطرہ ادا کر دے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۲)

سوال: غریب باپ کے بچوں کا فطرہ کون نکالے گا؟

جواب: باپ غریب ہو تو اس کی جگہ مالک نصاب دادا پر اپنے غریب پوتے، پوتی کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے جبکہ بچے مالدار نہ ہوں۔ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۶۸)

اور ظاہر الروایت کے مطابق پوتوں کا صدقہ فطر دادا پر واجب نہیں ہے۔ مگر یہ غیر مفتی بہ قول ہے، جبکہ مفتی بہ قول وجوب کا ہے۔

اگر باپ نہ ہو تو ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے۔

(الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۶۸)

وَعَنْ مَمَالِيْكِهٖ لِلْخِدْمَةِ وَمُدَبَّرِهٖ وَأُمِّ وَلَدِهٖ وَلَوْ كُفَّارًا لَا عَنْ مُكَاتَبِهٖ وَلَا عَنْ وَلَدِهِ الْكَبِيْرِ وَزَوْجَتِهٖ وَقِنٍّ مُشْتَرَكٍ وَآبِقٍ اِلَّا بَعْدَ عَوْدِهٖ وَكَذَا الْمَغْصُوْبُ وَالْمَأْسُوْرُ وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ دَقِيْقِهٖ اَوْ سَوِيْقِهٖ أَوْ صَاعُ تَمْرٍ أَوْ زَبِيْبٍ أَوْ شَعِيْرٍ وَهُوَ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ وَيَجُوْزُ دَفْعُ الْقِيْمَةِ وَهِيَ أَفْضَلُ عِنْدَ وِجْدَانِ مَا يَحْتَاجُهٗ لِأَنَّهَا أَسْرَعُ لِقَضَاءِ حَاجَةِ الْفَقِيْرِ وَإِنْ كَانَ زَمَنَ شِدَّةٍ فَالْحِنْطَةُ وَالشَّعِيْرُ وَمَا يُؤْكَلُ أَفْضَلُ مِنَ الدَّرَاهِمِ ۔

ترجمہ: اور اپنے خدمت کے غلاموں اور مدبّر اور امِّ ولد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، اگرچہ وہ کافر ہوں، نہ کہ اپنے مکاتب غلام کی طرف سے، اور نہ اپنے بڑے لڑکے کی طرف سے، اور نہ اپنی بیوی کی طرف سے، اور نہ اپنے مشترک غلام کی طرف سے، اور نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے، مگر اس کے لوٹنے کے بعد، اور ایسے ہی غصب کئے ہوئے غلام اور قیدی غلام کی طرف سے۔ صدقۂ فطر گیہوں یا گیہوں کے آٹے یا گیہوں کے ستو کا آدھا صاع، یا کھجور یا کشمش یا جو کا ایک صاع ہے۔ آٹھ رطل عراقی کا ایک صاع ہوتا ہے۔ اور قیمت کا دینا بھی جائز ہے، اور یہی افضل ہے اس چیز کے ملنے کے وقت جس کی فقیر کو حاجت ہے، اس لئے کہ یہ (قیمت) فقیر کی حاجت کو جلدی پورا کرنے والی ہے، اور اگر زمانہ قحط کا ہو تو گیہوں اور جو اور جو چیزیں کھائی جاتی ہیں وہ درہموں سے افضل ہیں۔

سوال: آقا اپنے کن غلاموں کا صدقۂ فطر نکالے گا؟

جواب: خدمت کے غلام اور مدبر و ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقۂ فطر واجب ہے، اگرچہ غلام مدیُون ہو، اگرچہ دَین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجتِ اصلیہ کے سوا اتنا ہو کہ دَین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اُس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔ اگرچہ یہ غلام کافر ہوں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۲)

سوال: مرد کن کا صدقۂ فطر نہیں نکالے گا؟

جواب: اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ مرد کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاہج ہو، اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ ("الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۰)

بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں۔ یوہیں اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں، مگر جب کہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا فطرہ دے، مگر حربی اگر غلام کے مالک ہو گئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۰)

مکاتب غلام کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے، نہ اس کے مالک پر۔ یوہیں مکاتب اور ماذُون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩٣.)

دو یا چند شخصوں میں غلام مشترک ہے تو اُس کا فطرہ کسی پر نہیں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩٣.)

تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگرچہ اس کی قیمت بقدرِ نصاب نہ ہو۔

("ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٩.)

سوال: صدقۂ فطر کن چیزوں سے ادا ہوتا ہے؟ اور کتنی مقدار ہے؟

جواب: گندم یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع، کھجور یا منقٰی یا جَو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔ ان چار چیزوں (یعنی گیہوں، جو، کھجور، منقی) کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلّہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہو گا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جَو کی ہو۔ (بہار شریعت حصہ پنجم، ص٩٣٩ ملتقطا)

سوال: صاع کی مقدار کتنی ہے؟

جواب: صاع کی تحقیق میں اختلاف ہونے کے سبب صدقۂ فطر کی مقدار میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: احتیاط یہ ہے کہ جَو کے صاع سے گیہوں دیئے جائیں، جَو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون ٣٥١ روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر ١٧٥ روپے آٹھ آنے بھر ہوا۔ (فتاوی رضویہ، ج١٠، ص٢٩٥)

اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ایک سو پَچھتّر روپے اَٹھنّی بھر اوپر "(یعنی دو سیر تین چھٹانک آدھا تَولہ، یا ٢ کلو اور تقریباً ٥٠ گرام) وَزن گیہوں یا اُس کا آٹا یا اتنے گیہوں کی قیمت ایک صدقۂ فطر کی مِقدار ہے۔ اگر کھجور یا مُنَقّٰی (یعنی کشمش) یا جَو یا اس کا آٹا یا ستّو یا ان کی قیمت دینا چاہیں تو" تین سو اِکاون روپے بھر "(یعنی ٤ کلو اور تقریباً ١٠٠ گرام) ایک صدقۂ فطر کی مقدار ہے۔ (بہارِ شریعت جلد اوّل حصہ ٥ ص٩٣٨) اور ایک صاع عراقی آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

سوال: صدقۂ فطر میں کیا دینا افضل ہے؟

جواب: گیہوں اور جَو کے دینے سے اُن کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے، خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جَو کی یا کھجور کی مگر زمانۂ قحط میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے۔

(الفتاوی الھندیہ ،کتاب الزکاۃ ،الباب الثامن فی صدقۃ الفطر ،ج۱،ص۱۹۱۔۱۹۲ونور الایضاح ،کتاب الزکاۃ ،باب صدقۃ الفطر ،ص۱۷۳۔۱۷۴،ملتقطا)

بلکہ صدقۂ فطر میں وہ چیز دی جائے جس چیز کی فقیر کو حاجت ہے۔ اور قیمت دینا اور اچھا ہے کہ اس سے فقیر جو چاہے خرید لے۔

وَوَقْتُ الْوُجُوْبِ عِنْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ فَمَنْ مَاتَ أَوْ اِفْتَقَرَ قَبْلَهٗ أَوْ أَسْلَمَ أَوْ اِغْتَنٰى أَوْ وُلِدَ بَعْدَهٗ لَا تَلْزَمُهٗ . وَيُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُهَا قَبْلَ الْخُرُوْجِ إِلَى الْمُصَلّٰى وَصَحَّ لَوْ قَدَّمَ أَوْ أَخَّرَ وَالتَّأْخِيْرُ مَكْرُوْهٌ وَيَدْفَعُ كُلُّ شَخْصٍ فِطْرَتَهٗ لِفَقِيْرٍ وَاحِدٍ . وَاُخْتُلِفَ فِيْ جَوَازِ تَفْرِيْقِ فِطْرَةٍ وَاحِدَةٍ عَلٰى أَكْثَرِ مِنْ فَقِيْرٍ وَيَجُوْزُ دَفْعُ مَا عَلٰى جَمَاعَةٍ لِوَاحِدٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ ۔

ترجمہ: اور صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت عید الفطر کے دن فجر کے طلوع ہونے کا وقت ہے، پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے یا فقیر ہو جائے یا اس کے بعد مسلمان ہو یا غنی ہوا یا پیدا ہوا، اس پر صدقۂ فطر لازم نہیں ہے۔ اور عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر نکالنا مستحب ہے، اور اگر مقدم یا مؤخر کر دے تب بھی درست ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔ اور ہر شخص اپنا فطرہ ایک ہی فقیر کو دے، اور اختلاف کیا گیا ہے ایک فطرے کو ایک فقیر سے زیادہ پر تقسیم کرنے کے جواز میں، اور جائز ہے اس صدقہ کا دینا جو ایک جماعت پر لازم ہے ایک شخص کو صحیح قول پر، اور اللہ عزوجل ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت کیا ہے؟

جواب: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔

سوال: عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے یا بعد میں کوئی پیدا ہوا، یا مرا، یا مسلمان ہوا، یا غنی فقیر ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔ (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة، باب الثامن، ج۱، ص۱۹۲)

شبِ عید بچہ پیدا ہوا تو اس کا بھی فطرہ دینا ہوگا کیونکہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، اور اگر بعد میں پیدا ہوا تو واجب نہیں۔ (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة، باب الثامن، ج۱، ص۱۹۲)

عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر اس وقت سے پہلے کوئی مسلمان ہوا تو اس پر فطرہ دیناواجب ہے اور اگر بعد میں مسلمان ہوا تو واجب نہیں۔ (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة، باب الثامن، ج۱، ص۱۹۲)

سوال: کس وقت صدقۂ فطر ادا کرنا مستحب ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔

(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۶)

فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو، جس کی طرف سے ادا کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کر دے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہو گیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔ (بہار شریعت جلد۔۱۔ص۹۴۰)

اور اگر تاخیر کر دی تو مکروہ ہے یعنی نمازِ عید کے بعد ادا کیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت فرماتے ہیں: اس (یعنی صدقۂ فطر) کے دینے کا وقت واسع ہے عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہیے بلکہ اَولی یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۲۵۳)

سوال: ایک شخص کا فطرہ کتنے فقیروں کو دیا جائے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ ایک ہی مسکین یا فقیر کو فطرہ دیا جائے اگر ایک شخص کا فطرہ مختلف مساکین کو دے دیا تو اس میں علما کا اختلاف ہے مگر مفتی بہ قول کے مطابق تب بھی جائز ہے، اسی طرح ایک ہی مسکین کو مختلف اشخاص کا فطرہ بھی دے سکتے ہیں۔ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، مطلب فی مقدار الفطر ج۳، ص۳۷۷ ملخصاً)

سوال: فطرہ کے مصارف کون ہیں یعنی کس کو دیا جائے؟

جواب: صدقۂ فطر کے مصَارِف وُہی ہیں جو زکاۃ کے ہیں۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۴) یعنی جِن کو زکاۃ دے سکتے ہیں اِنہیں فِطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جن کو زکاۃ نہیں دے سکتے اُن کو فِطرہ بھی نہیں دے سکتے۔ لہٰذا زکاۃ کی طرح صدقۂ فطر کی رقم بھی حیلہ شرعی کے بعد مدارس و جامعات اور دیگر دینی کاموں میں استعمال کی جاسکتی ہے۔

(فتاوٰی امجدیہ ج۱ص۳۷۶ ملخصًا)

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ و علی الک و اصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

مصنف

شیخ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی الحنفی (سالِ وفات ۱۰۶۹ھ (علیہ رحمۃ اللہ القوی)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

كِتَابُ الْحَجِّ

حج کا بیان

هُوَ زِيَارَةُ بِقَاعٍ مَخْصُوصَةٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوصٍ فِيْ أَشْهُرِهِ وَهِيَ شَوَّالٌ وَذُوْ الْقَعْدَةِ وَعَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ فُرِضَ مَرَّةً عَلَى الْفَوْرِ فِي الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: حج مخصوص جگہوں کی مخصوص فعل کے ساتھ حج کے مہینوں میں زیارت کرنے کا نام ہے، اور وہ (اشہرِ حج) شوّال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں، اصح قول میں علی الفور ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے۔

سوال: حج کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟ نیز کعبہ شریف کے بارے میں کچھ بتائیں۔

جواب: حج کے معنیٰ ہیں قصد اور ارادہ، عبادت کی نیت سے کعبہ شریف کا ارادہ کرنا حج ہے۔ حج کا سبب کعبۂ معظمہ ہے، کعبہ شریف سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا بیت المعمور کے مقابل اسی کا نام فرشتوں کے ہاں ضراح تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے سے فرشتے اس کا حج کرتے تھے، پھر آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف انبیائے کرام نے حج کعبہ کیا، کسی امت پر حج فرض نہ تھا، ۵ یا ۶ یا ۹ ہجری میں مسلمانوں پر حج فرض فرمایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج سے پہلے قبل ہجرت جو حج کئے وہ بطور عادتِ کریمہ تھے، آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر چالیس حج کئے، حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و یونس علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے بھی شرکت کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کیا۔ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہیں عبادتیں کرتے ہیں مگر ان کی یہ عبادتیں شرعی تکلیف سے نہیں ان کی خود اپنی خوشی سے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مراۃ المناجیح جلد۔۳۔ص۱۲۱)

سوال: اصطلاحِ شرع میں حج کسے کہتے ہیں؟ اور کب فرض ہوا؟ اور کتنی بار فرض ہے؟

جواب: حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبۂ معظمہ کے طواف کا اور اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے، جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول في تفسیر الحج و فرضیته ...إلخ، ج۱، ص۲۱۶.)

جب حج کے لئے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اُسی سال میں اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود مگر جب کرے گا ادا ہی ہے قضا نہیں۔ ("الدر المختار"، کتاب الحج، ج۳، ص۵۲۰.)

سوال: حج کا وقت کب سے کب تک ہے؟

جواب: حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک (دو مہینے اور دس دن تک) ہے کہ اس سے پیشتر (پہلے) حج کے افعال نہیں ہو سکتے، سوا احرام کے کہ احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الحج، ج۳، ص۵۴۳.)

سوال: حج کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: حج کی تین قسمیں ہیں: {۱} قِرَان {۲} تَمَتُّع {۳} اِفراد

[۱] قِرَان: یہ سب سے افضل ہے، قران کرنے والا "قارِن" کہلاتا ہے، اِس میں عُمرہ اور حج کا اِحرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے مگر عُمرہ کرنے کے بعد "قارِن" "حَلْق یا "قَصْر" "نہیں کروا سکتا اِسے بدستور اِحرام میں رہنا ہو گا، دسویں، گیارہویں یا بارہویں ذُوالْحِجَّۃ کو قربانی کرنے کے بعد حَلْق یا قَصْر کروا کے اِحرام کھول دے۔

[۲] تَمَتُّع: یہ حج ادا کرنے والا "مُتَمَتِّع" کہلاتا ہے۔ یہ اَشْہُرِ حج میں "مِیْقات" کے باہر سے آنے والے ادا کر سکتے ہیں۔ مَثَلًا پاک و ہند سے آنے والے عُمُوماً تَمَتُّع ہی کیا کرتے ہیں کہ آسانی یہ ہے کہ اس میں عُمرہ تو ہوتا ہی ہے لیکن عُمرہ ادا کرنے کے بعد "حَلْق یا قَصْر "کروا کے اِحرام کھول دیا جاتا ہے اور پھر ۸ ذُوالْحِجَّۃ یا اِس سے قبل حج کا اِحرام باندھا جاتا ہے۔

[۳] اِفراد: اِفراد کرنے والے حاجی کو "مُفْرِد" کہتے ہیں۔ اِس حج میں "عُمرہ" شامل نہیں ہے اِس میں صرف حج کا "اِحرام" باندھا جاتا ہے۔ اہلِ مَکّہ اور "حِلِّی" یعنی مِیْقات اور حُدُودِ حرم کے دَرمِیان میں رہنے والے باشندے (مَثَلًا اہلیانِ جَدَّہ شریف) "حج اِفراد" کرتے ہیں۔ قِران یا تَمَتُّع کریں گے تو دم واجِب ہو گا، آفاقی چاہے تو "اِفراد" کر سکتا ہے۔

شُرُوْطُ فَرْضِیَّتِہٖ

وَشُرُوْطُ فَرْضِيَّتِهٖ ثَمَانِيَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ: ١ اَلْإِسْلَامُ ٢ وَالْعَقْلُ ٣ وَالْبُلُوْغُ ٤ وَالْحُرِّيَّةُ ٥ وَالْوَقْتُ ٦ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الزَّادِ وَلَوْ بِمَكَّةَ بِنَفَقَةٍ وَسْطٍ ٧ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى رَاحِلَةٍ مُخْتَصَّةٍ بِهٖ أَوْ عَلٰى شِقِّ مَحْمِلٍ بِالْمِلْكِ أَوِ الْإِجَارَةِ لَا الْإِبَاحَةِ وَالْإِعَارَةِ لِغَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ إِذَا أَمْكَنَهُمُ الْمَشْيُ بِالْقَدَمِ وَالْقُوَّةِ بِلَا مَشَقَّةٍ وَإِلَّا فَلَا بُدَّ مِنَ الرَّاحِلَةِ مُطْلَقًا. وَتِلْكَ الْقُدْرَةُ فَاضِلَةٌ عَنْ نَفَقَتِهٖ وَنَفَقَةِ عِيَالِهٖ اِلٰى حِيْنِ عَوْدِهٖ وَعَمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ كَالْمَنْزِلِ وَأَثَاثِهٖ وَآلَاتِ الْمُحْتَرِفِيْنَ وَقَضَاءِ الدَّيْنِ ٨ وَيُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِفَرْضِيَّةِ الْحَجِّ لِمَنْ أَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوْ اَلْكَوْنُ بِدَارِ الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ: حج کے فرض ہونے کی شرطیں آٹھ ہیں: (۱) اسلام۔ (۲) عقل۔ (۳) بلوغ۔ (۴) آزادی۔ (۵) وقت۔ (۶) توشہ پر قادر ہونا، اگرچہ مکہ میں ہو متوسط خرچ سے۔ (۷) اور ایسی سواری پر قادر ہونا جو اس کے ساتھ خاص ہو، یا کجاوے کے ایک حصے پر ملکیت یا کرایہ کے ساتھ، نہ کہ اباحت اور عاریت کے طور پر غیر مکی کے لئے۔ اور جو لوگ اہلِ مکہ کے آس پاس ہیں (ان پر حج اس وقت فرض ہوگا) جبکہ ان کو قدم اور طاقت سے بغیر مشقت کے چلنا ممکن ہو، ورنہ مطلقاً سواری ضروری ہوگی، اور یہ قدرت فاضل ہو اس کے اور اس کے عیال کے خرچ سے اس کے لوٹ آنے کے وقت تک، اور ان چیزوں سے بھی فاضل ہو جو ضروری ہیں جیسے مکان اور گھر کا سامان اور پیشہ والوں کے اوزار اور قرض کی ادائیگی۔ (۸) اور شرط لگائی جاتی ہے حج کی فرضیت جاننے کی اس شخص کے لئے جو دار الحرب میں اسلام لے آیا ہو، یا دار الاسلام میں ہونے کی۔

سوال: حج کے فرض ہونے کی کتنی شرائط ہیں؟

جواب: حج کے فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں، جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔

سوال: پہلی شرط کون سی ہے؟

جواب: اسلام: لہٰذا اگر مسلمان ہونے سے پیشتر استطاعت تھی پھر فقیر ہو گیا اور اسلام لایا تو زمانۂ کفر کی استطاعت کی بناپر اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا، کہ جب استطاعت تھی اس کا اہل نہ تھا اور اب کہ اہل ہوا استطاعت نہیں اور مسلمان کو اگر استطاعت تھی اور حج نہ کیا تھا اب فقیر ہو گیا تو اب بھی فرض ہے۔

("الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۲۱۔)

حج کرنے کے بعد معاذ اللہ مُرتد ہو گیا پھر اسلام لایا تو اگر استطاعت ہو تو پھر حج کرنا فرض ہے، کہ مرتد ہونے سے حج وغیرہ سب اعمال باطل ہو گئے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.)

یوہیں اگر اثنائے حج (حج کے دوران) میں مرتد ہو گیا تو احرام باطل ہو گیا اور اگر کافر نے احرام باندھا تھا، پھر اسلام لایا تو اگر پھر سے احرام باندھا اور حج کیا تو ہو گا ورنہ نہیں۔

سوال: دوسری شرط کون سی ہے؟

جواب: عاقل ہونا: مجنون پر فرض نہیں۔ مجنون تھا اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہو گیا ورنہ نہیں۔ بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔

('الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.)

حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں افعال ادا کئے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہو گیا۔ ("لباب المنساسک" للسندی و "المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط" للقاری، (باب شرائط الحج)، ص۳۹.)

سوال: تیسری شرط کون سی ہے؟

جواب: بلوغ: لہذا نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھدار ہو یا اُس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ ناسمجھ ہو، بہر حال وہ حج نفل ہوا، حجۃ الاسلام یعنی حجِ فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.)

سوال: چوتھی شرط کون سی ہے؟

جواب: آزاد ہونا: لہذا باندی غلام پر حج فرض نہیں اگرچہ مدبر یا مکاتب یا اُم ولد ہوں۔ اگرچہ اُن کے مالک نے حج کرنے کی اجازت دیدی ہو اگرچہ وہ مکہ ہی میں ہوں۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.)

غلام نے اپنے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو یہ حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا۔ آزاد ہونے کے بعد اگر شرائط پائے جائیں تو پھر کرنا ہو گا اور اگر مولیٰ کے ساتھ حج کو جاتا تھا، راستہ میں اس نے آزاد کر دیا تو اگر احرام سے پہلے آزاد ہوا، اب احرام باندھ کر حج کیا تو حجۃ الاسلام ادا ہو گیا اور احرام باندھنے کے بعد آزاد ہوا تو حجۃ الاسلام نہ ہو گا، اگرچہ نیا احرام باندھ کر حج کیا ہو۔
("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول في تفسیر الحج و فرضیته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔)

سوال: پانچویں شرط کون سی ہے؟

جواب: وقت: یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں اور اگر دُور کا رہنے والا ہو تو جس وقت وہاں کے لوگ جاتے ہوں اس وقت شرائط پائے جائیں اور اگر شرائط ایسے وقت پائے گئے کہ اب نہیں پہنچے گا تو فرض نہ ہوا۔ یوہیں اگر عادت کے موافق سفر کرے تو نہیں پہنچے گا اور تیزی اور رَواروی (جلدی) کرکے جائے تو پہنچ جائے گا جب بھی فرض نہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ نمازیں پڑھ سکے، اگر اتنا وقت ہے کہ نمازیں وقت میں پڑھے گا تو نہ پہنچے گا اور نہ پڑھے تو پہنچ جائے گا تو فرض نہیں۔ ("ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب في قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج۳، ص۵۳۴.)

سوال: چھٹی شرط کون سی ہے؟

جواب: سفر خرچ کا مالک ہونا اگرچہ مکہ میں ہو: پس جس کی بسر اوقات تجارت پر ہے اور اتنی حیثیت ہو گئی کہ اس میں سے اپنے جانے آنے کا خرچ اور واپسی تک بال بچوں کی خوراک نکال لے تو اتنا باقی رہے گا، جس سے اپنی تجارت بقدر اپنی گزر کے کرسکے تو حج فرض ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ کاشتکار ہے تو ان سب اخراجات کے بعد اتنا بچے کہ کھیتی کے سامان ہل بیل وغیرہ کے لئے کافی ہو تو حج فرض ہے اور پیشہ والوں کے لئے ان کے پیشہ کے سامان کے لائق بچنا ضروری ہے۔
("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول في تفسیر الحج و فرضیته... إلخ، ج۱، ص۲۱۸.)

سوال: ساتویں شرط کون سی ہے؟

جواب: سواری پر قادر ہونا: خواہ سواری اس کی مِلک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔ کسی نے حج کے لئے اس کو اتنا مال مُباح کر دیا کہ حج کرلے تو حج فرض نہ ہوا کہ اِباحت سے مِلک نہیں ہوتی اور فرض ہونے کے لئے مِلک

درکار ہے، خواہ مباح کرنے والے کا اس پر احسان ہو جیسے غیر، یا نہ ہو جیسے ماں، باپ اولاد۔ یوہیں اگر عاریۃً سواری مِل جائے گی جب بھی فرض نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔)

کسی نے حج کے لئے مال ہبہ کیا تو قبول کرنا اس پر واجب نہیں۔ دینے والا اجنبی ہو یا ماں، باپ، اولاد وغیرہ مگر قبول کرلے گا تو حج واجب ہو جائے گا۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔)

سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان و لباس و خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دَین سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لئے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل و عیال کے نفقہ میں قدرِ متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اِسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اُس پر واجب ہے، یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.)

سوال: آٹھویں شرط کون سی ہے؟

جواب: دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔ لہٰذا جس وقت استطاعت تھی یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوا اس وقت استطاعت نہ ہو تو فرض نہ ہوا اور جاننے کا ذریعہ یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے جن کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو، اُسے خبر دیں اور ایک عادل نے خبر دی، جب بھی واجب ہو گیا اور دارالاسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو فرض ہو جائے گا کہ دارالاسلام میں فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۸.)

سوال: کیا مکہ اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کے لئے سواری ضروری ہے؟

جواب: مکہ معظمہ یا مکہ معظمہ سے تین دن سے کم کی راہ والوں کے لئے سواری شرط نہیں، اگر پیدل چل سکتے ہوں تو ان پر حج فرض ہے اگرچہ سواری پر قادر نہ ہوں اور اگر پیدل نہ چل سکیں تو اُن کے لئے بھی سواری پر قدرت شرط ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب الأول في تفسير الحج و فرضيته... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔)

میقات سے باہر کا رہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہو تو سواری اُس کے لئے شرط نہیں، لہٰذا اگر فقیر ہو جب بھی اُسے حجِ فرض کی نیت کرنی چاہیے نفل کی نیت کریگا تو اُس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہو گا اور مطلق حج کی نیت کی یعنی فرض یا نفل کچھ معین نہ کیا تو فرض ادا ہو گیا۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۲۵.)

مکّہ اور مکّہ سے قریب والوں کو سواری کی ضرورت ہو تو خچر یا گدھے کے کرایہ پر قادر ہونے سے بھی سواری پر قدرت ہو جائے گی اگر اس پر سوار ہو سکیں بخلاف دور والوں کے کہ اُن کے لئے اونٹ کا کرایہ ضروری ہے کہ دُور والوں کے لئے خچر وغیرہ سوار ہونے اور سامان لادنے کے لئے کافی نہیں اور یہ فرق ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۲۶۔)

شُرُوْطُ وُجُوْبِ أَدَائِهٖ

وَشُرُوْطُ وُجُوْبِ الْأَدَاءِ خَمْسَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ : ١ صِحَّةُ الْبَدَنِ ٢ وَزَوَالُ الْمَانِعِ الْحِسِّيِّ عَنِ الذَّهَابِ لِلْحَجِّ ٣ وَأَمْنُ الطَّرِيْقِ ٤ وَعَدَمُ قِيَامِ الْعِدَّةِ ٥ وَخُرُوْجُ مَحْرَمٍ وَلَوْ مِنْ رَضَاعٍ أَوْ مُصَاهَرَةٍ مُسْلِمٍ مَأْمُوْنٍ عَاقِلٍ بَالِغٍ أَوْ زَوْجٍ لِاِمْرَأَةٍ فِيْ سَفَرٍ وَالْعِبْرَةُ بِغَلَبَةِ السَّلَامَةِ بَرًّا وَبَحْرًا عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ۔

ترجمہ: اور وجوب ادا کی شرطیں پانچ ہیں اصح قول پر۔(۱) بدن کا تندرست ہونا۔(۲) اور حج کے لئے جانے سے مانع حسی کا زائل ہونا۔(۳) راستہ کا مامون ہونا۔(۴) عدت کا قائم نہ ہونا۔(۵) اور محرم کا ساتھ چلنا۔ اگرچہ وہ محرم رضاعت یا سسرالی رشتے سے ہو، اور وہ شخص مسلمان، مامون، عاقل، بالغ ہو یا عورت کا خاوند ہو، یہ (عورت کے ہمراہ شوہر یا محارم کا ہونا) ہر سفر میں شرط ہے، اور اعتبار غلبۂ سلامت کا (اکثر صحیح سلامت واپس آجانے کا) ہے خشکی یا سمندر میں مفتی بہ قول پر۔

سوال: حج کے وجوبِ ادا کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: اس سے پہلے فرضِ حج کے شرائط کا بیان ہوا اور شرائطِ ادا کہ جب وہ پائے جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور سب نہ پائے جائیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی کرنا ضروری ہو گا۔ وہ شرائط پانچ ہیں:

سوال: پہلی شرط کون سی ہے؟

جواب: تندرست ہونا: کہ حج کو جا سکے، اعضا سلامت ہوں، انکھیارا ہو، اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر جو سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اُٹھا کر حج کر لیا تو صحیح ہو گیا اور حجۃ الاسلام ادا ہوا یعنی اس کے بعد اگر اعضا درست ہو گئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہو گا وہی پہلا حج کافی ہے۔ ("الفتاوی الھندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول في تفسیر الحج و فرضیته... إلخ، ج۱، ص۲۱۸.)

اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاہج وغیرہ ہو گیا کہ حج نہیں کر سکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کر سکے تو حجِ بدل کرائے۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول في تفسیر الحج و فرضیته... إلخ، ج۱، ص۲۱۸.)

سوال: دوسری شرط کون سی ہے؟

جواب: قید میں نہ ہونا: پس اگر کسی حق کی وجہ سے قید میں ہو اور اُس کے ادا کرنے پر قادر ہو تو یہ عذر نہیں اور بادشاہ اگر حج کے جانے سے روکتا ہو تو یہ عذر ہے۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب في قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج۳، ص۵۲۴.)

سوال: تیسری شرط کون سی ہے؟

جواب: راستہ میں امن ہونا یعنی اگر غالب گمانِ سلامتی ہو تو جانا واجب اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضروری نہیں، جانے کے زمانے میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابلِ لحاظ نہیں۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب المناسک، الباب الأول، ج۱، ص۲۱۸.)

اگر بدامنی کے زمانے میں انتقال ہو گیا اور وجوب کی شرطیں پائی جاتی تھیں تو حجِ بدل کی وصیت ضروری ہے اور امن قائم ہونے کے بعد انتقال ہوا تو بطریق اولیٰ وصیت واجب ہے۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، ج۳، ص۵۳۰.)

سوال: چوتھی شرط کون سی ہے؟

جواب: جانے کے زمانے میں عورت عدّت میں نہ ہو، وہ عدّت وفات کی ہو یا طلاق کی، بائن کی ہو یا رجعی کی۔

("الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۳۴.)

سوال: پانچویں شرط کون سی ہے؟

جواب: عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھیا۔ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری "المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط" صفحہ ۵۷ پر تحریر فرماتے ہیں: "امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے ایک دن کا سفر کرنے کی کراہیت بھی مروی ہے۔ فتنہ وفساد کے زمانے کی وجہ سے اسی قول (ایک دن) پر فتوی دینا چاہیے۔"

("المسلک المتقسط"، ص۵۷. "ردالمحتار"، کتاب الحج، ج۳، ص۵۳۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: عورت کو بغیر شوہر یا محرم کو ساتھ لئے سفر کو جانا حرام ہے، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بغیر شوہر یا محرم جائے گی تو گناہ گار ہو گی۔

(فتاوی رضویہ، کتاب الحج، ج۱۰ص ۶۵۷)

"بہارِ شریعت" حصہ ۴، نماز مسافر کا بیان، صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ "عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔" (عالمگیری وغیرہ) لہٰذا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

سوال: محرم سے مراد کون سا مرد ہے؟ نیز محرم کے کیا شرط ہے؟

جواب: محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لئے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی، جیسے خُسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔

شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کرسکتی ہے اُس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ مجنون یا نابالغ یا فاسق کے ساتھ نہیں جاسکتی آزاد یا مسلمان ہونا شرط نہیں، البتہ مجوسی جس کے اعتقاد میں محارم سے نکاح جائز ہے اُس کے ہمراہ سفر نہیں کرسکتی۔ مراہق و مراہقہ یعنی لڑکا اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں بالغ کے حکم میں ہیں یعنی مراہق کے ساتھ جاسکتی ہے اور مراہقہ کو بھی بغیر محرم یاشوہر کے سفر کی ممانعت ہے۔

("الجوهرة النيرة"، كتاب الحج، ص١٩٣. و"الدر المختار"، كتاب الحج، ج٣، ص٥٣١.)

عورت بغیر محرم یاشوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوئی، مگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔

("الجوهرة النيرة"، كتاب الحج، ص١٩٣.)

عورت کے نہ شوہر ہے، نہ محرم تو اس پر یہ واجب نہیں کہ حج کو جانے کے لئے نکاح کرلے اور جب محرم ہے تو حج فرض کے لئے محرم کے ساتھ جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دیتا ہو۔ نفل اور منّت کا حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔

("الجوهرة النيرة"، كتاب الحج، ص١٩٣.)

سوال:" والعبرة بغلبة السلامة برا وبحرا على المفتى به" اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے، اور وہ سوال یہ ہے کہ "راستے کے پر امن ہونے کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس میں کس چیز کا اعتبار کیا جائے گا؟ پس مصنف نے جواب دیا کہ اس میں اکثر صحیح وسالم واپس آجانے کا اعتبار ہے چاہے راستہ خشکی کا ہو یا سمندر کا، پس ان دونوں راستوں میں سے جس بھی راستے سے جائے، صحیح وسالم واپس آنے کا غالب گمان ہو تو اس پر حج فرض ہو گا اور اگر صحیح وسالم واپس آنے کا غالب گمان نہ ہو تو حج فرض نہیں ہو گا۔

شُرُوْطُ صِحَّتِهِ

وَيَصِحُّ أَدَاءُ فَرْضِ الْحَجِّ بِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ لِلْحُرِّ : اَلْإِحْرَامُ وَالْإِسْلَامُ وَهُمَا شَرْطَانِ ثُمَّ الْإِتْيَانُ بِرُكْنَيْهِ وَهُمَا: اَلْوُقُوْفُ مُحْرِمًا بِعَرَفَاتٍ لَحْظَةً مِنْ زَوَالِ يَوْمِ التَّاسِعِ اِلىٰ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ بِشَرْطِ عَدَمِ الْجِمَاعِ قَبْلَهُ مُحْرِمًا وَالرُّكْنُ الثَّانِيْ هُوَ أَكْثَرُ طَوَافِ الْإِفَاضَةِ فِيْ وَقْتِهِ وَهُوَ مَا بَعْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ النَّحْرِ۔

ترجمہ:اور آزاد کے لئے چار چیزوں سے صحیح ہو جاتا ہے فرض حج کا ادا کرنا،(۱)احرام۔(۲)اسلام۔اور یہ دونوں شرط ہیں۔پھر حج کے دونوں رکن کا ادا کرنا،اور وہ دو رکن ہیں(۳)عرفات میں احرام کی حالت میں ایک لحظہ کے لئے ٹھہرنا ہے نویں تاریخ کے زوال سے یوم النحر کی فجر تک،اس سے پہلے حالتِ احرام میں جماع کے نہ ہونے کی شرط کے ساتھ،اور دوسرا رکن۔(۴)وہ طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ادا کرنا ہے،اس کے وقت میں،اور وہ وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے۔

سوال:فرض حج کو ادا کرنے کے صحیح ہونے کے لئے کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: صحتِ ادا کے لئے چار شرطیں ہیں کہ وہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں:

(۱)احرام،بغیر احرام حج نہیں ہو سکتا۔

(۲)اسلام،لہذا کافر نے حج کیا تو نہ ہوا۔اور یہ دونوں چیزیں حج کے لئے شرط ہیں۔

(۳)وقوفِ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔اگرچہ ایک لمحہ بھر کے لئے ہو۔احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا یہ بھی ضروری و شرط ہے،اگر ہو گا تو حج باطل ہو جائے گا۔

(۴)طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا۔عرفات سے واپسی کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اُس کا نام طوافِ اِفاضہ ہے اور اُسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔طوافِ زیارت کے اکثر حصہ (چار پھیرے) سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایام نحر کے غیر میں بھی ہو سکتا ہے۔پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف و طواف،حج کے رُکن ہیں۔

سوال:احرام کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب:اِحرام کے لفظی معنیٰ ہیں:حرام کرنا کیوں کہ اِحرام باندھنے والے پر بعض حَلال باتیں بھی حرام ہو جاتی ہیں،اِحرام والے اِسلامی بھائی کو مُحرِم اور اِسلامی بہن کو مُحرِمَہ کہتے ہیں۔

وَاجِبَاتُہٗ

وَواجِبَاتُ الْحَجِّ : إِنْشَاءُ الْإِحْرَامِ مِنَ الْمِيْقَاتِ وَمَدُّ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَاتٍ إِلَى الْغُرُوْبِ وَالْوُقُوْفُ بِالْمُزْدَلِفَةِ فِيْمَا بَعْدَ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَقَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ وَذَبْحُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ وَالْحَلْقُ وَتَخْصِيْصُهُ بِالْحَرَمِ وَأَيَّامِ النَّحْرِ وَتَقْدِيْمُ الرَّمْيِ عَلَى الْحَلْقِ وَنَحْرُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ بَيْنَهُمَا

اور حج کے واجبات یہ ہیں: (۱) میقات سے احرام کا شروع ہونا۔ (۲) اور عرفات میں ٹھہرنے کو غروب تک دراز کرنا۔ (۳) اور مزدلفہ میں ٹھہرنا یوم النحر کی فجر کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے۔ (۴) جمروں کی رمی کرنا۔ (۵) اور قارن و متمتع کا ذبح کرنا۔ (۶) اور سر منڈوانا۔ (۷) اور حلق کو خاص حرم اور ایامِ نحر میں کرنا (یعنی ۱۰۔۱۱۔۱۲۔ ذی الحجہ میں۔ (۸) اور رمی کو حلق پر مقدم کرنا۔ (۹) اور قارن و متمتع کا حلق اور رمی کے درمیان قربانی کرنا۔

وَإِيْقَاعُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ فِيْ أَيَّامِ النَّحْرِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُصُوْلُهُ بَعْدَ طَوَافِ مُعْتَدٍّ بِهِ وَالْمَشْيُ فِيْهِ لِمَنْ لَا عُذْرَ لَهُ وَبِدَاءَةُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُصُوْلُهُ بَعْدَ طَوَافٍ مُعْتَدٍّ بِهِ وَالْمَشْيُ فِيْهِ لِمَنْ لَا عُذْرَ لَهُ وَبِدَاءَةُ السَّعْيِ مِنَ الصَّفَا وَطَوَافُ الْوَدَاعِ وَبِدَاءَةُ كُلِّ طَوَافٍ بِالْبَيْتِ مِنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ۔

(۱۰) طوافِ زیارت کو ایامِ نحر میں واقع کرنا۔ (۱۱) اور حج کے مہینوں میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (۱۲) اور اس سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جس کا اعتبار کیا جاسکے۔ (۱۳) اور سعی میں چلنا اس شخص کے لئے جس کو کوئی عذر نہ ہو۔ (۱۴) اور سعی کو صفا سے شروع کرنا۔ (۱۵) طوافِ وداع۔ (۱۶) اور بیت اللہ کے ہر طواف کو حجرِ اسود سے شروع کرنا۔

وَالتَّيَامُنُ فِيْهِ وَالْمَشْيُ فِيْهِ لِمَنْ لَا عُذْرَ لَهُ وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثَيْنِ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَأَقَلُّ الْأَشْوَاطِ بَعْدَ فِعْلِ الْأَكْثَرِ مِنْ طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَتَرْكُ الْمَحْظُوْرَاتِ كَلُبْسِ الرَّجُلِ الْمُخِيْطَ وَسَتْرِ رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَسَتْرِ الْمَرْأَةِ وَجْهَهَا وَالرَّفَثِ وَالْفُسُوْقِ وَالْجِدَالِ وَقَتْلِ الصَّيْدِ وَالْإِشَارَةِ إِلَيْهِ وَالدَّلَالَةِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: (۱۷) اور طواف داہنی طرف سے شروع کرنا۔ (۱۸) اور طواف میں پیدل چلنا، اس شخص کے لئے جس کو کوئی عذر نہ ہو۔ (۱۹) دونوں حدث سے پاک ہونا۔ (۲۰) ستر کا چھپانا۔ (۲۱) طوافِ زیارت کے اکثر چکر کو (ایام نحر میں) ادا

کرنے کے بعد کم (باقی تین) چکر ادا کرنا۔(۲۲) ممنوعات کا چھوڑ دینا۔ جیسے مرد کا سلے ہوئے کپڑے پہننا، اور اپنے سر اور چہرے وغیرہ کو ڈھانپنا اور عورت کا صرف اپنے چہرے کو ڈھانپنا، اور رفث (فحش کلام کرنا)، اور فسوق (گناہ)، اور جدال (لڑنا)، اور شکار کا قتل کرنا، اور شکار کی طرف اشارہ کرنا، اور اس پر (دوسرے شکاری کی) رہنمائی کرنا۔

سوال: احرام کہاں سے باندھا جائے گا؟

جواب: میقات سے احرام باندھنا واجب ہے، یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

سوال: میقات کس جگہ کو کہتے ہیں؟ نیز میقات کتنے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: میقات اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔("الهداية"، كتاب الحج، ج۱، ص۱۳۳۔۱۳۴)

میقات پانچ ہیں:

(۱) ذُوالحلیفہ: یہ مدینہ طیبہ کی میقات ہے۔ اس زمانہ میں اس جگہ کا نام ابیارِ علی ہے۔ ہندوستانی یا اور ملک والے حج سے پہلے اگر مدینہ طیبہ کو جائیں اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو تو وہ بھی ذُوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

(۲) ذاتِ عرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

(۳) جحفہ: یہ شامیوں کی میقات ہے مگر جحفہ اب بالکل معدوم سا ہو گیا ہے وہاں آبادی نہ رہی، صرف بعض نشان پائے جاتے ہیں اس کے جاننے والے اب کم ہوں گے، لہٰذا اہلِ شام رابغ سے احرام باندھتے ہیں کہ جحفہ رابغ کے قریب ہے۔

(۴) قَرن: یہ نجد (موجودہ ریاض) والوں کی میقات ہے، یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

(۵) یَلَملَم: اہلِ یمن کے لئے۔

سوال: وقوفِ عرفات کب تک واجب ہے؟

جواب: دن میں وقوف کیا تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب ڈوب جائے خواہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا ہو یا بعد میں، غرض غروب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لئے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔

سوال: حج کے واجبات کو مختصراً تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: حج کے واجبات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) میقات سے احرام کا شروع ہونا۔

(۲) اور عرفات میں ٹھہرنے کو غروب تک دراز کرنا۔

(۳) مقررہ وقت میں مزدلفہ کا وقوف کرنا

عَرفات کا وُقوف کرتے ہوئے غروب کے بعد مزدلفہ کے لئے نکلتے ہیں اور رات کا اکثر حصہ مزدلفہ میں گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ اسی دوران مغرب وعشاء ملا کر پڑھنا ہوتی ہیں جن کا مزدلفہ میں ہی پڑھنا واجب ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے بغیر کسی شرعی عذر کے رات عرفات یا راستے میں گزاری یا براہِ راست مِنٰی یا مکہ مکرمہ چلا گیا تو ایسا شخص اِساءَت یعنی برے کام کا مُرتکب ہوا۔

وقوفِ مزدلفہ کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں کی فجر کا وقت ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کم از کم ایک لمحہ کے لئے مزدلفہ میں ہونا واجب ہے اور یہیں پورا وقت یعنی فجر کا وقت شروع ہونے سے لے کر خوب روشنی ہو جانے تک کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہو مزدلفہ میں ٹھہرنا سنّت ہے وقوفِ مزدلفہ کا وقت بھی خاص دعا کا وقت ہے۔

(۴) دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کرنا

تینوں دنوں میں سے ہر دن کی رمی الگ الگ واجب ہے۔ ہر جمرے کو سات سات کنکریاں مارنا بھی واجب ہے۔ اَقلّ یعنی آدھے سے کم کنکریاں مارنے پر دم لازم ہو گا پہلے دن سات کے بجائے صرف تین کنکریاں مارنا اَقلّ ہے۔ دیگر ایام میں ۲۱ کے بجائے صرف ۱۰ مارنا اَقلّ ہے۔

(۵)قِران اور تمتع والے کا قربانی کرنا

قِران اور تَمَتُّع کا حج کرنے والے کے لئے قربانی کرنا واجب ہے اور یہ قربانی شکرانے کے طور پر ہے۔ البتہ حجِ اِفراد والے کے لئے یہ قربانی مستحب ہے۔ جانور کی عمر اور اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں ہیں۔

(۶) حلق یا تَقصیر کرنا ویسے تو یہ عمل احرام سے نکلنے کے لئے شرط ہے لیکن الگ سے حج کا ایک واجب بھی ہے اور مزید بھی کچھ تفصیل اس واجب کے ساتھ موجود ہے۔

سوال: حلق اور تقصیر کے متعلق کچھ بتائیں۔

جواب: حلق اور تَقصیر کے بارے میں اہم معلومات یہ ہے کہ

(۱) عرفِ عام میں حَلْق کے معنی ہیں گنجا ہونا جو کہ عام طور پر اُسترے کے ذریعے ہوا جاتا ہے۔ اگر کسی نے اُسترہ استعمال کئے بغیر ہی حلق کی طرح بال مکمل صاف کر لئے مثلاً کوئی پاؤڈر استعمال کیا یا اُسترے کے بجائے پتھر کے ذریعے بال صاف کئے یا نوچ نوچ کر بال صاف کئے تو بھی حلق کرنا پایا جائے گا۔ البتہ عام مشین کے ذریعے بال دور کرنا حلق نہیں کہلائے گا کیونکہ حلق کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ اس طرح کی مشین سے بال صاف کرنے پر صادق نہیں آتی۔ البتہ ایسی مشین استعمال کی جو بال اُکھیڑتی ہو تو جُداگانہ بات ہے اور بال نوچنے کا حکم بیان ہو چکا ہے۔ فی زمانہ جو الیکٹرک مشینیں صفر نمبر پر بال کاٹتی ہیں وہ اُسترے کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟ یہ بات قابلِ تحقیق ہے۔ مثلاً ایک شخص کے بال ایک پورے سے کم تھے پہلے سے عمرہ کر کے حلق کرا چکا تھا اب ایسی مشین اسے کفایت کرے گی یا نہیں اور وہ اُسترے ہی کی طرح کام کرتی ہے یا نہیں؟ بہت ساری اور مختلف انداز کی الیکٹرک مشینیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں ان کے انداز اور کام پر فی الحال کوئی تحقیق نہیں۔

(۲) حَلْق صرف مردوں کے لئے ہے، عورتوں کو حلق کروانا حرام ہے۔ حلق میں کم از کم چوتھائی سر گنجا کروانا واجب ہے پورے سر کا حلق سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۳)تقصیر ویسے تو بال چھوٹا کرنے کو کہتے ہیں لیکن احرام سے باہر آنے کے لئے مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے مطلوبہ تقصیر اس وقت پائی جائے گی جب کم از کم چوتھائی سر کے بالوں میں سے ہر بال اُنگلی کے ایک پَورے کے برابر یعنی تقریباً ایک اِنچ کاٹ لئے جائیں۔

(۷) حلق یا تقصیر کا ایامِ نحر میں ہونا۔ حج کے احرام کو ختم کرنے کے لئے مخصوص وقت کی پابندی کرنا بھی ضروری ہے۔ حلق یا تقصیر کا وجوبی وقت دس ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے لے کر بارہ ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب تک ہے۔ البتہ افضل پہلا دن یعنی دسویں ذوالحجہ ہے۔ یہ بات پہلے ہی بیان ہو چکی ہے کہ پہلے دن کی رمی کرنے کے بعد پہلے قربانی اور پھر حلق کرے گا کہ یہ ترتیب واجب ہے۔

(۸) پہلے دن کی رمی پھر قربانی پھر حلق و تقصیر میں ترتیب ہونا حاجی تین قسم کے ہیں ان میں سے حجِ افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں جبکہ حجِ قران اور حجِ تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے۔ لہٰذا قارن اور متمتع حاجی سب سے پہلے ۱۰ ذوالحجہ کو یعنی پہلے دن کی رمی اپنے وقت میں کرے گا پھر قربانی کرے گا اور اس کے بعد حلق یا تقصیر کرے گا۔ ان تینوں اُمور میں ترتیب واجب ہے۔ البتہ حجِ افراد والے پر قربانی واجب نہیں اس پر دو چیزوں میں ہی ترتیب واجب ہے کہ پہلے رمی کرے گا پھر حلق یا تقصیر۔

(۹) قارن اور متمتع کا حلق اور رمی کے درمیان قربانی کرنا قارن اور متمتع پر قربانی کرنا واجب ہے لہٰذا قربانی حلق اور رمی کے بیچ میں کرے گا جیسا کہ اوپر گزرا۔

(۱۰) طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ایامِ نحر میں ہونا طوافِ زیارت حج کا دوسرا فرض ہے جس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ طوافِ زیارت کے چار پھیرے رکن ہیں یعنی ان کے بغیر طوافِ زیارت کا فرض ادا نہ ہو گا۔ بقیہ تین پھیرے واجب ہیں۔ طوافِ زیارت کے کم از کم چار پھیرے ۱۰ ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے لے کر بارہویں تاریخ کو غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے کسی بھی وقت میں کرنا واجب ہیں۔ البتہ افضل وقت پہلا دن ہے۔ جبکہ بقیہ تین پھیرے ایامِ نحر کے بعد کئے تو ترکِ واجب نہ ہوا۔

(۱۱) صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا یعنی سعی کرنا ویسے تو سعی ہر عمرہ کرنے والا بھی کرتا ہے لیکن عمرہ سے ہٹ کر مستقل طور پر حج کی سعی ایک جداگانہ واجب ہے۔ حج کی واجب سعی حج کا احرام باندھنے کے بعد حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔ حج سے پہلے کرنا ہو تو حج کا احرام باندھ کر کسی بھی نفلی طواف کے بعد ادا کی جا سکتی ہے اور اس طواف میں رَمَل اور اِضطباع دونوں افعال کرنے ہوں گے۔ حج کے بعد کرنا ہو تو احرام ضروری نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ احرام میں نہ ہو اسی طرح حج کے بعد سعی کرنے پر یہ بھی مسنون ہے کہ حلق سے فارغ ہو کر طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے۔ حج کے بعد سعی کرنا ہو تو طوافِ زیارت سے پہلے نہیں ہو سکتی، پہلے طوافِ زیارت ہو گا پھر سعی ہو گی اور مسنون یہ ہے کہ طواف کے بعد سعی میں تاخیر نہ کرے۔

(۱۲) اور سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جس کا اعتبار کیا جاسکے اس کا مطلب یہ ہے کہ سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جو جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں کیا گیا ہو، پس ایسی سعی کو معتبر طواف کے بعد کرنا کہا جائے گا۔ کیونکہ ناپاکی کی حالت میں کیا جانے والا طواف معتبر نہیں ہوتا۔

(۱۳) عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا پیدل سعی کرنا یہ بھی در حقیقت سعی کا واجب ہے اور حج و عمرہ دونوں کی سعی عذر نہ ہو تو پیدل کرنا واجب ہے۔

(۱۴) سعی صفا سے شروع کرنا صفا کی پہاڑی سے سعی شروع کرنا یہ در حقیقت سعی کا واجب ہے کہ جب بھی سعی ہو گی خواہ حج کی ہو یا عمرہ کی صفا سے شروع کرنا واجب ہے۔

(۱۵) طوافِ رخصت کی ادائیگی حاجی حج وغیرہ سے فارغ ہو کر جب وطن واپس ہونے لگے تو آخر میں بیت اللہ کا طواف کرے اس طواف کے کئی نام ہیں: طوافِ رُخصت، طوافِ وَداع اور طوافِ صَدُر۔ اس طواف میں نہ تو احرام ضروری ہے نہ ہی اس طواف میں رَمَل ہوتا ہے اور نہ ہی اس طواف کے بعد سعی کرنا ہے۔

(۱۶) حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا طواف کرنے والا حجرِ اسود سے تھوڑا پہلے کھڑے ہو کر نیت کرے گا پھر حجرِ اسود کے سامنے آجائے گا تاکہ اس کا پورا بدن حجرِ اسود کے سامنے سے گزر جائے۔ البتہ عین حجرِ اسود کے

سامنے کھڑے ہو کر نیت کی تب بھی ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کوئی حجرِ اسود سے ابتدا نہ کرے بلکہ رکنِ یمانی یا کسی اور جگہ سے کرے تو جائز نہیں بلکہ حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے طواف شروع کرنا مکروہِ تحریمی اور ترکِ واجب ہے۔

(۱۷) طواف کا دائیں جانب سے ہونا دائیں طرف سے طواف شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حجرِ اسود کی طرف منہ کر کے اِستلام کر لے تو پھر اپنے دائیں جانب آگے بابِ کعبہ کی طرف بڑھے کہ جب اس نے حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر استلام کیا اور اس کا سینہ کعبے شریف کی طرف تھا تو اس حالت میں اس کے پاس دائیں اور بائیں دونوں طرف جانے کا راستہ موجود ہے لیکن شریعتِ مطہرہ نے یہ حکم دیا ہے کہ یہ دائیں طرف یعنی خانہ کعبہ کے دروازے کی طرف آگے بڑھتا ہوا طواف کرے۔ سب لوگ اسی انداز پر طواف کر رہے ہوں گے۔ کوئی شخص اس کا اُلٹ کرے تو عجوبہ ہی کہلائے گا اور عام طور سے کوئی اُلٹ کر بھی نہیں رہا ہوتا۔

(۱۸) عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا جو چلنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ وہیل چیئر پر یا کسی کے کندھے یا گود میں بیٹھ کر یا سانپ کی طرح پیٹ کے بل گھسٹ کر طواف نہیں کر سکتا۔ یہ حکم ہر قسم کے طواف کا ہے۔ لہٰذا طوافِ نفل بھی پیدل چل کر کرنا واجب ہے۔

(۱۹) طواف کرنے میں نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونا ہر قسم کا طواف چاہے نفلی ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے طہارتِ حکمیہ کا پایا جانا یعنی غسل اور وضو سے ہونا واجب ہے۔ اس واجب کے تحت جب بھی جَنابَت کا تذکرہ آئے گا تو حالتِ حیض و نفاس میں کئے گئے طواف کا بھی وہی حکم ہو گا۔ ہر جگہ تینوں کیفیتوں کا ذکر نہیں کیا گیا بعض جگہوں پر ایک کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

(۲۰) طواف کرتے وقت سِتر بقدرِ مانعِ نماز کھلا نہ رہنا ویسے تو عام حالات میں سِترِ عورت لازمی ہے اور نماز میں بھی مرد و عورت کے لئے اپنی اپنی تفصیل کے مطابق سِترِ عورت فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہو گی۔ البتہ طواف کے دوران سِترِ عورت صرف واجب ہے یعنی سِترِ عورت کی کوتاہی پر طواف ہو تو جائے گا مگر بعض صورتوں میں صدقہ اور بعض صورتوں میں دَم دینا لازم ہو گا۔ اگر جان بوجھ کر ہو تو توبہ بھی کرنی ہو گی۔ مرد اور

عورت سے متعلق سِترِ عورت کی تفصیل وہی ہے جو نماز کی شرائط میں ذکر کی جاتی ہے۔یعنی اگر ایک عُضو کا چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو کفارہ لازم ہوگا۔ اگر چند اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ کھلا رہا کہ ہر کھلا حصہ اس عُضو کی چوتھائی سے کم ہے، مگر ان کا مجموعہ اُن کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے، اس کی چوتھائی کے برابر ہے تب بھی کفارہ لازم ہوگا۔

(۲۱) طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ایامِ نحر میں ہونا طوافِ زیارت حج کا دوسرا فرض ہے جس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ طوافِ زیارت کے چار پھیرے رکن ہیں یعنی ان کے بغیر طوافِ زیارت کا فرض ادا نہ ہوگا۔ بقیہ تین پھیرے واجب ہیں۔ طوافِ زیارت کے کم از کم چار پھیرے ۱۰ ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے لے کر بارہویں تاریخ کو غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے کسی بھی وقت میں کرنا واجب ہیں۔ البتہ افضل وقت پہلا دن ہے۔ جبکہ بقیہ تین پھیرے ایامِ نحر کے بعد کئے تو ترکِ واجب نہ ہوا۔

سوال: حرم کتنا بڑا ہے اور اس کی حدود کیا ہیں؟

جواب: حَرم کی وَضاحَت: **عام بول چال میں لوگ "مسجدِ حرام" کو حَرَم شریف** کہتے ہیں، اِس میں کوئی شک نہیں کہ **مسجدِ حرام شریف حرمِ محترم ہی میں داخِل ہے** مگر حرم شریف مَکّہ مکرّمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعۡظِیۡماً سَمیت اُس کے اِرد گرد مِیلوں تک پھیلا ہوا ہے اور ہر طرف اس کی حَدیں بنی ہوئی ہیں۔ مَثَلاً جَدَّہ شریف سے آتے ہوئے **مَکَّہ مُعَظَّمہ** زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعۡظِیۡماً سے قبل ۲۳ کلومیٹر پہلے پولیس چوکی آتی ہے، یہاں سڑک کے اُوپر بورڈ پر جَلی حُروف میں لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ فَقَط (یعنی صِرف مسلمانوں کے لئے) لکھا ہوا ہے۔ اِسی سڑک پر جب مزید آگے بڑھتے ہیں تو بِیۡرِشَمِیۡس یعنی حُدَیۡبِیہ کا مقام ہے، اِس سَمت پر **"حرم شریف"** کی حَد یہاں سے شُروع ہو جاتی ہے۔ "ایک مُؤرِّخ کی جدید پیمائش کے حساب سے **حرم** کے رَقبے کا دائرہ ۱۲۷ کلومیٹر ہے جبکہ کُل رقبہ ۵۵۰ مُرَبَّع کلومیٹر ہے۔" (تاریخ مکہ مکرمہ ص ۱۵)

جنگلوں کی کانٹ چھانٹ، پہاڑوں کی تراش خراش اور سُرنگوں (TUNNELS) کی ترکیبوں وغیرہ کے ذَرِیعے بنائے جانے والے نئے راستوں اور سڑکوں کے سبب وہاں فاصلے میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے حَرَم کی اصل حُدود وُہی ہیں جن کا احادیثِ مبارَکہ میں بیان ہوا ہے۔

سوال: کون سی باتیں احرام میں حرام ہیں؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزیں حالتِ احرام میں احرام باندھتے ہی حرام ہو جاتی ہیں: (۱)عورت سے صحبت۔ (۲) بوسہ۔(۳)مساس۔(۴) گلے لگانا۔(۵)اُس کی اندام نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔ (۶)عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔ (۷) فحش۔(۸) گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے۔ (۹) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔ (۱۰)جنگل کا شکار۔(۱۱)اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا۔(۱۲)یا کسی طرح بتانا۔(۱۳)بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو چُھری دینا۔(۱۴)اس کے انڈے توڑنا۔(۱۵) پَر اُکھیڑنا۔(۱۶) پاؤں یا بازو توڑنا۔(۱۷)اُس کا دودھ دوہنا۔(۱۸) اُس کا گوشت۔یا(۱۹) انڈے پکانا، بھوننا۔ (۲۰) بیچنا۔(۲۱) خریدنا۔(۲۲) کھانا۔ (۲۳) اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا۔ (۲۴) سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔ (۲۵)منہ،یا(۲۶)سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ (۲۷)بستہ یا کپڑے کی بُقچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔ (۲۸)عمامہ باندھنا۔ (۲۹)بُرقع (۳۰)دستانے پہننا۔ (۳۱)موزے یا جُرابیں وغیرہ جو وسطِ قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔ (۳۲) سِلا کپڑا پہننا۔ (۳۳)خوشبو بالوں،یا(۳۴)بدن،یا(۳۵) کپڑوں میں لگانا۔ (۳۶)ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔(۳۷)خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دار چینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔ (۳۸)ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مُشک، عنبر، زعفران۔ (۳۹) سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبو دار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔(۴۰)وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔ (۴۱) گوند وغیرہ سے بال جمانا۔ (۴۲)زیتون،یا(۴۳)تِل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔ (۴۴) کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو۔ (۴۵)جُوں مارنا۔(۴۶) پھینکنا۔(۴۷) کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔(۴۸) کپڑا اس کے مارنے کو دھونا۔یا(۴۹) دھوپ میں ڈالنا۔(۵۰) بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جُوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔ ("الفتاوی الرضویة"، ج۱۰، ص۷۳۲.)

وَسُنَنُ الْحَجِّ : مِنْهَا الْاِغْتِسَالُ وَلَوْ لِحَائِضٍ وَنُفَسَاءَ أَوِ الْوُضُوْءُ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ وَلُبْسُ أِزَارٍ وَرِدَاءٍ جَدِيْدَيْنِ أَبْيَضَيْنِ وَالتَّطَيُّبُ وَصَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ وَالْإِكْثَارُ مِنَ التَّلْبِيَةِ بَعْدَ الْإِحْرَامِ رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ

مَتٰی صَلّٰی أَوْ عَلَا شَرْفًا أَوْ هَبَطَ وَادِيًا أَوْ لَقِيَ رَكْباً وَبِالْأَسْحَارِ وَتَكْرِيْرُهَا كُلَّمَا أَخَذَ فِيْهَا وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُؤَالِ الْجَنَّةِ وَصُحْبَةِ الْأَبْرَارِ وَالْإِسْتِعَاذَةِ مِنَ النَّارِ وَالْغُسْلُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ وَدُخُوْلُهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلَّاةِ نَهَارًا وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ تِلْقَاءَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ وَالدُّعَاءُ بِمَا أَحَبَّ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ وَهُوَ مُسْتَجَابٌ۔

ترجمہ: حج کی سنّتیں: حج کی سنتوں میں سے (۱) غسل کرنا ہے۔ اگرچہ حائضہ ہو یا نفاس والی ہو، یا وضو کرنا، جبکہ وہ احرام کا ارادہ کرے (۲) اور تہبند اور چادر کا پہننا جو نئی سفید ہوں۔ (۳) خوشبو لگانا۔ (۴) دو رکعت نفل پڑھنا۔ (۵) احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کثرت سے کہنا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے والا ہو۔ جب نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا کسی پست زمین میں اترے، یا قافلہ سے ملے، اور صبح کے وقت (ان اوقات میں تلبیہ کو بکثرت اور بلند آواز سے کہنا) اور اس کو بار بار کہنا، جس وقت بھی تلبیہ کہنا شروع کرے (کم از کم تین بار کہے) (۶) نبی ﷺ پر بکثرت درودِ پاک پڑھنا۔ (۷) جنّت اور نیک لوگوں کی صحبت کا کثرت سے سوال کرنا، اور دوزخ سے پناہ مانگنا۔ (۸) اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا۔ (۹) اور مکہ مکرمہ میں بابِ معلاۃ (ایک خاص دروازے کے نام) سے دن کے وقت داخل ہونا۔ (۱۰) (بوقتِ زیارت) بیت اللہ کے سامنے تکبیر و تہلیل کرنا۔ (۱۱) اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگنا، کیونکہ وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔

سوال: تلبیہ کسے کہتے ہیں؟ اور کتنی بار کہنا ہے؟

جواب: خواہ **عُمرے** کی نیّت کریں یا **حج** کی یا **حجِّ قِران** کی تینوں صورتوں میں نیّت کے بعد کم اَز کم ایک بار لَبَّیْك کہنا لازِمی ہے اور تین بار کہنا افضل، اسی لبّیک کو تلبیہ کہتے ہیں۔ لَبَّیْك یہ ہے:

لَبَّيْكَ ط اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ط لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ط لَا شَرِيْكَ لَكَ

اِحرام اور نیتِ حج و عمرہ کرنے کے بعد، اب یہ لَبَّیْك ہی وَظیفہ اور وِرد ہے، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اِس کا خوب وِرد کیجئے۔

دو فرامینِ مصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: [۱] جب لَبَّيْك کہنے والا لَبَّيْك کہتا ہے تو اسے **خوشخبری** دی جاتی ہے۔ عرض کی گئی: یَارَسُولَ الله صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کیا جنّت کی خوشخبری دی جاتی ہے؟ اِرشاد فرمایا: "ہاں" (مُعجَم اَوْسَط ج۵ ص۴۱۰ حدیث ۷۷۷۹)

[۲] جب مسلمان "لَبَّيْك" **کہتا** ہے تو اُس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری سِرے تک جو بھی پتھر، دَرَخت اور ڈھیلا ہے وہ سب **لَبَّيْك** کہتے ہیں۔ (تِرمِذی ج۲ ص۲۲۶ حدیث ۸۲۹)

سوال: تلبیہ کب کب کہنا ہے؟

جواب: [۱] اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، وُضو بے وُضو ہر حال میں لَبَّيْك کہیے [۲] خُصوصاً چڑھائی پر چڑھتے، ڈھلوان اُترتے (سیڑھیوں پر چڑھتے اُترتے)، دو قافلوں کے ملتے، صُبح و شام، پچھلی رات، پانچوں وَقت کی نمازوں کے بعد، غَرَض کہ ہر حالت کے بدلنے پر لَبَّيْك کہیے [۳] جب بھی لَبَّيْك شُروع کریں کم از کم تین بار کہیں [۴] مُعْتَمِر یعنی عُمرہ کرنے والا اور "مُتَمَتِّع" بھی عُمرہ کرتے وَقت جب کَعبہ مشرَّفہ کا طواف شُروع کرے اُس وَقت حَجر اَسوَد کا پہلا اِستِلام کرتے ہی لَبَّيْك کہنا چھوڑ دے۔

سوال: لَبَّيْك کہنے کے بعد کیا کریں؟

جواب: لَبَّيْك سے فارغ ہونے کے بعد **دُعا مانگنا سُنَّت ہے**، جیسا کہ حدیثِ مُبارَکہ میں ہے کہ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جب لَبَّيْك سے فارِغ ہوتے تو الله عَزَّوَجَلَّ سے اُس کی خوشنودی اور جنّت کا سُوال کرتے اور جہنَّم سے پناہ مانگتے۔ (مُسنَدِ اِمام شافعی ص۱۲۳)

یقیناً ہمارے پیارے آقا صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے الله عَزَّوَجَلَّ خوش ہے، بِلاشُبہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَطعی جنّتی بلکہ بَعَطائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ مالِکِ جنّت ہیں مگر یہ سب دُعائیں دیگر بَہُت ساری حکمتوں کے ساتھ ساتھ اُمّت کی تعلیم کے لئے بھی ہیں کہ ہم بھی سنّت سمجھ کر دُعا مانگ لیا کریں۔

سوال: کَعبہ مُشرَّفہ پر پہلی نظر پڑے تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: جوں ہی **کَعْبۂ مُعَظَّمہ** پر پہلی نظر پڑے تین بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَر ط کہئے اور دُرُود شریف پڑھ کر دُعا مانگئے کہ کَعْبَۃُ الله شریف پر پہلی نظر جب پڑتی ہے اُس وَقْت مانگی ہوئی دُعا ضَرور قَبول ہوتی ہے۔ آپ چاہیں تو یہ دُعا مانگ لیجئے کہ "یااَللهعَزَّوَجَلَّ! **میں جب بھی کوئی جائز دُعا مانگا کروں اور اُس میں بہتری ہو تو وہ قَبول ہُوا کرے۔**"

حضرتِ علّامہ شامی قُدِّسَ سِرُّهُ السّامی نے فُقَہائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے حوالے سے لکھا ہے: کعبۃُ اللہ پر پہلی نظر پڑتے وَقت جنَّت میں بے حساب داخلے کی دُعا مانگی جائے اور دُرُود شریف پڑھا جائے۔ (رَدُّالْمُحتار ج۳ص ۵۷۵)

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) غسل کرنا ہے: اگرچہ کرنے والی عورت حائضہ ہو یا نفاس والی ہو، یا وضو کرنا، جبکہ وہ احرام کا ارادہ کرے۔

(۲) اور تہبند اور چادر کا پہننا جو نئی سفید ہوں: جس کو احرام کی چادریں کہتے ہیں۔

(۳) خوشبو لگانا: احرام باندھنے کے لئے غسل کرنے کے بعد اور نیت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا مسنون ہے۔

(۴) دو رکعت نفل پڑھنا: اگر مکروہ وقت نہ ہو تو احرام باندھنے کے بعد اور نیت کرنے سے پہلے دو رکعت نفل ادا کرنا مسنون ہے۔

(۵) احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کثرت سے کہنا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے والا ہو۔ جب نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا کسی پست زمین میں اترے، یا قافلہ سے ملے، اور صبح کے وقت (ان اوقات میں تلبیہ کو بکثرت اور بلند آواز سے کہنا) اور اس کو بار بار کہنا، جس وقت بھی تلبیہ کہنا شروع کرے (کم از کم تین بار کہے)۔ یعنی ہر حالت کے بدلنے کے وقت تلبیہ کہتا رہے کہ یہی اس کا وظیفہ رہے۔

(۶) نبی صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم پر بکثرت درودِ پاک پڑھنا۔

(۷) جنّت اور نیک لوگوں کی صحبت کا کثرت سے سوال کرنا، اور دوزخ سے پناہ مانگنا۔

(۸) اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا۔

(۹) اور مکہ مکرمہ میں بابِ معلاۃ (ایک خاص دروازے کے نام) سے دن کے وقت داخل ہونا۔

(۱۰)(بوقتِ زیارت) بیت اللہ کے سامنے تکبیر و تہلیل کرنا۔

(۱۱) اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگنا، کیونکہ وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔

وَطَوَافُ الْقُدُوْمِ وَلَوْ فِيْ غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْاِضْطِبَاعُ فِيْهِ وَالرَّمَلُ إِنْ سَعٰى بَعْدَهٗ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْهَرْوَلَةُ فِيْمَا بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ لِلرِّجَالِ وَالْمَشْيُ عَلٰى هِيْنَةٍ فِيْ بَاقِي السَّعْيِ وَالْإِكْثَارُ مِنَ الطَّوَافِ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ النَّفْلِ لِلْآفَاقِيِّ وَالْخُطْبَةُ بَعْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ يَوْمَ سَابِعِ الْحِجَّةِ بِمَكَّةَ وَهِيَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ بِلَا جُلُوْسٍ يُعَلِّمُ الْمَنَاسِكَ فِيْهَا وَالْخُرُوْجُ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ مِنْ مَكَّةَ لِمِنًى وَالْمَبِيْتُ بِهَا ثُمَّ الْخُرُوْجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى عَرَفَاتٍ فَيَخْطُبُ الْإِمَامُ بَعْدَ الزَّوَالِ قَبْلَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ مَجْمُوْعَةً جَمْعَ تَقْدِيْمٍ مَعَ الظُّهْرِ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَالْاِجْتِهَادُ فِي التَّضَرُّعِ وَالْخُشُوْعِ وَالْبُكَاءِ بِالدُّمُوْعِ وَالدُّعَاءِ لِلنَّفْسِ وَالْوَالِدَيْنِ وَالْإِخْوَانِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا شَاءَ مِنْ أَمْرِ الدَّارَيْنِ فِي الْجَمْعَيْنِ وَالدَّفْعُ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَالنُّزُوْلُ مِنْ مُزْدَلِفَةَ مُرْتَفِعًا عَنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَالْمَبِيْتُ بِهَا لَيْلَةَ النَّحْرِ وَالْمَبِيْتُ بِمِنًى أَيَّامَ مِنًى بِجَمِيْعِ أَمْتِعَتِهٖ وَكُرِهَ تَقْدِيْمُ ثَقَلِهٖ إِلٰى مَكَّةَ إِذْ ذَاكَ۔

ترجمہ:(۱۲) اور طوافِ قدوم اگرچہ حج کے مہینوں کے علاوہ میں ہو۔(۱۳) اور طواف میں اضطباع اور رمل کرنا، اگر سعی کرے اس کے بعد حج کے مہینوں میں۔(۱۴) اور میلین اخضرین کے درمیان تیزی کے ساتھ چلنا مردوں کے لئے (عورتیں آہستہ ہی چلیں گی، ان کو دوڑنا نہیں ہے)، اور باقی سعی میں نرمی اور سکون سے چلنا۔(۱۵) اور کثرت سے طواف کرنا، اور وہ افضل ہے نفل نماز سے آفاقی کے لئے۔(۱۶) اور خطبہ دینا۔(امام کے لئے) ظہر کی نماز کے بعد ساتویں ذی الحجہ کو مکہ میں، اور یہ ایک خطبہ ہے بغیر (درمیان میں) بیٹھنے کے، اور اس خطبہ میں امام حج کے طریقے کو سکھائے۔(۱۷) اور یوم ترویہ (آٹھویں تاریخ کو) آفتاب نکلنے کے بعد مکہ سے منی کے لئے نکلنا۔(۱۸) اور منی میں رات گزارنا۔(۱۹) پھر عرفہ کے دن (نویں ذی الحجہ کو) آفتاب نکلنے کے بعد عرفات کی طرف نکلنا۔(۲۰) پس امام دو خطبے دے اور ان دونوں کے درمیان

بیٹھے،زوال کے بعد ظہر و عصر سے پہلے ،اس حال میں کہ (عصر کی نماز) ظہر کے ساتھ جمع تقدیم(اپنے وقت سے مقدم کر کے) پڑھی جائے گی۔(۲۱)اور کوشش کرنا عاجزی اور خشوع اور آنسوئوں کے ساتھ رونے میں،اور دعا کرنا اپنے لئے اور والدین اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین و دنیا کے کاموں میں سے جس کی آرزو ہو،دونوں جمع ہونے کی جگہ میں(عرفات و مزدلفہ میں)۔(۲۲)اور غروبِ آفتاب کے بعد سکون و وقار کے ساتھ عرفات سے روانہ ہونا۔(۲۳)اور مزدلفہ میں اترنا بطنِ وادی سے اوپر ہٹ کر جبلِ قزح کے قریب۔(۲۴)اور نحر کی رات مزدلفہ میں گزارنا۔(۲۵)اور ایامِ منی میں اپنے سارے سامان کے ساتھ منی میں رہنا اور اپنے سامان کو ان دونوں میں (پہلے سے) بھیج دینا مکروہ ہے۔

سوال: طوافِ قدوم کسے کہتے ہیں؟

جواب: طوافِ قُدوم:مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر کیا جانے والا طواف ہے،یہ "افراد"یا"قِران"کی نیت سے حج کرنے والوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے۔

سوال: اضطباع اور رمل کسے کہتے ہیں؟

جواب: **طواف** شُروع کرنے سے قَبْل مرد کو **اِضْطِباع** کرنا سنت ہے یعنی چادر سیدھے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر اُس کے دونوں پَلّے اُلٹے کندھے پر اِس طرح ڈال لیں کہ سیدھا کندھا کُھلا رہے۔

مَرد اِبتِدائی تین پھیروں میں **رَمَل** کرتے چلیں یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتے،شانے(یعنی کندھے) ہِلاتے چلیں جیسے قَوی و بَہادر لوگ چلتے ہیں۔ بعض لوگ کُودتے اور دوڑتے ہوئے جاتے ہیں، یہ **سُنَّت** نہیں ہے۔جہاں جہاں بِھیڑ زیادہ ہو اور رَمَل میں خود کو یا دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو اُتنی دیر رَمَل ترک کر دیجئے مگر **رَمَل** کی خاطر رُکئے نہیں ، طواف میں مَشْغُول رہئے۔پھر جُوں ہی موقع ملے،اُتنی دیر تک کے لئے **رَمَل** کے ساتھ طواف کیجئے۔

اور اگر کعبہ سے نزدیک ہونے میں ہُجُوم کے سبب **رَمَل** نہ ہو سکے تو اب دُوری بہتر ہے۔اسلامی بہنوں کیلئے طواف میں خانۂ کعبہ سے دُوری افضل ہے۔

سوال: میلین اخضرین کسے کہتے ہیں؟

جواب: مِیلَین اَخضَرَین:یعنی دو سبز نشان صفا سے جانب مروہ کچھ دور چلنے کے بعد تھوڑے فاصلے پر دونوں طرف کی دیواروں اور چھت میں سبز لائٹیں لگی ہوئی ہیں۔ نیز ابتدا اور انتہا پر فرش بھی سبز ماربل کا پٹا بنا ہوا ہے۔ ان دونوں سبز نشانوں کے درمیان دوران سعی مردوں کو دوڑنا ہوتا ہے۔ عورتیں نہ دوڑیں بلکہ اپنی درمیانہ چال سے چلتی رہیں۔

سوال: آفاقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ شخص جو "مِیقات" کی حُدُود سے باہَر رہتا ہو۔

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱۲)اور طوافِ قدوم اگرچہ حج کے مہینوں کے علاوہ میں ہو:حج کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ وہ آفاقی حاجی جو حجِ افراد یا قران کرنے والا ہے اس کے لئے طوافِ قدوم کرنا سنت ہے، اور وہ آفاقی حاجی جو حجِ تمتع کرنے والا ہے یا اہلِ مکہ، ان کو طوافِ قدوم کرنا مسنون نہیں ہے۔

(۱۳)اور طواف میں اضطباع اور رمل کرنا، اگر سعی کرے اس کے بعد حج کے مہینوں میں۔

(۱۴)اور میلین اخضرین کے درمیان تیزی کے ساتھ چلنا مردوں کے لئے (عورتیں آہستہ ہی چلیں گی، ان کو دوڑنا نہیں ہے)، اور باقی سعی میں نرمی اور سکون سے چلنا۔

(۱۵)اور کثرت سے طواف کرنا: اور یہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

(۱۶)اور خطبہ دینا۔(امام کے لئے) ظہر کی نماز کے بعد ساتویں ذی الحجہ کو مکہ میں، اور یہ ایک خطبہ ہے بغیر (درمیان میں) بیٹھنے کے، اور اس خطبہ میں امام حج کے طریقے کو سکھائے۔

(۱۷)اور یومِ ترویہ (آٹھویں تاریخ کو) آفتاب نکلنے کے بعد مکہ سے منیٰ کے لئے نکلنا۔

(۱۸)اور منیٰ میں رات گزارنا۔

(۱۹)پھر عرفہ کے دن (نویں ذی الحجہ کو) آفتاب نکلنے کے بعد عرفات کی طرف نکلنا۔

(۲۰)پس امام دو خطبے دے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھے،زوال کے بعد ظہر و عصر سے پہلے،اس حال میں کہ (عصر کی نماز)ظہر کے ساتھ جمع تقدیم(اپنے وقت سے مقدم کر کے)پڑھی جائے گی۔

(۲۱)اور کوشش کرنا عاجزی اور خشوع اور آنسوئوں کے ساتھ رونے میں،اور دعا کرنا اپنے لئے اور والدین اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین و دنیا کے کاموں میں سے جس کی آرزو ہو،دونوں جمع ہونے کی جگہ میں(عرفات و مزدلفہ میں)۔

(۲۲)اور غروبِ آفتاب کے بعد سکون و وقار کے ساتھ عرفات سے روانہ ہونا۔

(۲۳)اور مزدلفہ میں اترنا بطنِ وادی سے اوپر ہٹ کر جبلِ قزح کے قریب۔

(۲۴)اور نحر کی رات مزدلفہ میں گزارنا۔

(۲۵)اور ایامِ منی میں اپنے سارے سامان کے ساتھ منی میں رہنا اور اپنے سامان کو ان دونوں میں(پہلے سے)بھیج دینا مکروہ ہے۔

وَيَجْعَلُ مِنًى عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمَكَّةَ عَنْ يَسَارِهٖ حَالَةَ الْوُقُوْفِ لِرَمْيِ الْجِمَارِ وَكَوْنُهٗ رَاكِبًا حَالَةَ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِيْ كُلِّ الْأَيَّامِ مَاشِيًا فِي الْجَمْرَةِ الْأُوْلَى الَّتِيْ تَلِي الْمَسْجِدَ وَالْوُسْطٰى وَالْقِيَامُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ حَالَةَ الرَّمْيِ وَكَوْنُ الرَّمْيِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فِيْمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَزَوَالِهَا وَفِيْمَا بَيْنَ الزَّوَالِ وَغُرُوْبِ الشَّمْسِ فِيْ بَاقِي الْأَيَّامِ وَكُرِهَ الرَّمْيُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالرَّابِعِ فِيْمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَالشَّمْسِ وَكُرِهَ فِي اللَّيَالِي الثَّلَاثِ وَصَحَّ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ كُلَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الْأَيَّامِ إِلَّا اللَّيْلَةَ الَّتِيْ تَلِي عَرَفَةَ حَتّٰى صَحَّ فِيْهَا الْوُقُوْفُ بِعَرَفَاتٍ وَهِيَ لَيْلَةُ الْعِيْدِ وَلَيَالِي رَمْيِ الثَّلَاثِ فَإِنَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَالْمُبَاحُ مِنْ أَوْقَاتِ الرَّمْيِ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَبِهٰذَا عُلِمَتْ أَوْقَاتُ الرَّمْيِ كُلُّهَا جَوَازًا وَكَرَاهَةً وَاسْتِحْبَابًا۔

ترجمہ: (۲۶)اور منی کو اپنی داہنی طرف اور مکہ کو بائیں طرف کر لے،رمی جمار کے لئے کھڑے ہونے کی حالت میں۔(۲۷)اور اس کا سوار ہونا جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کی حالت میں تمام دنوں میں،اور جمرۂ اولی اور جمرۂ وسطی کی رمی کے

وقت پیدل ہونا، اور جمرۂ اولی وہ ہے جو مسجدِ خیف سے ملا ہوا ہے۔(۲۸)اور رمی کے وقت بطنِ وادی میں کھڑا ہونا، اور پہلے دن طلوعِ شمس اور زوال کے درمیان رمی کا ہونا، اور باقی دنوں میں زوال اور غروبِ شمس کے درمیان، اور پہلے اور چوتھے دن صبح صادق سے طلوعِ آفتاب کے درمیان رمی کرنا مکروہ ہے، اور تینوں راتوں میں (رمی کرنا) مکروہ ہے، (اگر راتوں میں رمی کرلی جائے) صحیح ہے، اس لئے کہ تمام راتیں تابع ہوتی ہیں اس کے بعد آنے والے دنوں کے، مگر وہ رات جو عرفہ سے متصل ہے(۹ذی الحجہ کے بعد کی رات ۹ذی الحجہ کے تابع ہے)، یہاں تک کہ اس رات مین وقوفِ عرفہ صحیح ہوتا ہے، (حالانکہ عرفہ کا دن گزارنے کے بعد ہوتا ہے)، اور یہی عید کی رات ہے (لہذا یہ رات ۹ اور ۱۰ دونوں کی مشترک رات ہوئی) اور تینوں جمروں پر رمی کرنے کی راتیں (گیارہویں، بارہویں، اور تیرہویں رات) اپنے ما قبل دنوں کے تابع ہیں، اور اوقاتِ رمی میں سب سے مباح وقت پہلے دن (۱۰ذی الحجہ کو) زوال کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک ہے۔ اور اس بیان سے رمی کے تمام اوقاتِ جائزہ، مکروہ اور مستحب معلوم ہو گئے۔

سوال: جمرہ کیاہے اور یہ کتنے ہیں؟

جواب: جَمُرہ: منٰی اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جَمُرہ کہتے ہیں، پہلا جو منٰی سے قریب ہے جمرہ اولی کہلاتاہے اور بیچ کا جمرہ وسطی اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العُقبیٰ کہلاتا ہے۔

سوال: رمی کرنے کے اوقات بیان کریں۔

جواب: پہلے دن کی رمی کا وقت: پہلے دن کی رمی کا وقت دسویں تاریخ کی فجر کا وقت شروع ہونے سے گیارہویں کی فجر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔ مسنون یہ ہے کہ دسویں کے سورج نکلنے سے لے کر زوال تک کرلی جائے زوال سے لے کر دسویں کا سورج غروب ہونے تک کرنا بھی مباح ہے۔ البتہ غروب ہونے سے فجر تک مکروہ ہے۔ دسویں کی فجر کی نماز کاوقت شروع ہونے سے سورج نکلنے تک کرنا بھی مکروہ ہے۔

دوسرے، تیسرے دن کی رمی کا وقت: دوسرے دن کی رمی کا وقت گیارہ تاریخ کو زوال کا وقت ختم ہونے یعنی ظہر کاوقت شروع ہونے سے لے کر اگلے دن کی فجر کا وقت شروع ہونے تک ہے البتہ بلا عذر سورج غروب ہونے کے بعد مکروہ ہے۔

یونہی تیسرے دن یعنی ۱۲ ذوالحجہ کی رمی کا وقت، زوال کا وقت ختم ہونے یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے سے لے کر اگلے دن کی فجر کا وقت شروع ہونے تک ہے البتہ بلاعذر سورج غروب ہونے کے بعد مکروہ ہے۔

چوتھے دن کی رمی کا وقت:۱۳ تاریخ کو اس کا وقت صبحِ صادق یعنی فجر کا وقت شروع ہونے سے سورج غروب ہونے تک ہے البتہ صبح سے زوال کا وقت باقی رہنے تک مکروہ ہے اور ظہر کا وقت شروع ہونے سے غروب تک مسنون وقت ہے۔

سوال: کیا عورتوں کی جانب سے مرد رمی کرسکتے ہیں؟

جواب: ***عُموماً*** دیکھا جاتا ہے کہ مَرد بِلا عُذر ***عورَتوں*** کی طرف سے ***رَمی*** کردیا کرتے ہیں اِس طرح اِسلامی بہنیں ***رَمی*** کی سَعادت سے محروم رَہ جاتی ہیں اور چُونکہ ***رَمی*** واجِب ہے لہٰذا ترکِ واجِب کے سبب اُن پر ***دَم*** بھی ***واجِب*** ہو جاتا ہے لہٰذا عورتیں اپنی رَمی خود ہی کریں۔

سوال: رمی کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: دو فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: **{۱}** عرض کی گئی: رَمی جِمار میں کیا ثواب ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تو اپنے رب کے نزدیک اس کا ثواب اُس وَقت پائے گا کہ تجھے اس کی زیادہ حاجت ہو گی۔ (مُعْجَمُ اَوْسَط ج ۳ ص ۱۵۰ حدیث ۴۱۴۷)

{۲} جمروں کی رَمی کرنا تیرے لئے قِیامت کے دن نور ہو گا۔ (اَلتَّرغِیب وَالتَّرہِیب ج ۲ ص ۱۳۴ حدیث ۳)

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۲۶) اور رمی جمار کے لئے کھڑے ہونے کی حالت میں منیٰ کو اپنی داہنی طرف اور مکہ کو بائیں طرف کرلے، رمی جمار کے لئے کھڑے ہونے کی حالت میں۔

(۲۷) اور اس کا سوار ہونا جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کی حالت میں تمام دنوں میں، اور جمرۂ اولی اور جمرۂ وسطی کی رمی کے وقت پیدل ہونا، اور جمرۂ اولی وہ ہے جو مسجدِ خیف سے ملا ہوا ہے۔

(۲۸)اور رمی کے وقت بطنِ وادی میں کھڑا ہونا، اور پہلے دن طلوعِ شمس اور زوال کے درمیان رمی کا ہونا، اور باقی دنوں میں زوال اور غروبِ شمس کے درمیان، اور پہلے اور چوتھے دن صبح صادق سے طلوعِ آفتاب کے درمیان رمی کرنا مکروہ ہے، اور تینوں راتوں میں (رمی کرنا) مکروہ ہے، (اگر راتوں میں رمی کرلی جائے) صحیح ہے، اس لئے کہ تمام راتیں تابع ہوتی ہیں اس کے بعد آنے والے دنوں کے، مگر وہ رات جو عرفہ سے متصل ہے (۹ذی الحجہ کے بعد کی رات ۹ذی الحجہ کے تابع ہے)، یہاں تک کہ اس رات مین وقوفِ عرفہ صحیح ہوتا ہے، (حالانکہ عرفہ کا دن گزارنے کے بعد ہوتا ہے)، اور یہی عید کی رات ہے (لہذا یہ رات ۹ اور ۱۰ دونوں کی مشترک رات ہوئی) اور تینوں جمروں پر رمی کرنے کی راتیں (گیارہویں، بارہویں، اور تیرہویں رات) اپنے ما قبل دنوں کے تابع ہیں، اور اوقاتِ رمی میں سب سے مباح وقت پہلے دن (۱۰ذی الحجہ کو) زوال کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک ہے۔ اور اس بیان سے رمی کے تمام اوقاتِ جائزہ، مکروہ اور مستحب معلوم ہوگئے۔

وَمِنَ السُّنَّةِ هَدْيُ الْمُفْرِدِ بِالْحَجِّ وَالْأَكْلُ مِنْهُ وَمِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَمِنَ السُّنَّةِ اَلْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ مِثْلَ الْأُوْلٰى يُعَلِّمُ فِيْهَا بَقِيَّةَ الْمَنَاسِكِ وَهِيَ ثَالِثَةُ خُطَبِ الْحَجِّ وَتَعْجِيْلُ النَّفْرِ إِذَا أَرَادَهُ مِنْ مِنٰى قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ وَإِنْ أَقَامَ بِهَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَدْ أَسَاءَ وَإِنْ أَقَامَ بِمِنٰى إِلٰى طُلُوْعِ فَجْرِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ لَزِمَهُ رَمْيُهُ۔

ترجمہ: (۲۹)اور مسنون ہے مفرد بالحج کا ہدی (کوئی جانور) ذبح کرنا، اور اس میں سے کھانا، اور نفلی ہدی اور متعہ اور قران کی ہدی میں سے (کھانا جائز ہے) فقط۔ (۳۰)اور سنّت ہے یوم النحر میں خطبہ پہلے خطبہ کی طرح، اس میں حج کے باقی ارکان سکھلائے، اور یہ حج کے خطبوں میں تیسرا خطبہ ہے۔ (۳۱)اور جلدی سے نکلنا، جبکہ منی سے نکلنے کا ارادہ کرے بارہویں تاریخ کو غروبِ شمس سے پہلے، اور اگر منی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہوگیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں، لیکن اس نے برا کیا، اور اگر چوتھے دن کی طلوع فجر تک ٹھہرا رہا تو اس پر اس دن کی رمی لازم ہوگئی۔

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۲۹)اور مسنون ہے مفرد بالحج کا ہدی (کوئی جانور) ذبح کرنا، اور اس میں سے کھانا، اور نفلی ہدی اور متعہ اور قران کی ہدی میں سے (کھانا جائز ہے) فقط۔

(۳۰)اور سنّت ہے یوم النحر میں خطبہ پہلے خطبہ کی طرح، اس میں حج کے باقی ارکان سکھلائے، اور یہ حج کے خطبوں میں تیسرا خطبہ ہے۔

(۳۱)اور جلدی سے نکلنا، جبکہ منی سے نکلنے کا ارادہ کرے بارہویں تاریخ کو غروبِ شمس سے پہلے، اور اگر منی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں، لیکن اس نے برا کیا، اور اگر چوتھے دن کی طلوع فجر تک ٹھہرا رہا تو اس پر اس دن کی رمی لازم ہو گئی۔

وَمِنَ السُّنَّةِ اَلنُّزُوْلُ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً بَعْدَ اِرْتِحَالِهٖ مِنْ مِنًى وَشُرْبُ مَاءِ زَمْزَمَ وَالتَّضَلُّعُ مِنْهُ وَاِسْتِقْبَالُ الْبَيْتِ وَالنَّظَرُ إِلَيْهِ قَائِمًا وَالصَّبُّ مِنْهُ عَلٰى رَأْسِهٖ وَسَائِرِ جَسَدِهٖ وَهُوَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ: (۳۲)اور منی سے کوچ کرنے کے بعد تھوڑی دیر مقامِ محصّب میں اترنا سنّت ہے۔(۳۳)زمزم کا پانی پینا۔(۳۴)اور خوب سیر ہو کر پینا۔(۳۵)اور پیتے وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا۔(۳۶)اور اس کی طرف دیکھتے رہنا اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو۔(۳۷)اور اس میں سے تھوڑا پانی اپنے سر پر اور پورے بدن پر ڈالنا، اور یہ پانی دنیا و آخرت کے مقاصد میں سے جس کے لئے پیا جائے اس کے لئے مفید ہے۔(یعنی جس مقصد کے لئے پیا جائے گا وہ پورا ہو گا اگر اللہ نے چاہا تو)۔

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۳۲)اور منی سے کوچ کرنے کے بعد تھوڑی دیر مقامِ محصّب میں اترنا سنّت ہے۔

(۳۳)زمزم کا پانی پینا۔(۳۴)اور خوب سیر ہو کر پینا۔

(۳۵)اور پیتے وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا۔

(۳۶)اور اس کی طرف دیکھتے رہنا اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو۔

(۳۷)اور اس میں سے تھوڑا پانی اپنے سر پر اور پورے بدن پر ڈالنا، اور یہ پانی دنیا و آخرت کے مقاصد میں سے جس کے لئے پیا جائے اس کے لئے مفید ہے۔(یعنی جس مقصد کے لئے پیا جائے گا وہ پورا ہو گا اگر اللہ نے چاہا تو)۔

وَمِنَ السُّنَّةِ اِلْتِزَامُ الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ أَنْ يَضَعَ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَالتَّشَبُّثُ بِالْأَسْتَارِ سَاعَةً دَاعِيًا بِمَا أَحَبَّ وَتَقْبِيْلُ عَتَبَةِ الْبَيْتِ وَدُخُوْلُهُ بِالْأَدَبِ وَالتَّعْظِيْمِ ثُمَّ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ اِلَّا أَعْظَمُ الْقُرُبَاتِ وَهِيَ زِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ فَيَنْوِيْهَا عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ شُبَيْكَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى وَسَنَذْكُرُ لِلزِّيَارَةِ فَصْلًا عَلٰى حِدَتِهٖ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ:(۳۸)اور ملتزم (بیت اللہ کے اس حصے کا جو بیت اللہ کے دروازے اور حجرِ اسواد کے درمیان ہے) سے چمٹنا سنت ہے، اور التزام اپنے سینے اور چہرے کو اس پر رکھنا ہے۔(۳۹)اور خانہ کعبہ کے پردے کو تھوڑی دیر تک تھامنا، اس حال میں کہ وہ اس چیز کی دعا کرنے والا ہو جو اس کو محبوب ہو۔(۴۰)اور بیت کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔(۴۱)اور اس میں ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہونا۔ پھر اس پر باقی نہ رہا (حج کے فرائض میں سے) مگر سب سے بڑی عبادت، اور وہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی زیارت ہے۔ پس وہ زیارت کی نیت کرے مکہ سے نکلتے وقت بابِ سبیکہ ثنیۂ سفلی سے گزرتے ہوئے۔ اور ہم عنقریب زیارت کے لئے ایک علیحدہ فصل ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

سوال: حج کی سنتیں بیان کریں۔

جواب: حج کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۳۸)اور ملتزم (بیت اللہ کے اس حصے کا جو بیت اللہ کے دروازے اور حجرِ اسواد کے درمیان ہے) سے چمٹنا سنت ہے، اور التزام اپنے سینے اور چہرے کو اس پر رکھنا ہے۔

(۳۹) اور خانہ کعبہ کے پردے کو تھوڑی دیر تک تھامنا، اس حال میں کہ وہ اس چیز کی دعا کرنے والا ہو جو اس کو محبوب ہو۔

(۴۰)اور بیت کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔

(۴۱)اور اس میں ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہونا۔ پھر اس پر باقی نہ رہا(حج کے فرائض میں سے) مگر سب سے بڑی عبادت، اور وہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی زیارت ہے۔ پس وہ زیارت کی نیت کرے مکہ سے نکلتے وقت بابِ، سبیکہ ثنیہ سفلی سے گزرتے ہوئے۔

فَصْلٌ: فِيْ كَيْفِيَّةِ تَرْكِيبِ أَفْعَالِ الْحَجِّ

یہ فصل حج کے افعال کی ترکیب کی کیفیت کے بیان میں ہے

إِذَا أَرَادَ الدُّخُوْلَ فِي الْحَجِّ أَحْرَمَ مِنَ الْمِيْقَاتِ كَرَابِغَ فَيَغْتَسِلُ أَوْ يَتَوَضَّأُ وَالْغُسْلُ وَهُوَ أَحَبُّ لِلتَّنْظِيْفِ فَتَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ إِذَا لَمْ يَضُرَّهُمْ وَيُسْتَحَبُّ كَمَالُ النَّظَافَةِ بِقَصِّ الظُّفُرِ وَالشَّارِبِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَجِمَاعِ الْأَهْلِ وَالدَّهْنِ وَلَوْ مُطَيَّبًا وَيَلْبَسُ الرَّجُلُ إِزَارًا وَرِدَاءً جَدِيْدَيْنِ أَوْ غَسِيْلَيْنِ وَالْجَدِيْدُ الْأَبْيَضُ أَفْضَلُ۔

ترجمہ: جب کوئی شخص حج میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو میقات سے احرام باندھے، جیسے کہ رابغ سے (مقامِ جحفہ سے پہلے ایک مقام ہے)، پس غسل کرے یا وضو کرے، اور غسل کرنا صفائی کی وجہ سے زیادہ پسندیدہ ہے، پس حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کرے گی جب کہ غسل اس کو نقصان نہ دے۔ اور مستحب قرار دیا گیا ہے پوری طرح صفائی حاصل کرنا، اس طور پر کہ ناخن اور موچھیں تراشے اور بغل کے بال اکھاڑے اور موئے زیرِ ناف صاف کرے اور اپنے اہل سے جماع کرے اور تیل لگائے اگرچہ خشبودار ہو۔ اور مرد ایک تہبند اور چادر پہنے گا جو دونوں نئ ہوں یا دھلی ہوئی ہوں اور نئ سفید رنگ کی افضل ہے۔

وَلَا يَزُرُّهُ وَلَا يَعْقِدُهُ وَلَا يُخَلِّلُهُ فَإِنْ فَعَلَ كُرِهَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَتَطَيَّبْ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَبِّ دُبُرَ صَلَاتِكَ تَنْوِيْ بِهَا الْحَجَّ وَهِيَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

ترجمہ: اور چادر میں نہ بٹن لگائے اور نہ گرہ لگائے اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں ڈالے، پس اگر ایسا کیا، تو مکروہ ہو گا، اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، اور خشبو لگائے۔ اور دو رکعت نماز پڑھے اور کہے: اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے اس کو قبول فرما، اور اپنی نماز کے بعد تلبیہ پڑھے اس حال میں کہ اس سے حج کی نیت کر رہا ہو۔ اور تلبیہ یہ ہے: میں حاضر ہوں ، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں حاضر ہوں ، (ہاں) میں حاضر ہوں تیرا کوئی

شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور تیرے لئے ہی ملک ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

وَلَا تَنْقُصْ مِنْ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ شَيْئًا وَزِدْ فِيهَا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرُّغْبٰى إِلَيْكَ وَالزِّيَادَةُ سُنَّةٌ فَإِذَا لَبَّيْكَ نَاوِيًا فَقَدْ أَحْرَمْتَ فَاتَّقِ الرَّفَثَ وَهُوَ الْجِمَاعُ وَقِيلَ ذِكْرُهُ بِحَضْرَةِ النِّسَاءِ وَالْكَلَامُ الْفَاحِشُ وَالْفُسُوقَ وَالْمَعَاصِيَ وَالْجِدَالَ مَعَ الرُّفَقَاءِ وَالْخَدَمِ وَقَتْلَ صَيْدِ الْبَرِّ وَالْإِشَارَةَ إِلَيْهِ وَالدَّلَالَةَ عَلَيْهِ وَلُبْسَ الْمَخِيطِ وَالْعِمَامَةِ وَالْخُفَّيْنِ وَتَغْطِيَةَ الرَّأْسِ وَالْوَجْهِ وَمَسَّ الطِّيْبِ وَحَلْقَ الرَّأْسِ وَالشَّعْرِ۔

ترجمہ: اور ان الفاظ میں سے کچھ بھی کم مت کر، اور اس میں زیادہ کر: حاضر ہوں اور تیری موافقت کرتا ہوں اور تمام خیر تیرے قبضہ میں ہے، حاضر ہوں، اور تیری ہی جانب رغبت کرنا ہے۔ اور (یہ) زیادتی کرنا سنت ہے۔ پس جب تو نے نیت کرتے ہوئے تلبیہ پڑھ لیا تو تو محرم ہو گیا، پس تو بچ رفث سے، اور وہ (رفث) جماع کرنا ہے، اور کہا گیا ہے کہ (رفث) عورتوں کے سامنے جماع کا تذکرہ کرنا ہے، اور (تو بچ) فسوق اور گناہوں سے اور ساتھیوں اور خدمت گاروں کے ساتھ جھگڑنے سے، اور خشکی کے شکار کو قتل کرنے سے، اور اس کی طرف اشارہ کرنے سے، اور اس (شکار) کی خبر دینے سے، اور سلا ہوا کپڑا پہننے سے، اور عمامہ باندھنے سے، اور موزہ پہننے سے، اور سر اور چہرہ ڈھانپنے سے، اور خشبو لگانے سے، اور سر اور بال کو منڈوانے سے۔

وَيَجُوْزُ الْاِغْتِسَالُ وَالْاِسْتِظْلَالُ بِالْخَيْمَةِ وَالْمَحْمِلِ وَغَيْرِهِمَا وَشَدُّ الْهِمْيَانِ فِي الْوَسْطِ وَأَكْثِرِ التَّلْبِيَةِ مَتٰى صَلَّيْتَ أَوْ عَلَوْتَ شَرَفًا أَوْ هَبَطْتَ وَادِيًا أَوْ لَقِيْتَ رَكْبًا وَبِالْأَسْحَارِ رَافِعًا صَوْتَكَ بِلَا جُهْدٍ مُضِرٍّ وَإِذَا وَصَلْتَ إِلٰى مَكَّةَ يُسْتَحَبُّ أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَدْخُلَهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلٰى لِتَكُوْنَ مُسْتَقْبِلًا فِيْ دُخُوْلِكَ بَابَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ تَعْظِيْمًا۔

ترجمہ: اور غسل کرنا جائز ہے اور خیمہ اور کجاوے وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا، اور ہمیان کا کمر میں باندھنا۔ اور تو تلبیہ کی کثرت کر، جب بھی تو نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا پست زمین سے اترے یا کسی قافلے سے ملے، اور صبح کے اوقات میں اس حال میں کہ تو آواز کو بلند کرنے والا ہو بغیر نقصان دہ مشقت کے۔ اور جب تو مکہ پہنچے تو غسل کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے، اور مکہ میں باب معلی سے داخل ہونا، تاکہ تو داخل ہونے میں بیت اللہ شریف کے دروازے کا استقبال کرنے والا ہو تعظیم کی وجہ سے۔

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ تَكُوْنَ مُلَبِّيًا فِيْ دُخُوْلِكَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَابَ السَّلَامِ فَتَدْخُلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مِنْهُ مُتَوَاضِعًا خَاشِعًا مُلَبِّيًا مُلَاحِظًا جَلَالَةَ الْمَكَانِ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَطِّفًا بِالْمُزَاحِمِ دَاعِيًا بِمَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّهُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ۔

ترجمہ: اور مکہ میں داخل ہوتے وقت تیرا تلبیہ پڑھتے رہنا مستحب قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ تو باب السلام تک آئے، پس تو باب السلام سے مسجدِ حرام میں داخل ہو عاجزی و خشوع کرتے ہوئے، تلبیہ پڑھتے ہوئے، لحاظ رکھتے ہوئے مکان کی عظمت کا، تکبیر و تہلیل و نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے، مزاحم کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے، اور جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگتے ہوئے، کیونکہ بیت المکرم کی زیارت کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے۔

ثُمَّ اِسْتَقْبِلِ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا رَافِعًا يَدَيْكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَضَعْهُمَا عَلَى الْحَجَرِ وَقَبِّلْهُ بِلَا صَوْتٍ فَمَنْ عَجَزَ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِإِيْذَاءٍ تَرَكَهُ وَمَسَّ الْحَجَرَ بِشَيْءٍ وَقَبَّلَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا حَامِدًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طُفْ آخِذًا عَنْ يَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مُضْطَبِعًا وَهُوَ أَنْ تَجْعَلَ الرِّدَاءَ تَحْتَ الْإِبِطِ الْأَيْمَنِ وَتُلْقِيَ طَرَفَيْهِ عَلَى الْأَيْسَرِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ دَاعِيًا فِيْهَا بِمَا شِئْتَ۔

ترجمہ: پھر تو حجر اسود کا استقبال کر تکبیر و تہلیل کرتے ہوئے، اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے جیسے کہ نماز میں، اور دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھ، اور اس کو بغیر آواز کے بوسہ دے، پس جو شخص ایذا کی وجہ سے اس سے عاجز ہو تو وہ بوسہ کو چھوڑ دے، اور حجر اسود کو کسی چیز سے چھولے اور اس کو بوسہ دے لے یا دور ہی سے اس کی طرف اشارہ کرے تکبیر و تہلیل و حمد و

نبی ﷺ پر درود پڑھتا ہوا، پھر طواف کر اس حال میں کہ تو اپنی داہنی طرف سے شروع کرنے والا ہو، یعنی اس حصے سے جو دروازے سے متصل ہے اضطباع کرتے ہوئے، اور اضطباع یہ ہے کہ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کر لے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں مونڈھے پر ڈال لے، (اس طرح) سات چکر دعا کرتے ہوئے (کر) (اور ان چکروں میں) جو چاہے دعا کر۔

وَطُفْ وَرَاءَ الْحَطِيمِ وَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِبَ الطَّوَافِ فَارْمُلْ فِيْ الثَّلَاثَةِ الْأَشْوَاطِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْمَشْيُ بِسُرْعَةٍ مَعَ هَزِّ الْكَتِفَيْنِ كَالْمُبَارِزِ يَتَبَخْتَرُ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ فَإِنْ زَحَمَهُ النَّاسُ وَقَفَ فَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً رَمَلَ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ فَيَقِفُ حَتّٰى يُقِيْمَهُ عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْنُوْنِ بِخِلَافِ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ لِأَنَّ لَهُ بَدَلًا وَهُوَ اسْتِقْبَالُهُ وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ كُلَّمَا مَرَّ بِهِ وَيَخْتِمُ الطَّوَافَ بِهِ وَبِرَكْعَتَيْنِ فِيْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ حَيْثُ تَيَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: اور تو حطیم کے پیچھے سے طواف کر، اور اگر تو طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ارادہ کرے تو رمل کر پہلے تین چکروں میں، اور رمل تیزی کے ساتھ دونوں مونڈھوں کو ہلا کر چلنا ہے جیسے مقابلہ کے لئے نکلنے والا کہ وہ صفوں کے بیچ میں اکڑ کر چلتا ہے، پس اگر اس کے سامنے لوگوں کی بھیڑ ہو جائے تو ٹھہر جائے پھر جب کشادگی پائے رمل کرے۔ رمل کرنا اس کے لئے ضروری ہے پس اتنی دیر ٹھہر جائے کہ مسنون طریقہ پر رمل کر سکے، بخلاف حجر اسود کو چومنے کے، اس لئے کہ اس (حجر اسود کو چومنے) کا بدل ہے اور وہ (بدل) حجر اسود کا استقبال ہے، اور حجر اسود کو بوسہ دے جب بھی اس کے پاس سے گزرے، اور بوسہ کے ساتھ طواف کو ختم کرے، اور دو رکعتوں کے ساتھ (طواف کو ختم کرے) مقامِ ابراہیم میں یا جہاں بھی مسجدِ حرام میں آسان ہو۔

ثُمَّ عَادَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَهٰذَا طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَهُوَ سُنَّةٌ لِلْآفَاقِيْ ثُمَّ تَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا فَتَصْعَدُ وَتَقُوْمُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرَى الْبَيْتَ فَتَسْتَقْبِلُهُ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا دَاعِيًا وَتَرْفَعُ يَدَيْكَ مَبْسُوْطَتَيْنِ ثُمَّ تَهْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ عَلٰى هِيْنَةٍ فَإِذَا وَصَلَ بَطْنَ الْوَادِيْ سَعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعْيًا حَثِيْثًا فَإِذَا

تَجَاوَزَ بَطْنَ الْوَادِيْ مَشٰى عَلٰى هِيْنَةٍ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدَ عَلَيْهَا وَيَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا يَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا دَاعِيًا بَاسِطًا يَدَيْهِ نَحْوَ السَّمَاءِ وَهٰذَا شَوْطٌ۔

ترجمہ: پھر لوٹے، پس حجر اسود کو بوسہ دے، اور یہ طوافِ قدوم ہے، اور یہ آفاقی کے لئے سنت ہے۔ پھر صفا کی طرف نکلے، پس (اس پر) چڑھے، اور اس پر کھڑا ہو، یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھے، پس اس کا استقبال کرے اس حال میں کہ تکبیر و تہلیل و تلبیہ و درود اور دعا کرنے والا ہو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اس حال میں کہ ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں، پھر نرمی کے ساتھ مروہ کی طرف اترے، پس جب بطنِ وادی میں پہنچے، تو میلین اخضرین کے درمیان تیزی کے ساتھ دوڑے، پس جب بطنِ وادی سے گزر جائے تو سکون سے چلے یہاں تک کہ مروہ پر آجائے، پس مروہ پر چڑھے اور کرے جیسے کہ صفا پر کیا تھا۔ (یعنی) بیت اللہ کا استقبال کرے تکبیر و تہلیل کرتے ہوئے تلبیہ و درود، اور دعا کرتے ہوئے اس حال میں کہ دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلائے ہوئے ہو، اور یہ ایک چکر ہے۔

ثُمَّ يَعُوْدُ قَاصِدًا الصَّفَا فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْمِيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعٰى ثُمَّ مَشٰى عَلٰى هِيْنَةٍ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّفَا فَيَصْعَدَ عَلَيْهَا وَيَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ أَوَّلًا وَهٰذَا شَوْطٌ ثَانٍ فَيَطُوْفُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَبْدَأُ بِالصَّفَا وَيَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَيَسْعٰى فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ فِيْ كُلِّ شَوْطٍ مِنْهَا ثُمَّ يُقِيْمُ بِمَكَّةَ مُحْرِمًا وَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ كُلَّمَا بَدَا لَهُ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ نَفْلًا لِلْآفَاقِيْ۔

ترجمہ: پھر لوٹے صفا کا قصد کرتے ہوئے، پس جب میلین اخضرین پر پہنچے تو دوڑے، پھر سکون سے چلے یہاں تک کہ صفا پر آئے، پھر اس پر چڑھے اور کرے جیسے کہ پہلی بار کیا تھا، اور یہ دوسرا چکر ہے۔ پس طواف (سعی) کرے سات چکر، صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے، اور دوڑے بطنِ وادی میں ان ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں۔ پھر احرام کی حالت میں مکہ میں ٹھہرا رہے، اور بیت اللہ کا طواف کرتا رہے جب اس کو موقع ہو، اور طواف آفاقی کے لئے نفل سے افضل ہے۔

فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ بِمَكَّةَ ثَامِنَ ذِي الْحِجَّةِ تَأَهَّبَ لِلْخُرُوْجِ إِلٰى مِنٰى فَيَخْرُجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنٰى وَلَا يَتْرُكُ التَّلْبِيَةَ فِيْ أَحْوَالِهِ كُلِّهَا إِلَّا فِي الطَّوَافِ وَيَمْكُثُ بِمِنٰى إِلٰى أَنْ

يُصَلِّيَ الْفَجْرَ بِهَا بِغَلَسٍ وَيَنْزِلُ بِقُرْبِ مَسْجِدِ الْخَيْفِ ثُمَّ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَذْهَبُ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَيُقِيْمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَأْتِيْ مَسْجِدَ نَمِرَةَ فَيُصَلِّيْ مَعَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ أَوْ نَائِبِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بَعْدَ مَا يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَيُصَلِّي الْفَرْضَيْنِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ۔

ترجمہ: پس جب آٹھویں ذی الحجہ کی فجر کی نماز مکہ میں پڑھ لے تو منی کی طرف نکلنے کی تیاری کرے، پس مکہ سے طلوعِ شمس کے بعد نکلے، اور مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز منی میں پڑھے، اور تلبیہ کسی بھی احوال میں نہ چھوڑے مگر طواف میں، اور منی میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھے اور مسجدِ خیف کے قریب اترے، پھر طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کی جانب جائے، اور وہاں قیام کرے، پس جب آفتاب ڈھل جائے تو مسجدِ نمرہ میں آئے، پس امام اعظم یا اس کے نائب کے ساتھ ظہر و عصر پڑھے، بعد اس کے کہ امام دو خطبے دے (دو خطبے کے بعد نماز پڑھے)، اور (خطیب) ان دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے، اور (امام یا نائب) دو فرض ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھائے۔

وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِشَرْطَيْنِ اَلْإِحْرَامِ وَالْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِنَافِلَةٍ وَإِنْ لَمْ يُدْرِكِ الْإِمَامَ الْأَعْظَمَ صَلّٰى كُلَّ وَاحِدَةٍ فِيْ وَقْتِهَا الْمُعْتَادِ فَإِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمَوْقِفِ وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ وَيَغْتَسِلُ بَعْدَ الزَّوَالِ فِيْ عَرَفَاتٍ لِلْوُقُوْفِ وَيَقِفُ بِقُرْبِ جَبَلِ الرَّحْمَةِ مُسْتَقْبِلًا مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا دَاعِيًا مَادًّا يَدَيْهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ وَيَجْتَهِدُ فِي الدُّعَاءِ لِنَفْسِهِ وَوَالِدَيْهِ وَإِخْوَانِهِ۔

ترجمہ: اور ان دونوں کے درمیان (نمازِ ظہر و عصر) جمع نہ کرے مگر دو شرطوں کے ساتھ، (۱) احرام اور (۲) امام اعظم، اور دونوں نمازوں کے درمیان نفل سے فصل نہ کرے، اور اگر امام اعظم کو نہ پائے تو ہر ایک کو اس کے مقررہ وقت میں پڑھے، اور جب امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو موقف کی طرف متوجہ ہو، اور تمام عرفات موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے، مگر بطنِ عرنہ، اور عرفات میں وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل کرے، اور جبلِ رحمت کے قریب ٹھہرے، اس حال میں کہ خانۂ کعبہ کا استقبال کئے ہوئے ہو تکبیر و تہلیل، تلبیہ و دعا کرتے ہوئے، اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کھانا مانگنے والے کی طرح، اور دعا میں کوشش کرے اپنے لئے اور اپنے والدین اور بھائیوں کے لئے۔

وَيَجْتَهِدُ عَلىٰ أَنْ يَخْرُجَ مِنْ عَيْنَيْهِ قَطَرَاتٌ مِنَ الدَّمْعِ فَإِنَّهُ دَلِيْلُ الْقَبُوْلِ وَيُلِحُّ فِي الدُّعَاءِ مَعَ قُوَّةِ رَجَاءِ الْإِجَابَةِ وَلَا يُقَصِّرُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ إِذْ لَا يُمْكِنُهُ تَدَارُكُهُ سِيَّمَا إِذَا كَانَ مِنَ الآفَاقِ وَالْوُقُوْفُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفْضَلُ وَالْقَائِمُ عَلَى الْأَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الْقَاعِدِ فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ عَلىٰ هِيْنَتِهِمْ وَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً يُسْرِعُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ أَحَدًا وَيَتَحَرَّزُ عَمَّا يَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ مِنَ الْاِشْتِدَادِ فِي السَّيْرِ وَالْاِزْدِحَامِ وَالْإِيْذَاءِ فَإِنَّهُ حَرَامٌ۔

ترجمہ: اور اس بات کی بھی کوشش کرے کہ اس کی آنکھوں سے چند قطرے آنسوئوں کے نکلیں، کیونکہ یہ قبول ہونے کی دلیل ہے، اور دعا کے اندر قبولیت کی پوری امید کے ساتھ اصرار کرے، اور اس دن میں کوتاہی نہ کرے، اس لئے کہ اس کا تدارک ناممکن ہے، خصوصاً جبکہ آفاقی ہو، اور سواری پر وقوف کرنا افضل ہے اور زمین پر کھڑا ہونے والا افضل ہے بیٹھنے والے سے، پس جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور وہ لوگ جو امام کے ساتھ ہیں اپنی چال پر (پر سکون طریقے پر) واپس ہوں، اور جب کشادگی پائے تو تیز چلے بغیر اس کے کہ کسی کو تکلیف دے، اور ان باتوں سے بچے جن کو جاہل لوگ کیا کرتے ہیں، یعنی چلنے میں تیزی کرنا (دوڑنا) اور دھکا دینا اور تکلیف دینا، کیونکہ یہ (کام) حرام ہیں۔

حَتّٰى يَأْتِيَ مُزْدَلِفَةَ فَيَنْزِلُ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَيَرْتَفِعُ عَنْ بَطْنِ الْوَادِيْ تَوْسِعَةً لِلْمَارِّيْنَ وَيُصَلِّيْ بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَوْ تَطَوَّعَ بَيْنَهُمَا أَوْ تَشَاغَلَ أَعَادَ الْإِقَامَةَ وَلَمْ تَجْزِ الْمَغْرِبُ فِيْ طَرِيْقِ الْمُزْدَلِفَةِ وَعَلَيْهِ إِعَادَتُهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ وَيُسَنُّ الْمَبِيْتُ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ يَقِفُ النَّاسُ مَعَهُ وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَا بَطْنَ مُحَسِّرٍ۔

ترجمہ: یہاں تک کہ مزدلفہ آئے، پس جبلِ قزح کے قریب اترے، اور بطنِ وادی سے کچھ اوپر ٹھہرے، گزرنے والوں کے لئے کشادگی کے خیال سے، اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز پڑھے، ایک اذان اور ایک اقامت سے، اور اگر ان دونوں کے درمیان نفل پڑھ لے یا (کسی کام میں) مشغول ہو جائے تو اقامت کو لوٹائے، اور نمازِ مغرب مزدلفہ کے راستے

میں (پڑھنا) جائز نہیں ہے، (اگر راستے میں پڑھ لے) تو اس پر اس کا اعادہ کرنا واجب ہے، جب تک کہ فجر طلوع نہ ہو، اور مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے، پس جب فجر طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھائے، پھر امام اور وہ لوگ جو امام کے ساتھ ہیں وقوف کرے، اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے مگر بطنِ محسر۔

وَيَقِفُ مُجْتَهِدًا فِيْ دُعَائِهٖ وَيَدْعُو اللّٰهَ أَنْ يُتِمَّ مُرَادَهٗ وَسُؤَالَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَوْقِفِ كَمَا أَتَمَّهٗ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَسْفَرَ جِدًّا أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَيَأْتِي إِلىٰ مِنًى وَيَنْزِلُ بِهَا ثُمَّ يَأْتِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حَصَى الْخَزَفِ۔

ترجمہ: اور وقوف کرے اپنی دعا میں کوشش کرتے ہوئے، اور اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اللہ اس کی مراد اور اس کے سوال کو اس جگہ میں ایسے ہی پورا کر دے جیسے کہ ہمارے سردار محمد ﷺ کے لئے پوری کی دی، پھر جب خوب روشنی ہو جائے تو امام اور تمام لوگ سورج طلوع ہونے سے پہلے کوچ کرے، پس منی میں آئے، اور وہاں اترے، پھر جمرۂ عقبہ پر آئے، پس رمی کرے بطنِ وادی سے سات کنکریوں کے ساتھ، ٹھیکرے کی کنکری کی طرح۔

وَيُسْتَحَبُّ أَخْذُ الْجِمَارِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَوْ مِنَ الطَّرِيْقِ وَيُكْرَهُ مِنَ الَّذِيْ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَيُكْرَهُ الرَّمْيُ مِنْ أَعْلَى الْعَقَبَةِ لِإِيْذَائِهِ النَّاسَ وَيَلْتَقِطُهَا الْتِقَاطًا وَلَا يَكْسِرُ حَجَرًا جِمَارًا وَيَغْسِلُهَا لِيَتَيَقَّنَ طَهَارَتَهَا فَإِنَّهَا يُقَامُ بِهَا قُرْبَةٌ وَلَوْ رَمٰى بِنَجِسَةٍ أَجْزَأَهٗ وَكُرِهَ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ حَصَاةٍ يَرْمِيْهَا۔

ترجمہ: اور مستحب قرار دیا گیا ہے کنکریوں کا مزدلفہ سے یا راستے سے لینا، اور جمرہ کے پاس سے اٹھانا مکروہ ہے، اور جمرۂ عقبہ کے اوپر کی جانب سے رمی کرنا مکروہ ہے، لوگوں کو تکلیف پہنچنے کی وجہ سے، اور کنکریوں کو کہیں سے اٹھا لے، اور کنکریوں کے لئے کوئی پتھر نہ توڑے، اور ان کو دھولے تا کہ ان کی پاکی کا یقین ہو جائے، کیونکہ ان سے ایک عبادت قائم کی جاتی ہے، اور اگر ناپاک کنکریوں سے رمی کی تو اس کو کافی ہو گا اور مکروہ ہے، اور پہلی کنکری کے پھینکنے کے ساتھ تلبیہ کو ختم کر دے۔

وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ أَنْ يَأْخُذَ الْحَصَاةَ بِطَرْفِ إِبْهَامِهٖ وَسَبَّابَتِهٖ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّهٗ أَيْسَرُ وَأَكْثَرُ إِهَانَةً لِلشَّيْطَانِ وَالْمَسْنُوْنُ الرَّمْيُ بِالْيَدِ الْيُمْنٰى وَيَضَعُ الْحَصَاةَ عَلىٰ ظَهْرِ إِبْهَامِهٖ وَيَسْتَعِيْنُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَيَكُوْنُ بَيْنَ

الرَّامِيْ وَمَوْضِعِ السُّقُوْطِ خَمْسَةُ أَذْرُعٍ وَلَوْ وَقَعَتْ عَلٰى رَجُلٍ أَوْ مَحْمِلٍ وَثَبَتَتْ أَعَادَهَا وَإِنْ سَقَطَتْ عَلٰى سُنَنِهَا ذٰلِكَ أَجْزَأَهٗ وَكَبَّرَ بِكُلِّ حَصَاةٍ۔

ترجمہ: اور رمی (کنکری مارنے) کی کیفیت یہ ہے کہ کنکری کو اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑے اصح قول کے مطابق، اس لئے کہ یہ آسان ہے اور شیطان کے لئے زیادہ توہین کا باعث ہے، اور داہنے ہاتھ سے پھینکنا مسنون ہے، اور کنکری کو اپنے انگوٹھے کی پشت پر رکھے، اور شہادت کی انگلی سے مدد لے، اور پھینکنے والے اور گرنے کی جگہ کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو، اور اگر کنکری کسی آدمی پر یا کسی کجاوے پر گر کر ٹھہر گئی تو اس کا اعادہ کرے، اور اگر اپنے اسی طریقے پر گر گئی تو اس کو وہ کافی ہے، اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

ثُمَّ يَذْبَحُ الْمُفْرِدُ بِالْحَجِّ إِنَّ أَحَبَّهٗ ثُمَّ يَحْلِقُ أَوْ يُقَصِّرُ وَالْحَلَقُ أَفْضَلُ وَيَكْفِيْ فِيْهِ رُبُعُ الرَّأْسِ وَالتَّقْصِيْرُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُؤُوْسِ شَعْرِهٖ مِقْدَارَ الْأَنْمُلَةِ وَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ ثُمَّ يَأْتِيْ مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ أَوْ مِنَ الْغَدِ أَوْ بَعْدَهٗ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَحَلَّتْ لَهُ النِّسَاءُ وَأَفْضَلُ هٰذِهِ الْأَيَّامِ أَوَّلُهَا وَإِنْ أَخَّرَهٗ عَنْهَا لَزِمَهٗ شَاةٌ لِتَأْخِيْرِ الْوَاجِبِ۔

ترجمہ: پھر افراد حج کرنے والا ذبح کرے اگر وہ چاہے، پھر حلق کرائے، یا قصر کرائے، اور حلق افضل ہے، اور چوتھائی سر کا منڈوانا بھی کافی ہو جاتا ہے، اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں کے سروں سے انگلیوں کے پوروں کی مقدار لے، اور اب اس (حاجی) کے لئے عورتوں کے علاوہ ہر چیز (جو احرام کی بنا پر حرام ہوئی تھی) حلال ہو گئی، پھر اسی دن یا اگلے دن یا اس کے بعد کسی دن مکہ آئے، اور بیت اللہ کا سات چکر طوافِ زیارت کرے، اور (اب) اس کے لئے عورتیں حلال ہو گئیں، اور ان دنوں میں افضل پہلا دن ہے، اور اگر طوافِ زیارت کو ان دنوں سے مؤخر کیا (دس، گیارہ اور بارہ تاریخ سے) تو اس پر ایک بکری لازم ہو گی، واجب کو مؤخر کر دینے کی وجہ سے۔

ثُمَّ يَعُوْدُ إِلٰى مِنٰى فَيُقِيْمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ يَبْدَأُ بِالْجَمْرَةِ الَّتِيْ تَلِيْ مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مَاشِيًا يُكَبِّرُ بِكُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَقِفُ

عِنْدَهَا دَاعِيًا بِمَا أَحَبَّ حَامِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لِوَالِدَيْهِ وَإِخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: پھر منی کی طرف لوٹ آئے اور وہاں ٹھہرے، پس جب ایام نحر کے دوسرے دن کا آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے، شروع اس جمرے سے کرے جو مسجدِ خیف سے متصل ہے، پس اس کی رمی کرے سات کنکریوں سے اس حال میں کہ پیدل ہو، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے، پھر اس کے پاس ٹھہر جائے اس حال میں کہ دعا کرے جو وہ چاہے، اللہ کی حمد کرے، اور نبی ﷺ پر درود پڑھے، اور دعا میں اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، اور اپنے والدین اور اپنے مؤمنین بھائیوں کے لئے مغفرت طلب کرے۔

ثُمَّ يَرْمِي الثَّانِيَةَ الَّتِيْ تَلِيهَا مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِيًا ثُمَّ يَرْمِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ رَاكِبًا وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا فَإِذَا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الزَّوَالِ كَذٰلِكَ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ نَفَرَ إِلٰى مَكَّةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَإِنْ أَقَامَ إِلَى الْغُرُوْبِ كُرِهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَإِنْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ بِمِنًى فِي الرَّابِعِ لَزِمَهُ الرَّمْيُ وَجَازَ قَبْلَ الزَّوَالِ وَالْأَفْضَلُ بَعْدَهٗ وَكُرِهَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ۔

ترجمہ: پھر دوسرے جمرے کی رمی کرے جو اس (پہلے والے) سے متصل ہے، اور اس کے پاس بھی دعا کے لئے ٹھہرے، پھر سوار ہونے کی حالت میں جمرۂ عقبہ کی رمی کرے۔ اور اس کے پاس نہ ٹھہرے، پھر جب ایام نحر کا تیسرا دن ہو تو تینوں جمروں کی زوال کے بعد اسی طرح رمی کرے، اور جب جلدی نکلنے کا ارادہ کرے تو مکہ کی طرف کوچ کرے غروبِ آفتاب سے پہلے، اور اگر غروبِ آفتاب تک ٹھہرا رہا تو مکروہ ہے، اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، اور اگر فجر (صبح صادق) طلوع ہو جائے اور وہ چوتھے دن منی میں ہو تو اس پر رمی لازم ہو گی، اور زوال سے پہلے (رمی کرنا) جائز ہے، اور زوال کے بعد (رمی کرنا) افضل ہے، اور طلوعِ آفتاب سے پہلے مکروہ ہے۔

وَكُلُّ رَمْيٍ بَعْدَهٗ رَمْيٌ تَرْمِيْهِ مَاشِيًا لِتَدْعُوَ بَعْدَهٗ وَإِلَّا رَاكِبًا لِتَذْهَبَ عَقِبَهٗ بِلَا دُعَاءٍ وَكُرِهَ الْمَبِيْتُ بِغَيْرِ مِنًى لَيَالِيَ الرَّمْيِ ثُمَّ إِذَا رَحَلَ إِلٰى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ

أَشْوَاطٍ بِلَا رَمَلٍ وَسَعْيٍ إِنْ قَدَّمَهُمَا وَهٰذَا طَوَافُ الْوَدَاعِ وَيُسَمّٰى أَيْضًا طَوَافُ الصَّدَرِ وَهٰذَا وَاجِبٌ إِلَّا عَلٰى أَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ أَقَامَ بِهَا وَيُصَلِّيْ بَعْدَهٗ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمه: اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو، تو اس کی پیدل رمی کرے تا کہ اس کے بعد دعا کر سکے، ورنہ تو سوار ہو کر کرے تا کہ اس کے بعد بغیر دعا کے چلا جائے، اور رمی کی راتوں میں منی کے علاوہ (کسی اور مقام میں) رات گزارنا مکروہ قرار دیا گیا ہے، پھر جب مکہ کی طرف کوچ کرے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے، پھر مکہ میں داخل ہو، اور بیت اللہ کا سات چکر طواف کرے بغیر رمل و سعی کے، اگر ان دونوں (رمل و سعی) کو پہلے کر چکا ہے، اور یہ طواف الوداع ہے، نیز اس کا نام طواف الصدر بھی رکھا جاتا ہے، اور یہ واجب ہے، مگر مکہ والوں پر (مکہ والوں پر واجب نہیں) اور ان لوگوں پر جو مکہ میں مقیم ہیں، اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔

ثُمَّ يَأْتِيْ زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا وَيَسْتَخْرِجُ الْمَاءَ مِنْهَا بِنَفْسِهٖ إِنْ قَدَرَ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيَتَضَلَّعُ مِنْهُ وَيَتَنَفَّسُ فِيْهِ مِرَارًا وَيَرْفَعُ بَصَرَهٗ كُلَّ مَرَّةٍ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ وَيَصُبُّ عَلٰى جَسَدِهٖ إِنْ تَيَسَّرَ وَإِلَّا يَمْسَحُ بِهٖ وَجْهَهٗ وَرَأْسَهٗ وَيَنْوِيْ بِشُرْبِهٖ مَا شَاءَ . وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا شَرِبَهٗ قَالَ : " اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ " ۔

ترجمه: پھر زمزم کے کنویں کے پاس آئے، اور اس کا پانی پیئے، اور کنویں سے پانی خود نکالے اگر وہ قادر ہو، اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے، اور خوب سیر ہو کر پیئے، اور پیتے ہوئے چند بار سانس لے، اور ہر بار اپنی نگاہ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھے، اور اپنے بدن پر ڈالے اگر میسر ہو ورنہ اپنے چہرے اور سر پر مل لے، اور اس کے پینے کے وقت جو چاہے نیت کرے، اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جب زمزم پیا کرتے تو کہتے: اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ " وَيُسْتَحَبُّ بَعْدَ شُرْبِهٖ أَنْ يَأْتِيَ بَابَ الْكَعْبَةِ وَيُقَبِّلَ الْعَتَبَةَ ثُمَّ يَأْتِيْ إِلَى الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ " مَا بَيْنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَالْبَابِ " فَيَضَعُ صَدْرَهٗ وَوَجْهَهٗ عَلَيْهِ

وَيَتَشَبَّثُ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ سَاعَةً يَتَضَرَّعُ إِلَى اللهِ تَعَالَى بِالدُّعَاءِ بِمَا أَحَبَّ مِنْ أُمُوْرِ الدَّارَيْنِ وَيَقُوْلُ " اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا بَيْتُكَ الَّذِيْ جَعَلْتَهُ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ اللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لَهُ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ وَارْزُقْنِيْ الْعَوْدَ إِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ " ـ

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے، اور زمزم پینے کے بعد مستحب ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے، اور چوکھٹ کو بوسہ دے، پھر ملتزم کی طرف آئے، اور (ملتزم) وہ حصہ ہے جو حجرِ اسود اور خانۂ کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے، پس اس پر اپنے سینے اور چہرے کو رکھے اور تھوڑی دیر کعبہ کے پردے کو پکڑے، اللہ کے حضور گڑگڑاتے، دعا کرتے ہوئے جو چاہے دنیا و آخرت کے کاموں کی، اور کہے: اے اللہ! یہ تیرا مکان ہے جس کو تونے دنیا والوں کے لئے برکت والا، ہدایت والا بنایا، اے اللہ! جس طرح تونے اس گھر کی ہدایت کی، اب تو اس کو قبول بھی فرما، اور اپنے گھر کی یہ آخری ملاقات نہ بنا اور مجھ کو دوبارہ آنے کی توفیق عطا فرما، یہاں تک کہ تو اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھ سے راضی ہو جائے، اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے!ـ

وَالْمُلْتَزَمُ مِنَ الْأَمَاكِنِ الَّتِيْ يُسْتَجَابُ فِيْهَا الدُّعَاءُ بِمَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ ،وَهِيَ خَمْسَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا نَقَلَهَا الْكَمَالُ بْنُ الْهُمَامِ عَنْ رِسَالَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللهُ بِقَوْلِهِ : " فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزَمِ وَتَحْتَ الْمِيْزَابِ وَفِي الْبَيْتِ وَعِنْدَ زَمْزَمَ وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَعَلَى الصَّفَا وَعَلَى الْمَرْوَةِ وَفِي السَّعْيِ وَفِي عَرَفَاتٍ وَفِيْ مِنًى وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ (اِنْتَهٰى)وَالْجَمَرَاتُ تُرْمٰى فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ يَوْمِ النَّحْرِ وَثَلَاثَةٍ بَعْدَهُ كَمَا تَقَدَّمَ وَذَكَرْنَا اِسْتِجَابَتَهُ أَيْضًا عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ ـ

ترجمہ: اور ملتزم مکہ کی ان جگہوں میں سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، اور وہ پندرہ جگہیں ہیں، جن کو کمال بن ہمام نے حسن بصری کے رسالے سے نقل کیا ہے ان کے قول سے، (۱) طواف میں۔ (۲) ملتزم کے پاس۔ (۳) میزاب کے نیچے۔ (۴) بیت اللہ میں۔ (۵) زمزم کے پاس۔ (۶) مقامِ ابراہیم کے پیچھے۔ (۷) صفا پر۔ (۸) مروہ پر۔ (۹) سعی میں۔ (۱۰)

عرفات میں۔(۱۱) منیٰ میں۔(۱۲)(۱۳)(۱۴) تینوں جمرات کے پاس۔اور جمرات کی رمی چار دن میں کی جاتی ہے، یوم النحر میں، اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ گزرا، (۱۵) اور ہم نے بیت المکرم کے دیکھنے کے وقت بھی دعا کی قبولیت کو ذکر کیا ہے۔

وَيُسْتَحَبُّ دُخُوْلُ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ الْمُبَارَكِ إِنْ لَمْ يُؤْذِ أَحَدًا وَيَنْبَغِيْ أَنْ يَقْصِدَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ وَهُوَ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَقَدْ جَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قُرْبُ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ ثُمَّ يُصَلِّي فَإِذَا صَلّٰى إِلَى الْجِدَارِ يَضَعُ خَدَّهٗ عَلَيْهِ وَيَسْتَغْفِرُ اللهَ وَيَحْمَدُهٗ ثُمَّ يَأْتِي الْأَرْكَانَ فَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيَسْأَلُ اللهَ تَعَالٰى مَا شَاءَ وَيَلْزَمُ الْأَدَبَ مَا اِسْتَطَاعَ بِظَاهِرِهٖ وَبَاطِنِهٖ۔

ترجمہ: اور بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے اگر کسی کو تکلیف نہ دے، اور مناسب ہے کہ نبی ﷺ کے مصلے کا قصد کرے، اور یہ جگہ اس کے چہرے کے سامنے ہو گی جبکہ دروازے کو اپنی پشت کی طرف کر دے، یہاں تک کہ اس کے اور اس دیوار کے درمیان جو اس کے چہرے کی طرف ہے تین گز کا فاصلہ رہ جائے، پھر نماز پڑھے، پس جب دیوار کی طرف نماز پڑھ لے تو اپنے رخسار کو اس دیوار پر رکھ دے، اور اللہ تعالی سے استغفار کرے، اور اس کی حمد کرے، پھر ارکان کے پاس آئے (بیت اللہ کے ستون) پس اللہ کی تعریف کرے اور لا الہ الا اللہ اور سبحن اللہ اور اللہ اکبر پڑھے، اور اللہ سے جو چاہے مانگے، اور جہاں تک ہو سکے اپنے ظاہر و باطن سے ادب کو لازم پکڑے۔

وَلَيْسَتِ الْبَلَاطَةُ الْخَضْرَاءُ الَّتِيْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا تَقُوْلُهُ الْعَامَّةُ مِنْ أَنَّهُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَهُوَ مَوْضِعٌ عَالٍ فِيْ جِدَارِ الْبَيْتِ بِدْعَةٌ بَاطِلَةٌ لَا أَصْلَ لَهَا وَالْمِسْمَارُ الَّذِي فِيْ وَسْطِ الْبَيْتِ يُسَمُّوْنَهٗ "سُرَّةَ الدُّنْيَا" يَكْشِفُ أَحَدُهُمْ عَوْرَتَهٗ وَسُرَّتَهٗ وَيَضَعُهَا عَلَيْهَا فِعْلُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ فَضْلًا عَنْ عِلْمٍ كَمَا قَالَهُ الْكَمَالُ۔

ترجمہ: اور وہ سبز فرش جو دو ستونوں کے درمیان ہے نبی ﷺ کا مصلی نہیں ہے، اور وہ جس کو عام لوگ کہتے ہیں کہ **العروۃ الوثقی** ہے، اور وہ بیت اللہ کی دیوار میں ایک بلند جگہ ہے بدعتِ باطلہ ہے (گھڑی ہوئی بات ہے) جس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور وہ کیل جس کا نام دنیا کی ناف رکھتے ہیں ان میں سے ایک اپنے ستر اور ناف کو کھولتا ہے اور اس پر رکھتا ہے، یہ ان لوگوں کا فعل ہے جن کے اندر کوئی عقل نہیں، چہ جائے کہ (ان کو) علم ہو، ایسا ہی اس کو علامہ کمال نے فرمایا۔

وَإِذَا أَرَادَ الْعَوْدَ إِلىٰ أَهْلِهٖ يَنْبَغِيْ أَنْ يَنْصَرِفَ بَعْدَ طَوَافِهٖ لِلْوَدَاعِ وَهُوَ يَمْشِيْ إِلىٰ وَرَائِهٖ وَوَجْهُهٗ إِلَى الْبَيْتِ بَاكِيًا أَوْ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلىٰ فِرَاقِ الْبَيْتِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَيَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ بَنِيْ شَيْبَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى۔

ترجمہ: اور جب اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے تو مناسب ہے کہ طوافِ وداع کے بعد اس طرح لوٹے کہ وہ پیچھے کی طرف چل رہا ہو، اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو، روتے ہوئے یا رونے کی سی صورت بناتے ہوئے، حسرت کرتے ہوئے بیت اللہ کے فراق پر، یہاں تک کہ مسجد سے نکلے، اور مکہ سے باب بنی شیبہ سے ثنیہ سفلی سے ہوتا ہوا نکلے۔

وَالْمَرْأَةُ فِيْ جَمِيْعِ أَفْعَالِ الْحَجِّ كَالرَّجُلِ غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا وَتَسْدُلُ عَلىٰ وَجْهِهَا شَيْئًا تَحْتَهٗ عِيْدَانٌ كَالْقُبَّةِ تَمْنَعُ مَسَّهٗ بِالْغِطَاءِ وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تُهَرْوِلُ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ بَلْ تَمْشِيْ عَلىٰ هِيْنَتِهَا فِيْ جَمِيْعِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا تَحْلِقُ وَتُقَصِّرُ وَتَلْبَسُ الْمَخِيْطَ وَلَا تُزَاحِمُ الرِّجَالَ فِيْ إِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَهٰذَا تَمَامُ حَجِّ الْمُفْرِدِ وَهُوَ دُوْنَ الْمُتَمَتِّعِ فِي الْفَضْلِ وَالْقِرَانُ أَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ۔

ترجمہ: اور عورت حج کے تمام افعال میں مرد کی طرح ہے سوائے یہ کہ وہ اپنے سر کو نہ کھولے اور اپنے چہرے پر ایسی چیز لٹکائے جس کے نیچے لکڑیاں ہوں قبہ کی طرح جو چہرے کو نقاب سے چھونے سے روک دے، اور تلبیہ میں اپنی آواز کو بلند نہ کرے، اور نہ رمل کرے، اور نہ سعی میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑے، بلکہ تمام سعی میں صفا و مروہ کے درمیان اپنی

چال پر چلے، اور نہ حلق کروائے اور نہ قصر کروائے، اور سلے ہوئے کپڑے پہنے، اور حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں نہ گھسے، یہ پورا مفرد کا حج ہے، اور یہ فضیلت میں متمتع سے کم ہے، اور قران تمتع سے افضل ہے۔

سوال: حج کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (پ۲البقرۃ۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور حج اور عمرہ **اللہ** کے لیے پورا کرو۔

دو فرامینِ مصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: {۱} ”جس نے حج کیا اور رَفَث (یعنی فُحش کلام) نہ کیا اور فِسق نہ کیا تو گناہ سے ایسا پاک ہو کر لوٹا جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحج المبرور، الحدیث۱۵۲۱، ج۱، ص۵۱۲)

{۲} ”حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔“ (مسند البزار، مسند أبی موسیٰ الاشعری رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث ۳۱۹۶، ج۸، ص۱۶۹)

سوال: حج کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: حجِ قِران کی نیّت:

قارِن عمرہ اور **حج** دونوں کی ایک ساتھ نیّت کرے گا چُنانچِہ وہ احرام باندھ کر اس طرح نیّت کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ ؕ نَوَيْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی ؕ

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں عمرہ اور حج دونوں کا ارادہ کرتا ہوں تو انہیں میرے لئے آسان کر دے اور انہیں میری طرف سے قبول فرما، میں نے عمرہ اور حج دونوں کی نیت کی اور خالصۃً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کیلئے ان دونوں کا اِحرام باندھا۔

حَجّ کی نیّت

مُفرِد بھی احرام باندھنے کے بعد اسی طرح نیّت کرے اور **مُتَمَتِّع** بھی آٹھ ذُوالحجہ یا اس سے قبل حج کا اِحرام باندھ کر مندرجۂ ذیل الفاظ میں نیّت کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِيْدُ الْحَجَّ ؕ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ؕ وَاَعِنِّیْ عَلَيْهِ وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِ ؕ نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی ؕ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو تو میرے لئے آسان کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما اور اس میں میری مدد فرما اور اسے میرے لئے بابرکت فرما، میں نے حج کی نیّت کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس کا اِحرام باندھا۔

مَدَنی پھول

نیّت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زَبان سے بھی کہہ لیں تو اچھّا ہے، عَرَبی میں نیّت اُسی وَقت کارآمد ہو گی جبکہ ان کے معنیٰ سمجھ آتے ہوں ورنہ اُردو میں کر لیجئے، ہر حال میں دل میں نیّت ہونا شرط ہے۔

لَبَّیْک

خواہ عمرے کی نیّت کریں یا حج کی، نیّت کے بعد کم از کم ایک بار تَلْبِیَہ کہنا لازمی ہے اور تین بار کہنا افضل، تَلْبِیَہ یہ ہے:

لَبَّیْكَ ط اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ط لَا شَرِیْكَ لَكَ ط

آٹھ ذُوالحجۃ الحرام، مِنیٰ کو روانگی

☆ مِنٰی، عَرَفات، مُزْدَلِفہ وغیرہ کا سفر اگر ہو سکے تو پیدل ہی طے کریں کہ جب تک مکّہ شریف پلٹیں گے ہر ہر قدم پر سات سات کروڑ نیکیاں ملیں گی۔ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم ☆ راستے بھر **لَبَّیْک** اور ذِکر و دُرُود کی خوب کثرت کیجئے۔ جوں ہی مِنٰی شریف نظر آئے دُرود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھئے: **اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنیً فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰی اَوْلِیَائِكَ** ط

☆ آٹھ ذُوالحجہ کی ظہر سے لے کر نو ذُوالحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں آپ کو مِنٰی شریف میں ادا کرنی ہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے **محبوب** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسا ہی کیا ہے۔

دعائے شبِ عَرَفہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَائُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْهَوَآءِ رُوْحُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ ط

(اوّل آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے)

نو ذُوالحجۃ الحرام عرفات کو روانگی

نو ذُوالحجہ کو نمازِ فجر مُسْتَحَب وقت میں ادا کر کے لَبَّیْک اور ذکر و دعا میں مشغول رہیے۔ یہاں تک کہ

آفتاب کوہِ ثبیر پر کہ مسجدِ خیف کے سامنے ہے چمکے اب دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جانبِ **عرفات** شریف چلئے۔ نیز **مِنٰی** شریف سے نکل کر ایک بار یہ دعا بھی پڑھ لیجئے۔

راہِ عَرَفات کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا خَیْرَغُدْوَۃٍ غَدَوْتُھَاقَطُّ وَقَرِّبْھَا مِنْ رِضْوَانِکَ وَاَبْعِدْھَا مِنْ سَخَطِکَ وَ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَلِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِیْ وَلَاتُخَیِّبْنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

(اول آخر ایک ایک بار دُرُود شریف پڑھ لیجئے)

عَرَفات شریف میں وقتِ ظہر میں ظہر و عصر ملا کر پڑھی جاتی ہے مگر اس کی بعض شرائط ہیں۔ آپ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کے وقت میں عصر کی نماز با جماعت ادا کیجئے۔

عَرَفات شریف کی دعائیں

☆دوپہر کے وقت مَوْقِف (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) میں مُندَرِجہ ذیل کَلِمۂ توحید، سورۂ اخلاص شریف اور پھر اس کے بعد دیا ہوا درود شریف، یہ تینوں سو بار پڑھنے والے کی بحکمِ حدیث بخشش کر دی جاتی ہے نیز اگر وہ تمام عَرَفات شریف والوں کی سفارش کر دے تو وہ بھی قبول کر لی جائے۔

(ا) یہ کَلِمۂ توحید **۱۰۰ بار** پڑھئے:

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

(ب) سورۂ اخلاص شریف **۱۰۰ بار**۔

(ج) یہ درود شریف **۱۰۰ بار** پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّعَلَیْنَا مَعَھُمْ ط

☆ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" تین بار پھر کلِمۂ توحید ایک بار اس کے بعد یہ دعا تین بار پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی وَنَقِّنِیْ وَاعْصِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ط

میدانِ عَرَفات میں کھڑے کھڑے دعا مانگنا سنّت ہے۔ **یاد** رہے کہ حاجی کو نمازِ مغرب میدانِ عَرَفات میں نہیں پڑھنی بلکہ عشاء کے وقت میں، **مُزدَلِفہ** میں مغرب و عشاء ملا کر پڑھنی ہے۔

مُزْدَلِفَہ کو روانگی

جب غروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے تو عَرَفات شریف سے جانبِ **مُزْدَلِفَہ** شریف چلیے، راستے بھر ذِکر و درود اور لَبَّیْك کی تکرار رکھیے۔ کَل میدانِ عَرَفات شریف میں **حُقُوق اللہ** معاف ہوئے یہاں حُقُوقُ العِباد مُعاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے کا طریقہ

یہاں آپ کو ایک ہی اذان اور ایک ہی اِقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں لہٰذا اذان واِقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کر لیجئے، سلام پھیرتے ہی فوراً عشاء کے فرض پڑھئے، پھر مغرب کی سُنَّتیں، اس کے بعد عشاء کی سُنَّتیں اور وتر ادا کیجیے۔

وُقُوفِ مُزْدَلِفہ

مُزْدَلِفہ میں رات گزارنا سنَّتِ مؤکَّدہ ہے مگر اس کا وُقُوف واجب ہے۔ **وُقُوفِ مُزْدَلِفہ** کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک ہے اس کے درمیان اگر ایک لمحہ بھی **مُزْدَلِفہ** میں گزار لیا تو وقوف ہو گیا، ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت کے اندر مُزْدَلِفہ میں نماز فجر ادا کی اس کا وقوف صحیح ہو گیا۔

دسویں ذُوالحجہ کا پہلا کام رَمی

مُزْدَلِفہ شریف سے **مِنٰی** شریف پہنچ کر سیدھے **جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ** یعنی "بڑے شیطان" کی طرف آیئے۔ آج صِرف اسی ایک (یعنی بڑے شیطان) کو کنکریاں مارنی ہیں۔

حج کی قربانی

دسویں ذُوالحجہ کو بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد قربان گاہ تشریف لایئے اور قربانی کیجئے۔ یہ قربانی حج کے شکرانے میں قارِن اور مُتَمتِّع پر واجب ہے چاہے وہ فقیر ہی کیوں نہ ہوں۔ ☆ مُفرِد کے لیے یہ قربانی مستحب ہے، چاہے وہ

غنی(یعنی مالدار) ہو☆ قربانی سے فارغ ہو کر حَلْق یا قَصر کروالیجئے ☆یاد رہے حاجی کو ان تین اُمور میں ترتیب قائم رکھنا واجب ہے۔(١)سب سے پہلے ''رَمی ''(٢)اس کے بعد ''قربانی ''(٣)پھر ''حَلْق یا قَصر ''☆مُفْرِد پر قربانی واجب نہیں لہٰذا یہ رَمی کے بعد حَلْق یاقَصر کرواسکتا ہے۔

گیارہ اور بارہ ذُوالحِجَّۃ کی رَمی

گیارہ اور بارہ ذُوالحجہ کوظُہر کے بعد تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہیں۔پہلے جَمْرَۃُالاُولٰی(یعنی چھوٹا شیطان)پھر جَمْرَۃُ الوُسْطٰی(یعنی مَنجھلا شیطان)اورآخِر میں جَمْرَۃُ العَقَبہ(یعنی بڑا شیطان)

طوافِ زیارت

☆**طوافِ زیارت** حج کا دوسرا رکن ہے،☆**طوافِ زیارت** دسویں ذُوالحجہ کو کرلینا افضل ہے۔اگر یہ طواف دسویں کو نہیں کرسکے تو گیارہویں اور بارہویں کو بھی کرسکتے ہیں مگر بارہویں کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے لازِماً کرلیجئے ☆طوافِ زیارت کے چار پھیرے کرنے سے پہلے بارہویں کا سورج غروب ہو گیا تو دم واجب ہو جائے گا☆ہاں اگر عورت کو حیض یانفاس آگیااور بارہویں کے بعد پاک ہوئی تواب کرلے اس وجہ سے تاخیر ہونے پر اس پر دَم واجِب نہیں۔☆**حائِضہ** کی نِشَست محفوظ ہو اور طوافِ زیارت کا مسئلہ ہو تو ممکنہصورت میں نِشَست مَنسُوخ کروائے اور بعدِ طہارت طَوافِ زِیارت کرے۔ اگر نِشَست مَنسُوخ کروانے میں اپنی یا ہمسفروں کی دُشواری ہو تو مجبوری کی صورت میں طَوافِ زِیارت کرلے مگر بدَنہ یعنی گائے یااُونٹ کی قربانی لازِم آئے گی اور توبہ کرنا بھی ضَروری ہے کیونکہ جَنابَت کی حالت میں مسجِد میں داخِل ہونا گُناہ ہے۔اگر بارہویں کے غُروبِ آفتاب تک طہارت کرکے طَوافُ الزِّیارۃ کا اِعادہ کرنے میں کامیابی ہوگئی تو کَفّارہ ساقِط ہو گیااور بارہویں کے بعد اگر پاک ہونے کے بعد موقع مِل گیااور اِعادہ کرلیاتوبدَنہ ساقِط ہو گیا مگر دَم دینا ہو گا۔

طوافِ رُخصت

جب رُخصت کاارادہ ہو اس وقت ''آفاقی حاجی ''پر **طوافِ رخصت** واجب ہے۔نہ کرنے والے پر دم واجب ہوتا ہے۔(میقات سے باہر (مثلاً پاک وہند وغیرہ) سے آنے والا آفاقی حاجی کہلاتا ہے)

''یا خدا حج قبول کر''کے تیرہ حُرُوف کی نسبت سے ١٣ مَدَنی پھول

☆جو حاجی غروبِ آفتاب سے قبل میدانِ عرفات سے نکل گیااُس پر دم واجب ہو گیا۔اگر دوبارہ غروبِ آفتاب

سے پہلے پہلے حُدُودِ عرفات میں داخل ہو گیا تو دم ساقِط ہو جائے گا☆ دسویں کی صبحِ صادق تا طلوعِ آفتاب **مُزدَلِفہ** کے **وقوف** کا وقت ہے، چاہے لمحہ بھر کا وقوف کر لیا واجب ادا ہو گیا اور اگر اُس وقت کے دوران ایک لمحہ بھی مُزدَلِفہ میں نہ گزارا تو دم واجب ہو گیا۔ جو کوئی صبح صادِق سے پہلے ہی مُزدَلِفہ سے چلا گیا اُس کا واجِب ترک ہو گیا، لہٰذا اُس پر دم واجِب ہے۔ ہاں عورت، بیمار یا ضعیف یا کمزور کہ جنہیں بِھیڑ کے سَبَب اِیذا پہنچنے کا اَندیشہ ہو اگر ایسے لوگ مجبوراً چلے گئے تو کچھ نہیں☆ دس ذُوالحجہ کی ''رَمی'' کا وقت فجر سے لیکر گیارھویں کی فجر تک ہے، لیکن دسویں کی فجر سے طلوع آفتاب تک اور غروبِ آفتاب سے صبحِ صادق تک مکروہ ہے۔ اگر کسی عُذر کے سبب ہو مَثَلاً چَرواہے نے رات میں ''رَمی'' کی تو کراہت نہیں☆ دس ذُوالحجہ کو اگر **مُتَمَتِّع یا قارِن** میں سے کسی نے رَمی کے بعد قربانی سے پہلے **حلق یا قصر** کروالیا تو **دم** واجب ہو گیا۔ مُفرِد ''رَمی'' کے بعد حلق یا قصر کرواسکتا ہے کہ اس پر قربانی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔☆ **حجِّ تَمَتُّع** اور **حجِّ قِران** کی قربانی اور حَلق یا قصر کا حُدُودِ حرم میں ہونا واجب ہے۔ لہٰذا اگر یہ دونوں حُدُودِ حرم سے باہَر کریں گے تو **تمتُّع** والے پر ''دودَم'' اور **قِران** والے پر ''چاردَم'' واجب ہوں گے کیونکہ قِران والے پر ہر جُرم کا ڈبل کفّارہ ہی☆ گیارھویں اور بارھویں کی ''رَمی'' کا وقت زوالِ آفتاب (یعنی نمازِ ظُہر کا وقت آتے ہی) شروع ہو جاتا ہے۔ بے شمار لوگ صبح ہی سے ''رَمی'' شروع کر دیتے ہیں یہ غَلَط ہے اور اِس طرح کرنے سے رَمی ہوتی ہی نہیں۔ گیارھویں یا بارھویں کو زوال سے پہلے اگر کسی نے ''رمی'' کرلی اور اسی دن اگر اعادہ نہ کیا تو **دم** واجِب ہو گیا☆ گیارھویں اور بارھویں کی ''رمی'' کا وقت زوالِ آفتاب سے صبحِ صادِق تک ہے۔ مگر بِلا عذر غروبِ آفتاب کے بعد رمی کرنا مکروہ ہی☆ عورت ہو یا مرد، ''رَمی'' کے لئے اُس وقت تک کسی کو وکیل نہیں کر سکتے جب تک اس قدر مریض نہ ہو جائیں کہ سُواری پر بھی جمرے تک نہ پہنچ سکیں اگر اس قدر بیمار نہیں ہیں پھر بھی کسی مرد یا عورت نے دوسرے کو وکیل کر دیا اور خود ''رَمی'' نہیں کی تو **دَم** واجب ہو جائے گا☆ اگر مِنٰی شریف کی حُدُود ہی میں تیرھویں کی صبحِ صادِق ہو گئی اب ''تیرھویں کی رمی'' واجب ہو گئی۔ اگر ''رَمی'' کیے بغیر چلے گئے تو **دَم** واجب ہو گیا☆ اگر کوئی **طوافِ زیارت** کیے بغیر وطن چلا گیا تو کَفّارے سے گزارہ نہیں ہو گا کیونکہ اس کے حج کا رکن ہی ادا نہ ہوا۔ اب لازمی ہے کہ دوبارہ مکّہ مکرّمہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیما آئے اور **طوافِ زیارت** کرے۔ جب تک طوافِ زیارت نہیں کرے گا بیوی حلال نہیں ہو گی، چاہے برسوں گزر جائیں☆ **وقتِ رخصت** آفاقی حجّن کو حیض آگیا، اب اِس پر **طوافِ رخصت** واجب نہ

رہا، جا سکتی ہے۔ دَم کی بھی حاجت نہیں ☆بے وضو **سعی** کر سکتے ہیں مگر باوضو مستحب ہی☆جتنی بار بھی **عمرہ** کریں ہر بار احرام سے باہر ہونے کے لیے حلق یا قصر واجِب ہے۔ اگر سر مُنڈا ہوا ہو تب بھی اُس پر اُسترا پھرانا واجِب ہے۔

فَصۡلٌ فِي الۡقِرَانِ

یہ فصل حج قران کے بیان میں ہے

اَلۡقِرَانُ هُوَ أَنۡ يَجۡمَعَ بَيۡنَ إِحۡرَامِ الۡحَجِّ وَالۡعُمۡرَةِ فَيَقُوۡلُ بَعۡدَ صَلَاةِ رَكۡعَتَيِ الۡإِحۡرَامِ : اَللّٰهُمَّ إِنِّيۡ أُرِيۡدُ الۡعُمۡرَةَ وَالۡحَجَّ فَيَسِّرۡهُمَا لِيۡ وَتَقَبَّلۡهُمَا مِنِّي ثُمَّ يُلَبِّيۡ فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ بَدَأَ بِطَوَافِ الۡعُمۡرَةِ سَبۡعَةَ أَشۡوَاطٍ يَرۡمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الۡأُوَلِ فَقَطۡ ثُمَّ يُصَلِّيۡ رَكۡعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَخۡرُجُ إِلَى الصَّفَا وَيَقُوۡمُ عَلَيۡهِ دَاعِيًا مُكَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَهۡبِطُ نَحۡوَ الۡمَرۡوَةِ وَيَسۡعٰى بَيۡنَ الۡمِيۡلَيۡنِ فَيُتِمُّ سَبۡعَةَ اَشۡوَاطٍ وَهٰذِهٖ اَفۡعَالُ الۡعُمۡرَةِ وَالۡعُمۡرَةُ سُنَّةٌ ۔

ترجمہ: قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے احرام کے درمیان جمع کرے، پس احرام کی دو رکعت پڑھنے کے بعد کہے: اے اللہ ! میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، پس تو ان دونوں کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما، پھر تلبیہ پڑھے، پس جب مکہ میں داخل ہو تو پہلے عمرہ کے طواف کے سات چکر لگائے، صرف پہلے تین (چکر) میں رمل کرے، پھر طواف کی دو رکعت پڑھے، پھر صفا کی طرف نکلے، اور اس پر کھڑا ہو، اس حال میں کہ دعا کر رہا ہو، تکبیر و تہلیل کر رہا ہو، تلبیہ و نبی ﷺ پر درود پڑھ رہا ہو، پھر مروہ کی طرف اترے، اور میلین اخضرین کے درمیان سعی کرے، پس سات چکر پورے کرے، اور یہ عمرہ کے افعال ہیں، اور عمرہ سنت ہے۔

ثُمَّ يَطُوۡفُ طَوَافَ الۡقُدُوۡمِ لِلۡحَجِّ ثُمَّ يُتِمُّ أَفۡعَالَ الۡحَجِّ كَمَا تَقَدَّمَ فَإِذَا رَمٰى يَوۡمَ النَّحۡرِ جَمۡرَةَ الۡعَقَبَةِ وَجَبَ عَلَيۡهِ ذَبۡحُ شَاةٍ أَوۡ سُبۡعُ بَدَنَةٍ فَإِذَا لَمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ قَبۡلَ مَجِيۡءِ يَوۡمِ النَّحۡرِ مِنۡ أَشۡهُرِ الۡحَجِّ وَسَبۡعَةِ أَيَّامٍ بَعۡدَ الۡفَرَاغِ مِنَ الۡحَجِّ وَلَوۡ بِمَكَّةَ بَعۡدَ مُضِيِّ أَيَّامِ التَّشۡرِيۡقِ وَلَوۡ فَرَّقَهَا جَازَ ۔

ترجمہ: پھر حج کا طوافِ قدوم کرے، پھر حج کے افعال پورے کرے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا، پس جب یوم النحر میں جمرۂ عقبہ کی رمی کرے تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا یا بدنہ (گائے، اونٹ) کا ساتواں حصہ (قربان کرنا) واجب ہے، پس جب (بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ) نہ پائے تو تین دن روزے رکھے اشہر الحج میں یوم النحر آنے سے پہلے، اور سات دن حج سے

فارغ ہونے کے بعد اگرچہ ایام تشریق گزر جانے کے بعد مکہ میں ہو، اور اگر ان سات روزوں کو متفرق طور پر رکھے تب بھی جائز ہے۔

سوال: حج قران کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: حج قران میں چونکہ حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے اس کی فضیلت میں آیا کہ صُبّی بن معبد تغلبی سے روایت ہے وہ، کہتے ہیں میں نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی۔

("سنن أبي داود"، کتاب المناسک، باب فی الاقران، الحدیث: ۱۷۹۸، ج۲، ص۲۲۷.)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سُنا، حج و عمرہ دونوں کو لبیک میں ذکر فرماتے ہیں۔("صحیح مسلم"، کتاب الحج، باب فی الافراد و القران، الحدیث: ۱۲۳۲، ص۶۴۷)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کو جمع فرمایا۔("المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبي طلحة، الحدیث: ۱۶۳۴۶، ج۵، ص۵۰۸)

سوال: قران کسے کہتے ہیں؟ نیز حج قران کے کیا احکام ہیں؟

جواب: قِران کے یہ معنی ہیں کہ حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ابھی طواف کے چار پھیرے نہ کیے تھے کہ حج کو شامل کر لیا یا پہلے حج کا احرام باندھا تھا اُس کے ساتھ عُمرہ بھی شامل کر لیا، خواہ طوافِ قدوم سے پہلے عمرہ شامل کیا یا بعد میں۔ طوافِ قدوم سے پہلے اساءت ہے کہ خلاف سنت ہے مگر دَم واجب نہیں اور طوافِ قدوم کے بعد شامل کیا تو واجب ہے کہ عمرہ توڑ دے اور دَم دے اور عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ نہ توڑا جب بھی دَم دینا واجب ہے۔("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۳)

مسئلہ: قِران کے لیے شرط یہ ہے کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ وقوفِ عرفہ سے پہلے ہو، لہٰذا جس نے طواف کے چار پھیروں سے پہلے وقوف کیا اُس کا قِران باطل ہو گیا۔

مسئلہ: سب سے افضل قِران ہے پھر تمتّع پھر اِفراد۔

مسئلہ: قِران کا احرام میقات سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور شوال سے پہلے بھی مگر اس کے افعال حج کے مہینوں میں کیے جائیں، شوال سے پہلے افعال نہیں کرسکتے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۴)

مسئلہ: قِران میں واجب ہے کہ پہلے سات پھیرے طواف کرے اور ان میں پہلے تین پھیروں میں رَمَل سنت ہے پھر سعی کرے، اب قِران کا ایک جُز یعنی عمرہ پورا ہو گیا مگر ابھی حلق نہیں کر سکتا اور کیا بھی تو احرام سے باہر نہ ہو گا اوراس کے جرمانہ میں دو دَم لازم ہیں۔ عمرہ پورا کرنے کے بعد طوافِ قدوم کرے اور چاہے تو ابھی سعی بھی کرلے، ورنہ طوافِ افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اگر ابھی سعی کرے تو طوافِ قدوم کے تین پہلے پھیروں میں بھی رَمَل کرے اور دونوں طوافوں میں اِضطباع بھی کرے۔ ("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۵)

مسئلہ: ایک ساتھ دو طواف کیے پھر دو سعی جب بھی جائز ہے مگر خلاف سنت ہے اور دَم لازم نہیں، خواہ پہلا طواف عمرہ کی نیت سے اور دوسرا قدوم کی نیت سے ہو یا دونوں میں سے کسی میں تعیین نہ کی یا اس کے سوا کسی اور طرح کی نیت کی۔ بہر حال پہلا عمرہ کا ہو گا اور دوسرا طوافِ قدوم۔

('لباب المناسک" و"المسلک المتقسط"، (باب القران، فصل فی اداء القران)، ص۲۶۲)

مسئلہ: پہلے طواف میں اگر طوافِ حج کی نیت کی، جب بھی عمرہ ہی کا طواف ہے۔

("الجوہرۃ النیرۃ"،کتاب الحج، باب القران، ، ص۲۱۰.)

عمرہ سے فارغ ہو کر بدستور مُحرِم رہے اور تمام افعال بجالائے، دسویں کو حلق کے بعد پھر طوافِ افاضہ کے بعد جیسے حج کرنے والے کے لیے چیزیں حلال ہوتی ہیں اُس کے لیے بھی حلال ہوں گی۔

مسئلہ: قارِن پر دسویں کی رَمی کے بعد قربانی واجب ہے اور یہ قربانی کسی جرمانہ میں نہیں بلکہ اس کا شکریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے دو عبادتوں کی توفیق بخشی۔ قارِن کے لیے افضل یہ ہے کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے۔

(الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع، ج۱، ص۲۳۸)

مسئلہ: اس قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ حرم میں ہو، بیرون حرم نہیں ہو سکتی اور سنت یہ کہ منیٰ میں ہو اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے مگر یہ ضرور ہے کہ رَمی کے بعد ہو، رَمی سے پہلے کریگا تو دَم لازم آئے گا اور اگر بارھویں تک نہ کی تو ساقط نہ ہو گی بلکہ جب تک زندہ ہے قربانی اس کے ذمہ ہے۔

("لباب المناسک" و"المسلک المتقسط"، (باب القران، فصل في هدی القارن و المتمتع)، ص۲۶۳)

مسئلہ: اگر قربانی پر قادر تھا اور ابھی قربانی نہ کی تھی کہ انتقال ہو گیا تو اس کی وصیت کر جانا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی مگر وارثوں نے خود کر دی جب بھی صحیح ہے۔

("لباب المناسک" و"المسلک المتقسط"، (باب القران، فصل في هدی القارن و المتمتع)، ص۲۶۳)

مسئلہ: قارِن کو اگر قربانی میسر نہ آئے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ مال نہیں، نہ اتنا اسباب کہ اُسے بیچ کر جانور خریدے تو دس روزے رکھے۔ ان میں تین تو وہیں یعنی یکم شوال سے ذی الحجہ کی نویں تک احرام باندھنے کے بعد رکھے، خواہ سات، آٹھ، نو، کو رکھے یا اس کے پہلے اور بہتر یہ ہے کہ نویں سے پہلے ختم کر دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر رکھے، تینوں کا پے درپے رکھنا ضرور نہیں اور سات روزے حج کا زمانہ گزرنے کے بعد یعنی تیرھویں کے بعد رکھے، تیرھویں کو یا اس کے پہلے نہیں ہو سکتے۔ ان سات روزوں میں اختیار ہے کہ وہیں رکھے یا مکان واپس آکر اور بہتر مکان پر واپس ہو کر رکھنا ہے اور ان دسوں روزوں میں رات سے نیت ضرور ہے۔

("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب السابع في قران و المتمتع، ج۱، ص۲۳۹)

مسئلہ: اگر پہلے کے تین روزے نویں تک نہیں رکھے تو اب روزے کافی نہیں بلکہ دَم واجب ہو گا، دَم دے کر احرام سے باہر ہو جائے اور اگر دَم دینے پر قادر نہیں تو سر مونڈا کر یا بال کتروا کر احرام سے جُدا ہو جائے اور دو دَم واجب ہیں۔("الدر المختار"، كتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۸)

مسئلہ: قادر نہ ہونے کی وجہ سے روزے رکھ لیے پھر حلق سے پہلے دسویں کو جانور مل گیا، تو اب وہ روزے کافی نہیں لہٰذا قربانی کرے اور حلق کے بعد جانور پر قدرت ہوئی تو وہ روزے کافی ہیں، خواہ قربانی کے دنوں میں قدرت پائی گئی یا بعد میں۔ یوہیں اگر قربانی کے دنوں میں سر نہ مونڈایا تو اگرچہ حلق سے پہلے جانور پر قادر ہو وہ روزے کافی ہیں۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۸)

مسئلہ: قارن نے طوافِ عمرہ کے تین پھیرے کرنے کے بعد وقوفِ عرفہ کیا تو وہ طواف جاتا رہا اور چار پھیرے کے بعد وقوف کیا تو باطل نہ ہوا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل کی نیت سے کیے، لہٰذا یوم النحر میں طوافِ زیارت سے پہلے اُس کی تکمیل کرے اور پہلی صورت میں چونکہ اُس نے عمرہ توڑ ڈالا، لہٰذا ایک دَم واجب ہوا اور وہ قربانی کہ شکر کے لیے واجب تھی ساقط ہو گئی اور اب قارِن نہ رہا اور ایام تشریق کے بعد اس عمرہ کی قضا دے۔

("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۹)

فَصْلٌ فِي التَّمَتُّعِ

یہ فصل حج تمتع کے بیان میں ہے

اَلتَّمَتُّعُ هُوَ أَنْ يُحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ فَقَطْ مِنَ الْمِيْقَاتِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلَاةِ رَكْعَتَيِ الْإِحْرَامِ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِيْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ لَهَا وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَّةَ بِأَوَّلِ طَوَافِهِ وَيَرْمُلُ فِيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ بَعْدَ الْوُقُوْفِ عَلَى الصَّفَا كَمَا تَقَدَّمَ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ ثُمَّ يَحْلِقُ رَأْسَهٗ أَوْ يُقَصِّرُ إِذَا لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ وَحَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجِمَاعِ وَغَيْرِهٖ وَ يَسْتَمِرُّ حَلَالاً وَإِنْ سَاقَ الْهَدْيَ لَا يَتَحَلَّلُ مِنْ عُمْرَتِهٖ۔

ترجمہ: تمتع یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے، پس احرام کی دو رکعت کے بعد کہے: اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، پس تو اس کو میرے لئے آسان فرما، اور میری طرف سے قبول فرما، پھر مکہ میں داخل ہونے تک تلبیہ کہتا رہے، پس عمرہ کا طواف کرے، اور تلبیہ کو پہلے طواف پر بند کر دے، اور اس طواف میں رمل کرے، پھر طواف کی دو رکعت پڑھے، پھر صفا پر ٹھہرنے کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سات چکر سعی کرے جیسے کہ بیان ہو چکا، پھر اپنے سر کا حلق کرائے یا قصر کرائے، جب کہ ھدی کو نہیں ہانکا تھا، اور اس کے لئے جماع وغیرہ تمام چیزیں حلال ہو گئیں، اور اگر ھدی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا تو عمرہ سے حلال نہیں ہو گا (محرم ہی رہے گا)۔

فَإِذَا جَاءَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ يُحْرِمُ بِالْحَجِّ مِنَ الْحَرَمِ وَيَخْرُجُ إِلىٰ مِنًى فَإِذَا رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ لَزِمَهٗ ذَبْحُ شَاةٍ أَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَبْلَ مَجِيْءِ يَوْمِ النَّحْرِ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ كَالْقَارِنِ فَإِنْ لَمْ يَصُمِ الثَّلَاثَةَ حَتّٰى جَاءَ يَوْمُ النَّحْرِ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ وَلَا يُجْزِئُهُ صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ ۔

ترجمہ: پس جب یوم ترویہ (ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ) آئے تو حرم ہی سے حج کا احرام باندھے، اور منی کی طرف نکلے، پس جب یوم نحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر چکے، تو ایک بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ ذبح کرے، پس اگر (بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ)

نہ پائے تو یومِ نحر آنے سے پہلے تین دن کے روزے رکھے، اور سات دن کے جب کہ قارن کی طرح واپس آئے، پس اگر تین دن کے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ یومِ نحر آگیا تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا متعین ہو گیا، اور (اب) اس کو روزہ اور صدقہ کافی نہیں ہو گا۔

سوال: حج تمتع کا ثبوت کہاں سے ہے؟

جواب: حج تمتع کا ثبوت قرآنِ پاک سے ہے چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

(پ ۲، البقرہ:۱۹۶)

ترجمہ: جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا، اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات ے واپسی کے بعد، یہ دس پورے ہیں۔ یہ اُس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) کا عذاب سخت ہے۔

سوال: تمتع کسے کہتے ہیں؟ نیز حج تمتع کے کیا احکام ہیں؟

جواب: تمتّع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے یا پورا عمرہ نہ کیا، صرف چار پھیرے کیے پھر حج کا احرام باندھا۔

مسئلہ ۱: تمتّع کے لیے یہ شرط نہیں کہ میقات سے احرام باندھے اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے بلکہ اگر میقات کے بعد احرام باندھا جب بھی تمتع ہے، اگرچہ بلا احرام میقات سے گزرنا گناہ اور دَم لازم یا پھر میقات کو واپس جائے۔ یوہیں تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینے میں باندھا جائے بلکہ شوال سے پیشتر بھی احرام باندھ سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے تمام افعال یا اکثر طواف حج کے مہینے میں ہو، مثلاً تین پھیرے طواف کے رمضان میں کیے پھر شوال میں باقی چار پھیرے کر لیے پھر اسی سال حج کر لیا تو یہ بھی تمتع ہے اور اگر رمضان میں چار پھیرے کر لیے تھے اور شوال میں

تین باقی تو یہ تمتع نہیں اور یہ بھی شرط نہیں کہ جس سال احرام باندھا اسی سال تمتع کرلے مثلاً اس رمضان میں احرام باندھا اور احرام پر قائم رہا، دوسرے سال عمرہ پھر حج کیا تو تمتع ہو گیا۔ ("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۴۰)

سوال: تمتع کی کتنی اور کون کون سی شرطیں ہیں؟

جواب: تمتع کی دس شرطیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حج کے مہینے میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔

(۲) عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہونا۔

(۳) حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لیا ہو۔

(۴) عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔

(۵) حج فاسد نہ کیا ہو۔

(۶) اِلمام صحیح نہ کیا ہو۔ اِلمام صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تَمَتّع نہ ہوا اور اگر عمرہ کرنے سے پیشتر گیا یا عمرہ کرکے بغیر حلق کیے یعنی احرام ہی میں وطن گیا پھر واپس آکر اسی سال حج کیا تو تمتّع ہے۔ یوہیں اگر عمرہ کرکے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر وطن گیا تو یہ بھی اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اگر واپس آکر حج کریگا تو تمتّع ہو گا۔

(۷) حج و عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔

(۸) مکہ معظمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کے بعد پکا ارادہ کر لیا کہ یہیں رہے گا تو تمتع نہیں اور دو ایک مہینے کا ہو تو ہے۔

(۹) مکہ معظمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو، نہ ایسا ہو کہ احرام ہے مگر چار پھیرے طواف کے اس مہینے سے پہلے کر چکا ہے، ہاں اگر میقات سے باہر واپس جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے۔

(۱۰) میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔ مکہ کا رہنے والا تمتّع نہیں کر سکتا۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص ۶۴۳،۶۴۰)

مسئلہ ۲: تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے۔ جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ معظمہ میں آکر طواف و سعی کرے اور سر مونڈائے اب عمرہ سے فارغ ہو گیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اَسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام رہے۔ آٹھویں ذی الحجہ کو مسجد الحرام شریف سے حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بجالائے مگر اس کے لیے طوافِ قدوم نہیں اور طوافِ زیارت میں یا حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی طوافِ نفل میں رَمَل کرے اور اس کے بعد سعی کرے اور اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد طوافِ قدوم کر لیا ہے (اگرچہ اس کے لیے یہ طواف مسنون نہ تھا) اور اس کے بعد سعی کر لی ہے تو اب طوافِ زیارت میں رَمَل نہیں، خواہ طوافِ قدوم میں رَمَل کیا ہو یا نہیں اور طوافِ زیارت کے بعد اب سعی بھی نہیں، عمرہ سے فارغ ہو کر حلق بھی ضروری نہیں۔ اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ سر نہ مونڈائے بدستور مُحرم رہے۔

یوہیں مکہ معظمہ ہی میں رہنا اُسے ضرور نہیں، چاہے وہاں رہے یا وطن کے سوا کہیں اور مگر جہاں رہے وہاں والے جہاں سے احرام باندھتے ہیں یہ بھی وہیں سے احرام باندھے، اگر مکہ مکرمہ میں ہے تو یہاں والوں کی طرح احرام باندھے اور اگر حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے تو حِل میں احرام باندھے اور میقات سے بھی باہر ہو گیا تو میقات سے باندھے۔ یہ اُس صورت میں ہے، جب کہ کسی اور غرض سے حرم یا میقات سے باہر جانا ہو اور اگر احرام باندھنے کے لیے حرم سے باہر گیا تو اُس پر دَم واجب ہے مگر جب کہ وقوف سے پہلے مکہ میں آگیا تو ساقط ہو گیا اور مکہ معظمہ میں رہا تو حرم میں احرام باندھے اور بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ہو اور اس سے بہتر یہ کہ مسجد حرم میں ہو اور سب سے بہتر یہ کہ حطیم شریف میں ہو۔ یوہیں آٹھویں کو احرام باندھنا ضرور نہیں، نویں کو بھی ہو سکتا ہے اور آٹھویں سے پہلے بھی بلکہ یہ افضل ہے۔ تمتع کرنے والے پر واجب ہے کہ دسویں تاریخ کو شکرانہ میں قربانی کرے، اس کے بعد سر مونڈائے۔ اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو اُسی طرح روزے رکھے جو قِران والے کے لیے ہیں۔ ("الجوھرۃ النیرۃ"، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱۲۔ ۲۱۳)

مسئلہ ۳: اگر اپنے ساتھ جانور لے جائے تو احرام باندھ کر لے چلے اور کھینچ کر لے جانے سے ہانکنا افضل ہے۔ ہاں اگر پیچھے سے ہانکنے سے نہیں چلتا تو آگے سے کھینچے اور اُس کے گلے میں ہار ڈال دے کہ لوگ سمجھیں یہ حرم میں قربانی کو

جاتا ہے، اور ہار ڈالنا جُھول ڈالنے سے بہتر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جانور کے کوہان میں دہنی یا بائیں جانب خفیف سا شگاف کر دے کہ گوشت تک نہ پہنچے، اب مکہ معظمہ میں پہنچ کر عمرہ کرے اور عمرہ سے فارغ ہو کر بھی مُحرم رہے جب تک قربانی نہ کرلے۔ اُسے سر مونڈانا جائز نہیں جب تک قربانی نہ کرلے ورنہ دَم لازم آئے گا پھر وہ تمام افعال کرے جو اس کے لیے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا اور دسویں تاریخ کو رَمی کرکے سر مونڈائے اب دونوں احرام سے ایک ساتھ فارغ ہو گیا۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۵)

مسئلہ۴: جو جانور لایا اور جو نہ لایا دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جانور نہ لایا اور عمرہ کے بعد احرام کھول ڈالا اب حج کا احرام باندھا اور کوئی جنایت واقع ہوئی تو جرمانہ مثل مُفرِد کے ہے اور وہ احرام باقی تھا تو جرمانہ قارِن کی مثل ہے اور جانور لایا ہے تو بہر حال قارِن کی مثل ہے۔("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۵)

مسئلہ۵: میقات کے اندر والوں کے لیے قِران و تَمتّع نہیں، اگر کریں تو دَم دیں۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۶)

مسئلہ۶: جو جانور لایا ہے اُسے روزہ رکھنا کافی نہ ہو گا اگرچہ نادار ہو۔

("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۸)

مسئلہ۷: جانور نہیں لے گیا اور عمرہ کرکے گھر چلا آیا تو یہ اِلمام صحیح ہے اس کا تمتع جاتا رہا، اب حج کریگا تو مُفرِد ہے اور جانور لے گیا ہے اور عمرہ کرکے گھر واپس آیا پھر مُحرِم رہا اور حج کو گیا تو یہ اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اس کا تمتّع باقی ہے۔ یوہیں اگر گھر نہ آیا عمرہ کرکے کہیں اور چلا گیا تو تمتّع نہ گیا۔("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۸)

مسئلہ۸: تَمتّع کرنے والے نے حج یا عمرہ فاسد کر دیا تو اس کی قضا دے اور جرمانہ میں دَم اور تمتع کی قربانی اُس کے ذمہ نہیں کہ تمتع رہا ہی نہیں۔("الدرالمختار"، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۵۰)

مسئلہ۹: تمتّع کے لیے یہ ضرور نہیں کہ حج و عمرہ دونوں ایک ہی کی طرف سے ہوں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اپنی طرف سے ہو اور دوسرا کسی اور کی جانب سے یا ایک شخص نے اُسے حج کا حکم دیا اور دوسرے نے عمرہ کا اور دونوں نے تمتّع کی اجازت دیدی تو کر سکتا ہے مگر قربانی خود اس کے ذمہ ہے اور اگر نادار ہے تو روزے رکھے۔

("المسلک المتقسط"، (باب التمتع، فصل ولا یشترط الصحۃ التمتع إحرام العمرۃ من المیقات)، ص۲۸۶)

مسئلہ ۱۰: حج کے مہینے میں عمرہ کیا مگر اُسے فاسد کر دیا پھر گھر واپس گیا پھر آکر عمرہ کی قضا کی اور اُسی سال حج کیا تو یہ تمتع ہو گیا اور اگر مکہ ہی میں رہ گیا یا مکہ سے چلا گیا مگر میقات کے اندر رہا یا میقات سے بھی باہر ہو گیا مگر گھر نہ گیا اور آکر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج بھی کیا تو ان سب صورتوں میں تمتع نہ ہوا۔("الجوھرۃ النیرۃ"، کتاب الحج، باب التمتع، ص۲۱۶)

فَصْلٌ فِي الْعُمْرَةِ

یہ فصل عمرہ کے بیان میں ہے

اَلْعُمْرَةُ سُنَّةٌ وَتَصِحُّ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ وَتُكْرَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَأَيَّامَ التَّشْرِيْقِ وَكَيْفِيَّتُهَا أَنْ يُّحْرِمَ لَهَا مِنْ مَكَّةَ مِنَ الْحِلِّ بِخِلَافِ إِحْرَامِهِ لِلْحَجِّ فَإِنَّهُ مِنَ الْحَرَمِ . وَأَمَّا الْآفَاقِيُّ الَّذِيْ لَمْ يَدْخُلْ مَكَّةَ فَيُحْرِمُ إِذَا قَصَدَهَا مِنَ الْمِيْقَاتِ ثُمَّ يَطُوْفُ وَيَسْعٰى لَهَا ثُمَّ يَحْلِقُ وَقَدْ حَلَّ مِنْهَا كَمَا بَيَّنَّاهُ بِحَمْدِ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: عمرہ سنت ہے، اور پورے سال میں صحیح ہے (جب چاہے کرے)، اور یومِ عرفہ اور یومِ نحر اور ایامِ تشریق میں مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو شخص مکہ میں ہو وہ حل سے عمرہ کا احرام باندھے، بخلاف حج کے احرام کے، کیونکہ وہ (حج کا احرام) حرم سے باندھا جاتا ہے، اور رہا آفاقی جو مکہ میں داخل نہیں ہوا، جب وہ مکہ کا ارادہ کرے، تو میقات سے احرام باندھے، پھر طواف کرے، اور عمرہ کی سعی کرے، پھر حلق کرائے، اب عمرہ سے حلال ہو گیا، جیسے کہ ہم نے اس کو بیان کیا، اللہ کی حمد سے۔

أفضل الأيام

(تَنْبِيْهٌ) وَأَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِ جُمُعَةٍ رَوَاهُ صَاحِبُ مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ بِقَوْلِهِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ" أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ جُمُعَةً وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً " ذَكَرَهُ فِيْ تَجْرِيْدِ الصِّحَاحِ بِعَلَامَةِ الْمُوَطَّا وَكَذَا قَالَ الزَّيْلَعِيُّ شَارِحُ الْكَنْزِ ۔

ترجمہ: تمام دنوں میں افضل عرفہ کا دن ہے، جبکہ جمعہ کے دن سے موافقت کر جائے (جمعہ کے دن عرفہ ہو)، اور یہ (ان) ستر (۷۰) حجوں سے افضل ہے جو جمعہ میں نہ ہوں، اور اس بات کو صاحبِ معراج الدرایہ نے اپنے قول سے روایت کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " تمام دنوں میں افضل عرفہ کا دن

ہے، جبکہ جمعہ کے دن سے موافقت کر جائے (جمعہ کے دن عرفہ ہو)، اور یہ (ان) ستر (۷۰) حجوں سے افضل ہے جو جمعہ میں نہ ہوں" اور اس کو تجرید الصحاح میں موطا کی علامت سے ذکر کیا ہے، اور ایسے ہی زیلعی شارحِ کنز نے کہا ہے۔

وَالْمُجَاوَرَةُ بِمَكَّةَ مَكْرُوهَةٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى لِعَدَمِ الْقِيَامِ بِحُقُوْقِ الْبَيْتِ وَ الْحَرَمِ وَنَفَى الْكَرَاهَةَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ: اور مکہ میں رہنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے بیت اللہ اور حرم کے حقوق کے قائم نہ ہونے کی وجہ سے، اور صاحبین نے کراہت کی نفی کی ہے۔

سوال: عمرہ کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: **مدینے کے تاجدار، بَعطائے پروردگار** عَزَّوَجَلَّ **دو عالم کے مالک و مختار** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **کا اِرشادِ خوشگوار ہے: عمرہ** سے **عمرہ** تک ان **گناہوں کا کفّارہ** ہے جو درمیان میں ہوئے اور **حجِ مبرور** کا ثواب **جنّت ہی** ہے۔

(صحیح البخاری ج۱ص۵۸۶ حدیث ۱۷۷۳)

سوال: عمرہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: عمرہ چونکہ احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے، صفا مروہ کی سعی کرنے اور اس کے بعد حلق یا تقصیر کرنے کا نام ہے لہذا ہر ایک کا مفصل طریقہ ملاحظہ فرمائیں:

عمرہ کا احرام باندھ کر دو رکعت نفل ادا کرے پھر عمرہ کی نیت کرے اور پھر مسجد الحرام آکر طوافِ خانہ کعبہ کرے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ:

طواف شروع کرنے سے قبل مرد **اِضطِباع** کرلیں یعنی چادر سیدھے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر اُس کے دونوں پلّے اُلٹے کندھے پر اِس طرح ڈال لیں کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔ اب پروانہ وار **شمعِ کعبہ** کے گرد طواف کے لئے تیّار ہوجایئے۔ **حجرِ اَسوَد** کی عَین سیدھ میں اب اِضطِباعی حالت میں کعبہ کی طرف مُنہ کرکے اِس طرح کھڑے ہوجایئے کہ پورا **"حجرِ اَسوَد"** آپ کے سیدھے ہاتھ کی طرف ہوجائے، اب بِغیر ہاتھ اُٹھائے اِس طرح طواف کی نیّت کیجئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

ترجمہ: اے **اللہ** !عَزَّوَجَلَّ میں تیرے **محترم گھر** کا طواف کرنے کا اِرادہ کرتا ہوں، تُو اِسے میرے لئے آسان فرمادے اور میری جانب سے اِسے قَبول فرما۔

(بہارِ شریعت ج۱حصّہ ۶ص۱۰۹۶، فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج۱۰ص۷۳۹)

اے **اللہ** !عَزَّوَجَلَّ میں تیرے **محترم گھر** کا طواف کرنے کا اِرادہ کرتا ہوں، تُو اِسے میرے لئے آسان فرمادے اور میری جانب سے اِسے قَبول فرما۔

(ہر جگہ یعنی نماز، روزہ، اِعتِکاف، طواف وغیرہ میں اِس بات کا خیال رکھئے کہ عَرَبی زَبان میں نیّت اُسی وَقت کار آمد ہوگی جب کہ اس کے معنٰی معلوم ہوں ورنہ نیّت اُردو میں بلکہ اپنی مادَری زَبان میں بھی ہوسکتی ہے اور ہر صورت میں **دل میں نیّت ہونا شَرط ہے** اور زَبان سے نہ کہیں تو دِل ہی میں نیّت ہونا کافی ہے ہاں زَبان سے کہہ لینا **افضل** ہے) نیّت کر لینے کے بعد **کَعبہ شریف** ہی کی طرف مُنہ کئے سیدھے ہاتھ کی جانب تھوڑا سا سَرَکئے اور حَجَرِ اَسوَد کے عَین سامنے کھڑے ہو جایئے۔ اب دونوں ہاتھ اِس طرح اُٹھایئے کہ ہتھیلیاں حَجَرِ اَسوَد کی طرف رہیں اور پڑھئے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور تمام خوبیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بَہُت بڑا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے **رسول** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر **دُرُود و سلام** ہوں۔

اب اگر ممکن ہو تو **حجرِ اَسوَد شریف** پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں مُنہ رکھ کر یوں بوسہ دیجئے کہ آواز پیدا نہ ہو۔ تین بار ایسا ہی کیجئے۔ اِس بات کا **خیال رکھیے** کہ لوگوں کو آپ کے دَھکّے نہ لگیں کہ یہ قُوّت کا مظاہرہ کرنے کا موقع نہیں عاجِزی اور مسکینی کے اِظہار کی جگہ ہے۔ **بوسہ ٔحجرِ اَسوَد سُنَّت ہے** اور مسلمان کو ایذا دینا **حرام** اور پھر یہاں اگر **ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے** تو ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ ہُجُوم کے سبب اگر بوسہ مُیَسَّر نہ آسکے تو ہاتھ سے حجرِ اَسوَد کو چھو کر اُسے چُوم لیجئے، یہ بھی نہ بن پڑے تو ہاتھوں کا اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لیجئے۔ **حَجَرِ اَسوَد** کو بوسہ دینے یا ہاتھ سے چُھو کر چُومنے یا ہاتھوں کا اِشارہ کر کے انھیں چُوم لینے کو **"اِستِلام"** کہتے ہیں۔ (اب لَبَّیْك کہنا موقوف فرما دیجئے) اب **کَعبہ شریف** کی طرف ہی چہرہ کئے ہوئے سیدھے ہاتھ کی طرف تھوڑا سا سَرَکئے جب **حجرِ اَسوَد** آپ کے چہرے کے سامنے نہ

رہے (اور یہ اَدنیٰ سی حَرَکت میں ہو جائے گا) تو فوراً اِس طرح سیدھے ہو جایئے کہ **خانہ کَعبہ** آپ کے اُلٹے ہاتھ کی طرف رہے، اِس طرح چلئے کہ کسی کو آپ کا دھکّا نہ لگے۔

مَرد اِبتدائی تین پھیروں میں **رَمل** کرتے چلیں یعنی جلد جلد نزدیک قدم رکھتے، شانے ہلاتے۔ بعض لوگ کودتے اور دوڑتے ہوئے جاتے ہیں، یہ **سُنّت** نہیں ہے۔ جہاں جہاں بھیڑ زِیادہ ہو اور رَمل میں اپنے آپ کو یا دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اُتنی دیر تک رَمل ترک کر دیجئے مگر **رَمل** کی خاطر رُکئے نہیں، طواف میں مَشغُول رہئے۔ پھر جُوں ہی موقع ملے، اُتنی دیر تک کے لئے **رَمل** کے ساتھ طواف کیجئے۔

طواف میں جس قَدَر **خانہ کَعبہ** سے قریب رہیں یہ بہتر ہے مگر اِتنے زِیادہ قریب بھی نہ ہو جایئے کہ آپ کا کپڑا یا جِسم دیوارِ کَعبہ سے لگے اور اگر نزدیکی میں ہُجُوم کے سبب **رَمل** نہ ہو سکے تو اب دُوری **افضل** ہے۔ (بہارِ شریعت ج۱حصّہ۶ ص۱۰۹۶، ۱۰۹۷) **پہلے چکّر** میں چلتے چلتے دُرُود شریف یا دُعائیں پڑھتے رہئے۔

رُکن یَمانی تک پہنچنے تک دُرُود یا دُعائیں ختم کر دیجئے اب اگر بِھیڑ کی وجہ سے اپنی یا دوسروں کی اِیذا کا اَندیشہ نہ ہو تو رُکن یَمانی کو دونوں ہاتھوں سے یا سیدھے ہاتھ سے **تَبَرُّکًا** چُھوئیں، صِرف اُلٹے ہاتھ سے نہ چُھوئیں۔ موقع مُیَسَّر آئے تو **رُکن یَمانی** کو بوسہ بھی دے لینا چاہیے مگر یہ اِحتِیاط ضَروری ہے کہ قدم اور سینہ **کعبہ مُشَرَّفہ** کی طرف نہ ہوں، اگر چُومنے یا چُھونے کا موقع نہ ملے تو یہاں ہاتھوں کو چُومنا **سُنّت** نہیں ہے۔

اب **کعبہ مُشَرَّفہ** کے تین کونوں کا طواف پورا کر کے آپ چوتھے کونے **"رُکن اَسوَد"** کی طرف بڑھ رہے ہیں، **"رُکنِ یَمانی"** اور رُکنِ اَسوَد کی دَرمِیانی دیوار کو **"مُستَجاب"** کہتے ہیں، یہاں دُعا پر اٰمین کہنے کے لئے ستّر ہزار فرشتے مقرّر ہیں۔ آپ جو چاہیں اپنی زَبان میں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دُعا مانگئے یا سب کی نیّت شامل کر کے ایک مرتبہ **دُرُود شریف** پڑھ لیجئے، نیز یہ قرآنی دُعا بھی پڑھ لیجئے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ(۲۰۱) (پ۲، البقرۃ:۲۰۱)

ترجَمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

اے لیجئے! آپ **حجرِ اَسوَد** کے قریب آ پہنچے یہاں آپ کا ایک چکّر پورا ہوا۔ لوگ یہاں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی دُور ہی دُور سے ہاتھ لہراتے ہوئے گزر رہے ہوتے ہیں ایسا کرنا ہر گز سُنَّت نہیں، آپ حسبِ سابِق اِحتیاط کے ساتھ رُو بہ قِبلہ **حجرِ اَسوَد** کی طرف مُنہ کر لیجئے۔ اب نیَّت کرنے کی ضَرورت نہیں کہ وہ تو اِبتداءً ہو چکی، اب **دوسرا چکّر** شُروع کرنے کے لئے پہلے ہی کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر یہ دُعا: بِسْمِ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اللهُ اَكْبَرُ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ؕ پڑھ کر **اِستِلام** کیجئے۔ یعنی موقع ہو تو **حجرِ اَسوَد** کو بوسہ دیجئے ورنہ اُسی طرح ہاتھ سے اِشارہ کر کے اُسے چُوم لیجئے پہلے ہی کی طرح **کعبہ شریف** کی طرف مُنہ کر کے تھوڑا سا سَرَکئے۔ جب **حجرِ اَسوَد** سامنے نہ رہے تو فوراً اُسی طرح **کعبۂ مُشَرَّفہ** کو اُلٹے ہاتھ کی طرف لئے **طواف** میں مَشغُول ہو جائیے اور **دُرُود شریف** یا دعائیں پڑھتے ہوئے **دوسرا چکّر** شُروع کیجئے۔

رُکنِ یَمانی پر پہنچنے سے پہلے پہلے دُعائیں یا دُرُود پاک ختم کر دیجئے۔ اب موقع ملے تو پہلے کی طرح بوسہ لے کر یا پھر اُسی طرح چُھو کر دُرُود شریف پڑھ کر حجرِ اَسوَد کی طرف بڑھتے ہوئے حسبِ سابِق دُعائے قرآنی پڑھئے:

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱) (پ۲، البقرۃ:۲۰۱)

ترجَمۂ کنز الایمان: اے ربّ ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

اے لیجئے! آپ پھر **حجرِ اَسوَد** کے قریب آ پہنچے۔ اب آپ کا **دوسرا چکّر** بھی پورا ہو گیا۔ پھر حسبِ سابِق دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر یہ دُعا: بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللهُ اَكْبَرُ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ؕ پڑھ کر **حجرِ اَسوَد کا اِستِلام** کیجئے اور پہلے ہی کی طرح **تیسرا چکّر** شُروع کیجئے اور دُرُود شریف یا دعائیں پڑھتے رہئے۔ اِسی انداز میں **ساتوں چکر** پورے کیجئے۔ ساتویں چکر کے بعد **حجرِ اَسوَد** پر پہنچ کر آپ کے سات پھیرے مکمل ہو گئے مگر پھر آٹھویں بار حسبِ سابِق دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر یہ دُعا: بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ؕ پڑھ کر **اِستِلام** کیجئے اور یہ ہمیشہ یاد رکھیے کہ جب بھی طواف کریں اُس میں پھیرے سات ہوتے ہیں اور **اِستِلام** آٹھ۔

اب آپ اپنا سیدھا کندھا ڈھانپ لیجئے اور مَقامِ اِبراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر آکر یہ آیتِ مقدّسہ پڑھیے:

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (پ۱، البقرۃ:۱۲۵)

ترجَمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

اب مقامِ ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) کے قریب جگہ ملے تو بہتر ورنہ **مسجدِ حرام** میں جہاں بھی جگہ ملے اگر وَقتِ مکروہ نہ ہو تو دو رَکعَت **نمازِ طواف** ادا کیجئے، پہلی رَکعَت میں سورۂ فاتحہ کے بعد **قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ** اور دوسری میں **قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** شریف پڑھئے، یہ نَماز واجِب ہے اور کوئی مجبوری نہ ہو تو طواف کے بعد فوراً پڑھنا سُنَّت ہے۔ اکثر لوگ کندھا کُھلا رکھ کر نَماز پڑھتے ہیں یہ **مکروہِ تحریمی** ہے، ایسی نَماز کا دوبارہ لوٹانا واجِب ہے۔ **اِضطِباع** یعنی کندھا کُھلا رکھنا صِرف اُس **طواف** کے ساتوں پَھیروں میں ہے جس کے بعد **سَعی** ہوتی ہے۔ اگر وَقتِ مکروہ داخِل ہو گیا ہو تو بعد میں پڑھ لیجئے اور یاد رکھیے اس نَماز کا پڑھنا لازِمی ہے۔ نَماز پڑھ کر مسنون دعائیں پڑھ لیجئے۔

نَماز و دُعا سے فارِغ ہو کر **مُلتَزَم** سے لِپَٹ جایئے۔ **دروازۂ کعبہ** اور **حجرِ اَسوَد** کے دَرمِیانی حصَّہ کو **مُلتَزَم** کہتے ہیں، اِس میں **دروازۂ کعبہ** شامل نہیں۔ **مُلتَزَم** سے کبھی سینہ لگایئے تو کبھی پیٹ، اِس پر کبھی دایاں رُخسار (یعنی گال) تو کبھی بایاں رُخسار رکھئے اور دونوں ہاتھ سَر سے اُونچے کر کے **دیوار مقدّس** پر پھیلایئے یا سیدھا ہاتھ **دروازۂ کعبہ** کی طرف اور اُلٹا ہاتھ حجرِ اَسوَد کی طرف پھیلایئے۔ خوب آنسو بہایئے اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے پاک پَروَردگار عَزَّ وَجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام اُمَّت کے لئے اپنی زَبان میں دُعا مانگئے کہ مَقامِ قَبول ہے اور دُرُود شریف یا مسنون دعائیں بھی پڑھئے:

مُلتَزَم کے پاس نَمازِ طواف کے بعد آنا اُس طواف میں ہے جس کے بعد سَعی ہے اور جس کے بعد سَعی نہ ہو مَثَلاً طوافِ نفل یا طوافُ الزِّیارۃ (جب کہ حج کی سَعی سے پہلے فارِغ ہو چکے ہوں) اُس میں نَماز سے پہلے مُلتَزَم سے لپٹئے۔ پھر مَقامِ اِبراہیم کے پاس جا کر دو رَکعَت نَماز ادا کیجئے۔ (المسلک المتقسط ص۱۳۸)

آبِ زَم زَم پر آ کر اور قِبلہ رُو کھڑے کھڑے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ پڑھ کر تین سانس میں خوب پیٹ بھر کر پیئیں، پینے کے بعد اَلۡحَمۡدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ کہیں، ہر بار کَعبۂ مُشَرَّفہ کی طرف نِگاہ اُٹھا کر دیکھ لیں، کچھ پانی جِسم پر بھی ڈالیں، مُنہ سَر اور جِسم پر اُس سے مَسح بھی کریں مگر یہ اِحتیاط رکھیں کہ کوئی قطرہ زمین پر نہ گرے۔

سَرکارِ مدینہ، راحَتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ ذِیشان ہے: ”زَم زَم جس مَقصَد کے لئے

پیا جائے گا وہ مقصد حاصِل ہو جائے گا۔" (سُنَن اِبنِ ماجہ ج ۳ ص ۴۹۰ حدیث ۳۰۶۲)

یہ زَم زَم اُس لئے ہے جس لئے اِس کو پئے کوئی

اِسی زَم زَم میں جنَّت ہے ، اِسی زَم زَم میں کوثَر ہے

اب اگر کوئی مجبوری یا تھکن وغیرہ نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام کر کے **صَفا و مَروہ** میں **سَعی** کرنے کے لئے تیّار ہو جائیے۔ یاد رہے کہ **سَعی** میں **اِضطِباع** یعنی کندھا کھلا رکھنا سُنَّت نہیں ہے۔ اب **سَعی** کے لئے **حجرِ اَسوَد** کا پہلے ہی کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر یہ دُعا: بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ط پڑھ کر **اِستِلام** کیجئے۔

اب **بابُ الصَّفا** پر آیئے! **"کوہِ صَفا"** چونکہ **"مسجد حرام"** سے باہر واقع ہے اور ہمیشہ مسجِد سے باہر نکلتے وَقت اُلٹا پاؤں نکالنا **سُنَّت** ہے، لہٰذا یہاں بھی پہلے اُلٹا پاؤں نکالئے اور حسبِ معمول مسجِد سے باہر آنے کی دُعا پڑھئے۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ۔

ترجمہ: اے **اللہ عَزَّوَجَلَّ**! میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔

اب **دُرُود و سلام** پڑھتے ہوئے **صَفا** پر اِتنا چڑھئے کہ **کعبہ مُعَظَّمہ** نظر آجائے اور یہ بات یہاں معمولی سا چڑھتے ہی حاصل ہو جاتی ہے، یعنی اگر دیواریں وغیرہ درمیان میں نہ ہوتیں تو کعبہ معظّمہ یہاں سے نظر آتا۔ اس سے زیادہ چڑھنے کی حاجت نہیں۔ اب مسنون دعائیں یا دُرُودِ پاک پڑھئے۔

ناواقفیّت کے سبب کافی لوگ **کعبہ شریف** کی طرف ہتھیلیاں کرتے ہیں، بعض ہاتھ لہرا رہے ہوتے ہیں تو بعض تین بار کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دیتے ہیں، یہ سب غلط طریقے ہیں۔ حسبِ معمول دُعا کی طرح ہاتھ کندھوں تک اُٹھا کر **کعبہ مُعَظَّمہ** کی طرف مُنہ کئے اتنی دیر تک دُعا مانگنی چاہئے جتنی دیر میں **سورۃُ البَقَرَہ** کی **پچیس** آیتوں کی تِلاوت کی جائے، خوب گڑگڑا کر اور رو رو کر دُعا مانگئے کہ یہ **قَبولیَّت کا مَقام** ہے۔ اپنے لئے اور تمام جِنّ وانس مسلمین کی خیر و بھلائی کے لئے اور احسانِ عظیم ہو گا کہ مجھ گنہگار **سگِ مدینہ** کی بے حساب مغفرت کے لئے بھی دُعا مانگئے۔ نیز **دُرُود شریف** پڑھ کر یہ دُعا پڑھئے:

اَللهُ اَكْبَرُ ط اَللهُ اَكْبَرُ ط اَللهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَآ اَوْلَانَا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَآ اَلْهَمَنَا ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ ط لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ ط وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْکَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ط اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط اَللّٰھُمَّ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَنْزِعَہ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اور وہی تعریف کا مستحق ہے جس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ہدایت دی وہی حمد کا مستحق ہے اور جس نے ہمیں نعمت بخشی وہی خدا حمد کے قابل ہے اور اسی کی ذات پاک مستحقِ حمد ہے جس نے ہمیں بھلائی کی راہ سمجھائی، تمام تعریفیں اسی خدا کو زیب دیتی ہیں جس نے ہمیں یہ ہدایت نصیب فرمائی اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاسکتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تنہا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے، وہی ہمہ قسم کی حمد کا مستحق ہے، زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ ایسا زندہ ہے کہ اس کے لئے موت نہیں، خیر و بھلائی اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ یکتا ویگانہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا وعدہ سچا ہے اور اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس کے لشکر کو سرخرو کیا اور اسی نے تنہا باطل کے سارے لشکروں کو پسپا کیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں چاہے یہ بات کافروں کو گراں ہی کیوں نہ گزرے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرا فرمان ہے اور تیرا فرمان حق ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور تیرے وعدہ ٹلتا نہیں تو اے اللہ عَزَّوَجَلَّ جس طرح تُو نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی، اب میرا سوال ہے کہ مجھ سے یہ دولت واپس نہ لینا، مجھے مرتے دم تک مسلمان ہی رکھنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پاک ہے اور حمد کی مستحق بھی خدا ہی کی ذات ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود

نہیں اور **اللہ عَزَّوَجَلَّ** ہی بڑا ہے اور نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت مگر **اللہ عَزَّوَجَلَّ** بزرگ وبرتر کی مدد سے۔ اے **اللہ عَزَّ وَجَلَّ**! ہمارے آقا ومولا حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے اصحاب پر اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر اور آپ کی نسل اور پیروکاروں پر قیامت تک درود وسلام نازل فرما۔ اے **اللہ عَزَّوَجَلَّ**! مجھے، میرے والدین کو اور سارے مسلمان مردوں اور عورتوں کو معاف فرما اور تمام پیغمبروں پر سلام پہنچا اور سب خوبیاں **اللہ عَزَّوَجَلَّ** کو جو مالک سارے جہانوں کا۔

دُعا ختم ہونے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیجئے اور دُرُود شریف پڑھ کر **سَعی** کی نیّت اپنے دِل میں کر لیجئے مگر زَبان سے بھی کہہ لینا بہتر ہے۔ معنیٰ ذِہن میں رکھتے ہوئے اِس طرح نیّت کیجئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِّوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

ترجمہ: اے **اللہ عَزَّوَجَلَّ**! میں تیری رضا اور خوشنودی کی خاطر **صفا** اور **مروہ** کے درمیان سعی کے **سات چکر کرنے** کا ارادہ کر رہا ہوں تو اسے میرے لئے آسان فرمادے اور میری طرف سے اسے قبول فرما۔ (بہارِ شریعت ج۱حصّہ۶ ص۱۱۰۸)

اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

ترجمہ: اے **اللہ عَزَّوَجَلَّ**! تو مجھے اپنے پیارے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کا تابع بنادے اور مجھے ان کے دین پر موت نصیب فرما اور مجھے پناہ دے فتنوں کی گمراہیوں سے اپنی رحمت کے ساتھ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

صَفا سے اب ذِکر و دُرُود میں مَشغول دَرمِیانہ چال چلتے ہوئے **جانِبِ مروہ** چلئے۔ جُوں ہی **پہلا سَبز میل** آئے مرد دوڑنا شُروع کردیں (مگر مُہذَّب طریقہ پر نہ کہ بے تحاشہ) اور سُوار سُواری کو تیز کردیں، ہاں اگر بِھیڑ زِیادہ ہو تو تھوڑا رُک جایئے جب کہ بِھیڑ کم ہونے کی اُمید ہو۔

دوڑنے میں یہ یاد رکھئے کہ خود کو یا کسی دوسرے کو اِیذا نہ پہنچے کہ یہاں دوڑنا سُنَّت ہے جب کہ کسی مسلمان کو ایذا دینا حرام، اِسلامی بہنیں نہ دوڑیں۔ اب اِسلامی بھائی دوڑتے ہوئے اور اِسلامی بہنیں چلتے ہوئے مسنون دعائیں یا دُرُود پاک

پڑھیں۔

جب دوسرا سبز میل آئے تو آہستہ ہو جایئے اور جانبِ مروہ بڑھے چلئے۔ اے لیجئے! مروہ شریف آگیا، عوامُ النّاس دُور اُوپر تک چڑھے ہوئے ہوتے ہیں، آپ اُن کی نَقل نہ کیجئے، فقط آپ معمولی اُونچائی پر چڑھئے بلکہ اُس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے بھی مروہ پر چڑھنا ہو گیا، یہاں اگرچہ دیواریں وغیرہ بن جانے کے سبب کعبہ شریف نظر نہیں آتا مگر کعبۂ مُشَرَّفہ کی طرف مُنہ کرکے صفا کی طرح اُتنی ہی دیر تک دُعا مانگئے۔ اب نیَّت کرنے کی ضَرورت نہیں کہ وہ تو پہلے ہو چکی یہ ایک پھیرا ہوا۔

اب حسبِ سابِق دُعا پڑھتے ہوئے مروہ سے جانِبِ صَفا چلئے اور حسبِ معمول میلَین اَخضَرَین کے دَرمِیان مرد دوڑتے ہوئے اور اِسلامی بہنیں چلتے ہوئے وُہی دُعا پڑھیں، اب صَفا پر پہنچ کر دو پھیرے پورے ہوئے۔ اِسی طرح صَفا اور مروہ کے دَرمِیان چلتے، دوڑتے ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو گا، آپ کی سعی مکمل ہوئی۔

اب ہو سکے تو مسجدِ حرام میں دو رَکعَت نَماز نَفل (اگر مکروہ وَقت نہ ہو) ادا کر لیجئے کہ مُستَحب ہے، ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سَعی کے بعد مطاف کے کنارے حَجَرِ اَسوَد کی سیدھ میں دو نَفل ادا فرمائے ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج۱۰ص۳۵۴ حدیث ۲۷۳۱۳)

اب مرد **حَلق** کریں یعنی سَر منڈوا دیں یا **تقصِیر** کریں یعنی بال کتروائیں۔

تقصِیر یعنی کم از کم چوتھائی سَر کے بال اُنگلی کے پَورے برابر کٹوانا۔ اِس میں یہ اِحتیاط رکھیں کہ ایک پورے سے زِیادہ کٹوائیں تاکہ سر کے بیچ میں جو چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں وہ بھی ایک پَورے کے برابر کٹ جائیں۔ بعض لوگ **قینچی** سے چند بال کاٹ لیا کرتے ہیں، **حَنَفِیّوں** کے لئے یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اِس طرح **اِحرام** کی پابندیاں بھی ختم نہ ہوں گی۔

اِسلامی بہنوں کو سَر منڈانا حرام ہے وہ صِرف تَقصِیر کروائیں۔ اِس کا **آسان طریقہ** یہ ہے کہ اپنی چُٹیا کے سرے کو اُنگلی کے ایک پَورے سے کچھ زِیادہ کاٹ لیں، لیکن یہ اِحتیاط لازِمی ہے کہ کم از کم **چوتھائی سَر** کے بال ایک پَورے کے برابر کٹ جائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مبارک ہو کہ آپ عمرہ شریف سے فارِغ ہو گئے۔

بَابُ الْجِنَايَاتِ

یہ باب جنایات کے بیان میں ہے

هِيَ عَلىٰ قِسْمَيْنِ : جِنَايَةٌ عَلَى الْإِحْرَامِ وَجِنَايَةٌ عَلَى الْحَرَمِ وَالثَّانِيَةُ لَا تَخْتَصُّ بِالْمُحْرِمِ وَجِنَايَةُ الْمُحْرِمِ عَلىٰ أَقْسَامٍ : مِنْهَا مَا يُوجِبُ دَمًا وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ صَدَقَةً وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ دُونَ ذٰلِكَ وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ الْقِيْمَةَ وَهِيَ جَزَاءُ الصَّيْدِ وَيَتَعَدَّدُ الْجَزَاءُ بِتَعَدُّدِ الْقَاتِلِيْنَ الْمُحْرِمِيْنَ۔

ترجمہ: جنایت دو قسموں پر ہے، (۱) جنایت علی الاحرام (جو کام حالتِ احرام میں منع ہو ان کو کرنا) (۲) جنایت علی الحرم (جو کام حرم میں کرنا منع ہو)، اور دوسری قسم کی جنایت محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور محرم کی جنایت چند قسموں پر ہے: ان میں سے بعض وہ ہیں جو دم کو واجب کرتی ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقہ کو واجب کرتی ہیں، اور صدقہ، گیہوں کا نصف صاع ہے، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو قیمت کو واجب کرتی ہیں، اور یہ شکار کی جزا ہے، اور جزا متعدد ہوتی ہے احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے۔

سوال: جنایت سے کیا مراد ہے؟

جواب: جنایت لغت میں تقصیر اور خطا کو کہتے ہیں، اور حج کے بیان میں ہر اس فعل کا ارتکاب جنایت ہے جس کا کرنا احرام یا حرم کی وجہ سے ممنوع ہو، ان جنایتوں پر شریعت میں کچھ جزائیں مقرر ہیں جو جنایت کرنے والے پر لازم ہوتی ہیں، مُحرم اگر بالقصد بلا عُذر جرم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا، لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہو گا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا عذر سے ہے تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے، یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، نشہ یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اُس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اُس کے حکم سے کیا۔

سوال: جنایت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: جنایت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)جنایت علی الاحرام: یعنی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو۔ پس یہ قسم صرف محرم کے ساتھ خاص ہے۔

(۲)جنایت علی الحرم: یعنی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو حرم میں ممنوع ہو۔ اور یہ قسم صرف محرم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو شخص بھی حرم کی حرمت کے خلاف کوئی کام کرے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔

سوال: محرم کی جنایت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: جنایت علی الاحرام یعنی محرم کی جنایت پر جو جزائیں واجب ہوتی ہین ان کی چار قسمیں ہیں:

(۱)دَم یعنی ایک بکرا۔ (اِس میں نَر، مادہ، دُنبہ، بَھیڑ، نیز بدنہ یعنی گائے یا اُونٹ کا ساتواں حصّہ سب شامل ہیں) قربان کرنا۔ گائے بکرا وغیرہ یہ تمام جانور اُن ہی شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔

(۲)صَدَقہ یعنی صَدَقہ ٔفِطر کی مِقدار۔ آج کل کے حساب سے صَدَقہ ٔفِطر کی مِقدار ۲ کلو ۵۰ گرام گندُم یا اُس کا آٹا یا اُس کی رقم یا اُس کے دُگنے جَو یا کھجور یا اُس کی رقم ہے۔

(۳)قیمت یعنی حالتِ احرام میں کسی جانور کا شکار کر لیا تو اس جانور کی قیمت کو خیرات کرنا۔

(۴)صدقہ سے بھی کم مقدار کا واجب ہونا جس میں مٹھی بھر غلہ یا اس کی قیمت یا ایک روٹی کا دینا۔

سوال: ”ویتعدد الجزاء بتعدد القاتلین المحرمین“ سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزا بھی متعدد ہو جائے گی، مثلاً دو محرموں نے مل کر ایک شکار کیا تو اس جرم کا تعلق دو احراموں سے ہے لہذا جزا بھی دو ہو گی، جیسے کہ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”کئی شخصوں نے مل کر شکار کیا تو سب پر پورا پورا کفارہ ہے۔“

("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب التاسع في الصيد، ج۱، ص۲۴۹.)

فَالَّتِيْ تُوْجِبُ دَمًا هِيَ مَا لَوْ طَيَّبَ مُحْرِمٌ بَالِغٌ عُضْوًا أَوْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِحِنَّاءٍ أَوْ اِدَّهَنَ بِزَيْتٍ وَنَحْوِهِ أَوْ لَبِسَ مَخِيْطًا أَوْ سَتَرَ رَأْسَهُ يَوْمًا كَامِلًا أَوْ حَلَقَ رُبُعَ رَأْسِهِ أَوْ مَحْجَمَهُ أَوْ أَحَدَ إِبْطَيْهِ أَوْ عَانَتَهُ أَوْ رَقَبَتَهُ

أَوْ قَصَّ أَظَافِرَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِمَجْلِسٍ أَوْ يَدًا أَوْ رِجْلًا أَوْ تَرَكَ وَاجِبًا مِمَّا تَقَدَّمَ بَيَانُهُ وَفِيْ أَخْذِ شَارِبِهٖ حُكُوْمَةٌ۔

ترجمہ: پس وہ جنایت جو دم کو واجب کرتی ہیں وہ یہ ہیں کہ: اگر کسی محرم بالغ نے کسی عضو پر خوشبو لگائی یا اپنے سر پر مہندی کا خضاب لگایا، یا زیتون اور اسی طرح (کا کوئی) تیل لگایا، یا سلا ہوا کپڑا پہنا، یا اپنا سر پورا دن چھپا لیا، یا اپنا چوتھائی سر منڈوایا، یا پچھنہ لگوانے کی جگہ کو یا دونوں بغلوں میں سے ایک کے، یا اپنے زیرِ ناف، یا گردن کے بال منڈے، یا اپنے دونوں ہاتھ، یا دونوں پیر کے ناخن ایک مجلس مین کاٹے، یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخن کاٹے، یا کسی واجب کو چھوڑ دیا، ان واجبات میں سے جن کا ذکر پہلے گزرا، اور اپنی مونچھ کے لینے (ترشوانے) میں ایک عادل کے فیصلہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: کون سی جنایت دم کو واجب کرتی ہیں؟

جواب: مندرجہ ذیل جنایات دم کو واجب کرتی ہیں:

(۱) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے حصہ پر یا کسی بڑے عضو جیسے سر، منہ، ران، پنڈلی کو پورا اسان دیا اگرچہ خوشبو تھوڑی ہے تو ان دونوں صورتوں میں دم ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو عضو کے تھوڑے سے حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔

('الفتاوی الهندية" کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول، ج۱، ص۲۴۰۔۲۴۱)

(۲) سر پر منہدی کا پتلا خضاب کیا کہ بال نہ چھپے تو ایک دَم اور گاڑھی تھوپی کہ بال چھپ گئے اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دَم اور چار پہر سے کم میں ایک دَم اور ایک صدقہ اور عورت پر بہر حال ایک دم، چوتھائی سر چھپنے کا بھی یہی حکم ہے اور چوتھائی سے کم میں صدقہ ہے اور سر پر وسمہ پتلا پتلا لگایا تو کچھ نہیں اور گاڑھا ہو تو مرد کو کفارہ دینا ہو گا۔

("الجوهرة النيرة"، کتاب الحج، باب الجنايات، ص۲۱۷)

داڑھی میں منہدی لگائی جب بھی دَم واجب ہے، پوری ہتھیلی یا تلوے میں لگائی تو دَم دے۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنايات، ج۳، ص۶۵۴)

خطمی سے سر یا داڑھی دھوئی تو دَم ہے۔

("الفتاوى الهندية"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول، ج۱، ص۲۴۱)

(۳)روغن چمیلی وغیرہ خوشبو دار تیل لگانے کا وہی حکم ہے جو خوشبو استعمال کرنے میں تھا۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الأول، ج۱، ص۲۴۰)

تِل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو، البتہ ان کے کھانے اور ناک میں چڑھانے اور زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے سے صدقہ واجب نہیں۔("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۵)

(۴)مُحرِم نے سِلا کپڑا چار پہر کامل پہنا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا اور لگا تار کئی دن تک پہنے رہا جب بھی ایک ہی دَم واجب ہے، جب کہ یہ لگا تار پہننا ایک طرح کا ہو یعنی عُذر سے یا بلا عذر اور اگر مثلاً ایک دن بلا عذر تھا، دوسرے دن بعذر یا بالعکس تو دو کفارے واجب ہوں گے۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴)

(۵)مرد یا عورت نے منہ کی ٹِکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگا تار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔

("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲)

(۶)سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ اور اگر چندلا ہے یا داڑھی میں کم بال ہیں، تو اگر چوتھائی کی مقدار ہیں تو کُل میں دَم ورنہ صدقہ۔ چند جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال لئے تو سب کا مجموعہ اگر چہارم کو پہنچتا ہے تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹)

پوری گردن یا پوری ایک بغل میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اگرچہ نصف یا زیادہ ہو۔ یہی حکم زیرِ ناف کا ہے۔ دونوں بغلیں پوری مونڈائے، جب بھی ایک ہی دَم ہے۔("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹)

سر اور داڑھی اور گردن اور بغل اور زیرِ ناف کے سوا باقی اعضا کے مونڈانے میں صرف صدقہ ہے۔

("ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۰)

(۷)ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دَم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے یا دَم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک

جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دو دَم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دَم۔("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۴)

ایک ہی جلسہ میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہارم سر مونڈایا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دَم یعنی تین دَم واجب ہیں۔("الفتاوی الهندیة"، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۴)

(۸) واجباتِ حج میں سے کسی واجب کو ترک کر دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے۔

سوال: "وفي أخذ شاربه حکومة" اس عبارت سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: اگر محرم نے اپنی مونچھ کتر یا مونڈ لی تو ایک عادل آدمی جو فیصلہ کرے گا اسی کے مطابق اس پر جزا واجب ہو گی، مثلاً جتنی مونچھ مونڈی گئی ہے اس کو دیکھیں گے کہ وہ چوتھائی داڑھی میں سے کتنی ہے اسی کو معیار بنا کر صدقہ واجب ہو گا۔

یہ قول غیر مفتی بہ ہے جبکہ مفتی بہ قول بہار شریعت میں یہ مذکور ہے: "مونچھ اگرچہ پوری مونڈائے یا کتروائے صدقہ ہے"۔ پس اس قول کے مطابق اب عادل آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔(بہار شریعت ج۱ ص۱۱۷۱)

وَالَّتِيْ تُوْجِبُ الصَّدَقَةَ بِنِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ قِيْمَتِهِ هِيَ مَا لَوْ طَيَّبَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ أَوْ لَبِسَ مَخِيْطًا أَوْ غَطّٰى رَأْسَهٗ أَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ أَوْ حَلَقَ أَقَلَّ مِنْ رُبْعِ رَأْسِهٖ أَوْ قَصَّ ظُفُرًا وَكَذَا لِكُلِّ ظُفُرٍ نِصْفُ صَاعٍ إِلَّا أَنْ يَبْلُغَ الْمَجْمُوْعُ دَمًا فَيَنْقُصُ مَا شَاءَ مِنْهُ كَخَمْسَةٍ مُتَفَرِّقَةٍ، اَوْطَافَ لِلْقُدُوْمِ أَوِ الصَّدْرِ مُحْدِثًا۔

ترجمہ: اور وہ جنایت جن کے ذریعہ نصف صاع گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرنے کو واجب کرتی ہے وہ یہ ہیں کہ اگر ایک عضو سے کم پر خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنے سر کو ڈھانکا ایک دن سے کم یا چوتھائی سر سے کم حلق کرایا یا ایک ناخن کاٹا اور ایسے ہی ہر ناخن کے مقابلہ میں نصف صاع ہے مگر یہ مجموعہ ایک دم کو پہنچ جائے تو کم کر دے اس میں سے جو چاہے جیسا پانچ متفرق ناخنوں میں، یا قدوم کا طواف، یا طوافِ صدر (طوافِ وداع) حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں کیا، تو صدقہ واجب ہو گا۔

سوال: کن جنایت سے صدقۂ فطر دینا واجب ہوتا ہے؟

جواب: اگر تھوڑی سی خوشبو عضو کے تھوڑے سے حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ مُحرِم نے سِلا کپڑا چار پہر کامل پہنا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا۔ مرد یا عورت نے منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگا تار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ۔ اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ ہے۔ اگر کسی نے طوافِ قدوم یا طوافِ وداع بے وضو کی حالت میں کیا تو اس پر صدقہ واجب ہو گا۔

سوال: ''إلا أن یبلغ المجموع دما فینقص ما شاء منه'' اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ: اگر کسی نے سولہ ناخن متفرق طور پر کاٹے مثلاً اپنے داہنے ہاتھ کے چار، بائیں ہاتھ کے چار، داہنے پاؤں کے چار، بائیں پاؤں کے چار، ان کا مجموعہ سولہ ناخن ہوئے، اب متفرق طور پر کاٹنے کی وجہ سے اس پر سولہ صدقہ واجب ہوئے، اور ان سولہ صدقوں کی قیمت مثلاً ۲۰۰۰ روپئے بنتے ہیں اور ایک دم (بکرے کی قیمت) بھی ۲۰۰۰ روپئے ہوتے ہیں، یوں تمام صدقوں کا مجموعہ ایک دم کو پہنچ رہا ہے، لہذا ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ ''۲۰۰۰ سے کچھ کم صدقہ کرے تاکہ ایک دم دینا لازم نہ آئے''۔

جبکہ بہارِ شریعت میں یوں عبارت موجود ہے ''اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے یا دَم دے''۔

سوال: ''کخمسة متفرقة'' کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ: اگر کسی نے پانچ ناخن متفرق طور پر کاٹے مثلاً دو ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے ہاتھ کے تو اس صورت میں کل پانچ صدقہ واجب ہوئے۔

وَتَجِبُ شَاةٌ وَلَوْ طَافَ جُنُبًا أَوْ تَرَكَ شَوْطًا مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ وَكَذَا لِكُلِّ شَوْطٍ مِنْ أَقَلِّهِ أَوْ حَصَاةً مِنْ إِحْدَى الْجِمَارِ وَكَذَا لِكُلِّ حَصَاةٍ فِيمَا لَمْ يَبْلُغْ رَمْيَ يَوْمٍ إِلَّا اَنْ يَبْلُغَ دَمًا فَيَنقُصَ مَا شَاءَ أَوْ حَلَقَ رَأْسَ

غَيْرِهٖ أَوْ قَصَّ أَظْفَارَهٗ وَإِنْ تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ أَوْ حَلَقَ بِعُذْرٍ تَخَيَّرَ بَيْنَ الذَّبْحِ أَوِ التَّصَدُّقِ بِثَلَاثَةِ أَصُوْعٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ أَوْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔

ترجمہ: اور بکری واجب ہوتی ہے اگر جنابت کی حالت میں طواف کیا ہو، یا طوافِ صدر (وداع) کا ایک چکر چھوڑ دیا ہو، اور ایسے ہی ہر چکر کے عوض میں اس کے اقل سے یا کسی جمرہ کی ایک کنکری چھوڑ دی، اور ایسے ہی ہر کنکری کے عوض (نصف صاع ہے) اس صورت میں کہ ایک دن کی رمی کو نہ پہنچے مگر یہ کہ پہنچ جائے دم کو تو جو چاہے کم کر دے، یا کسی دوسرے کے سر کو مونڈا، یا دوسرے کے ناخن کاٹے، اور خوشبو لگائی، یا سلا ہوا کپڑا پہنا، یا کسی عذر سے حلق کرایا، تو ذبح کرنے یا تین صاع چھ مسکینوں پر صدقہ کرنے یا تین دن کے روزے رکھنے کا اختیار دیا جائے گا۔

وَالَّتِيْ تُوْجِبُ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهِيَ مَا لَوْ قَتَلَ قَمْلَةً أَوْ جَرَادَةً فَيَتَصَدَّقُ بِمَا شَاءَ . وَالَّتِيْ تُوْجِبُ الْقِيْمَةَ فَهِيَ مَا لَوْ قَتَلَ صَيْدًا فَيُقَوِّمُهٗ عَدْلَانِ فِيْ مَقْتَلِهٖ أَوْ قَرِيْبٍ مِنْهُ فَإِنْ بَلَغَتْ هَدْيًا فَلَهُ الْخِيَارُ إِنْ شَاءَ اِشْتَرَاهُ وَذَبَحَهٗ أَوْ اِشْتَرٰى طَعَاماً وَتَصَدَّقَ بِهٖ لِكُلِّ فَقِيْرٍ نِصْفَ صَاعٍ أَوْ صَامَ عَنْ طَعَامِ كُلِّ مِسْكِيْنٍ يَوْمًا وَإِنْ فَضُلَ أَقَلُّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ تَصَدَّقَ بِهٖ أَوْ صَامَ يَوْمًا وَتَجِبُ قِيْمَةُ مَا نَقَصَ بِنَتْفِ رِيْشِهِ الَّذِيْ لَا يَطِيْرُ بِهٖ وَشَعْرِهٖ وَقَطْعِ عُضْوٍ لَا يَمْنَعُهُ الْاِمْتِنَاعُ بِهٖ۔

ترجمہ: اور وہ جنایت جو نصف صاع سے کم واجب کرتی ہے پس وہ یہ ہے کہ اگر جوں یا ٹڈی کو مار ڈالا تو جو چاہے صدقہ دے۔ اور وہ جنایت جو قیمت کو واجب کرتی ہے پس وہ یہ ہے کہ اگر کسی شکار کو قتل کر دیا، پس دو عادل شخص اس کی قیمت اس کے قتل کی جگہ میں لگائیں گے، یا اس سے قریب کی جگہ میں، پس اگر اس کی قیمت ایک ہدی کو پہنچ جائے، تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے اس کو خریدے اور ذبح کرے، یا غلہ خریدے اور ہر فقیر کو نصف صاع صدقہ کرے، یا ہر مسکین کے غلہ کے عوض ایک دن کا روزہ رکھے، اور (اس تقسیم کے بعد) اگر نصف صاع سے کم بچ جائے تو اس کو صدقہ کر دے، یا ایک دن کا روزہ رکھے، اور واجب ہوگی وہ قیمت جو کم ہو گئی ہے اس کے پَر کو اکھاڑنے سے جس سے وہ اڑتا نہیں تھا، اور اس کے بال اکھاڑنے سے، اور ایسے عضو کے کاٹنے سے کہ نہیں روکتا ہے اس کو حفاظت کرنا عضو کے کاٹنے سے۔

سوال: وہ جنایت کون سی ہے جس میں نصف صاع سے کم صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے؟

جواب: اپنی جُوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مُٹھی گندم اور اس سے زیادہ میں نصف صاع گندم صدقہ کرے۔ ("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۹)

ٹڈّی بھی خشکی کا جانور ہے، اُسے مارے تو کفارہ دے اور ایک کھجور کافی ہے۔

("الجوهرة النيرة"، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج ص۲۲۷)

سوال: وہ جنایت کون سی ہے جو قیمت کو واجب کرتی ہے؟

جواب: خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا، یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مُضطر ہو۔ یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حساب سے جو قیمت بتادیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو قیمت ہو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتادیا جب بھی کافی ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۶)

شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کرکے فقرا کو تقسیم کردے یا اُس کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کردے، اتنا اتنا کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کی قدر پہنچے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کے غلّہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غلہ بچ جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کی عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

("الفتاوى الهندية"، كتاب المناسك، الباب التاسع في الصيد، ج۱، ص۲۴۸)

سوال: اس عبارت "وتجب قیمۃ ما نقص بنتف ریشہ" سے کون سا مسئلہ بیان کیا گیا ہے؟

جواب: اس عبارت سے یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اگر محرم نے جانور کو زخمی کردیا مگر مرا نہیں یا اس کے بال یا وہ پر نوچے جس سے وہ اڑتا نہیں تھا یا کوئی عضو کاٹ ڈالا کہ اس کے بعد بھی وہ بھاگ کر اپنی جان بچا سکتا ہے تو اس کی وجہ سے جو کچھ اُس جانور میں کمی ہوئی وہ کفارہ دینا ہوگا ہے، مثلاً صحیح سالم ہونے کی حالت میں ۱۰۰ روپئے کا تھا اور اب اس کی قیمت ۵۰ روپئے رہ گئی تو وہ محرم باقی ۵۰ روپئے کا ضامن ہوگا۔ اور اگر زخم کی وجہ سے مر گیا تو پوری قیمت واجب۔

("تنویر الابصار" و "الدر المختار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۳)

وَتَجِبُ الْقِيمَةُ بِقَطْعِ بَعْضِ قَوَائِمِهِ وَنَتْفِ رِيْشِهِ وَكَسْرِ بَيْضِهِ وَلَا يُجَاوَزُ عَنْ شَاةٍ بِقَتْلِ السَّبُعِ وَإِنْ صَالَ لَا شَيْءَ بِقَتْلِهِ وَلَا يُجْزِئُ الصَّوْمُ بِقَتْلِ الْحَلَالِ صَيْدَ الْحَرَمِ وَلَا بِقَطْعِ حَشِيْشِ الْحَرَمِ وَشَجَرَةِ النَّابِتِ بِنَفْسِهِ وَلَيْسَ مِمَّا يُنْبِتُهُ النَّاسُ بِلْ اَلْقِيمَةُ وَحَرُمَ رَعْيُ حَشِيْشِ الْحَرَمِ وَقَطْعُهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَالْكَمْأَةَ۔

ترجمہ: اور قیمت واجب ہوتی ہے اس کے ہاتھ پیر میں سے کسی ایک کو کاٹ دینے سے، اور اس کے پر کو اکھاڑنے سے اور اس کا انڈا توڑنے سے۔ اور بکری کی قیمت سے تجاوز نہیں کیا جائے گا کسی درندے کو قتل کرنے کے عوض، اور اگر (درندہ) حملہ کرے تو اس کے قتل کرنے کے عوض کوئی شے واجب نہیں۔ اور حرم کے شکار کو حلال شخص کے قتل کر دینے سے روزہ کافی نہیں ہوگا، اور خود رو درخت کو کاٹنے سے جس کو لوگ بوتے نہیں ہیں بلکہ قیمت (لازم ہوگی) اور حرم کی گھاس چرانا حرام ہے اور اس کا کاٹنا مگر اذخر اور کمأۃ (کا کاٹنا حرام نہیں ہے)

سوال: جانور کے ہاتھ پیر کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پرند کے پر نوچ ڈالے کہ اُوڑ نہ سکے یا چوپایہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے کہ بھاگ نہ سکے تو پورے جانور کی قیمت واجب ہے اور انڈا توڑا یا بھونا تو اس کی قیمت دے مگر جب کہ گندہ ہو تو کچھ واجب نہیں اگرچہ اس کا چھلکا قیمتی ہو جیسے شُتر مرغ کا انڈا کہ لوگ اُسے خرید کر بطور نمائش رکھتے ہیں اگرچہ گندہ ہو۔ انڈا توڑا اس میں سے بچہ مرا ہوا نکلا تو بچہ کی قیمت دے اور جنگل کے جانور کا دودھ دوہا تو دودھ کی اور بال کترے تو بالوں کی قیمت دے۔

("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۴)

اگر محرم نے کسی درندے کو قتل کر دیا مثلاً شیر یا چیتا کو تو اس پر جزا واجب ہے، ہاں جزا اتنی واجب ہوگی جو ایک بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہو، مثلاً شیر کی قیمت ۵۰۰ روپئے ہے اور بکری کی قیمت ۳۰۰ روپئے تو محرم پر صرف ۳۰۰ روپئے واجب ہوں گے، ۳۰۰ روپئے سے زیادہ واجب نہیں ہوں گے۔ اور جو درندے ایسے ہوں جن کی عادت اکثر ابتداءً حملہ کرنے کی ہوتی ہے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، اِن سب کے مارنے میں کچھ نہیں۔ یوہیں پانی کے تمام جانوروں کے قتل میں کفارہ نہیں۔("الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۲)

سوال: غیر مُحرِم نے حرم کے جنگل کا جانور ذبح کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مُحرِم نے حرم کے جنگل کا جانور ذبح کیا تو اس کی قیمت واجب ہے اور اس قیمت کے بدلے روزہ نہیں رکھ سکتا اور مُحرِم ہے تو روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۹۳)

سوال: حرم کی گھاس اور درخت کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حرم کے درخت کی چار قسمیں ہیں: (۱) کسی نے اُسے بویا ہے اور وہ ایسا درخت ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ (۲) بویا ہے مگر اس قسم کا نہیں جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ (۳) کسی نے اسے بویا نہیں مگر اس قسم سے ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ (۴) بویا نہیں، نہ اس قسم سے ہے جسے لوگ بوتے ہیں۔

پہلی تین قسموں کے کاٹنے وغیرہ میں کچھ نہیں یعنی اس پر جرمانہ نہیں۔ رہا یہ کہ وہ اگر کسی کی ملک ہے تو مالک تاوان لے گا، چوتھی قسم میں جرمانہ دینا پڑے گا اور کسی کی ملک ہے تو مالک تاوان بھی لے گا اور جرمانہ اُسی وقت ہے کہ تر ہو اور ٹوٹا یا اُکھڑا ہوا نہ ہو۔ جرمانہ یہ ہے کہ اُس کی قیمت کا غلہ لے کر مساکین پر تصدق کرے، ہر مسکین کو ایک صدقہ اور اگر قیمت کا غلہ پورے صدقہ سے کم ہے تو ایک ہی مسکین کو دے اور اس کے لئے حرم کے مساکین ہونا ضرور نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیمت ہی تصدق کر دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کا جانور خرید کر حرم میں ذبح کر دے روزہ رکھنا کافی نہیں۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب المناسک، الباب التاسع في الصيد، ج۱، ص۲۵۲-۲۵۳)

ضرورت کی وجہ سے فتویٰ اس پر ہے کہ وہاں کی گھاس جانوروں کو چرانا جائز ہے۔ باقی کاٹنا، اُکھاڑنا، اس کا وہی حکم ہے جو درخت کا ہے۔ سوا اِذخر اور سوکھی گھاس کے کہ ان سے ہر طرح انتفاع جائز ہے۔ کھنبی کے توڑنے، اُکھاڑنے میں کچھ مضایقہ نہیں۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۸)

فَصۡلُ قَتۡلُ الۡحَیَوَانَاتِ

یہ فصل حیوانات کو قتل کرنے کے بیان میں ہے

وَلَا شَيْءَ بِقَتْلِ غُرَابٍ وَحِدَأَةٍ وَعَقْرَبَ وَفَأْرَةٍ وَحَيَّةٍ وَكَلْبٍ عَقُوْرٍ وَبَعُوْضٍ وَنَمْلٍ وَبُرْغُوْثٍ وَقُرَادٍ وَسُلَحْفَاةٍ وَمَا لَيْسَ بِصَيْدٍ۔

اور کوّا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، کٹکھنا کتا، مچھر، چیونٹی، پسو، چیچڑی، کچھوا، اور اس چیز کے مار ڈالنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا جو شکار نہیں کرتا۔

سوال: کن کو قتل کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے؟

جواب: کوّا، چیل، بھیڑیا، بچھو، سانپ، چوہا، گھونس، چھچھوندر، کٹکھنا کتّا، پِسُّو، مچھر، کلّی، کچھوا، کیکڑا، پتنگا، کاٹنے والی چیونٹی، مکھی، چھپکلی، بِر اور تمام حشرات الارض بجو، لومڑی، گیدڑ جب کہ یہ درندے حملہ کریں یا جو درندے ایسے ہوں جن کی عادت اکثر ابتداءً حملہ کرنے کی ہوتی ہے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، اِن سب کے مارنے میں کچھ نہیں۔ یوہیں پانی کے تمام جانوروں کے قتل میں کفارہ نہیں۔ ("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۹۔۶۹۱)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب!
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

فَصْلُ اَلْهَدْيُ

یہ فصل ہدی کے بیان میں ہے

اَلْهَدْيُ أَدْنَاهُ شَاةٌ وَهُوَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَمَا جَازَ فِي الضَّحَايَا جَازَ فِي الْهَدَايَا وَالشَّاةُ تَجُوْزُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِيْ طَوَافِ الرُّكْنِ جُنُبًا وَوَطْءٍ بَعْدَ الْوُقُوْفِ قَبْلَ الْحَلَقِ فَفِيْ كُلٍّ مِنْهُمَا بَدَنَةٌ وَخُصَّ هَدْيُ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَقَطْ وَخُصَّ ذَبْحُ كُلِّ هَدْيٍ بِالْحَرَمِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ تَطَوُّعًا وَتَعَيَّبَ فِي الطَّرِيْقِ فَيَنْحَرُ فِيْ مَحَلِّهِ وَلَا يَأْكُلُهُ غَنِيٌّ وَفَقِيْرُ الْحَرَمِ وَغَيْرِهٖ سَوَاءٌ وَتُقَلَّدُ بَدَنَةُ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ۔

ترجمہ: ہدی کا کم سے کم درجہ ایک بکری ہے، اور ہدی اونٹ اور گائے اور بکری سے ہوتی ہے، اور جو جانور قربانی میں جائز ہے وہ ہدی میں بھی جائز ہے، بکری ہر جگہ جائز ہے مگر جنابت کی حالت میں طوافِ رکن کرنے میں، اور وقوف کے بعد حلق سے پہلے وطی کر لینے میں، پس ان دونوں میں سے ہر ایک میں بدنہ ہے۔ متعہ اور قران کی ہدی صرف یوم النحر کے ساتھ مخصوص ہے، اور ہر ہدی کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ مخصوص ہے، مگر یہ کہ وہ نفلی ہو، اور راستے میں عیب دار ہو گئی ہو، پس اس کی جگہ میں اس کو ذبح کر دے، اور مالدار اس کو نہ کھائے، اور حرم و غیر حرم کا فقیر برابر ہے، اور صرف نفل اور متعہ (تمتع) اور قران کے بدنہ کو قلادہ (ہار) پہنایا جائے گا۔

سوال: ہدی کس جانور کو کہتے ہیں؟

جواب: ہَدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لئے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں: (۱) بکری، اس میں بھیڑ اور دُنبہ بھی داخل ہے۔ (۲) گائے، بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ (۳) اونٹ ہَدی کا ادنیٰ درجہ بکری ہے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی منّت مانی اور معیّن نہ کی تو بکری کافی ہے۔

("الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۱)

سوال: ہدی کا جانور کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ دُنبہ چھ مہینے کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۲)

سوال: ہدی کے گلے میں ہار ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: اونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈال دینا مسنون ہے اور بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں مگر صرف شکرانہ یعنی تمتع وقِران اور نفل اور منّت کی قربانی میں سنت ہے، احصار اور جرمانہ کے دَم میں نہ ڈالیں۔

وَيَتَصَدَّقُ بِجِلَالِهٖ وَخِطَامِهٖ وَلَا يُعْطِي أَجْرُ الْجَزَّارِ مِنْهُ وَلَا يَرْكَبُهٗ بِلَا ضَرُوْرَةٍ وَلَا يُحْلَبُ لَبَنُهٗ إِلَّا اَنْ بَعُدَ الْمَحِلُّ فَيَتَصَدَّقُ بِهٖ وَيَنْضَحُ ضَرْعَهٗ إِنْ قَرُبَ الْمَحِلُّ بِالنُّقَاخِ . وَلَوْ نَذَرَ حَجًّا مَاشِيًا لَزِمَهُ وَلَا يَرْكَبُ حَتّٰى يَطُوْفَ لِلرُّكْنِ فَإِنْ رَكِبَ أَرَاقَ دَمًا وَفُضِّلَ الْمَشْيُ عَلَى الرُّكُوْبِ لِلْقَادِرِ عَلَيْهِ وَفَّقَنَا اللهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِالْعَوْدِ عَلٰى أَحْسَنِ حَالٍ إِلَيْهِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: اور اس کی جھول اور رسی کو صدقہ کر دے، اور قصائی کی اجرت اس میں سے نہ دی جائے، اور بلا ضرورت اس پر سوار نہ ہو، اور نہ اس کا دودھ دوہا جائے، مگر یہ کہ مقام دور ہو تو اس کو صدقہ کر دے، اور اگر مقام قریب ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی سے چھینٹے مار دے، اور اگر پیدل حج کرنے کی منّت مانی تو اس پر پیدل حج کرنا لازم ہو جائے گا، اور سوار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ طوافِ رکن کر لے، پس اگر سوار ہو جائے تو خون بہائے، اور سوار ہونے پر پیدل چلنے کو فضیلت دی گئی ہے پیدل چلنے پر قدرت رکھنے والے کے لئے، اور اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے توفیق دے، اور ہم پر احسان فرمائے بہترین حالت میں دوبارہ حج کے لئے جانے کا ہمارے سردار محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے۔

سوال: ہدی کے گوشت اور جھول و رسی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہَدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جُھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔

("الدر المختار"، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۷)

سوال: ہدی کی جانور پر سوار ہونا اور بوجھ لادنا کیسا ہے؟

جواب: ہَدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہو سکتا نہ اس پر سامان لاد سکتا ہے اگر چہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہوا یا سامان لادا اور اس کی وجہ سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا محتاجوں پر تصدّق کرے۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب المناسک، الباب السادس عشر في الھدی، ج۱، ص۲۶۱)

سوال: ہدی کے جانور کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دوہے اور تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا کرے تا کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دوہنے سے ضرر ہو گا تو دوہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھالیا یا غنی کو دیدیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت مساکین پر تصدّق کرے۔ ("ردالمحتار" کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۸)

سوال: پیدل حج کرنے کی منّت مانی تو کیا پیدل کرنا واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! پیدل حج کرنے کی منّت مانی تو واجب ہے کہ گھر سے طوافِ فرض تک پیدل ہی رہے اور پورا سفر یا اکثر سواری پر کیا تو دَم دے اور اگر اکثر پیدل رہا اور کچھ سواری پر تو اُسی حساب سے بکری کی قیمت کا جتنا حصہ اس کے مقابل آئے خیرات کرے۔ پیدل عمرہ کی منّت مانی تو سر مونڈانے تک پیدل رہے۔

("الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۵۲)

اور سوار ہو کر حج کرنے کے مقابلہ میں پیدل حج کرنا افضل ہے مگر اس شخص کے لئے جو پیدل چلنے پر قادر ہو۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

زِیَارَۃُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی ﷺ کی زیارت کرنا

(فَصْلٌ : فِيْ زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ سَبِيْلِ الْاِخْتِصَارِ تَبْعًا لِمَا قَالَ فِي الْاِخْتِيَارِ)

ترجمہ: یہ فصل اختصار کے طریقے پر نبی ﷺ کی زیارت کے بیان میں ہے، اس کے اتباع کرتے ہوئے جس کو "اختیار" نامی کتاب میں کہا گیا ہے۔

لَمَّا كَانَتْ زِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَفْضَلِ الْقُرَبِ وَأَحْسَنِ الْمُسْتَحَبَّاتِ بَلْ تَقْرُبُ مِنْ دَرَجَةِ مَا لَزِمَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ فَإِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّضَ عَلَيْهَا وَبَالَغَ فِي النَّدْبِ إِلَيْهَا فَقَالَ : مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَمَاتِيْ فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ اِلىٰ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَحَادِيْثِ وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُمَتَّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ أَنَّهُ حُجِبَ عَنْ أَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمَقَامَاتِ۔

ترجمہ: جب نبی ﷺ کی زیارت افضل العبادات اور احسن المستحبات میں سے ہے، بلکہ ان واجب عبادتوں کے درجہ کے قریب ہے جو لازم ہیں، پس نبی ﷺ نے اس پر ترغیب دی ہے اور اس کی طرف دعوت دینے میں انتہائی بات ارشاد فرمائی ہے، پس فرمایا کہ: جس شخص نے وسعت پائی اور میری زیارت نہیں کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، ان کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ اور ان چیزوں میں سے جو محققین کے نزدیک تحقیق شدہ ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں آپ ﷺ کو رزق دیا جاتا ہے، آپ ﷺ تمام اعمال و عبادات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، سوائے اس کے کہ آپ ﷺ محجوب ہیں ان لوگوں کی نگاہوں سے جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

سوال: نبی ﷺ کی زیارت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: زیارتِ اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں راہ میں خطرہ ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ خبر دار! کسی کی نہ سُنو اور ہر گز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو اُن کا دامن تھام لیتا ہے، اُسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے
حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

والحمدللہ حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرے، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اِس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ ("فتح القدیر"، کتاب الحج، مسائل منثورۃ، ج۳، ص۹۴)

سوال: سفر حج میں پہلے مکہ مکرمہ جائے یا پہلے مدینہ منورہ؟

جواب: حج اگر فرض ہے تو حج کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر زیارت حج کو جانا سخت محرومی و قساوت قلبی ہے اور اس حاضری کو قبولِ حج و سعادت دینی و دنیوی کے لئے ذریعہ ووسیلہ قرار دے اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت ونورانیت کے لئے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے مگر نیت خیر درکار ہے کہ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَّانَوٰی ۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہ ہے، جو اُس نے نیت کی۔

سوال: نبی ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کرنے کی کوئی فضیلت بھی ہے؟

جواب: جی ہاں! احادیث میں بہت ساری فضیلت آئی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: دار قطنی و بیہقی وغیرہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لئے میری شفاعت واجب۔"

("سنن الدار قطني"، كتاب الحج، باب المواقيت، الحديث: ۲۶۶۹، ج۲، ص۳۵۱)

حدیث ۲: طبرانی کبیر میں اُنہیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لئے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں۔"

("المعجم الكبير" للطبراني، باب العين، الحديث: ١٣١٤٩، ج١٢، ص٢٢٥)

حدیث ۳: دار قطنی و طبرانی اُنہیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔"

("سنن الدار قطني"، كتاب الحج، باب المواقيت، الحديث: ٢٦٦٧، ج٢، ص٣٥١)

حدیث ۴: بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا، قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔" ("شعب الإيمان"، باب في المناسك، فضل الحج والعمرة، الحديث: ٤١٥١، ج٣، ص٤٨٨)

حدیث ۵: بیہقی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سُنا: "جو شخص میری زیارت کرے گا، قیامت کے دن میں اُس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔"

("السنن الكبرى" للبيهقي، كتاب الحج، باب زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ١٠٢٧٣، ج٥، ص٤٠٣)

حدیث ۶: ابن عدی کامل میں اُنہیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اُس نے مجھ پر جفا کی۔" ("الكامل في ضعفاء الرجال"، الحديث: ١٩٥٦، ج٨، ص٢٤٨، عن ابن عمر رضي الله عنهما)

سوال: کیا ہمارے نبی ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں؟

جواب: جی ہاں! بلکہ تمام انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اپنی قبروں میں ایسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، ایک آن (گھڑی بھر) کے لئے ان پر موت آئی پھر زندہ ہو گئے۔ جو انہیں مردہ کہے گمراہ بد دین، شیطان کے راستہ پر چلنے والا ہے اس کے تو سائے سے بھی دور رہنا چاہیۓ۔

اور یہ حضرات ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جو مقاماتِ عالیہ سے قاصر ہیں ورنہ تو اہلِ بصیرت کو آج بھی بیداری کے عالم میں ہمارے آخری نبی ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی ہے جیسے کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو ہوئی۔

وَلَمَّا رَأَيۡنَا أَكۡثَرَ النَّاسِ غَافِلِيۡنَ عَنۡ أَدَاءِ حَقِّ زِيَارَتِهِ وَمَا يُسَنُّ لِلزَّائِرِيۡنَ مِنَ الۡكُلِّيَّاتِ وَالۡجُزۡئِيَّاتِ أَحۡبَبۡنَا أَنۡ نَذۡكُرَ بَعۡدَ الۡمَنَاسِكِ وَأَدَائِهَا مَا فِيۡهِ نُبۡذَةٌ مِنَ الۡآدَابِ تَتۡمِيۡمًا لِفَائِدَةِ الۡكِتَابِ فَنَقُوۡلُ :

يَنْبَغِي لِمَنْ قَصَدَ زِيَارَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكْثِرَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يَسْمَعُهَا وَتُبَلَّغُ إِلَيْهِ وَفَضْلُهَا أَشْهَرُ مِنْ أَنْ يُذْكَرَ فَإِذَا عَايَنَ حِيطَانَ الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ وَمَهْبَطُ وَحْيِكَ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِالدُّخُوْلِ فِيْهِ وَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِي مِنَ النَّارِ وَأَمَاناً مِنَ الْعَذَابِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْفَائِزِيْنَ بِشَفَاعَةِ الْمُصْطَفٰى ﷺ يَوْمَ الْمَآبِ ۔

ترجمہ: اور جب ہم نے دیکھا اکثر لوگوں کو غافل مزارِ اقدس کی زیارت کا حق ادا کرنے سے اور جو زیارت کرنے والوں کے لئے کلی اور جزوی امور مسنون ہیں تو ہم نے چاہا کہ ہم مناسکِ حج اور ان کی ادائیگی کے بعد کچھ آداب ذکر کریں، کتاب کے فائدہ کو مکمل کرنے کی غرض سے، پس ہم کہتے ہیں کہ مناسب ہے اس شخص کے لئے جو نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کرے یہ کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھے، کیونکہ آپ ﷺ اسے سنتے ہیں اور آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے، اور درود شریف کی فضیلت بیان سے کہیں زیادہ ہے، پس جب مدینۂ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر کہے: اے اللہ! یہ تیرے نبی ﷺ کا حرم ہے اور تیری وحی اترنے کی جگہ ہے، پس تو مجھ پر اس میں داخل کر کے احسان فرما، اور اس کو میرے لئے جہنم سے خلاصی اور عذاب سے امن کا ذریعہ بنا، اور مجھ کو لوٹنے کے دن (قیامت میں) محمدِ مصطفےٰ ﷺ کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں میں بنا۔

سوال: کلی اور جزوی امور سے کیا مراد ہے؟

جواب: کلی امور سے مراد وہ امور ہیں جو زیارت اور غیرِ زیارت دونوں سے متعلق ہوں مثلاً مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد وغیرہ ادا کرنا۔ اور جزوی امور سے مراد وہ امور ہیں جو صرف زیارت کے ساتھ خاص ہوں مثلاً زیارت کے وقت کھڑے ہونے کی ہیئت وغیرہ۔

سوال: نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کرنے والا کیا کرے؟

جواب: نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کرنے والا راستے بھر درود وذکر میں ڈوبا رہے اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے، شوق وذوق زیادہ ہوتا جائے۔ اور جب مدینۂ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر کہے: اللھم

هذا حرم نبيك ومهبط وحيك فامنن علی بالدخول فيه واجعله وقاية لی من النار وأمانا من العذاب واجعلنی من الفائزين بشفاعة المصطفى يوم المآب۔

وَيَغْتَسِلُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ أَوْ بَعْدَهٗ قَبْلَ التَّوَجُّهِ لِلزِّيَارَةِ إِنْ أَمْكَنَهٗ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهٖ تَعْظِيْمًا لِّلْقُدُوْمِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ الْمُنَوَّرَةَ مَاشِيًا إِنْ أَمْكَنَهٗ بِلَا ضَرُوْرَةٍ بَعْدَ وَضْعِ رَكْبِهٖ وَاطْمِئْنَانِهٖ عَلٰى حَشَمِهٖ وَأَمْتِعَتِهٖ مُتَوَاضِعًا بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ مُلَاحِظًا جَلَالَةَ الْمَكَانِ قَائِلًا : بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ اِلٰى آخِرِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ ۔

ترجمہ: اور مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا مدینہ میں داخل ہونے کے بعد زیارت کے لئے جانے سے پہلے اگر ممکن ہو، اور خوشبو لگائے اور سب سے عمدہ کپڑے پہنے، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تعظیم کی وجہ سے، پھر مدینہ منورہ میں پیدل داخل ہو اگر پریشانی کے بغیر ممکن ہو، اپنے قافلے سے اتر جانے کے بعد اور اپنے نوکروں اور سامان پر اطمینان کرنے کے بعد اس حال میں کہ تواضع کرنے والا ہو سکون و وقار کے ساتھ، مکان کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہو: اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کی ملّت پر، اے اللہ! مجھے سچے مقام میں داخل فرما، اور مجھے سچے راستے سے نکال لے، اور اپنی طرف سے میرے لئے طاقتور مددگار بنا، اے اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے سردار محمد ﷺ اور آپ کی آل پر، (آخر تک) اور میرے گناہوں کو معاف فرما، اور میرے لئے اپنی رحمت و فضل کے دروازے کھول دے۔

سوال: مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت کیا کرے؟

جواب: مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد زیارت کے لئے جانے سے پہلے بھی غسل کرے اگر ممکن ہو، اور خوشبو لگائے اور سب سے عمدہ کپڑے پہنے، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تعظیم کی وجہ سے،

اور بہارِ شریعت جلد۔ ا۔ ص ۱۲۲۳ میں مذکور ہے: حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات سے جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو، نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو و مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سُرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل۔

اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

جب درِ مسجد پر حاضر ہو، صلوۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بِسْمِ اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔ اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔ ہر گز ہر گز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلّا کر نہ نکلے۔ یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، اور یہ کلمات زبان سے کہتا جائے:

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم رب أدخلنی مدخل صدق وأخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطانا نصیرا اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل محمد إلی آخرہ واغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب رحمتك وفضلك۔

ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الشَّرِيْفَ فَيُصَلِّيْ تَحِيَّتَهٗ عِنْدَ مِنْبَرِهٖ رَكْعَتَيْنِ وَيَقِفُ بِحَيْثُ يَكُوْنُ عَمُوْدُ الْمِنْبَرِ الشَّرِيْفِ بِحِذَاءِ مَنْكِبِهِ الْأَيْمَنِ فَهُوَ مَوْقِفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَيْنَ قَبْرِهٖ وَمِنْبَرِهٖ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ كَمَا أَخْبَرَ بِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ " مِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ " فَتَسْجُدُ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بِأَدَاءِ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَكَ اللهُ تَعَالٰى وَمَنَّ عَلَيْكَ بِالْوُصُوْلِ إِلَيْهِ ثُمَّ تَدْعُوْ بِمَا شِئْتَ۔

ترجمہ: پھر مسجد شریف میں داخل ہو، پس نبی ﷺ کے منبر کے پاس تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھے، اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر شریف کا ستون اس کے داہنے مونڈھے کے مقابل ہو، کہ وہی نبی ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اور وہ حصہ جو آپ ﷺ کی قبرِ منور اور آپ ﷺ کے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جیسے کہ نبی ﷺ نے اس کی خبر دی ہے، اور ارشاد فرمایا کہ: میرا منبر میرے حوض پر ہے، پس تو سجدہ کرے اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے دو رکعت کی آدائیگی کے ساتھ تحیۃ المسجد کے علاوہ، شکریہ اس کا کہ اللہ نے تجھ کو توفیق دی اور اس مقام تک پہنچا کر تجھ پر احسان فرمایا، پھر تو دعا مانگ جو چاہے۔

سوال: مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کے بعد کیا کرے؟

جواب: اگر مسجد نبوی میں نمازِ پنجگانہ کی جماعت قائم ہو گئی ہو تو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی، ورنہ اگر غلبہ شوق مہلت دے اور وقت کراہت نہ تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربارِ اقدس صرف قُلْ یااور قُلْ ھُوَ اللہُ سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسطِ مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اُس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور اُن کا اور اپنا قبول نصیب کر، آمین۔

ثُمَّ تَنْهَضُ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ فَتَقِفُ بِمِقْدَارِ أَرْبَعَةِ أَذْرُعٍ بَعِيْدًا عَنِ الْمَقْصُوْرَةِ الشَّرِيْفَةِ بِغَايَةِ الْأَدَبِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُحَاذِيًا لِرَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهِهِ الْأَكْرَمِ مُلَاحِظًا نَظَرَهُ السَّعِيْدَ إِلَيْكَ وَسَمَاعَهُ كَلَامَكَ وَرَدَّهُ عَلَيْكَ سَلَامَكَ وَتَأْمِيْنَهُ ﷺ عَلٰى دُعَائِكَ۔

ترجمہ: پھر تو اٹھ اس حال میں کہ قبر شریف کی طرف رخ کئے ہوئے ہو، پس تو کھڑا ہو حجرۂ شریفہ سے چار گز کے فاصلہ پر انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ کی طرف پشت کرکے، نبی ﷺ کے سرِ انور اور چہرۂ مبارک کے مقابل، تصور کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ کی نظر مبارک تیری طرف ہے، اور نبی ﷺ تیرے کلام کو سن رہے ہیں، اور تیرے سلام کا جواب دے رہے ہیں، اور تیری دعا پر آمین فرما رہے ہیں۔

سوال: روضۂ منور کی زیارت کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے، حضورِ والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارِ انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرماہیں، اس سمت سے حاضر ہوگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ بیکس پناہ تمہاری طرف ہو گی اور یہ بات تمہارے لئے دونوں جہاں میں کافی ہے، والحمد للہ۔

اب کمال ادب و ہیبت و خوف و اُمید کے ساتھ زیر قندیل اُس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے، کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔

لباب و شرحِ لباب و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ: یَقِفُ کَمَا یَقِفُ فِی الصَّلٰوۃِ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کھڑا ہو، جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے۔ اور لباب میں فرمایا: وَاضِعًا یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

خبر دار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بُلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی، اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے، وللہ الحمد۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا، جو اللہ عزوجل کے محبوبِ عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآوازِ حزیں و صوتِ درد آگین و دلِ شرمناک و جگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند و سخت (کہ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں)، نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)، مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

وَتَقُوْلُ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْأُمَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزَّمِّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَّثِّرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُصُوْلِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ الَّذِيْنَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا ۔

ترجمہ: اور تو کہے: اے میرے آقا ﷺ! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے اللہ کے حبیب! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے رحمت کے نبی! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے امت کے شفیع! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے نبیوں کے خاتم! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے بالا پوش اوڑھنے والے! آپ ﷺ پر سلام ہو، آپ ﷺ پر سلام ہو، اور آپ ﷺ کے پاکیزہ بزرگوں پر، اور آپ ﷺ کے پاک گھر والوں پر، جن سے اللہ نے نجاست کو دور کر دیا، اور ان کو پاک وصاف کر دیا۔

جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ أُمَّتِهٖ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَأَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَأَقَمْتَ الدِّيْنَ حَتّٰى أَتَاكَ الْيَقِيْنُ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰى أَشْرَفِ مَكَانٍ تَشَرَّفَ بِحُلُوْلِ جِسْمِكَ الْكَرِيْمِ فِيْهِ صَلَاةً وَسَلَامًا دَائِمِيْنَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَدَدَ مَا كَانَ وَعَدَدَ مَا يَكُوْنُ بِعِلْمِ اللهِ صَلَاةً لَا اِنْقِضَاءَ لِأَمَدِهَا۔

ترجمہ: اور اللہ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اس سے افضل بدلہ دے جو کسی نبی کو ان کی قوم کی جانب سے دیا ہو، اور کسی رسول کو ان کی امت کی جانب سے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے رسالت کو پوری طرح سے پہنچا دیا، اور امانت کو ادا کر دیا، اور آپ ﷺ نے امت کی خیر خواہی فرمائی، اور آپ ﷺ نے حجت کو واضح کر دیا، اور آپ ﷺ نے اللہ کے راستے میں انتہائی کوشش کا حق ادا کر دیا، اور آپ ﷺ نے دینِ الٰہی کو قائم کیا یہاں تک

کہ آپ ﷺ کے پاس یقین (موت) آگیا، آپ ﷺ کے اوپر اللہ کی رحمت اور سلام ہو، اور اس اشرف جگہ پر جس کو اللہ نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے نزول سے مشرف کیا، رب العالمین کا صلوۃ وسلام ہمیشہ ہمیشہ رہے ان چیزوں کے عدد کے مطابق جو ہیں، اور ان چیزوں کے عدد کے برابر جو اللہ کے علم میں ہوں گی، ایسا صلوۃ جس کی انتہاء واختتام نہ ہو۔

سوال: زیارتِ روضۂ رسول اللہ ﷺ کے وقت کیا کہے؟

جواب: زیارتِ روضۂ رسول اللہ ﷺ کے وقت یہ کہے:

السلام عليك يا سيدي يا رسول الله السلام عليك يا نبي الله السلام عليك يا حبيب الله السلام عليك يا نبي الرحمة السلام عليك يا شفيع الأمة السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين السلام عليك يا مزمل السلام عليك يا مدثر السلام عليك وعلى أصولك الطيبين وأهل بيتك الطاهرين الذين أذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا - جزاك الله عنا أفضل ما جزى نبيا عن قومه ورسولا عن أمته أشهد أنك رسول الله قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة وأوضحت الحجة وجاهدت في سبيل الله حق جهاده وأقمت الدين حتى أتاك اليقين صلى الله عليك وسلم وعلى أشرف مكان تشرف بحلول جسمك الكريم فيه صلاة وسلاما دائمين من رب العالمين عدد ما كان وعدد ما يكون بعلم الله صلاة لا انقضاء لأمدها -

يَا رَسُوْلَ اللهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ حَرَمِكَ تَشَرَّفْنَا بِالْحُلُوْلِ بَيْنَ يَدَيْكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَأَمْكِنَةٍ بَعِيْدَةٍ نَقْطَعُ السَّهْلَ وَالْوَعِرَ بِقَصْدِ زِيَارَتِكَ لِنَفُوْزَ بِشَفَاعَتِكَ وَالنَّظْرِ اِلٰى مَآثِرِكَ وَمَعَاهِدِكَ وَالْقِيَامِ بِقَضَاءِ بَعْضِ حَقِّكَ وَالْاِسْتِشْفَاعِ بِكَ إِلٰى رَبِّنَا فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُوْرَنَا وَالْأَوْزَارَ قَدِ أَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰى وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْوَسِيْلَةِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى { وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا } -

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم آپ ﷺ کے پاس وفد بن کر آئے ہیں، اور آپ ﷺ کے حرم کی زیارت کرنے والے ہیں، اور ہم نے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا ہے، اور ہم آپ ﷺ کی زیارت کے ارادے سے دور شہروں اور دور مقامات سے نرم و سخت زمین کو قطع کرتے ہوئے آئے ہیں تاکہ آپ ﷺ کی شفاعت سے کامیاب ہوں، اور آپ ﷺ کے شاندار کارناموں اور آثار کو دیکھیں، اور آپ ﷺ کا کچھ حق ادا کرنے کے لئے، اور آپ ﷺ کے ذریعے اپنے رب سے سفارش حاصل کرنے کے لئے، پس بیشک گناہوں نے ہماری کمر توڑ دی ہے، اور گناہوں کے بوجھوں نے ہمارے مونڈھوں کو بھاری کر دیا ہے، آپ ﷺ سفارش کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کی سفارش قبول کی گئی ہے، آپ ﷺ سے وعدہ کیا گیا ہے شفاعتِ عظمی، مقامِ محمود اور وسیلہ کا، اور اللہ نے فرمایا ہے: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ وَاسْأَلْهُ أَنْ يُمِيْتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِكَ وَأَنْ يُوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ يَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: اور ہم اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ہیں، پس آپ ﷺ ہمارے لئے اپنے رب کے حضور سفارش فرمائیے، اور آپ ﷺ اللہ سے سوال کریں کہ اللہ ہم کو آپ ﷺ کی سنت پر موت دے، اور آپ ﷺ کی جماعت میں ہمارا حشر کرے، اور ہمیں آپ ﷺ کے حوض پر پہنچادے، اور آپ ﷺ کے جامِ کوثر سے سیراب کردے، اس حال میں کہ ہم نہ رسوا کئے گئے ہوں اور نہ شرمندہ ہوں، شفاعت، شفاعت، شفاعت یارسول اللہ!، اس کو تین مرتبہ کہے، (پھر کہے) اے ہمارے رب! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو کہ ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ بنا جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بیشک تو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔

سوال: زیارتِ روضۂ رسول اللہ ﷺ کے وقت سلام عرض کرنے کے بعد کیا کہے؟

جواب: زیارتِ روضۂ رسول اللہ ﷺ کے وقت سلام عرض کرنے کے بعد یہ کہے:

یا رسول الله نحن وفدك وزوار حرمك تشرفنا بالحلول بين يديك وقد جئناك من بلاد شاسعة وأمكنة بعيدة نقطع السهل والوعر بقصد زيارتك لنفوز بشفاعتك والنظر إلى مآثرك ومعاهدك والقيام بقضاء بعض حقك والاستشفاع بك إلى ربنا فإن الخطايا قد قصمت ظهورنا والأوزار قد أثقلت كواهلنا وأنت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة العظمى والمقام المحمود والوسيلة وقد قال الله تعالى { ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما } ۔ وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا إلى ربك واسأله أن يميتنا على سننك وأن يحشرنا فی زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك غير خزايا ولا ندامی۔ پھر تین بار یہ کہے: الشفاعة الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ۔ ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم۔

وَتُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاكَ بِهٖ فَتَقُوْلُ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ فَلَانِ بْنِ فلانٍ يَتَشَفَّعُ بِكَ اِلىٰ رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَتَدْعُوْ بِمَا شِئْتَ عِنْدَ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ تَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيْقِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَتَقُوْلُ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَأَنِيْسَهٗ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقَهٗ فِي الْأَسْفَارِ وَأَمِيْنَهٗ عَلَى الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزٰى إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهٖ فَلَقَدْ خَلَفْتَهٗ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيْقَهٗ وَمِنْهَاجَهٗ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَشَيَّدْتَ أَرْكَانَهٗ فَكُنْتَ خَيْرَ إِمَامٍ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا بِالْحَقِّ نَاصِرًا لِلدِّيْنِ وَلِأَهْلِهٖ حَتّٰى أَتَاكَ الْيَقِيْنُ سَلِ اللهَ سُبْحَانَهٗ لَنَا دَوَامَ حُبِّكَ وَالْحَشْرَ مَعَ حِزْبِكَ وَقَبُوْلَ زِيَارَتِنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

ترجمہ: اور نبی ﷺ کو ان لوگوں کا سلام پہنچائے جنہوں نے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہے، پس تو کہے: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو، وہ آپ ﷺ سے آپ کے رب کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست کرتا ہے، آپ ﷺ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت فرمایئے، پھر تو نبی ﷺ پر درود پڑھے، اور دعا مانگے جو چاہے، نبی ﷺ کے چہرۂ انور کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کرتے ہوئے، پھر ایک ہاتھ کے بقدر ہٹ جائے یہاں تک کہ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے سر کے مقابل میں ہو جائے، اور کہے: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے رسول کے رفیق! اور غار میں آپ ﷺ کے مونس! اور سفروں میں آپ ﷺ کے ساتھی، اور راز کی باتوں میں آپ ﷺ کے امین، اللہ آپ کو ہماری طرف سے اس سے بہتر بدلہ دے جو ایک امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دیا ہو، پس آپ رسول اللہ ﷺ کے بہترین قائم مقام ہوئے، اور آپ ان کے طریقے پر بہت اچھی طرح چلے، اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے قتال کیا، اور آپ نے اسلام کو پھیلایا، اور اس کے ارکان کو مضبوط کیا، پس آپ بہترین امام تھے، اور آپ نے صلہ رحمی کی، اور آپ برابر حق پر قائم رہے، دین اور اہلِ دین کے مددگار رہے، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت کا وقت) آگیا، آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا کیجیے، آپ کے محبت کے دوام کی، اور آپ کے گروہ کے ساتھ اٹھنے کی، اور ہماری زیارت کے قبول ہونے کی، آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

سوال: پھر کیا کرے؟

جواب: پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی ہو تو بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس کتاب کو دیکھیں، وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں۔ اللہ عزوجل اُن کو دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے آمین۔

اَلصَّلاَۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَذَوِیْکَ فِیْ کُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَۃٍ عَدَدَ کُلِّ ذَرَّۃٍ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ مِنْ عُبَیْدِکَ شفیق خان یَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اور حضور کی آل اور سب علاقہ والوں پر ہر آن اور ہر لحظہ میں ہر ہر ذرہ کی گنتی پر دس دس لاکھ درود سلام حضور کے حقیر غلام شفیق خان کی طرف سے، وہ حضور سے شفاعت مانگتا ہے، حضور اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔

سوال: رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

السلام علیك یا خلیفة رسول الله السلام علیك یا صاحب رسول الله وأنیسه فی الغار ورفیقه فی الأسفار وأمینه علی الأسرار جزاك الله عنا أفضل ما جزی إماما عن أمة نبیه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلکت طریقه ومنهاجه خیر مسلك وقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام وشیدت أرکانه فکنت خیر إمام ووصلت الأرحام ولم تزل قائما بالحق ناصرا للدین ولأهله حتی أتاك الیقین سل الله سبحانه لنا دوام حبك والحشر مع حزبك وقبول زیارتنا السلام علیك ورحمة الله وبرکاته۔

ثُمَّ تَتَحَوَّلُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَأْسَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخِطَابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَتَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَقَدْ نَصَرْتَ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفَتَحْتَ مُعْظَمَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَكَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِيْنَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَتَ فَقِيْرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسِيْرَهُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: پھر اسی کے مثل (ایک ہاتھ) تو ہٹ جائے یہاں تک کہ تو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سر کے مقابل میں ہو جائے، پس تو کہے: اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام ہو، اے اسلام کے ظاہر کرنے والے! آپ پر سلام ہو،

اے بتوں کو توڑنے والے! اللہ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، اور آپ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا، اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی، اور آپ نے صلہ رحمی کی، اور آپ کے ذریعہ اسلام قوی ہوا، اور آپ مسلمانوں کے لئے پسندیدہ امام اور ہدایت والے اور ہدایت یافتہ تھے، آپ نے مسلمانوں کی متفرق جماعتوں کو جمع کیا، اور ان کے محتاجوں کی مدد کی، اور ان کی شکستہ حالی کو دور کیا، آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

سوال: حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: پھر اتناہی (ایک ہاتھ) اور ہٹ کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوبرو کھڑے ہو کر عرض کرو:

السلام علیك یا أمیر المؤمنین السلام علیك یا مظهر الإسلام السلام علیك یا مكسر الأصنام جزاك الله عنا أفضل الجزاء نصرت الإسلام والمسلمین وفتحت معظم البلاد بعد سید المرسلین وكفلت الأیتام ووصلت الأرحام وقوی بك الإسلام وكنت للمسلمین إماما مرضیا وهدیا مهدیا جمعت شملهم وأعنت فقیرهم وجبرت كسیرهم السلام علیك ورحمة الله وبركاته۔

ثُمَّ تَرْجِعُ قَدْرَ نِصْفِ ذِرَاعٍ فَتَقُوْلُ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفِيْقَيْهِ وَوَزِيْرَيْهِ وَمُشِيْرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ وَالْقَائِمَيْنِ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ جَزَاكُمَا اللهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ اللهَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلىٰ مِلَّتِهٖ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ أَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: پھر واپس ہو نصف ہاتھ کے بقدر، پس تو کہے: سلام ہو آپ دونوں پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹنے والو!، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مشیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار دین کے قائم کرنے پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے اٹھنے والے، اللہ آپ دونوں کو اچھا بدلہ عطا

فرمائے، ہم آئے ہیں تاکہ آپ دونوں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں وسیلہ اختیار کریں، تاکہ آپ ہمارے لئے شفاعت کریں، اور اللہ تعالی سے جو ہمارا رب ہے یہ دعا کریں کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے، اور ہم کو نبی ﷺ کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے، اور ان کی جماعت میں ہمیں اٹھائے، پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعا کرے، اور اس شخص کے لئے جس نے دعا کرنے کی وصیت کی ہو، اور تمام مسلمانوں کے لئے۔

سوال: فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو: متن والے کلمات۔

ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْأَوَّلِ وَيَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ { وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا } وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ طَائِعِيْنَ أَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِنَبِيِّكَ إِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ . رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا حَضَرَتْهُ وَيُوَفِّقُ لَهُ بِفَضْلِ اللهِ۔

ترجمہ: پھر نبی ﷺ کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو، جیسے کہ پہلے کھڑا ہوا تھا، اور کہے: اے اللہ! بیشک تونے فرمایا ہے اور تیرا فرمان حق ہے کہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے فرمان کو سن کر حاضر ہوئے ہیں، تیرے حکم کی اطاعت کرنے والے ہیں، تیرے نبی ﷺ سے تیری بارگاہ میں شفاعت کی درخواست کر رہے ہیں، اے اللہ! اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما، اور ہمارے باپ داداؤں اور ہماری ماؤں کی مغفرت فرما، اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے جا چکے ہیں، اور ہمارے دل میں

ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے، اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا، پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے، اور سلام ہو پیغمبروں پر، اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے، اور (اس طرح کے الفاظ) زیادہ کرے جو چاہے، اور دعا کرے، ان کلمات سے جو اسے یاد ہو، اور اللہ کے فضل سے جس کی اسے توفیق دی جائے۔

سوال: دونوں خلفاء کو سلام عرض کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: پھر نبی ﷺ کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو، جیسے کہ پہلے کھڑا ہوا تھا، اور کہے: **متن والے کلمات۔**

ثُمَّ يَأْتِيْ أُسْطُوَانَةَ أَبِيْ لُبَابَةَ الَّتِيْ رَبَطَ بِهَا نَفْسَهُ حَتّٰى تَابَ اللهُ عَلَيْهِ وَهِيَ بَيْنَ قَبْرِهٖ وَالْمِنْبَرِ وَيُصَلِّيْ مَا شَاءَ نَفْلًا وَيَتُوْبُ إِلَى اللهِ وَيَدْعُوْ بِمَا شَاءَ وَيَأْتِي الرَّوْضَةَ وَيُصَلِّيْ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا أَحَبَّ وَيُكْثِرُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالثَّنَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ ثُمَّ يَأْتِيْ الْمِنْبَرَ فَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الرُّمَّانَةِ الَّتِيْ كَانَتْ بِهٖ تَبَرُّكًا بِأَثَرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَانَ يَدِهِ الشَّرِيْفَةِ إِذَا خَطَبَ لِيَنَالَ بَرَكَتَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَيَسْأَلُ اللهَ مَا شَاءَ۔

ترجمہ: پھر اسطوانہ ابولبابہ کے پاس آئے، یہ وہی ستون ہے جس کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اور یہ اسطوانہ قبرِ اطہر اور منبر کے درمیان ہے، اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے، اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے، اور جو چاہے دعا مانگے، اور روضہ میں آئے، اور جتنی چاہے نماز پڑھے، اور جو دعا محبوب ہو مانگے، اور تسبیح و تہلیل اور ثنا و استغفار کی کثرت کرے، پھر منبر کے پاس آئے، پس اپنے ہاتھ کو اس رمانہ پر رکھے جو منبر کے ساتھ ہے، رسول اللہ ﷺ کے اثر مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لئے، اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک رکھنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے، جبکہ نبی ﷺ خطبہ دیتے تھے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی برکت حاصل ہو، اور نبی ﷺ پر درود پڑھے، اور جو چاہے اللہ تعالی سے مانگے۔

سوال: پھر کیا کرے؟

جواب: پھر اسطوانہ ابولبابہ کے پاس آئے، یہ وہی ستون ہے جس کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اور یہ اسطوانہ قبرِ اطہر اور منبر کے درمیان ہے، اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے، اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے، اور جو چاہے دعا مانگے، اور روضہ میں آئے، اور جتنی چاہے نماز پڑھے، اور جو دعا محبوب ہو مانگے، اور تسبیح و تہلیل اور ثناو استغفار کی کثرت کرے، پھر منبر کے پاس آئے، پس اپنے ہاتھ کو اس رمانہ پر رکھے جو منبر کے ساتھ ہے، رسول اللہ ﷺ کے اثر مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لئے، اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک رکھنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے، جبکہ نبی ﷺ خطبہ دیتے تھے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی برکت حاصل ہو، اور نبی ﷺ پر درود پڑھے، اور جو چاہے اللہ تعالی سے مانگے۔

ثُمَّ يَأْتِيْ الْأُسْطُوَانَةَ الْحَنَّانَةَ وَهِيَ الَّتِيْ فِيْهَا بَقِيَّةُ الْجِذْعِ الَّذِيْ حَنَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَرَكَهُ وَخَطَبَ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى نَزَلَ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ وَيَتَبَرَّكُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ وَالْأَمَاكِنِ الشَّرِيْفَةِ وَيَجْتَهِدُ فِيْ إِحْيَاءِ اللَّيَالِيْ مُدَّةَ إِقَامَتِهِ وَاغْتِنَامِ مُشَاهَدَةِ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَزِيَارَتِهِ فِيْ عُمُوْمِ الْأَوْقَاتِ۔

ترجمہ: پھر اسطوانۂ حنانہ کے پاس آئے، یہ وہ ستون ہے جس میں اس تنے کا کچھ حصہ ہے جو نبی ﷺ کے پاس رویا تھا، جس وقت آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو سینے سے لگایا، پس اس کو سکون ہوا، اور مابقیہ آثار نبویہ اور مقاماتِ شریفہ سے برکت حاصل کرے، اور مدتِ قیام میں راتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرے، اور تمام اوقات میں بارگاہِ نبوت کے دیدار اور اس کی زیارت کی غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

سوال: پھر کیا کرے؟

جواب: پھر اسطوانۂ حنانہ کے پاس آئے، یہ وہ ستون ہے جس میں اس تنے کا کچھ حصہ ہے جو نبی ﷺ کے پاس رویا تھا، جس وقت آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو سینے سے لگایا، پس اس کو سکون ہوا، اور مابقیہ آثار نبویہ اور مقاماتِ شریفہ سے برکت حاصل کرے، اور مدتِ

قیام میں راتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرے، اور تمام اوقات میں بارگاہِ نبوت کے دیدار اور اس کی زیارت کی غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَأْتِي الْمُشَاهِدَ وَالْمَزَارَاتِ خُصُوْصًا قَبْرَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ إِلَى الْبَقِيْعِ الْآخَرِ فَيَزُوْرُ الْعَبَّاسَ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَبَقِيَّةَ آلِ الرَّسُوْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَيَزُوْرُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ نَبِيٍّ ﷺ وَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ وَ عَمَّتَهٗ صَفِيَّةَ وَ الصَّحَابَةَ وَ التَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ يَزُوْرُ شُهَدَاءَ أُحُدٍ وَإِنْ تَيَسَّرَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ فَهُوَ أَحْسَنُ وَيَقُوْلُ : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَيَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْإِخْلَاصَ إِحْدٰى عَشَرَ مَرَّةً وَسُوْرَةَ يٰس إِنْ تَيَسَّرَ وَيُهْدِيْ ثَوَابَ ذٰلِكَ لِجَمِيْعِ الشُّهَدَاءِ وَمَنْ بِجَوَارِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: اور بقیع کی طرف نکلنا مستحب ہے، پس مشاہد اور مزارات پر حاضر ہو خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو، پھر دوسرے بقیع میں حاضر ہو، پس زیارت کرے حضرت عباس حضرت حسن بن علی اور باقی آلِ رسول کی، اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم بن نبی ﷺ اور نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ اور تمام صحابہ و تابعین کی زیارت کرے، اور شہدائے احد کی زیارت کرے، اور اگر جمعرات کا دن میسر آجائے تو بہتر ہے، اور کہے: آپ پر سلام ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا مقام بہت اچھا ہے، اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ بار پڑھے، اور اگر ممکن ہو تو سورۂ یسین پڑھے، اور اس کا ثواب تمام شہداء کو بخش دے، اور ان مؤمنین کو جو ان کے پاس (مدفون) ہیں۔

سوال: پھر کیا کرے؟

جواب: بقیع کی زیارت سنت ہے، روضہ اقدس کی زیارت کرکے وہاں جائے خصوصاً جمعہ کے دن۔ اس قبرستان میں قریب دس ۱۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں اور تابعین و تبع تابعین و اولیا و علما و صلحا وغیرہم کی گنتی نہیں۔ یہاں جب حاضر ہو پہلے تمام مدفون مسلمین کی زیارت کا قصد کرے اور یہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ۔ اور اگر کچھ اور پڑھنا چاہے تو یہ پڑھے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَلِاُسْتَاذِیْنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَخَوَاتِنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَلِاَحْفَادِنَا وَلِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَلِمَنْ لَّہٗ حَقٌّ عَلَیْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

اور درود شریف و سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و قُلْ ھُوَ اللہ وغیرہ جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ثواب اُس کا نذر کرے، اس کے بعد بقیع شریف میں جو مزارات معروف و مشہور ہیں اُن کی زیارت کرے۔ تمام اہلِ بقیع میں افضل امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اُن کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ثَالِثَ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الْھِجْرَتَیْنِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُجَھِّزَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ بِالنَّقْدِ وَالْعَیْنِ جَزَاکَ اللہُ عَنْ رَّسُوْلِہٖ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَضِیَ اللہُ عَنْکَ وَعَنِ الصَّحَابَۃِ اَجْمَعِیْنَ۔

حضرت سیدنا ابراہیم ابن سردارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسی قبہ شریف میں ان حضراتِ کرام کے بھی مزارات طیبہ ہیں، حضرت رقیہ (حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی) حضرت عثمان بن مظعون (یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں) عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص (یہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ سے ہیں) عبد اللہ بن مسعود (نہایت جلیل القدر صحابی خُلفائے اربعہ کے بعد سب سے اَفقہ) خنیس بن حذافہ سہمی واسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی قبہ میں حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی و سر مبارک سیدنا امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزاراتِ طیبات ہیں، ان پر سلام عرض کرے۔

ازواج مطہرات حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مکہ معظمہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرف میں ہے۔ بقیہ تمام ازواج مکرّمات اسی قبہ میں ہیں۔

حضرت عقیل بن ابی طالب اس میں سفیان بن حارث بن عبد المطلب و عبد اللہ بن جعفر طیار بھی ہیں اور اس کے قریب ایک قبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اولادیں ہیں۔

ان حضرات کی زیارت سے فارغ ہو کر مالک بن سنان و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اسماعیل بن جعفر صادق و محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و سیّد الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہو۔

بقیع کی زیارت کس سے شروع ہو، اس میں اختلاف ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا کرے کہ یہ سب میں افضل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شروع کرے اور بعض فرماتے ہیں کہ قبہ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا ہو اور قبہ صفیہ پر ختم کہ سب سے پہلے وہی ملتا ہے، تو بغیر سلام عرض کئے وہاں سے آگے نہ بڑھے اور یہی آسان بھی ہے۔

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَأْتِيَ مَسْجِدَ قُبَاءَ يَوْمَ السَّبْتِ أَوْ غَيْرَهُ وَيُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ بَعْدَ دُعَائِهِ بِمَا أَحَبَّ : يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كُرَبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاكْشِفْ كُرَبِيْ وَحُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِكَ حُزْنَهُ وَكُرْبَهُ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَالْإِحْسَانِ يَا دَائِمَ النِّعَمِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا دَائِمًا أَبَدًا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ آمِيْنَ۔

ترجمہ: اور مستحب ہے سنیچر کے دن مسجدِ قبا میں حاضر ہونا، یا اس کے علاوہ اور کسی دن، اور اس میں نماز پڑھے، اور جو دعا محبوب ہو اس کو مانگنے کے بعد کہے: اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے! اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پوری کرنے والے!، اے مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنے والے!، اے بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے!، رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے سردار محمد ﷺ پر، اور آپ ﷺ کی آل پر، اور میرے رنج و غم کو (اس مقام پر) دور کر دے، جیسے کہ تو نے اپنے رسول ﷺ سے ان کے غم و رنج کو اس مقام پر دور فرمایا تھا، اے بخشنے والے! اے احسان کرنے والے! اے بہت بھلائی و احسان کرنے والے! اے ہمیشہ نعمت عطا کرنے والے! اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے

والے !، اور اللہ رحمت نازل فرمائے ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے صحابہ پر، اور سلام ہو ہمیشہ کا سلام اے سارے جہان والوں کے مالک ! آمین (ایسا ہی ہو)

سوال: بقیع پاک کی زیارت کرنے کے بعد کیا کرے؟

جواب: قبا شریف کی زیارت کرے اور مسجد شریف میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ترمذی میں مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مسجد قبا میں نماز، عمرہ کی مانند ہے۔"

("جامع الترمذي"، ابواب الصلاة، باب ماجاء في الصلاة في مسجد قباء، الحديث: ٣٢٤، ج١، ص٣٤٨)

اور احادیث صحیحہ سے ثابت کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو قبا تشریف لے جاتے کبھی سوار، کبھی پیدل۔ اس مقام کی بزرگی میں اور بھی احادیث ہیں۔

تنظیمی نصاب
اور
بیانات
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے
ترغیبات
سنتیں اور آداب
12 دینی کام
اصلاحی بیانات
اجتماع کی دعائیں